

# شیطانوں کا شہر





یہ نفس میں خود کشا جنت سے پہلے اور جہنم پہنانت ہیانت کے لوگ آبا و ائیں۔ شاید اسی لئے اس معصروف کار و تباری شہر میں بڑی سے بڑی واردات کا حوجا بنا بعید از قیاس نہیں خیال کیا جاتا۔

کاتاقب کیا جا رہا ہے؟  
 نامہ سوچ میں پڑ گیا۔ اس کے سرنگاہ میں قدم رکھتے ہی  
 ان جانے لوگوں کا ایک لہر آکر وہ اس کے قاتاقب میں لگ گیا تھا اور  
 یہ انداز چھپے علوم نہیں ہوتے تھے۔  
 اس نے سمجھ دیکھا۔ دو گزلیوں کے پیچھے ایک پرانی سی کلا  
 جیل آ رہی تھی جس کی ڈرائیونگ سیٹ پر ایک جینی بیٹھا ہوا تھا لیکن  
 وہ بالکل لا پرواہا دکھائی دے رہا تھا۔  
 ”ڈرائیور“ نامہ بیسی ڈرائیور سے بولا۔ اب تم مجھے سوزیم  
 لے چلو۔“

سنگاپور ایرپورٹ سے باہر نکلے ہی کرئل زائد کو احساس  
 ہو گیا کہ اس کا قاتاقب کیا جا رہا ہے۔  
 لیکن قاتاقب کرنے والے ناٹری نہیں معلوم ہوتے تھے۔  
 بڑے سلیٹے اور حاضر دماغی سے وہ اس کے پیچھے لگے ہوئے تھے۔  
 اور کسی طرح یہی مشہور نہیں ہوتا تھا کہ اس کا قاتاقب کیا جا رہا ہے۔  
 کرئل زائد اپنی شیشی کے پیچھے آتی ہوئی جس کا پر شک کرتا  
 وہی کار چند لمحوں بعد اس کی نظروں سے غائب ہو جاتی، ایسا  
 لگتا تھا جیسے کئی لوگ اس کے قاتاقب میں لگے ہوئے تھے اور ہر کوئی  
 پوری احتیاط برت رہا تھا کہ کرئل زائد کو اس کا علم نہ ہو سکے کہ اس

نکل کر ٹیکسی پر چڑھیں اور اپنا قاتل کرنے والوں کی تلاش پر دوڑنے لگے۔  
اسٹیم فورڈ روڈ سے سوج روڈ کی طرف روانہ ہو جائیے۔ جب تک آپ  
ہوٹل لاگلاک نہیں گئے قاتل کرنے والے غائب ہو چکے ہوں گے۔  
"شکر ہے"  
"اور کچھ؟"

"بسیار ہی بہت ہے۔" زائد نے کہا: "لیکن یہ خبر کہاں کا ہے؟"  
"آپ کو اس سے کوئی مطلب نہیں ہونا چاہیے؟"  
"اگر آپ کی ضرورت پڑ جائے تب میں آپ کے پاس کیسے پہنچوں گا؟"  
"میں ہمیشہ اس خبر پر موجود رہتا ہوں۔"  
زائد نے فون رکھ دیا اور گھڑی دیکھ کر اپنا سوٹ کیس اٹھایا  
اور دھیرے دھیرے چلتا ہوا میوزیم سے باہر نکل آیا۔ کوئی بھی اس  
کی طرف متوجہ نہیں تھا۔ اس نے گہری نظروں سے جائزہ لیا لیکن  
کوئی شخص اسے شبہ نہ دکھائی نہیں دیتا تھا۔  
اس کے اشارے پر ایک ٹیکسی اس کے قریب آ کر گھڑی ہو گئی  
زائد نے سوٹ کیس اٹھ کر اور خود بھی سوار ہو گیا۔

"ہوٹل لاگلاک.... اسٹیم فورڈ روڈ سے ہو کر چلیے۔ اس نے کہا۔  
ٹیکسی ڈرائیور نے اپنا سہ پڑا اور ٹیکسی آگے بڑھا دی۔ زائد  
لاپرواہی سے باہر دیکھنے لگا۔ اس بار اس نے قاتل کرنے والوں  
کی کوئی فکر نہیں کی تھی۔

.....

ٹیکسی تیزی سے بھاگتی رہی۔  
اسٹیم فورڈ روڈ پر اس وقت کافی رش تھا اس رش  
میں زائد کے لئے یہ اذیت دہانہ بہت مشکل تھا کہ اس کے پیچھے آنے  
والے گاڑیوں میں کون سی گاڑی اس کا قاتل کر رہی ہے۔ لیکن  
اس کے باوجود اس نے اس سوٹے چینی کی صورت پہچان لی جسے  
اس نے میوزیم کے دروازے کے سامنے کھڑا دیکھا تھا۔  
وہ چینی زائد کے پیچھے ایک سیاہ رنگ کی گاڑی چلا رہا تھا۔  
زائد ایک گہری سانس لے کر بیٹھا۔

انہی وقت ایک سیٹب دھڑبھڑات ہو گئی جس کی وجہ  
سے ایک چوڑا ہے پر اثر نظری پڑ گئی۔  
ایک طرف سے ایک بڑک ٹریفک سگنل کی پروا کئے  
بغیر گھومنا تھا اور سیدھا سونے چینی کی سیاہ گاڑی سے جا ٹکرا  
تھا جس کے نتیجے میں کئی رکشاؤں اور گاڑیوں ان کی بھپٹ میں آ گئی  
تھیں اور سارا ٹریفک درہم برہم ہو گیا تھا۔  
حادثے کے فوراً بعد ہی ایک چینی گاڑی پیچھے کھڑی ایک ٹیکسی  
سے بڑک ڈھٹ پاتھ پر بھاگتا ہوا پورا ہے کی طرف آنے لگا۔

"ہوٹل نہیں سر؟"  
"نہیں۔" زائد نے خشک لہجے میں جواب دیا۔  
تھوڑی دیر بعد اس کی ٹیکسی میوزیم کے سامنے ایک  
جھٹلے کے ساتھ رک گئی۔  
کرنل زائد نے پیچھے آ کر ٹیکسی کا کرایہ دیا اور جیو ٹا سا سوٹ  
کیس اٹھایا۔  
ٹیکسی کے آگے نکل جانے کے بعد اس نے گھوم کر اس طرف  
دیکھا جس طرف سے آیا تھا اور چونک سا گیا۔ اس نے ایک ٹیکسی چوڑے  
پہرہ کی دیکھی تھی لیکن اس کے اندر سے کوئی باہر نہیں نکلا تھا۔  
زائد نے ایک گہری سانس لی اور اپنا سوٹ کیس اٹھا کر میوزیم  
کی عمارت میں داخل ہو گیا۔

میوزیم کے ہال میں دو تین ٹیلی فون بوٹھ دکھائی دے رہے  
تھے۔ زائد ایک بوٹھ میں گھس گیا اور جلدی جلدی کسی کے کمرے والی کرنے  
لگا۔ مسئلہ قائم ہوتے ہی اس نے کہا۔  
"ٹوٹو ہے؟"

"آپ کون ہیں؟ دوسری طرف سے پوچھا گیا۔  
"سونے کی جیپٹریا؟"  
ایک لمحے کے لئے خاموشی چھا گئی۔ پھر آواز آئی: "دس منٹ  
بعد پھر فون کرو۔"

یہ خبر کہاں کا ہے؟ "اس نے پوچھا۔  
لیکن دوسری طرف سے سلسلہ متقطع ہو گیا تھا۔  
کرنل زائد نے گہرا سانس لیا جو تیز اس نے نکال دیا تھا وہ اسے  
جڑن کیونے کا تھا کہ وہ اس خبر پر ڈوڑھ فون کے کہ دراصل اس کا شک ہے۔  
ٹھیک دس منٹ بعد زائد نے پھر خبر ملو اس بار جواب لینے  
والا ٹوٹو ہی تھا۔  
"سونے کی جیپٹریا؟" زائد نے اپنا کوڈ روڈ پڑا اور بولا: "ایک ایک  
گھنٹہ قبل میں نے سنا کہ آپس میں قدم رکھا ہے لیکن یہاں آتے ہی میسری  
تکڑی شروع ہو چکی ہے۔"

"وہ کتنے بدمعاش۔"  
"کوئی اذیت نہیں لگتا۔ لیکن کئی ہیں۔ کیوں کہ جو آدمی قاتل  
کرتا ہے وہ شبہ ہوتے ہی غائب ہو جاتا ہے اور اس کی جگہ کوئی نیا  
شخص آ جاتا ہے۔"

"آپ کہاں سے نول رہے ہیں؟"  
"میوزیم سے۔"  
"جائے کہاں ہے؟"  
"ہوٹل لاگلاک۔"  
"ہوٹل لاگلاک؟" زائد نے پوچھا۔  
"ٹھیک دس منٹ بعد میوزیم سے"

”اس کے علاوہ آپ نے ایک دوسرے جینی کو کسی لڑکی سے  
بٹے ہوئے نہیں دیکھا۔“  
”اوہ تو....“ زائد گری سانس لے کر دہرایا۔ ”اتنا انتظام تم  
نے اتنے کم وقت میں کیسے کر لیا؟“  
”یہ میری ذہنی قوت تھی“ ٹوٹو دھیرے سے مسکرایا۔  
ویر کا کافی کام لگا کر رکھا۔

”یہاں سنگاپور میں سب قوموں کے لوگ آباد ہیں۔ ایسے  
یہاں کوئی اجنبی مسلم نہیں ہوتا۔ چنانچہ یہاں کسی شخص کا قاب  
ہو جانا بہت آسان ہے۔ لیکن اپنی خصوصیات کی وجہ سے یہاں  
کسی آدمی کے گم ہونے کی کوشش میں ناکام رہنا بھی بہت آسان ہے۔  
میرا مطلب یہ ہے کہ ایک بار دشمن کی نگاہوں میں آ جانے کے بعد آپ کا  
ان سے چھپا رہنا ممکن نہیں ہے ابھی آپ ان کے منہ سے بچ نکلے  
ہیں۔ لیکن بہت جلد وہ آپ کو دوبارہ تلاش کر لیں گے.... جب کہ  
آپ ہوٹل لارک جیسی جگہ مختصرے ہوئے ہیں۔ میرے خیال میں آپ  
کایاں رہنا مناسب نہیں۔“  
”مگر ٹوٹو! کرنن نابڈے کافی لاگنٹ پھرتے ہوئے کہا۔ فی  
الحال میرا اس ہوٹل میں رہنا بہت ضروری ہے۔ کیوں کہ ماڈرین

اس کا ادارہ ایسا ہی تھا جیسے جو رہے کے آگے سے دوسری ٹیکسی کپٹ  
لا۔ لیکن زائد کے دیکھتے ہی دیکھتے وہ جینی ایک موٹے تانے سیاہ  
آوی سے ٹکرایا اور وہاں فٹ پاتھ پر ہی ڈھیر ہو گیا۔  
دوسرا آدمی اس سے سانی ساگلتا ہوا اس طرح لپٹے ہوئے  
کو اپنے پردوں پر کھڑا کرنے میں اس کی مدد کر رہا تھا کہ جینی بار بار ٹوٹ  
پاتھ پر لڑا کھ جا رہا تھا۔  
میں کچھ چند لمحوں میں ہو گیا تھا۔

کرنن نابڈی ٹیکسی اطمینان سے فرلٹے بھرتی رہی، اب  
اسے یقین ہو گیا تھا کہ کوئی تعاقب نہیں کر رہا ہوگا۔  
ٹیکسی ہوٹل لارک کے سامنے یک گئی۔ یہ سنگاپور کا سب  
سے مشہور اور ہنگامہ باز ہوٹل تھا۔  
نابڈے اپنے کمرے کی ایک کمرہ تک گرایا اور ہوٹل بوائے کے  
ساتھ اپنے کمرے میں آ گیا۔ ایک ٹوٹ لے کر بوائے رخصت ہوا تو  
فون کی گھنٹی بجنے لگی۔  
نابڈے نے ریسورسٹاٹھا لیا، ”ہیلو“  
”سوئے کی چڑیا“ کسی نے کہا۔  
”جی ہاں“

”میں ٹوٹو بول رہا ہوں آپ بار میں پہنچے۔“  
”لیکن ہم ایک دوسرے کو پہچانیں گے کیسے؟“  
”اس کی حکومت کرو۔ میں تمہیں یہ بیان لوں گا۔“  
”ٹھیک ہے“ زائد نے ریسورسٹاٹ لے کر دیا اور کمرے سے  
نکل کر سیدھا گاؤڈ ٹیٹو پر پہنچ گیا۔  
ہوٹل کے شاندار بار میں اس کا سامنا ایک خوبصورت  
نوجوان سے ہوا۔  
”ہیلو! مجھے ٹوٹو کہتے ہیں۔“

”ہیں.... زائد ہوں۔“ زائد نے دھیرے سے جواب دیا۔ اور  
اپنا ہاتھ آگے بڑھا دیا۔  
ہاتھ ملا کر ٹوٹو کرنل زائد کو ایک گوشے کی میز پر لے آیا۔ میز  
کو کافی کا آؤر دے کر ٹوٹو بولا۔  
”مجھے یقین ہے کہ یہاں تک آپ کا تعاقب نہیں کیا گیا ہوگا۔“  
”وہ ٹرک والا حادثہ کیا تھا؟“ زائد کا نام تھا۔  
”بے شک وہ کئی تھے۔ سب کو سنبھالنا مشکل ہو رہا تھا اتنے  
لوگوں کو آپ کے تعاقب سے روکنے کے لئے وہ حادثہ بھی کافی نہیں  
تھا۔ جناب۔“

زائد نے جتنے ہوئے کہا، ایک جینی کو تو میں نے خود اپنی  
آنکھوں سے کسی سے ٹکرا کر گرتے دیکھا تھا۔“

ایک ایسے شخص کی آپ بیتی جسے بے پناہ قوتیں حاصل تھیں  
عمران ڈاٹ جیسٹ کا چکر لگاتے والا رسالہ  
**پراسرار علوم کا ماہر**  
ایک کتابی محل میں شائع ہو گیا ہے

کچھ لوگ دنیا میں ایسے آتے ہیں جن کے پاس بے پناہ قوتیں  
ہوتی ہیں، شاید وہ ہمارے ارد گرد ہی کہیں ہوتے ہیں اور ہم  
انہیں پہچانتے تک نہیں۔ پراسرار علوم کا ماہر بھی ایک  
ایسے ہی شخص کی کہانی۔ ایک ہنگامہ خیز کہانی، حکیم  
اصغر علی کی ہولناک سرگزشت۔ قدم قدم پر عجیب،  
ایک ایسی کہانی جو آپ کے رونگٹے کھڑے کر دے گی،  
ضرور پڑھیے، ہر بچہ شال پر دستیاب ہے،  
براہ راست منجھونے کا پتہ:۔۔۔ (ایک صفحہ میں مکمل)

مکتبہ عمران ڈاٹ جیسٹ، ۲۴ اردو بازار کراچی



کرنے زاد بھی اٹھ کر کھڑا ہو گیا، ٹوٹو نے بل لڑا کیا اور محرم کرنا بد سے بولا۔

”سنگاپور میں داخل ہوتے ہی آپ دشمنوں کی نگاہوں میں آگئے۔ یہ کیسے ہو گیا؟“

”میں خود بھی اسی حیرت میں ہوں۔“ زاد نے کہا۔  
ٹوٹو نے زاد سے ہاتھ ملایا اور نصیحت ہو گیا۔ زاد اس کے جانے کے بعد سوچ میں پڑ گیا۔ ہمیشہ کی طرح اس بار بھی اس کا شہر ایک ہی شخص پر تھا اور وہ تھا کالی چمن، جنرل کیو کا خاص ملازم اس بار بھی کالی چمن زاد کو بائیں لیٹ پر چھوڑنے آیا تھا۔ اور اس کے علاوہ یہاں صرف جنرل کیو کو معلوم تھی کہ وہ سنگاپور جا رہا ہے۔

.....  
گولڈن پارک ہینس کرنا زاد رک گیا۔  
وہ ماڈر جو کلاس بنیکے تک ہوئی کلاس میں انتظار کرتا رہا تھا اور مایوس ہو کر گولڈن پارک چلا آیا تھا۔ لیکن یہاں آتے ہوئے اس نے اس بات کا خیال رکھا تھا کہ اس کا تاقب تو نہیں کیا جا رہا..... ادوار وہ مطمئن تھا کہ تاقب نہیں کیا گیا ہے؟  
زاد اپنا سنگار سدا کر پارک کے ارد گرد ڈھنڈے ہوئے ماڈر جو کلاس انتظار کرنے لگا۔ لیکن وہ اس حادثے کے بارے میں کچھ بھی سوچ رہا تھا جس کے بارے میں وہ ابھی تک وہ فیصلہ نہیں کر سکا تھا کہ وہ اتفاقی تھا اس کا کوئی اور مطلب تھا۔

یہ واقعہ سات بجے ہوا تھا جب اچانک اس کے ہوش کے کمرے میں فون کی گھنٹی بجی تھی۔ اس نے ریسور اٹھا تو پورٹلے بتایا کہ اس کا فون ہے جو کسی چین نے کیا ہے۔ پورٹلے نے پیشکش کی کہ وہ ان دونوں کے درمیان مترجم کا کام دے سکتا ہے۔ زاد نے کچھ حرف ماڈر جو کے فون کا انتظار کرتا تھا اور اسے بتایا گیا تھا کہ وہ انگریزی اچھی طرح بول سکتا تھا اس لئے زاد نے کہا کہ اسے مترجم کی ضرورت نہیں ہے اور جب آپرٹ لائن سے ہٹ گیا تو زائد سیلو۔ ہیلو بج کر تباہا اور دوسری طرف سے اسے کوئی جواب نہیں ملا۔ صرف ایک دوبارہ گہری سانسوں کی آواز اسے فردرستانی دی تھی اس کے بعد سلسلہ منقطع ہو گیا تھا۔

آخر فون کرنے والا کون تھا؟ کیا وہ ماڈر جو تھا جس نے کرنل زاد سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی تھی۔ اگر وہی تھا تو پھر اس نے کوئی بات کیوں نہیں کی.....؟

اگر وہ ماڈر جو بھی نہیں تھا تو پھر کون تھا؟  
کرنل زاد سنگار کے کشن لگاتے ہوئے خود کرتار با اور گولڈن پارک کے قریب ہٹنا زاد انتظار کرتے کرتے بارہ بج گئے۔ لیکن ماڈر جو

کے جس شخص سے ملاقات کرنے میں سنگاپور آیا ہوں وہ ہے یہیں آکر ملے گا۔“

”اوہ.....“ ٹوٹو نے گہری سانس لی تھی۔

”ماڈر جو کے یہاں آنے کی پوری امید ہے اگر کسی وجہ سے وہ یہاں تک نہیں پہنچ سکا تو پھر رات کے دس بجے تک بجے گولڈن پارک پر اس کا انتظار کرنا پڑے گا۔“

”فرض سمجھیں اگر وہ وہاں بھی نہ آجے؟ ٹوٹو نے پوچھا۔  
”تب مجھے دوبارہ ہوش میں آکر اس کے پیغام کا انتظار کرنا پڑے گا۔“

”اور اگر پیغام بھی نہ ملے؟“

”یہ کیسے ہو سکتا ہے۔“ کرنل زاد نے مسکرا کر کہا۔ اس کا بھر سے ملنا بہت محرومی ہے اس میں اس کا بھی قانع ہے جو ہم ملنا ہیں اس سے حاصل ہونے والی ہیں اس کے بدلے میں ہم اسے پچاس ہزار ڈالروں کی رقم..... فی الحال ہم اسے پانچ سو ڈالر ایڈوانس میں دے دیتے ہیں۔“

”آپ کے لئے ادائیگی سٹوڈنٹ؟“  
”شکر ہے! تھوڑی دیر بعد کھانا کھا میں گئے۔“

”ٹھیک ہے۔“ اگرچہ جس گفتار کے اندر وہ آپ سے آکر ملے تو پھر آپ کے لئے کچھ ہی بہتر رہے گا کہ یہ جگہ چھوڑ دیں ویسے ماڈر جو کی تلاش میں ہیں آپ کی پوری مدد کروں گا۔“

”میرا خیال ہے ایسی نوبت نہیں آئے گی۔“ زاد نے کہا۔  
تہذیبی نظمیں ہوش کلاس کے علاوہ اور کون سی جگہ ہو سکتی ہے جہاں میں خود کو محفوظ سمجھ سکتا ہوں۔“

”راکش ہوئی شہر سے باہر ہے اور زیادہ شاندار نہیں ہے۔ وہاں زیادہ تر غیر ملکی نامہ نگار، مصنف و غیرہ جاکر ٹھہرتے ہیں یا پھر وہی آپ وہاں خوب اچھی طرح کھپ سکتے ہیں۔“

”اوکے۔“ زاد بولا۔ اگرچہ میں گھنٹے میں ماڈر جو سے اجازت قائم نہیں کرتا ہے تو پھر میں یہاں سے غائب ہو جاؤں گا۔“  
”ماڈر جو سے آپ کیا معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں؟“

”میرا مطلب؟“

”میرا مطلب یہ ہے کہ آپ ریشن کیا ہے۔“

”تبدیل فون نمبر کہاں کا ہے۔“

”یہ تو میرے سوال کا جواب نہیں۔“ ٹوٹو نے کہا۔

کرنل زاد مسکرایا تھا۔

”اوہ۔“ ٹوٹو نے اپنا کالی لائنری گھونٹ بھرا اور اٹھ کھڑا

ہوا۔ ”ب میں اجازت چاہتا ہوں۔“

دباں بھی نہیں آیا اور نہ اس کا کوئی پیغام آیا۔ اب اس کا مطلب تھا  
 ناؤ میں بوتل میں اگر اس سے مذاقات کرے گا۔  
 لیکن پھر بھی زاہد شہزادہ منٹ دباں اور ہٹرنے کا فیصلہ  
 کر لیا تھا۔  
 وہ چند روز منٹ بھی نہ رہے لیکن ماؤ بیو نہیں آیا۔  
 زاہد نے سگار کا تھسری کش نکلی اور واپسی کے لئے ٹھوکر  
 ٹھیک ہی ٹھوکر قریب سے گزرتا ہوا ایک شخص اس سے ٹکرایا۔ وہ  
 چنے ہوئے تھا اور اولیٰ لون بک رہا تھا۔ پھر اس نے بڑی صفائی  
 سے زاہد کے ہاتھ میں ایک کاغذ کا پرزہ رکھ دیا اور لڑکھڑایا جوتا ہے  
 بڑھ گیا۔

زاہد چونکہ ہوگا اور کاغذ والا ہاتھ اس نے پھر سے اپنے جیب  
 میں ٹھونس لیا اور تیزی سے ایک طرف روانہ ہو گیا۔  
 فوراً ہی اسے ٹیکسی مل گئی۔ راستے میں ٹیکسی کی عدم روشنی  
 میں وہ کاغذ کا پرزہ نکال کر پڑھنے کی کوشش کرنے لگا۔ کاغذ تھا۔  
 مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ میری نثرانی کی جلد ہی۔ اس لئے دوسرے  
 کے مطابق میں گولڈن پارک میں آپ سے ملاقات کرنے نہیں آیا۔  
 میں خوف زدہ بھی ہوں اس لئے کوئی خط و قول نہیں لیا تھا۔ لہذا  
 آپ فوراً مسجد امیرٹیل کی فٹ پاتھ پر پہنچ کر انتظار کریں۔ گھر میں نے  
 کوئی خط و قول نہیں کیا تھا۔ ایک بے تک و باؤں پہنچ جاؤں گا۔ ایک  
 بے تک گھر میں کسی وجہ سے نہیں آسکا تو میں پھر آپ سے ہوٹل میں  
 رابطہ قائم کر دوں گا۔ آپ ہوٹل کے کلرک کو ہدایت کر دیں کہ اگر میں  
 دباں آؤں اور آپ دباں موجود نہ ہوں تو میں آپ کے گھر میں پہنچ  
 کر آپ کا انتظار کروں گا۔ کیوں کہ میں زیادہ دیر تک لابی میں نہیں  
 دھکیلا جاتا تھا۔

ماؤ بیو  
 زاہد نے کاغذ کے کئی پرزے کے اندر باہر ٹھیک کر کے ڈرائیو  
 سے بولنا: جسٹس اسٹریٹ چلو۔ لیکن ہوٹل کا کلرک ہوتے ہوئے  
 ٹیکسی جب ہوٹل کلرک کے سامنے رکی تو ناہنجائز کرنا کاغذ کاغذ  
 پر لگا اور ڈرائیو پر موجود کاغذ ٹھوکر سے کہا۔  
 "اگر کوئی کچھ سے ملنے آئے تو اسے فوراً میرے گھر میں پہنچا دیا  
 جائے۔ چاہے میں موجود نہ ہوں یا نہیں؟  
 "اؤکے سر  
 زاہد باہر نکل کر پھر ٹیکسی میں سوار ہو گیا اور تھوڑی دیر بعد  
 مسجد امیرٹیل کی فٹ پاتھ پر گھڑا تھا۔  
 یہ علاقہ کتنی آبادی والا تھا اور اس وقت بھی دباں کافی چیل  
 چل دھکیلا دے رہی تھی۔ زاہد سگار کاغذ کاغذ پاتھ پر گھر لڑکھڑایا کرتے

لیکن اس کی بات کا کوئی جواب نہیں ملا۔ اس نے سوچنے لگا  
 کہ اسے روشنی کر دی جا لیا ہوتے ہی اس نے ماؤ بیو کو دیکھ لیا۔ وہ نیچے  
 فرش پر پڑا تھا اور اس کی جھانکی میں ایک خبر دوست کے اندر گھسا ہوا تھا۔  
 اور خون اس کے چاروں طرف پھیل کر جم گیا تھا۔  
 کون سا زاہد نے خود بخود اس کے قریب پہنچا اور جیک کر اس کی  
 بعض ٹھولی۔ بعض غائب تھی لیکن لکائی ابھی تک گرم تھی جس کا مطلب  
 تھا کہ اسے سر سے ہونے زیادہ دیر نہیں ہوئی ہے۔ ماؤ بیو کی جیب  
 سے ایک کاغذ بھی باہر تھا۔ ہاتھ اس کا مطلب تھا کہ اسے جان  
 بوجھ کر لایا رکھا گیا ہے تاکہ نگاہ اسی پر پڑے۔

زاہد نے وہ کاغذ ماؤ کی جیب سے پھینک لیا اور گولڈن پارک  
 اس میں بڑے بڑے حرفوں میں لکھا تھا۔  
 "ماؤ بیو خدا کا انعام تمہارے سامنے ہے، ہم خواہ مخواہ کسی  
 کے خون سے اپنے ہاتھ، لکھا نہیں چاہتے تم اپنی جان کی تیر چاہتے ہو تو  
 فوراً سگار گور سے رخ ہو جاؤ ورنہ مارشل تمہیں پاؤں تک نہیں  
 چھوڑے گا۔ اس کے نیچے کسی کا نام نہیں لکھا تھا۔

زاہد نے وہ پرچہ اپنی جیب میں رکھا اور ماؤ بیو کی دوسری  
 جیبیں ٹھونکنے لگا۔ ایک جیب سے ڈرائیو کا لائسنس برآمد ہوا۔  
 جس پر ماؤ بیو کی تصویر لگی ہوئی تھی اور جاکٹ، ڈن کا پتہ لکھا ہوا  
 تھا، جو نقصان اس کے گھر کا پتہ ہو گا۔ زاہد نے وہ پتہ اپنے فزیشن فریٹ  
 کر لیا اور لا لائسنس وہ بارہ لائش کی جیب میں ڈکھو دیا۔  
 اس کے علاوہ ماؤ بیو کے پاس سے اور کوئی کام کی چیز زاہد  
 نہیں ہوئی۔ زاہد ایک ہٹ کر صلیبی جلدی اپنا سامان میٹھے لگا اور  
 پھر سوٹ کیس سجھال کر کرب سے باہر نکلا۔ اور دروازہ بند کر کے  
 کاغذ ٹھوکر کے پاس پہنچ کر بلا۔

"میرا بل نادرد۔ میں جا رہا ہوں؟  
 کاغذ ٹھوکر نے اسے حیرت سے دیکھا اور فحاشی سے بل بنا

کر اس کے سامنے کھایا۔

وہ چھوٹا سا مکان تھا جس کے نکل سے اوپر جانے کا زینہ بھی تھا۔ زائد نے دروازے پر دستک دی۔ لیکن کوئی جواب نہیں ملا۔ اس نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ جواب نہیں اور پری منزل کی ایک کمرہ کی کھل اور ایک کوچمن جینی لڑکی نے جھانک کر دیکھا۔

”ماؤ بیو؟ زائد نے پوچھا۔“  
”وہ گھر پر نہیں ہے۔“ لڑکی نے انگریزی میں جواب دیا۔ ”تم نیچے آ سکتی ہو۔“  
”لاکی ایک لمبے کٹے بچہ کی اور بچہ لڑکا کے نیچے چل آئی۔ تم کیا چاہتے ہو؟“

”کیا تم ماؤ بیو کی رشتہ دار ہو؟“ زائد نے پوچھا۔  
”نہیں۔“

”کیا سائبرو اس گھر میں اکیلا رہتا ہے۔“  
”نہیں! اس کی بیوی تانی اس کے ساتھ رہتی ہے۔“ لڑکی نے جواب دیا۔ ”اور وہ اس وقت بازار گئی ہے۔“

”کیا ابھی کچھ دیر پہلے کوئی اور بھی لے کر چھٹا ہوا آیا تھا؟“  
”ہاں! ابھی ٹھوڑی دیر پہلے ایک موٹا چینی تانی کو پوچھ رہا تھا۔“

زائد نے گہرا سانس لیا اور کہا ”اور تم نے بھی ایسی ہی بتایا کہ وہ بازار گئی ہے۔“

”جی ہاں۔“ لڑکی نے کہا۔ ”لیکن تم ستانی سے کیوں ملنا چاہتے ہو؟“

”حقیقت تو یہ ہے کہ میں ماؤ سے ملنا چاہتا ہوں۔ میں اس کا دوست ہوں اور بہت دود سے آیا ہوں۔“

”انتظار کرو تانی اب آتی ہوگی۔“

”کہاں انتظار کروں؟ زائد بولا۔ ”کیا سڑک پر؟“

”لڑکی مسکرائی اور کہنے لگی۔ ”اگر تم ایک ڈالرو نوٹم اوپر سر کرے میں آ سکتے ہو۔“

زائد نے اسے دس ڈالرو کا نوٹ دیا۔ لڑکی اتنی خوش ہوئی کہ اس نے زائد کی کٹائی تمام کر کے اپنے ساتھ اوپر لے آئی۔

”تم کہاں اکیلے رہتی ہو؟“  
”بائیں کھلی۔“ کہتے ہو لڑکی نے اپنی بائیں زائد کے گلے میں ڈال دیں۔

”ایک منٹ؟“ زائد چیخے بیٹھے ہوئے بولا۔ ”تیار نا تم کیا ہے؟“

”میرا نام تن ہے۔“  
”اچھا نام ہے۔“ زائد نے کہا اور ایک کرسی گھسیٹ کر کمرہ کی کے قریب بیٹھ گیا۔ یہاں سے وہ کھلی سڑکیاں اور میدان تک دیکھ

زائد بل اور ایک موش سے باہر نکل آیا۔  
”ٹیکسی نے کوئی سیدھا سٹاک پور کہہ ریو سے اسٹیشن پہنچا اور وہاں آدھا گھنٹہ بیٹھ کر سٹاک بھجوا کر دیا۔“

ٹھوڑی دیر بعد وہاں، ایک گاڑی رکی۔ سائبرو اسٹیشن سے باہر نکلے گئے۔ زائد بھی اسٹیشن سے باہر نکل کر ان سائبرو کی بھیٹر میں شامل ہو گیا۔ اور ٹیکسی پکڑ کر سیدھا راکس ہوٹل جا پہنچا جہاں اسے ایک کمرہ آسانی سے دستیاب ہو گیا۔

دوسری صبح زائد نے اخبار پڑھ کر گہری سانس لی تھی اخبار میں موش کلاک کے ایک کمرے میں موش کی قتل کی ورنٹ جلی ترفوں میں شائع ہوئی تھی۔ اور پولیس کو زائد تانی ایک بندوستانی کی تلاش تھی جو قتل کے فوراً بعد موش پکڑ کر اسٹیشن گیا تھا پولیس کا خیال تھا وہ سٹاک پور سے جا رہا تھا۔

ناشتہ سے فارغ ہو کر زائد موش سے باہر نکلا اور ٹیکسی پکڑ کر جانا ماؤنٹین پہنچ گیا۔ وہ ماؤ بیو کا بڑا بچہ پوچھتا ہوا تنگ گھومیں۔ اسے آگے بڑھتا ہوا دیکھا۔

زائد ایک عکس پڑھ کر ششک کر گیا۔ یہ ایک چوڑا سا سینا تھا جس میں وہ تنگ لگی آنکھ ختم ہو جاتی تھی اس کے سامنے ایک چوڑی بٹیریں والی کٹی تھی جس کے اندر گودہ خانوں کا سلسلہ بھیل پڑا تھا۔ بائیں طرف ایک چوڑی سڑک دکھائی دے رہی تھی جس پر بڑے موٹوں سے ٹھوڑی دور بٹ کر ایک کار گھڑی تھی۔ کار کو کہ زائد چوڑا تھا۔

یہ دہی پرانی گاڑی تھی۔ جو کل ایئر پورٹ سے آئے ہوئے اس کا تعاقب کرتی رہی تھی۔ اس کی ڈرائیونگ سیٹ پر وہی جینی بیٹھا تھا۔

جیسے زائد پہلے بھی دیکھ چکا تھا۔

اسی لمحہ زائد کو سڑکیاں چڑھ کر اوپر آتا ہوا ایک دوسرا چینی دکھائی دیا۔ جسے وہ بیوہ کے دروازے پر دیکھ چکا تھا۔ زائد خطرے کے احساس سے سنبھل گیا۔

”موٹا چینی سڑکیاں چڑھ کر سڑک پر آیا اور کار کی طرف بڑھل اور دوسرے چینی کی بٹل میں بیٹھ گیا۔ وہ اپنے سامنے کو کہ بتا رہا تھا دونوں پیچھے دیکھنے کے اندر اس کے بعد اور گودہ کر دیکھنے گئے۔ جیسے کسی کی تلاش ہو۔“

کرنل زائد نے تیزی سے سیدان یاد کیا اور سڑکیوں پر لے کر گئے کھلی میٹیکہ گلی میں ایک شخص بیڑھیوں کی طرف آ رہا تھا۔ زائد نے اسے روک کر ماؤ بیو کے گھر کا پتہ پوچھا۔ اس شخص نے ایک گھر کی طرف اشارہ کر دیا۔

زائد اس طرف بڑھ گیا۔

سکتا تھا۔  
تین ستر لٹ گئی  
”تم نے مجھے جس ڈال بھی دیئے اور پھر بھی اتنی درد پیش  
ہو۔“

”مہم میں تانی کا انتظار کر رہا ہوں!“  
”بڑے سوسدھ مرد ہو!“  
زائد نے کوئی جواب نہیں دیا۔ کیوں کہ اسی وقت اس نے  
ایک چینی مہرت کو میز پر حیاں جیسٹھتے دیکھ لیا تھا جس کے دونوں  
ہاتھوں میں تھیلے تھے جوئے تھے۔  
”دیکھو۔ کیلہ ہی تانی ہے؟“  
لاکی نے گھر کی کھڑکی کے قریب آکر دیکھا اور بولی ”ہاں ہی ہے۔“

اسی وقت زائد کو دی موٹا چینی دکھائی دیا جو چہرے دھیرے  
میز پر حیاں چہرہ رہا تھا اور اس کی نگاہیں تانی پر پڑ گئیں۔  
کرنل زائد ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا۔  
”تن۔“ وہ جلدی سے بولا ”میں تمہارے پاس پھر آؤں  
گا۔ اب چلتا ہوں۔“

لاکی نے حیرت سے دیکھا تھا اور زائد تیزی سے دروازے  
سے نکل کر بیڑیوں پر آکر بیٹھ بیٹھ گیا۔ تانی گھر کی چھٹی  
”تانی“ زائد اس سے جلدی جلدی کہنے لگا۔ ”میں تمہارے شوگر  
مادر ہو کا دوست ہوں اور کہہ کر تانی کا اس وقت موقع نہیں ہے۔  
یہ فیصلہ مجھے دو اور جلدی سے اپنے گھر یا دو اور گھر کر لیک ڈنڈا  
تاکش کر کے مجھے دے دو۔“

مادر کی بیوی مقل منہ تھی۔ اس نے زائد سے کوئی سوال نہیں  
پوچھا۔ اور بھلی کی تیزی سے بند دروازے کی طرف لپک گئی۔  
وہ موٹا چینی کسی بھی لمحے وہاں آسکتا تھا۔  
تانی نے دروازہ کھولا اور فوراً اندر گھس گئی۔ زائد بھی اس کے  
پیچھے ہی اندر داخل ہوا تھا۔ تانی نے فوراً دروازہ بند کر دیا۔

زائد نے جیسے ایک طرف دھک دینے۔ تانی اندر ایک جانب  
جیسٹھ اور دوسرے لمحے ایک لوہے کی سلاخ لے کر آگئی۔ زائد نے وہ  
سلاخ اس کے ہاتھ سے لے لی اور انتظار کرنے لگا۔  
”تم اخبار پڑھتی ہو؟“ یہ ایک زائد نے تانی سے سوال کیا۔  
”نہیں۔“

”تو پھر میں تمہارے لئے کوئی اچھی خبر لے کر نہیں آیا؟“ زائد کہنے  
لگا۔ ”بھلی رات ہوئی کلارک میں تمہارے شوگر کو قتل کر دیا گیا ہے اور  
قاتلوں میں سے ایک اس وقت زندان آ رہا ہے۔۔۔ شاید تمہیں بھی  
ہلک کر نہ چاہتا ہے۔“

زائد نے اس کی طرف بڑھا۔ لیکن جیسے ہی وہ اس کے قریب پہنچا زائد  
جھٹکا لے کر ایک تھوڑا سا زانی کھانیا اور لوہے کی سلاخ اٹھانے کی  
کوشش کرنے لگا۔  
پھر اس سے پہلے کہ زائد سلاخ اٹھا کر سیدھا ہو پانڈو موٹا چینی

سے  
ہوئے زائد کی طرف بڑھا۔ لیکن جیسے ہی وہ اس کے قریب پہنچا زائد  
جھٹکا لے کر ایک تھوڑا سا زانی کھانیا اور لوہے کی سلاخ اٹھانے کی  
کوشش کرنے لگا۔  
پھر اس سے پہلے کہ زائد سلاخ اٹھا کر سیدھا ہو پانڈو موٹا چینی

سے  
ہوئے زائد کی طرف بڑھا۔ لیکن جیسے ہی وہ اس کے قریب پہنچا زائد  
جھٹکا لے کر ایک تھوڑا سا زانی کھانیا اور لوہے کی سلاخ اٹھانے کی  
کوشش کرنے لگا۔  
پھر اس سے پہلے کہ زائد سلاخ اٹھا کر سیدھا ہو پانڈو موٹا چینی

زاد کو نہیں موسیٰ جس نے لگا جیسے اس کی گردن کسی کو ہو میں آ  
 نمی ہو۔ وہ اپنے آپ کو چھڑانے کے لئے اپنی پوری طاقت لگانے لگا لیکن  
 مرزا سے کسی طرح نہیں کی طرح دوپہے جو سے متعلقہ نادگی سانس آئے

زادہ جڑنا کر اچھے بیٹھا اور گردن کو زور سے جھکا دے کہ اس نے سوئے بیٹن کی طرف جرت سے دیکھا۔ مٹے کی کپنی پر ایک سوراخ دکھائی دے رہا تھا جس میں سے تازہ تازہ خون ابل کر پھینکے ہوئے تھا! تب زادہ کی نگاہیں تہی پر پڑیں اور پھر پتلہ گیا۔۔۔۔۔ پانی کے دھبے میں سوئے کہ اسے ستر لگا رہا اور وہ اس وقت تھا جس کی نال سے دھوپ کی ایک سی ٹکی کی لکیر ہوائی ہوئی نکس رہی تھی۔

تائی اپنا نامہ چھپا کر دے گی۔  
 تائی و زاپا اسے سمجھ کر بولا "عجب شک میں اب رہا ہوں  
 تم اپنا نام سمیٹ لو ورنہ یہاں سے چلنے کے لئے تیار رہو" اب تم بدلا  
 میں اس کے دین سنت حضرت اک جی

”یہیں میں کہاں جاؤں گی؟“  
 ”یہ عید سرِ جاوے گا؟ زمانے کہا“ یہ مولوی تئیں تئیں  
 کہے آیا تھا۔ میں ابھی آنا ہوں۔ تو چھٹی کی تیاری کرو“  
 کرن زمانہ یہ کہہ کر باہر نکل آیا۔

بہتر حصوں کے ادراک کی جتنی وسیع سرایت والا اجتماعی بلکہ جمعیاتی  
شہس روم تھا، اندر ہر حصوں کے قریب پہنچا تر سمیت دوسلے بھی نے  
پہلی اور حس سے اسے دیکھا اور بری طرح محکم گیا۔ پھر دوسرے ہی لمحہ  
اس کا محتاجی جب میں مرکب کیا تھا۔

زاہد نے بھی اپنے کوٹ کی حسیب میں چلے رہی اور ہر پائی گرفت مضبوط کر دی اور بیٹ دالے کی طرف بڑھتا رہا اور پھر سامنے جا کر کھڑا

جیٹ دال بڑی طرح چڑکا تھا تم کیا۔۔۔ بچہ رہے ہو؟  
 سحر زہرہ کہنے لگی میں بولنا ہوتا ہوں مرناسی اور میو کے  
 ٹھہر ہی مرنہ پڑا ہے۔ میں مرناسی بھی دیکر کتا چوں مکن ہیں۔  
 مرناسے ذیل سے اڑنے سے قیامتوں

اسی وقت ایک سفید رنگ کی گاڑی دو دروازے اسٹارٹ ہوئی اور تیزی سے روانہ ہو گئی۔

”اس کو مڑی میں کون تھا؟“ زاہنے پوچھا۔  
لیکن سفید میٹ والا کچھ نہیں بولا۔ زاہنے اس کا ہاتھ پکڑ کر  
مجھ سے ٹوٹے ہوئے کہا۔

یہی اس میں داخل تھا؟  
سفید بیٹ دالے کوئی تیرا ہے نہیں اور یا۔  
اگر وہ داخل تھا تو اس کے لیے ایک بیٹا پیدا دینا نام نہانے  
غرض سے کیا۔

اس سے کہنا کہ وہ مجھے جو کچھ دے ہیں وہ نہیں دےتا۔  
 دینا کہ وہ صبح رات اٹھ بیٹھے لاک لاک کتب کے سامنے بیٹھے اور میرے  
 ساتھ کئی خوشیاری دکھانے کی کوشش کر کے ادھر اپنے ساتھ اپنے  
 لڑکوں کو لے کر آئے۔ اس سے یہ بھی کہنا کہ اوسمبولی جیوی اس وقت  
 میرے تفریق میں ہے اور اس نے جو باتیں مجھے بتائی ہیں اس سے وہ  
 کافی خسارے میں رہ سکتا ہے، سمجھ گئے :-

حیث والد کچھ نہیں بولا۔ فرما دینے سے دھکا دیتے ہوئے فرمایا: "اب دفع ہوجاؤ۔ ورنہ میرا ارادہ بدل بھی سکتا ہے۔"

ہماری کوزا اہل اپنے ساتھ کبھی جوں میں سے آیا تھا۔ ہے کرے کے برابر ملا کر دلو ادا تھا اس وقت دونوں باتیں کر رہے تھے۔  
 - ہماری - زاد بولا - ان لوگوں کا تیس سال قبل کے کلام دادہ  
 ظاہر کر ہے کہ تیس اپنے شوہر کے معاملات کا پورا علم تھا۔ وہ تیس  
 تلاش کرنے کی کوشش کر رہے تھے اس لئے تم کہیں محفوظ جگہ پر چلے جاؤ  
 میں کہاں جاسکتی ہوں، یہاں میرا کوئی نہیں ہے اور جہاں میرا  
 جاسکتی ہوں۔ وہاں جانا نہیں سکتی :-

کہاں مانتا جا سکتی ہے۔؛ "نابراہ نے پوچھا۔  
 "مکاؤ۔۔۔ میں خیر قانونی طور پر سنگ پور میں داخل ہوئی تھی۔  
 یہاں سے واپس جانے کے لئے مجھے جعلی کاغذات اور نقلی بیسپرٹ

اور اسے گولہ بارود کا ایک برٹانہ دینے والا ہے جسے وہ اپنے معتمد آدمیوں کے ذریعے ہندوستان لے جانے والا تھا جو اگر غلط ہتھوں میں پہنچ جائے تو ہندوستان کی ہر کار مشکل بننا پڑ سکتی ہے۔ جہاؤ اور داخل کے ذریعے اس ملک تک پہنچنا چاہتے تھے۔

”ارشل کو آج تک کسی نے نہیں دیکھا“

”کسی نے تو دیکھا ہوگا۔“

”جواں کا دعویٰ کرنے میں وہ جھوٹ بولتے یا پھر وہ کسی غلط فہمی کا شکار ہیں، جو ممکن ہے وہ کسی غلط آدمی کو ارشل سمجھ بیٹھے ہوں۔“

”ماؤ نے سننے نہیں اس بارے میں کچھ بتایا تھا؟“

”ہاں، اس نے بتایا تھا کہ ارشل سنگا پور میں ہے، وہ کہاں ہے اور کون ہے۔ اس بارے میں نہیں بتایا۔ مانی نے جوبلیا زادے نے کہا اس نے نہیں یہ تو نہیں کہا تھا کہ وہ روپے کے دھچکی میں ہندوستانی انجینئروں کو لارشل کے بارے میں غلط افواہ لڑا رہا ہے۔ انہیں دھوکہ دے رہا ہے۔“

”نہیں۔ مانی نے کہا۔“ ماؤ مجھ سے کوئی بات نہیں چھپاتا تھا۔ مزہ زور سے کہیں سے ٹھیک ملی ہوئی کہ ارشل سنگا پور میں ہے۔ تاہم نے اپنا سگھار لگا لیا اور کشش لگا کر کہنے لگا۔ ”ہم کسی بھی حالت میں ارشل کو پکڑنا چاہتے ہیں۔ اب تم بتاؤ اس مسئلہ میں تم بھائی کیا مدد کر سکتی ہو؟“

”میں ارشل کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ مانی نے کہا۔“

”کیسے؟“

”میں جس حالت میں آ رہی ہوں اسی کے اوپر کرے میں ایک شخص کو دیتی ہے، اس کا ایک بھائی ہے بلگ فور۔ ارشل کا بیٹا ہے۔ بلگ فور میرے اوپر بڑی طرح خوش ہے، وہ اڈے بہت ڈرنا تھا اسلئے وہ انبار کشش کی ہمت نہیں کر سکا۔ غیر وہ اڈے سے زیادہ ارشل کو پکڑنا چاہتی ہے۔ میں اس سے بہت معلومات حاصل کر سکتی ہوں۔“

”کیا تم بڑی گتھی ہو؟“

”نئے نئے وہ لوگوں نے میرے شوہر کا زہن کیا ہے۔ میں گڑ انہیں کسی بھی طرح کوئی بھی نقصان پہنچانے میں کامیاب نہ رہتی تو ات میں اپنے شوہر کی موت کا انتقام کھوں گی۔“

”کلک فوس وقت کہاں ہے؟“

”آج کل وہ سنگا پور میں نہیں ہے، لیکن اُسے والا ہے۔ اپنی بہن تن کے پاس ہی رہتا ہے۔“

”تہا راہل جانا خطرناک تو نہیں؟ زادے نے کہا۔“

”کی موت پڑے گی، اس کے لئے رقم کی ضرورت ہے۔“

پھر گراہی بھی چاہئے اور پیسے پاس پہنچنی کوڑی بھی نہیں ہے؟

”یہ رقم نہیں دینا گناہ نہ دینے کہا۔ میں ہتھیاری ہوں کہ ہتھیاروں میں اس کے بدلے نہیں بھی میری مدد کرنا ہوگی۔“

”کیا۔؟“

”تیس بجے آدھو کے بارے میں سب کچھ بتا دوں گا۔“

”کہہ کر آتا تھا؟“

”نیکس چلا آتا تھا۔ مانی نے لٹی، کسی انجانے شخص کے لئے کام کرنا تھا جسے لوگ ارشل کے ہم سے جانتے تھے۔“

”ارشل کون ہے؟“

”مجھے معلوم نہیں، اور نہ وہ اس کے بارے میں جانتا تھا۔“

”کہتا تھا کہ کام ارشل کے ہم سے ہوتا ہے لیکن ارشل کے لئے کام کرنے والے کسی بھی شخص نے ارشل کی شکل تک نہیں دیکھی ہے۔“

”اور کام کیا رہتا تھا؟ زادے نے پوچھا۔“

”کام تھا کہ سنگا پور میں اپنی انجینئروں سے رابطہ قائم کرنا۔“

”انہیں ہتھیار سپلائی کرنا جو ہندوستان بھیجے جاتے تھے۔“

”ہندوستان میں کس جگہ؟“

”ہندوستان اور برما کی سرحد پر آدھو واس کے ساتھ۔“

”ہتھیار لے جاتے تھے، وہاں سے یہ ہتھیار ناگالینڈ پہنچتے ہیں۔“

”کیا انہیں معلوم ہے کہ آدھو نے ہندوستان سے رابطہ قائم کر کے ایک سنا لیا تھا جس کی رو سے وہ پچاس ہزار ڈالر لیکر واپس آئے۔“

”زادے نے والا تھا۔“

”مجھے معلوم ہے اور میں اس سودے کے حق میں نہیں تھی۔“

”لیکن آدھو نے کسی کی زندگی سے کٹا چکا تھا، اور اڈا رہنا چاہتا تھا۔“

”اور اس کی خبر ارشل کو مل گئی جس نے اسے راستے سے ہٹا دیا۔“

”اب میری بات خود سے سناؤ، اگر نہیں کچھ معلوم ہے تو میں بتاؤں۔“

”پچاس ہزار ڈالر کی رقم حاصل کر سکتی ہو۔“

”میں جو کچھ جانتی ہوں وہ آپ کو بتا سکتی ہوں۔“

”پچاسے میری پوری امانت سن لو، میں پتہ چلا ہے کہ ہندوستان کے باغی ٹانگوں اور شخص وادی گروپ کو جہنم کی مدد حاصل ہے۔“

”ارشل نام کا آدمی جہنم کی سرکار سے گھوڑا کر رہا ہے۔ جسے توڑ پھوڑ کے لئے جہنم کی طرف سے گولہ بارود ملے جو سنگا پور سے براہ راست رہا جا رہے ہیں۔“

”ارشل نام کے لئے ایسا آدمی تھا، جو ہمارے ہاتھوں میں رہا لیکن وہ ختم کر دیا گیا۔“

”لڑنے کے لئے آدھو بھی تیار تھا۔ مانی نے پوچھا۔“

”ہاں اس نے مجھ بتایا تھا کہ ارشل آج بھی سنگا پور میں ہے۔“

اور اور کوٹ والا دونوں قریب جا کر رک گئے۔

چند من بعد ایک عورت پتھر میں جھانکنا چاہ رہی تھی۔

”کوئی نام؟“ اور کوٹ والا پوچھا۔

”ہاں، کیا تم بٹل ہو؟“ زائد نے یہ کہی جس اس کا ہیرا بچنے

کی کوشش کرتے ہوئے کہا ”ہاں بیٹ۔“ اور۔

”روایت؟“ زائد نے پوچھا۔

”ہاں، اپنا بیٹ نکالو۔“

اور کوٹ والا چند عورتوں تک نظر اٹھاتا رہا۔ پھر اس نے ایک۔

گہرا سانس لے کر اپنا بیٹ اتار کر اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

”اب کاروبار کرنا؟“ زائد نے شک پرچھ کر پوچھا۔

”اور کوٹ والا نے اسے سسکا کر اپنے کاروبار میں دینے سے زائد نے

دیکھا وہ ایک سافٹ رنگ کا اور عورتوں سے تھا۔

”اگر کوٹ والا نے زائد نے کہا۔“ ”میں ایک عورت سے کہتے ہوئے

زائد جلتے کے لئے گھوم گیا۔

”میں بڑا اور کوٹ کے ٹھکانے پر چلے گیا۔

زائد نے شک پرچھ کر پوچھا ”اگر کوٹ والا نے زائد کو دیر لگاتے ہوئے۔“

”وہ میرے دھرم سے اس کی طرف تھا اور اور کوٹ والا نے گھومنے لگا۔

”یہ کیا بدترین حالت ہے؟“

”یہ بات تو عجیب ہے کہ کیا چاہیے؟“ زائد بولا ”کیا میں نے جلتے

اس سفید بیٹ والے بندہ کو دیکھا؟“ ”نہیں، دیکھا کہ میں لڑکھ کے علاوہ کسی

اور سے ملنا نہیں چاہتا۔ میں پہلے لڑکھ کی کہ کھڑے تھا لیکن اس

نے یہاں اپنے کسی بچے کو بھیج دیا۔“

”کیا بچے ہو؟“ ”ہاں، میں لڑکھ ہوں۔“ اور کوٹ والا غرا پڑا تھا۔

زائد نے ایک منہ پر تھپتھپا دیا تھا۔ ”اگر تم لڑکھ ہو تو میں۔“

چھانک کر شک کاٹی ہوں۔“ ”کیوں میرا وقت برباد کر رہے ہو۔ خود کو کھل

خاطر کر کے مجھے دھوکا دینے کی جال کھینچ نہیں چکے۔“

”اب میں تم سے کیسے یقین ملاؤں کہ میں ہی لڑکھ ہوں؟“

”کوئی ضرورت نہیں۔“ ”ناہرہ تمہارا کھانا کھولا۔“ ”اے تم واپس

جا کر لڑکھ کو یہ یقین دلانے کی کوشش کرو کہ اس کا یہ عہد ہر کسی پر نہیں

چل سکتا۔“

”تم لڑکھ کو جانتے ہو؟“

”نہیں۔“

”پھر یہ کیسے کہہ سکتے ہو کہ میں لڑکھ نہیں ہوں؟“

”اس وقت میں کچھ نہیں کہنا چاہتا۔“ زائد نے کہا۔ ”اور یہ

راز میں ہر کچھ چاہتا ہوں کہ میں کیسے لڑکھ کو جانتا ہوں؟“

”بہتر ہے پاس ہی جواب ہو سکتا ہے کہ نہیں۔“ اور وہ نے لڑکھ

”نہیں۔“ ”مائی نے جواب دیا۔“ ”ہر گز مجھے قتل کرنا نہ ہے۔“

وہ اب غراب میں کچھ نہیں سوچ سکتے تھے۔ وہ اب اس دو بارہ بھی واپس

لوٹ نہیں سکتی تھیں۔ ”وہ میرا زائد کو قتل کے ساتھ رہتے کا ہے۔ وہ دن بھر

اپنے کپڑے پہنی رہتی ہے اور اسے اس بات کا کوئی علم نہیں ہے کہ

اس کا ہر حال کیا کام کرتا ہے۔ میں اس کے ساتھ بائیں ٹھکانہ ہوں لی

اس کے علاوہ وہ دن کنگ فرسے لٹتی پتھر کرنے میں بھی آسانی ہو سکتی ہے۔“

”کرتل زائد نے اپنی بیب سے اسے سوزا کر کالٹ نکال کر دیا

اور بولا۔“

”مائی، میں نے وہاں کی ضرورت پڑے اسے رکھ دیا۔“

”مائی نے روپے اپنے پاس رکھ لئے۔“ زائد اتار کر خود کو قتل کرنے

لگا۔ اسے لڑکھ سے ہونے والی بات کا شک نہ تھا۔

کنگ کنگ کنگ کے سننے سننا چاہتا ہوا تھا۔

”میں ایک ایک جانب سے ایک ٹیسی اس کے سامنے

گھر لڑی۔“ ”اسی وقت مخالف سمت سے دو کالٹیں نمودار ہو کر ٹیسی سے

بچنے والے سے پرکھ گئیں۔“ ”ان میں ایک ایک ٹیسی دیکھنی بھی تھی۔“

”ٹیسی دیکھنی کی ڈانٹ ڈھک سیٹ پر بیٹھے ہوئے اپنے قریب

بیٹھے ہوئے کنگ زائد کی طرف دیکھا۔“ ”زائد نے گھڑی میں وقت دیکھا اور

امینان سے اپنا سر ہلایا۔“ ”وہ نے ٹیسی دیکھنی کی لڑکھیں ہلا دیں اور پھر

لڑکھ سے مخصوص اشارہ کیا۔“

”دور گھڑی ٹیسی کے ذریعہ دیکھنی کی طرف جواب دیا۔“ ”وہ نے۔“

”اور وہی جلتے سے اپنے سے اپنے آسپاس کو اشارہ کیا۔“ ”اور وہی پانچاؤں سے

کاڑھی سے ترسے۔“ ”اور وہ۔“ ”ناکھڑے ہو گئے۔“ ”وہ سب اسٹین گنوں سے

سنج تھے۔“

”سامنے کی ٹیسی سے بھی پانچاؤں سے ترسے اور وہ لگا اپنے ہتھیار

سنبھال کر دیکھ کر ہر گھڑے ہو گئے۔“

”پھر وہ میں ایک ٹیسی کے لئے ٹوڑ دیکھنے سے باہر کھڑا۔“ ”اور

پہنے تھے انڈاز میں آگے بڑھا اور وہی قدم اٹھانے لگا کنگ کنگ کنگ ہو گیا۔“

”اس کے بعد کنگ زائد دیکھنے سے باہر نکلا تھا۔“

”ملائے ٹیسی میں سے ایک۔“ ”زائد نے ٹیسی۔“ ”بازرنگ اور اور کوٹ

پہنے ہوئے تھا اور ہر پرفیسٹ بیٹ اس طرف لگاؤ بھی تھی جس سے اس

کا لٹھ چرہ چھب گیا تھا۔“

”زائد نے ان بات کا جائزہ لیا اور آگے بڑھنے لگا۔“

”دونوں جانب کھڑے سب آدمی بہت زیادہ جھکے اور ہوشیار

دیکھا۔“ ”وہ رہے تھے۔“ ”کسی بھی آدمی کی طرف سے کوئی بھی غلط حرکت

ہونے پر ہتک برسی شروع ہو سکتی تھی۔“ ..... زائد

تم حرکت کو دوست۔ گزشتہ دنوں۔ تیر خیر قوس سے ملے۔  
بڑھ گیا۔

جب تک نامہ اور اس کے ساتھی باہر گزریں نہیں تھے۔  
اور حرکت دلا اپنے ساتھیوں سمیت چون کر اٹھا تھا۔

کرنل زائدہ نے اپنے کمرے میں بیٹھ کر رازدار دیا۔  
اور وہ اور اس کے ساتھی اسے ہوش میں چھوڑ کر رخت ہو گئے۔  
تھے اور وہ سیدھا اپنے کمرے میں آگیا تھا لیکن اس نے سے پہلے اس نے  
تیلی کے کمرے میں جا کر دیکھا تھا۔ وہ ایک مسافر پر نہیں لگتی تھی۔  
زائدہ نے بے جا کر ڈاکری پر چڑھا تھا کہ فٹ کی کھنٹی کی آغوش  
اس نے چوک کر فٹ کی حرکت دیکھا اور پھر ہاتھ رکھا کہ سیدھا اٹھا گیا۔  
"بیوی"

میں زائدہ۔ ایک خبر پائی ہوئی آواز نے کہا۔ "میں تانی بول رہی ہوں۔"  
"کیاں ہے؟"  
"ہوش کی لابی سے اور ابھی ابھی واپس آئی ہوں۔ ہر شید  
زبردست غلط۔"  
"کیا غلط ہے؟"

"پولیس ہول کو چھوڑ کر طرف سے گھر دی ہے۔" تانی بتانے  
لگی۔ "میں نے ایک ایجنڈہ کو کاغذ پر لکھ کر اسے اپنے کمرے میں پوچھنے  
کا تھا۔ وہ گھر پر پوچھ رہا تھا اور اب وہ میری جیوں کے ذریعے اپنے  
ساتھیوں سمیت اپنے کمرے کی طرف روانہ ہو چکا ہے۔ فوراً نکلتے۔  
زائدہ اپنے چیک کے ساتھ کھڑی ہو گیا۔ بیوی اس نے چیک اور  
اپنا کوٹ پہنتے ہوئے تیزی سے باہر کی طرف بھاگا۔ سوٹ کھینچا اور  
سٹائن کی فیکٹری کے کھوٹے نہیں تھا۔ کوٹ میں اس کی ضرورت کی  
بہت سی چیزیں موجود تھیں۔ پاپیروٹ، رقم، چیک اور دیوانہ و غیرہ۔  
میر جیوں کی طرف سے بھاری بھاری تھوڑی آواز سے سنری سے  
آ رہی تھی۔

زائدہ گہری میں بھولے لگا۔ لیکن بھولنے سے پہلے اس نے  
کمرے کا نقل لکھ لیا لیکن پھل دی تھی۔ وہ دوسری منزل کی طرف  
جائے والے راستے کی طرف بھاگ رہا تھا۔

جب وہ باہر جانے کے لیے بیڑیوں پر چڑھا تو پولیس  
اس کے دروازے پر زبردستی سے دھک دے دی تھی۔

وہ بال بال پھاٹا اگر عین موقع پر تانی اسے ہوشیار کر دیتی  
تو زائدہ کا پولیس کے شکنجے میں پھنس جانا یقینی تھا۔

زائدہ سوچنے لگا، یقیناً مارش کے تھوڑے سے اس کو ہوش میں  
آگیا کر لیا ہر گا اور اس کی طرف کی کی اطلاع پولیس کو دے دی ہوگی۔

کے بارے میں سب کچھ بتا رہا ہے۔  
لیکن وہ بیوی کی مارش کے بارے میں کچھ نہیں جانتا  
تھا۔

"کیا اس نے تانی کی بھی نہیں دیکھا تھا؟" زائدہ نے دوسرے  
میں تیر چھوڑا۔ "ہلو۔"

"ابھا تو یہ بات ہے۔" اور کوٹ والے نے گہرا سانس نکالا تھا۔  
"اب تم اسے دیکھ کر مارش نہیں ہو؟"

"تم کیا چاہتے ہو؟"  
"پہلے آؤ اور کوٹ مارش نہیں ہو؟" زائدہ نے کہا۔

"شک ہے۔" اور کوٹ والا شکست خوردہ مارش بولا۔ "میں  
مارش نہیں کر سکتا۔ لیکن تم کرن ہو؟"

"یہ بات میں صرف مارش کرنا ہی کافی ہے۔" زائدہ نے کہا۔ "تم جا کر اس  
سے کہو کہ مجھ سے ملنے میں اس کی بھلائی ہے۔"

"تم دھوکہ دے رہو، بھائیو۔" مارش کے پاس پہنچنے کے لیے یہی پڑھا  
سب سے بڑا نام کوئی کسی بات جلتے ہو جس میں مارش کی بھلائی ہے۔

یوں ہے۔"  
"زائدہ نے گہرا سانس لیتے ہوئے کہا۔ "تم مارش کی بیوی کو کس بول  
جاتے ہو۔ بیوی شوہر کی رازدار ہوتی ہے، اس کی بڑی بہت کچھ جانتی ہے۔"

"اس بات پر تو مجھے کچھ خوب اچھی طرح جانتے ہو۔" وہ نام اس کے نقل کا بیان  
پر زائدہ نے۔ "اس وقت وہ میرے قبضہ میں ہے۔ وہ مارش کے کئی ساتھیوں  
کو بھی جانتی ہے۔"

"تم بہت جلد اس کو تھوڑے کر لیا۔" اور کوٹ والا بولا۔  
"سنگاپور میں اس کا ہماری آنکھوں سے۔" وہ کچھ بھانسا۔

"نہیں۔ وہ بہت ہی بڑے دم سے ملے جاتے ہیں۔" زائدہ نے  
"اس کو کوئی کچھ نہیں لگاؤ۔" زائدہ نے کہا۔ "کیا تم میں گھور  
ہیچے ہو؟"

اور کوٹ والے نے تانی اور اس کے ساتھیوں کی طرف دھک دیا۔  
پھر وہ زائدہ سے بولا۔ "میر جیوں نے مارش کے لیے کتنے نہیں بتائے۔ تم نے کوئی  
لگ سکتا۔ یہ تمہاری بھول ہے، مارش خود مجھ سے ملنے کے لیے تیار  
ہو جائے گا۔ جاؤ اس سے جا کر کہہ دو کہ کل رات اس وقت اسی جگہ  
وہ آکر ملاقات کرے؟"

"یہ کیسے ہوئے؟" زائدہ نے کہا۔ "میں گھوم رہا تھا۔"  
"میری بھی ایک بات سننے جاؤ۔" اور کوٹ والا جلدی سے بولا۔

زائدہ مضطرب کر کھڑا ہو گیا۔  
"کوئی بھی شخص مارش سے ملنا کہہ کر وہ نہیں پہچانے، بھائیو۔"

یہ بھی اچھا نہیں لگتا ہے۔



نے سبھا کہ تم شرک پر ہی ملو گے اور ہمیں حق تعالیٰ عز و جل سے ملے گا۔



جگہ کی طرف سے جارہے تھے۔

زاہد نے اوجھڑی اور غاشی سے گودام کے اندر مرکب لیا اور دیوار کے سہارے سے چپکے چپکے آگے بڑھتا ہوا ایک بی جگہ پہنچ گیا۔ جہاں مگھڑوں کا ڈھیر لگا ہوا تھا وہ ان کی ادھ میں چھپ کر بیٹھ گیا۔ پیشیاں اپنی جگہ پر رکھ کر وہ بیڑوں آدمی پہنچا جگہ سے باہر نکل گئے اور اسی عاقبت باہر سے چھانکے۔ بند کر دیا گیا۔

گودام کے اندر اندر اچھا گیا۔ زاہد کی حالت اب اس جو ہے کی مانند تھی جو خود کو چوبے دان میں آگیا ہواں گناہانے کی غلطی ہوئی ہوئی تھی دو کھانا گودامات میں کھلا رہے گا اور وہ کسی وقت بھی وہاں سے کھسکے جائے گا لیکن اب وہ محض چکا تھا۔

ابھی زاہد کوئی فیصلہ نہیں کر سکا تھا کہ اسے پہلے دورے اور بعد میں قریب سے پریس سائزن کی آواز سنائی دینے لگی۔ یہ یقیناً کسی نیکی ڈرائیور کی حرکت ہوگی۔ زاہد نے سوچا اور اب وہ سارے علاقے کی کوری تلاش کرنے لگی۔ وہ بھگون ہو گیا۔

زاہد کی قریب آجاک بھت کی طرف مبذول ہو گئی۔ بیٹا مل گیا۔ بھت بہت اونچی تھی اور بڑے بڑے گاڑے ہوئے تھے۔ کچھ سوچ کر زاہد ہٹا اور ایک دھیرے سے اس نے مضبوطی کا تھکائی اور اپنی کمر کے گرد پٹنے لگا۔ اس کے بعد کمرے کے کھمبے کے اوپر چڑھنے لگا۔ تقریباً بیس فٹ اوپر گاڑے لگا ہوا تھا جس تک وہ کافی مشکل سے پہنچ سکا اور اس کے اوپر پٹ گیا۔ اب اس کے لئے کوئی خطرہ نہیں تھا۔ لیکن نیچے گرنے پر ہڈی پستلی ایک منورہ ہو سکتی تھی۔

زاہد نے دیکھی کہ اس نے آپ کو اس گاڑے سے مضبوطی سے باندھ لیا۔ اب گرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

تقریباً نصف گھنٹے کے بعد گودام کا پہلا کپڑا خود آواز کے ساتھ کھلا اور سر پہاڑی گودام میں چاروں طرف بھول گئے اور اسے دھڑلے کے لئے اس کو چڑھ چڑھ چھانے لگے، لیکن کسی کی نگاہ اوپر کی طرف نہیں گئی۔

دس منٹ بعد پریس نا کام واپس چلی گئی۔ لیکن گودام کے خود نہیں گئے اور وہاں کام کرنے لگے۔

میں کوکھن اور نیند سے زاہد کی آنکھیں بار بار بند ہو جاتی تھیں اور ری کا جھک گئے۔ وہ پھر ہوشیار ہو جاتا تھا۔

تقریباً دو گھنٹے بعد مزدور اپنا کام ختم کر کے پھر باہر نکل گئے اور گودام بند ہو گیا۔

زاہد نے آدھے گھنٹے تک انتظار کیا اور دیکھی کہ کھول کر اوپر سے نیچے اترنے لگا۔ پریس کیسے کھما اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا اور وہ نیچے گرا، اور گرنے ہی بے ہوش ہو گیا۔

زاہد کو جب وہ بارہ ہوش آیا تو وہ بیڑوں میں کھینچ گیا جیسے اسے کڑت گب گیا ہو۔ اس نے گھبرا کر ادھر ادھر دیکھا۔ گودام میں کچھ ایک اندھیرا چھایا ہوا تھا۔

اس کا چوڑا زوڑ کوڑا تھا، اگر تقدیر اچھی نہ ہوتی تو اس کا ہاتھی ہڈی سے لڑکھٹا ہوا منہ دھڑلہ لگے کھری سانس لے کر کھڑکی کی طرف دیکھا۔ صبح کے سارے دن کچھ کچھ رہے تھے۔

راہ پر ہی مشکل سے کھڑا ہوا اور زوڑ کوڑا ہوا گودام کے آئینے کی طرف بڑھا۔ آئینے کے دروازے پر قفل نہیں تھا۔ اس نے دھمکی سے آئینے کے اندر داخل ہو گیا۔ اس نے جس کی تکی جلا کر دیکھا آئینے کے میز پر فون موجود تھا۔

وہ جلدی جلدی خبر ڈال کرنے لگا۔

دوسری طرف کافی دیر تک کھنڈی کھنڈی رہی پھر کسی نے خبر لی ہوئی آواز میں کہا۔

”ہیلو۔ کون بل رہا ہے؟“

”تو تو ہے؟“ زاہد نے پوچھا۔

”نہیں۔“

”اسے فوراً تلاش کرو۔ میں پانچ منٹ بعد پھر فون کرے گا۔“

”ٹھیک ہے۔“

زاہد نے ریل روک دیا اور انتظار کرنے لگا۔ پانچ منٹ بعد اس نے پھر خبر ڈال کرنے۔

”ہیلو۔ تو تو ہے؟“

”ہاں۔“

”سوئے کی ہڈیا“ زاہد نے کہا۔ میں پھنس گیا ہوں اور مجھے فوراً مدد کی ضرورت ہے۔“

”کہاں ہیں؟“ تو تو نے سوال کیا۔

”بندر گاہ کے علاقے میں ایک گودام کے اندر۔“

”گودام کا پتہ بتائیے؟“

”معلوم نہیں۔“

”آپ جس فون پر بات کر رہے ہیں۔ اس کا نمبر۔“

زاہد نے آپس کی تکی جلا کر فون کے اوپر کھما ہوا خبر پڑھا اور اسے فون کو بتادیا۔

”ٹھیک ہے۔ دس منٹ بعد فون کریں۔“ دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہو گیا۔

”ٹھیک دس منٹ بعد زاہد نے پھر فون کیا۔

”آپ اس وقت گودام میں ہیں؟“

دوسری طرف سے ٹوٹنے لگا۔ گودام کا ٹانہ ٹوٹ کر آپ کو کھانا کھن نہیں بہت خطرہ ہے۔ ہم کوئی حل سوچ رہے ہیں۔ پانچ منٹ کے بعد فون کریں۔

زاہد نے فوری سانس لے کر دھڑکڑاہٹ پر رکھ دیا اور پانچ منٹ بعد پھر فون ڈال گئے۔

”آٹھ بجے گودام کھلے گا۔“ دوسری طرف سے ٹوٹنے لگا۔ ”میں سارا آٹھ بجے آپ کو سام سے نکلنے کی کوشش کریں۔ اس وقت اس علاقے میں جو کچھ جہاز ہو چکی اس کی طرف قطعی متوجہ نہ ہوں گودام کے سامنے سڑک کے بائیں لال اور بری دھاریوں والا ٹرک کھڑا ہو گا۔ آپ کسی بھی طرح اس ٹرک تک پہنچنے کی کوشش کریں۔ میں یہی کچھ نکلنے کا ایک طریقہ ہے۔“

زاہد کچھ اور سوچنے والا تھا، لیکن دوسری طرف سے مسئلہ متعلق ہو گیا۔ دوسری سانس لے کر آٹھ سے نکل آیا اور اٹھا کر لے گیا۔

دھیرے دھیرے اچالہ پھینکے گا پھر سوجھ بھل گیا۔ دعا مسترد نہ ہو بلکہ قریب پہنچ گیا اور ٹھوڑی دیر میں ساڑھے سات بجے تھے چوہک کے قریب بائیں طرف ٹان کا ایک ڈھیر لگا تھا۔ زاہد اس کی اوٹ میں ہر گیا اور دیکھنے کے لئے اس نے ایک جھری کی بنالی اور ایک دیر انداز بنے انھیں لے کر اٹھا کر گئے گا۔

”ٹھیک آٹھ بجے چھانک کھا۔“ زاہد جھری میں سے دیکھنے لگا۔ باقی آدمی اندر داخل ہوئے تھے۔ چھانک کے باہر ایک گھوڑا گاڑی کھڑی ہون لگا تھا۔ دسے رہی تھی۔

”چھانک دو آدمی آئے اور وہی ڈھیر میں سے ہل اٹھا کر گھوڑا لایا۔“ اس نے کہنے کے لئے آگے بڑھے جس کے پیچھے زاہد چھپا ہوا تھا۔ زاہد کہتے: ”ایک خطرات پر زین تھی۔ اگر انہوں نے سارا مال اٹھا یا تو پھر اس کا بچہ بچا جاتا۔“ یعنی تھا اور اس کے بعد سارا کھیل ختم۔

لیکن گھوڑا گاڑی میں صرف آٹھ دس ٹھوڑا اور کچھ آئے تھے اور اب ہی زاہد نے اپنا لال اور بری دھاریوں والے ٹرک کو اگڑے کر کے بچا ہوا۔ اس نے گھری میں وقت دیکھا۔ سا آٹھ بج چکے تھے۔

اسی وقت ایک دوسرا ٹرک تیز رفتار سے چھانک کے ہوا اندر ہوا اور سبھا کر گھوڑا گاڑی سے ٹھوڑا لایا۔ ایک دھماکے کی آواز پھیل رہی تھی اور گھوڑا گاڑی کا ٹھوڑا ٹھوڑا گیا اور اس میں ملدا ہوا سامان باہر پھیر گیا۔

آواز سن کر گودام میں موجود انسانی ہمار کی طرف بھاگے اور وہ چلنے لگے۔ آگ اس کے دباؤ بھی وہیں جمع ہونے لگی۔

زاہد اپنی جگہ سے فوراً اٹھ کھڑا ہوا اور لالہ والا ہاتھ اس نے کٹ کی پیس میں ڈال دیا اور دھیرے دھیرے چھانک کی طرف بڑھنے لگا۔ اس چھانک میں کسی نے اس کی طرف توجہ نہیں دی۔ وہ کھپک کر

ٹرک کے پاس پہنچا اور اس کے پیچھے سوار ہو گیا۔ دوسرے کی طرح ٹرک ہوا سے بائیں کر رہا تھا۔

لال اور بری دھاریوں والے ٹرک نے زاہد کو ایک بے چارے کے بھائی کی طرح ایک عمارت میں پہنچا دیا۔

”ٹرک ڈرائیور کو اس زاہد کو عمارت کی اوپری منزل کے ایک کمرے میں چھوڑ گیا جہاں توڑواں کا منظر تھا۔“

”یہ کیا پنجرہ تھا؟“ ٹوٹنے لگا۔ ”پہلے کھانے پینے کا بندوبست کرو۔ پھر کسے مراجعہ ہوں؟“

”میں نے مارشہ منگوا لیا ہے۔“ ٹوٹو بولا۔ ”سارے منگوا دیں اس وقت آپ کا ہی ذکر ہو رہا ہے۔“

”بیٹا مجھے آؤ بیوا اور چھانک کا ٹان لے کر ثابت کیا جا رہا ہے۔“ زاہد مسکرا کر کہنے لگا۔ ”اور میری تصویر میں چھاپ دی گئی ہوں گی۔ کیا ٹان کا کا بھی ذکر کرنا ہے؟“

”جی نہیں۔“

”میں نے زاہد نے فوری سانس لی اگر ٹان لایا بھی تھا تو وہ تو میرا لڑکھن تھا۔“

”ہاں میں نے یہ سب یہ کیسے بھڑو ڈھری؟“ ٹوٹو نے سوال کیا۔

”جواب میں زاہد نے پوری کہانی بیان کر دی۔ اسی وقت آگ آگ اور دھواں پر ٹوٹ رہا۔

”اب میرے بے کیا حکم ہے؟“ ٹوٹو نے پوچھا۔

”ٹان کی کوئی حالت میں نہ تھی۔ کرو کیوں کہ اسی کے ذریعے ہم اپنی ہم میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔“

”کیسے؟“

”جانتا ہوں میں جہاں ٹان کی تھی وہیں اس کے اوپر والے کمرے میں ایک روٹی تن بھی آ رہی ہے اس کا بھلنا لگ کر ہے۔“

”ٹان لگ کر ہے۔“

”کون اور لگ کر ہے؟“

”یہ میں بتائی گی کوئی خبر ضرور ملے گی۔“

”ٹھیک ہے۔“

”آپ کی اہل نہیں آرام کریں۔“

”میں ٹھکانا آپ کے لئے خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔“

”اد کے۔“

”ٹوٹو نے اس سے ہاتھ ملایا اور نصحت ہو گیا۔“

”ٹوٹو دوسرے دن نوبے واپس آیا۔“

”اس دوران کوئی زاہد کمرے میں آرام کر رہا۔“

”ٹوٹو نے آتے

ایہا ہوتاؤ۔ انہوں نے کون سے کی مخالفت کا اظہام کیا

ہے۔؟

وہ بندہ رک میں اصرار رک میں انہوں نے دو دو مسلح آدمی ہم رکھے ہیں۔ کافرانے کے ساتھ ایک سرسبز گاڑی بھی جوئی جس میں ہنگ آدمی سوار ہوں گے۔ ان کا کام وہاں یہاں مخالفت کے ساتھ اپنی منشا تک پہنچانے ہے۔  
یہ نافذ کب چلے گا؟۔ زاہد نے پوچھا۔

پہل چکے ہیں۔

”اوہ۔۔۔ زاہد کے منہ سے نکلا۔ اتنی تیرنے ہماری جو مدد کی ہے اس کیلئے میں تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں۔“ چاقو اٹھ کر ڈاکٹر کی حصار لگائی ہو، پورہ رقم نہیں کہاں چاہیے۔؟

”مجھے پچاس چاہیے۔“ اتنی کہنے لگی۔ آپ اب تک مجھے جو کچھ دے چکے ہیں وہ میرے لئے بہت ہے۔ میں اس کی مدد سے آسانی سے اپنے وطن لوٹ جاؤں گی۔ میں نے اس کا اظہام کر لیا ہے اور میں فوراً روانہ ہو رہی ہوں۔“ اوداع زاہد۔

لیکن۔۔۔ اتنی۔۔۔

گو بنی زاہد۔۔۔ دوسری طرف سے مسلح منقطع ہو چکا تھا۔  
زاہد نے گہری سانس لے کر ریسور کھدایا اور پھر گھنٹی بجائی جواب میں ایک آدمی اندر گیا۔ ٹوٹو کھلاؤ۔

وہ آدمی واپس چلا گیا اور دوسرے ہی لمحہ نوٹو زائد کے پاس پہنچ گیا۔ اتنی کا فون آیا تھا۔ زاہد نے اس سے کہا۔ اس نے ہندوستان چلا گیا ہے اور اس کا ذخیرہ چین ٹرکوں کے ذریعے عسکر کے رستے ہندوستان کیلئے روانہ ہو چکا ہے۔ اس لئے میرے یہاں سے نکلنے کا فوراً اظہام کرو۔ یہ بہت مشکل ہے۔ ٹوٹو نے اس سے بولا۔ پچاس ایکٹیو لاشیں اس باغ میں بوری ہیں۔ اس وقت آپ کا باہر قدم نکالنا بہت ہی خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔

لیکن میرا جائزہ بہت غمزدگی ہے۔ زاہد بولا۔ تو رقم کچھ بھی کرو اور مجھے یہاں سے باہر نکالو۔

”آپ کہاں جانا چاہتے ہیں؟ تو قہرے سال کیا۔“  
”مسلماں ہے یا کریں۔“ گولی یہاں سے باہر نکلنے کے بعد پھر بات اظہام میں خود کو لوں گا۔ زاہد نے کہا۔ اور کیا میں کسی طرح جرنل کیوسے بات کر سکتا ہوں؟

”یہاں سے نہیں اس کیلئے ہمارا مقصد کلام اٹھانے کا ہے۔ آپ بیٹا کھو دینا وہ جرنل کو کچھ سمجھ جائیگا۔ میں آپ کے جانے کا بندوبست کرنا چاہتا ہوں۔“  
”تھیک ہے۔۔۔“ یہ کہہ کر زاہد نے جرنل کیوسے کے ایک پیغام فون کے ذریعے حوالے کر دیا۔

یہ کہاں سہلک ہو۔ آپ کا کام ہو گیا۔

کیا اتنی لگی؟

”ابھی اس سے ملاقات تو نہیں ہوئی لیکن ملک فیس کے ذریعے اس ملک آپ کا پیغام پہنچا دیا گیا ہے۔“ تو نے کہا۔ اتنی حلاوت کی نفاذ کی وجہ سے کافی مختصر ہے اور اس نے مجھ سے ملاقات کرنے سے یہی ڈنکار کر دیا ہے۔ اب وہ آپ سے فون پر کسی وقت خود ملے گا۔  
نہ اسے بتا دیا گیا ہے۔

”تھیک ہے۔“

”اب میں چلتا ہوں۔“ تو نے کہا اور رخصت ہو گیا۔  
کرنل زاہد بھر زانہار کرنے لگا۔  
دو ہر کے قریب فون کی گھنٹی بجی۔ زاہد نے ریسور اٹھایا۔

”ہیلو۔“

”کون۔۔۔؟“ دوسری طرف سے اتنی کی آواز آئی۔

”زاہد۔۔۔“

”سنئے۔ میں زائدہ دیکھ اس فون پر بات نہیں کر سکتی اس لئے مطلب کی بات کر رہی ہوں۔ آپ کا کام ہو گیا ہے۔“

”گو۔۔۔“

”ملک فوبت آسانی سے میرے قبضہ میں چھین چکے ہیں، یہ طرح ہے کہ اسٹیشن منگوا پور میں تھا لیکن پرسوں رات وہ بھاگ گیا۔“

”کہاں۔۔۔“

”یہ معلوم نہیں ہو سکا، بہت ممکن ہے ہندوستان گیا ہو کیوں کر وطنی ایجنٹوں نے تین ٹرک سب ابل اندر اس کے حوالے کیا ہے۔“

”اس کا یہ ذخیرہ کہاں ہے۔؟“ زاہد نے پوچھا اور یہ پتہ تیار ہندوستان کیسے اور کہاں پہنچانے چاہیے گئے؟

”جو کا پتہ نہیں۔ لیکن یہ سب مال ٹرکوں کے ذریعے ملایا۔“  
”اتنی لینڈ ہوتے ہوئے براہ راست کہاں سے بارڈر پار کر کے۔“

”ناگالینڈ چلے گا۔“

”لیکن یہ ناگالینڈ ہے۔ ناہلے کہا۔ راستے میں اتنے مکوں کے بارڈر پھرتے ہیں۔ کیسے تو گزرنے جاسکتے ہیں۔“

”یہاں کی طرف سے ٹرک میں جو ایک ملٹری کواڈرٹے کی صورت میں منگوا کرے براہ راست چلیں گے۔ میں لوگوں نے ایسے کائنات تیار کر رکھے ہیں جن سے یہی معلوم ہو گا کہ وہ تیار براہ راست لے کر ملک کے رستے براہ راست چلے جا رہے ہیں۔“

”پھر اس کے آگے۔۔۔“

”آگے وہ جرنل قانونی طور پر بارڈر پار کر کے کیس سے ہندوستان میں داخل ہو جائیں گے۔ وہ ایسا کر کے ہیں۔“ اتنی نے جواب دیا۔

اور اسے رومال میں پٹولی کی صورت میں باندھ دیا اور اس سامان میں فونٹین بن بھی شامل تھا۔  
اس کے بعد انسپکٹر پولیس کٹر کو فون کرنے لگا۔ رابطہ ہی کم ہوتے ہی بولا: "گڈ ایوننگ سرز میں آپ کو ایک خوشخبری سناتا ہوں۔ آج کے اخبار میں جس خطراتک مجرم زاد کے بارے میں لکھا ہے اسے میں نے ابھی ایئر پورٹ پر گرفتار کر لیا ہے۔ وہ ایک آپ میں تھا لیکن میں نے اسے میرے ہیرو بنایا ہے۔ جی ہاں۔ پس سر۔ میں اسے کر ایچی آ رہا ہوں۔"  
انسپکٹر نے ریسیور پر پیشہ رکھ دیا اور سنبھالی سے بولا۔

"جاؤ گاڑی لے کر آؤ۔"

سنبھالی باہر چلا گیا۔

"کیا میں ایک سگریٹ پی سکتا ہوں؟" ناہنے نے کہا۔

"ہاں... پی سکتے ہو۔" یہ کہہ کر انسپکٹر نے جیب سے

سگریٹ کا پیکیٹ نکال لیا۔

"سوری، زیادہ جلدی سے بولا: میں صرف اپنا براؤڈ

پیتا ہوں اگر آپ نصیحت کریں تو یہ؟"

"کوئی بات نہیں۔" انسپکٹر نے اس کے سامان کی پٹولی

کھولی اور اس میں سے سگریٹ کا پیکیٹ اٹھا لیا اس میں سے

سگریٹ نکال کر سگریٹ زاد کے ہونٹوں تلویڈی اور پیکیٹ اس

کی اوپر والی جیب میں شمال کر اپنے دفتر سے اس کا سگریٹ منگائے

لگا۔

"فکر ہے؟" زاد کش لگاتے ہوئے بولا: "میں آپ سے

ایک سوال کرنا چاہتا ہوں؟"

"کیا۔"

"انسپکٹر صاحب! اگر آپ میری مدد کریں تو میں ابھی وقت

آگیا لاکھ ڈالروں کا لٹا سکتا ہوں۔"

"کیا آپ کو چھوٹے دول سے مراد؟"

"بیشک۔"

"شاید جسے ارادہ عام خواب ہو گیا ہے؟" انسپکٹر نے ہنس

گھورا تھا۔

اسی وقت سنبھالی واپس آکر بولا: "مرگواڑی تیار ہے؟"

"تمہیک ہے؟" انسپکٹر نے کہا۔ اور پٹولی دوبارہ سے

باندھنے لگا۔

"انسپکٹر صاحب! زاد بولا۔

"اب کہا تکلیف ہے؟" انسپکٹر غرا یا تھا۔

"اس پٹولی میں ایک فونٹین بن میرے ایک مرحوم

زاد باب میک اپ میں تھا۔"

"آنکھوں اور بالوں کا رنگ بدل چکا تھا۔ جسے رفریج

کٹ وارمی خود اور ہوجی سنی اور آنکھوں پر پتھری خراب چشمہ

لگ چکا تھا۔"

"ٹوٹنے میں اس کے لئے جعلی پاسپورٹ کا انتظام بھی کر دیا

تھا۔ جس میں اس کا نام "بلونٹ کراؤ لکھا تھا۔"

اس وقت وہ سنگ پور کے ایئر پورٹ پر موجود تھا جہاں

ایک جہاز میں ایک سیٹ بک ہو چکی تھی۔ اور جہاز آئے ہی

والا تھا۔

"ٹوٹنے سے پہلے وقت ایک فونٹین بن دیا تھا جو

حقیقت میں ایک پستول تھا۔ جس سے صرف ایک ہی فائر

کیا جا سکتا تھا۔"

زاد بیٹھ بھاڑے الگ الگ اسٹیشن کو کشش کر رہا

تھا۔ اچانک ایک انسپکٹر اور ایک کالسیبل اس کے سامنے

آکھڑے ہوئے۔

"کیا آپ میرے ساتھ اس تک چلیں گے؟"

"کیوں؟" زاد نے حیرت سے پوچھا۔

"آپ کا پاسپورٹ چیک کیا جائے گا۔" انسپکٹر نے جواب دیا۔

"چلیے۔"

پولیس انسپکٹر اسے ایک اس میں لے آیا اور اس کا

پاسپورٹ غور سے دیکھنے لگا۔

"ہیں اس پر برسرِ مکانی ہے؟" انسپکٹر غور سے پاسپورٹ

دیکھتے ہوئے کہنے لگا: "یہ کام غلطی سے پہلے ہونا چاہیے؟"

"جو کچھ کرنا ہے جلدی کیجیے۔" زاد بولا۔

پولیس انسپکٹر نے میز کی دواڑ کھولی اور ایک ہینڈ کال کر

پاسپورٹ پر ایک جگہ لگا دی اور اپنا پاسپورٹ والا ہاتھ زاد

کی طرف بڑھا دیا۔

"یہ لیجئے۔"

زاد نے اطمینان کا گہرا سانس لیا۔ اور پاسپورٹ لینے

کے لئے آنے کی جانب بھٹکا اور اس نے انسپکٹر سے پاسپورٹ

لے لیا لیکن دوسرے ہی لمحے انسپکٹر نے اس کی داڑھی کیڑ

ر مٹا دیا۔ اور زاد کی نقلی داڑھی انسپکٹر کے ہاتھ میں آ گئی۔

زاد سناٹے میں کھرا رہ گیا۔

"خالد! اگر تیار کر لو۔" انسپکٹر نے سپاہی کو حکم دیا۔

دوسرے ہی لمحے زاد کو گرفت میں لے لیا گیا۔ انسپکٹر

اس کی تلاشی لینے لگا اور اس کی جیب سے سارا سامان نکال لیا

اپنے ہاتھ آزاد ہونے ہی زائد سے لے کر ایک کڑی کا پلہ لٹا رہی  
گرفت میں سے لیا اور بین انکسٹر کی جیب میں ڈال دیا۔  
”یہ مانی تھا۔“

”اے... انسپکٹر انکسٹر اسٹیشن لے کر رہ گیا۔ چہرے سے  
ایسا ہی لگ رہا تھا جیسے موقع ملنے ہی زائد کو پکچھا جائیگا۔  
اب اپنے ڈرائیور کو حکم دو کہ گاڑی کا رخ ملایا بازو  
کی طرف موڑے، زائد نے کہا۔  
”ڈرائیور رحم سے من لیا، انسپکٹر بولا۔  
”یس سر۔“

”سٹر زائد اٹھ بیچ نہیں گئے۔ منگا پور سے باہر ملے  
وہ لے کر آئے پر پولیس کا سخت پھر ہے۔“  
”یقیناً ہوگا۔ لیکن جب تم میرے ساتھ ہو تو مجھے نگر  
کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ زائد نے کہا، اس پولیس گاڑی کو  
وہ لوگ چپک کرٹے سے رہے۔  
”وہ چپک کرٹے کر رہے گئے۔“

”تو پھر انعام تمہارا ہی خراب ہوگا۔ سوچ لو یہ کہتے ہوئے  
زائد نے اپنے سامان کی پولی سی اپنے قبضہ میں کر لی۔ اور  
نقلی حادثہ میں تو کہیں نکال کر اپنے چہرے پر لگا لی تھیں۔  
راتے میں ایک سنسان جگہ زائد نے مڑوہ سپاہی کی  
لاش ڈرائیور سے باہر پھینکوا دی اور پھر دوبارہ سفر شروع کر دیا۔  
دو گھنٹے بعد وہ اس جگہ پر پہنچے جہاں برائو ملنگ پور  
کی سرحد تھی۔ وہاں پولیس کا سخت انتظام تھا۔ لیکن پولیس  
گاڑی میں ایک انسپکٹر کو دیکھ کر کسی نے بھی اسے روکنے کے  
کوشش نہیں کی تھی۔

دوسرے ہی لمحے وہ ملایا میں داخل ہو چکے تھے۔  
گاڑی تیزی سے ملایا کی راجدھانی کی طرف دوڑنے لگی۔  
دو گھنٹے بعد وہ ملایا کی راجدھانی پہنچ گئے۔ وہاں سے لہندے  
آئیں ایر پورٹ چلنے کا حکم دیا۔

ایر پورٹ کے سنسان راستے میں ایک جگہ زائد نے گاڑی  
رکوائی۔ اور انسپکٹر اور ڈرائیور کی کینٹین پر لڑاؤ کے ذریعے  
اس سے دونوں کو ہوش کیا اور دونوں کو گاڑی سے باہر پھیل  
کر حجازیوں میں ڈال دیا۔

ایر پورٹ سے پتھر اسٹیشن اپنا پاسپورٹ چیک کر دیا اور  
اپنے لئے ریجنل کی سیٹ بک کر لی۔  
یہاں اسے کوئی خطرہ نہیں تھا۔

۱۱

دوست کی نشانی ہے۔ کیا آپ مجھے وہ واپس کر سکتے ہیں؟  
انسپکٹر ایک شے کے لئے شکریا ادا اور پھر شہر نکلا ہوں  
سے زائد کو گھومنے لگا۔  
”ہیلز انسپکٹر، زائد نے پتلا کی۔

انسپکٹر نے پوچھی جس سے بین نکال لیا اور اسٹ پٹ  
کر دیکھے لگا اور پھر اسے زائد کی طرف بڑھا دیا۔  
”شکریہ جناب۔ زائد بندھے ہاتھوں سے بین گماتے  
ہوئے بولا، آپ کا یہ احسان میں زندگی بھر نہیں بھول سکتا۔  
انسپکٹر نے پوچھی ایشیائی ریفرم کی جیب میں ڈالی اور  
زائد کو باہر چلنے کا اشارہ کیا۔

زائد بین سے ہوتے آگے بڑھا اور ایک بند گاڑی میں  
انسپکٹر کے ساتھ جا کر بیٹھ گیا۔ گاڑی جب روانہ ہوئی تب بھی  
بین زائد کے ہاتھ میں دبا ہوا تھا۔  
”میرا تو دم ٹھٹھ رہا ہے۔ زائد بگڑا اسٹیشن لیتے  
ہوئے بولا۔

انسپکٹر نے طرف کا شیشہ اٹھا دیا اور اٹھا دیا اور  
اس کے بعد زائد کی سیٹ کے اوپر سے جھپک کر دوسری طرف  
کی گھڑی کا شیشہ بھی اٹھا دیا۔ اس کے شیشے کوٹھکے سے نکلتے لگا۔  
زائد صرف اسی موقع کو کہ کا منتظر تھا اس نے بین کا رخ  
ڈرائیور کے پاس جیتے ہوئے سپاہی کی طرف کیا اور ٹکٹ کر دیا  
ڈرائیور کو کہ ہوا گوئی سپاہی کی کھوپڑی میں سوراخ کرتی ہوئی  
نکل گئی۔

انسپکٹر کے چہرے پر پہلا حیرت اور پھر خوف کے آثار  
پیدا ہوئے۔ اسی لمحے زائد نے بین اس کی کوٹھکے سے نکال دیا۔  
ڈرائیور نے گھر کر ایک نکال دیتے تھے۔

۱۲

انسپکٹر، زائد تنکا، بھرم میں بولا۔ اپنے ڈرائیور  
سے ہر گز چپ چاپ گاڑی چلا کر رہے۔  
انسپکٹر نے ڈرائیور کو حکم دیا، ”گاڑی چلا تے۔ ہو۔“  
ڈرائیور نے پھر کسی استمارت کر دی، زائد نے کہا گوئی  
ہوشیار کی نگاہ سے کی ضرورت نہیں ہے۔ سنا۔

”سن دیا۔“ ڈرائیور نے ڈرائیور سے اشارہ میں بولا تھا۔  
انسپکٹر، ”تم اپنا ریفرم لڑاؤ لڑنا کر مجھے دیدو۔“  
انسپکٹر نے ریفرم پر چپ زائد کی گود میں رکھ دیا۔  
”اب میرے ہاتھ کھولو۔“  
انسپکٹر نے فوراً حکم کی تعمیل کی تھی۔

بارڈر کے قریب پہنچ کر جھلی کو پڑوا پس موڑ رہا۔  
 ”آپ دو درین سنبھال لیجئے“ جاوید نے کہا۔ میں  
 روڈ لائن کے اوپر ہی اوپر پرواز کر دل گا۔  
 ”تھیک ہے۔“ زائد نے دو درین نکال کر اپنی ہاتھوں  
 پر رکھ لی۔

دونوں سارا دن کا لڑنے کو تلاش کرتے رہے تب  
 کہیں جا کر شام کو بخائی لینڈ بارڈر سے کوئی یکا س میل دور جا  
 کے اندر وئی ملائے جس انہیں وہ کا لڑنے دکھائی دے گیا۔  
 ”بس تھیک ہے۔“ زائد بولا۔ ”ابیں ہندوستان کا  
 بارڈر کراس کر لینے دو۔ اس کے بعد ان پر ہاتھ ڈالیں گے۔“  
 ”اِس کے لئے کافی وقت ہے۔ وہاں تک پہنچنے میں  
 ترک کو تین چار دن ضرور لگ جائیں گے۔ این پر ہاتھ ڈالنے  
 کے سے کوئی پلان بنایا ہے؟“

”ان لوگوں کی کل تعداد سترہ ہے۔ ہر ترک میں دو  
 آدمی موجود ہیں جو شاید باری باری چور یا نوکرتے ہیں اور ہر  
 ترک کے اندر ختیاروں کی حفاظت کے لئے بھی دو مسلح آدمی  
 موجود ہیں۔ ان کے ملاوہ پانچ آدمی کاروبار ہیں۔ ان سب  
 کا انتظام کرنا چاہئے گا۔“

”آپ نے ٹھیک کہا۔ میں پوری شاہین سنبھال سکتا  
 ہوں۔ جاوید نے خبر سانس دیا تھا۔ لائن ان میں کوئی ملکی  
 سہی ہوئی۔“

”مروں نے ہر ما کے قریب اپنے ترکوں کا رنگ بدل لیا،  
 اور تھی خبر پڑیں بھی لگا دی نہیں اب یہ ترک گوبائی کی ایک  
 ٹرانسپورٹ کیپٹی کے معلوم ہوئے تھے۔  
 گاڑی کی بھی ٹریڈنگ بدل دی گئی تھی۔“

زائد اور جاوید نے یہ تمام کارروائی اپنی آنکھوں سے دیکھ  
 رہے تھے۔ ”اگر وہ ان پر رنگ دوو عن ہوتے نہ کچھ  
 لینے تو کبھی پہچان نہیں پاتے کہ وہ لوگ اسی کا لڑنے کے  
 تعاقب میں ہیں۔“

دو دن بعد ترک ہندوستان میں داخل ہو کر ناگ لینڈ  
 کی طرف چل پڑے۔

اس وقت رات کا پچھلا پیر تھا اور ختیاروں سے بڑے  
 ہوئے ترک جو بھی رات سے چل رہے تھے۔ ان کے پیچے کاروبار  
 چل رہی تھی اور اب اس مرتبہ بڑے تقریباً دو سو گز پہنچے زائد  
 فوجی سبب میں اکیلا ہی ان کا تعاقب کر رہا تھا۔

رنگوں کے ہٹل کے کمرے میں زائد سو رہا تھا کہ دستک  
 کی آواز سن کر جھک گیا۔  
 ”اس نے اٹھ کر دروازہ کھولا۔  
 ”استاد بندھا ضرے۔“ کپٹن جاوید نے جھک کر کہہ کر  
 انداز میں سلام کیا تھا۔

”اکیلے آئے ہو؟“ زائد شکریا تھا۔  
 ”جینیں اپوری لونج سامنے میں آیا ہوں۔ یکپن جاوید  
 نے کہا۔

”آپ حکم فرمائیں“ اٹھائی گئی کس کی جان چاہئے؟“  
 ”اندھا جاؤ۔“ زائد پٹتے ہوئے بولا۔ ”معلوم ہوتا ہے میرا  
 پیغام جنرل کی کو کون سے مل گیا۔“  
 ”اگر نہ ملتا تو یہ خاکسار اپنی ایک درجن جمہوروں کو چھوڑ کر  
 آپ کا ریح روشن دیکھنے کیوں آتا۔“

”مذاق چھوڑو اور کام کی بات سنو۔“ زائد نے اپنا سار  
 سٹکا تے ہوئے کہا۔ ”ایک فوجی کا لڑنے کو تلاش کرنا ہے۔ جو  
 پرسوں سنگ پور سے روانہ ہوا ہے۔ اس کا نلے میں تین ترک  
 ہیں اور ایک مرتبہ بڑا گاڑی بھی ہے۔ اس وقت پہنچیں کہاں  
 سے لیکن اس کا ریح اندھا کی طرف ہی ہے۔ اس لئے وہ بخائی  
 لینڈ اور نائنٹ ایکس روٹ پر ہوگا۔“  
 ”اس میں کوئی رٹکی وغیرہ بھی ہے؟“

”جو مت۔“  
 ”کیا معلوم اب تک دو رنگوں سے آگے نکل گیا ہو۔“  
 جاوید بولا۔

”کوچر کہا نہیں جاسکتا۔ یہ کا لڑنے کی رفتار اور سفر ر  
 منحصر ہے۔ پہنچنے سٹل سڑک پر ہو، یا رکتا ہوا آ رہا ہو۔“  
 ”مجھے ایسے جینیں میں بخائی کے سارا علاقہ چھان ماروں  
 گا۔ میں پورے اختتام کے ساتھ آیا ہوں۔“  
 ”کیا جیل کا پتہ میں؟“  
 ”جی ہاں۔“

”نو پھر میرے ساتھ چلنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔“ یہ کہہ کر

زائد لباس تبدیل کر کے ہاتھ دوم میں پیگیا  
 ایک ٹیکسی کے ذریعے وہ شہر سے تقریباً بارہ میل دور  
 واقع اتر پورٹ پر پہنچے۔ وہاں انڈین ائرفورس کا ایک جیل کا پتہ  
 نیا رکھ تھا۔ زائد اور جاوید میں اس سوہ ہو گئے۔  
 جیل کو پھر خود جاوید ہی اُتار رہا تھا۔ جیل کو پھر کالیں سید  
 ملا یا کی طرف تھا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے ملایا اور بخائی لینڈ



آٹھائے کھڑا تھا۔ اور سینڈ ہیٹ والا جینی کیس دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

مرسیڈیز نے چند قدم کے فاصلے پر پہنچ جاویدا اس کے دوسرے ساتھی اپنے دیواروں کے کھڑے تھے۔

لاہد جیب سے گود کر ان کے قریب پہنچ گیا۔

”ایک بڑی جبر سے زائد صاحب“ جاوید نے ہنسنے لگا۔

”زائد“ سافلی رخت والے حندوستانی کے ہنسے جیسے حیرت سے نکلا اور زائد کو گھورنے لگا۔

زائد نے اس کی طرف کوئی توجہ نہیں دی۔

”وہ جینی بھاگ گیا، جاوید نے کہا۔

”اپنے آدمیوں سے کہو کہ وہ جینی کو تلاش کریں اور تم میرے ساتھ آؤ۔“

جاوید نے حندوستانی کو اپنے آدمیوں کے حوالے کیا اور خود کرنل زائد کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔

جیب دیواروں کے ہنسے زائد نے کہا: آگے کا انتظام تو

تھیک ہے نا؟

”بالکل، یہ باتا راک کے حکم کا غلام ہے اور آگے جوڈ راکر

کیلا جیسے گا، وہ دیکھنے کے قابل ہوگا۔“ جاوید کہنے لگا اور وہ

سالاجینی میری توقع سے تھک چلا گیا، ثابت ہوا اور اپنے آپ کو

کی طرح اس نے ہم سے ہر ملے کے بعد سے غلو ہو جانا ہی زیادہ

مناسب سمجھا۔

کچھ ہی دور چلا گئے انہوں نے ٹرک کو پھرو کچھ باتیں ٹرک

ایک تغار کی صورت میں کھڑے تھے اور ٹرکوں کے آگے ایک ٹرک

پر ایک ٹرک جس پر تریال پڑا تھا ترچھا کھڑا ہوا تھا اور اس کے سامنے

دو حصے تھے ایک فیٹ گاڑی جو خالی ہوئی کھڑی تھی جس سے

اس کے پیچھے تیرے ہو گئے تھے۔

ٹرک سے آدمی گود گود کر باہر نکلے۔ زائد اپنی جیب بھی

ان لوگوں کے قریب سے گیا اور دو حصے بازن کیلے دگا۔

ٹرک پر کھڑے بچے آدمیوں کی نگاہیں زائد پر مرکوز ہو گئیں۔

میکانیک سے بچے زائد نے سوال کیا۔

”ایچ پی ٹی بگیا ہے“ ایک آدمی نے جھلا کر جواب دیا۔

زائد اور جاوید جیب میں سے نکل آئے۔ اسے راستہ

تو بالکل بند ہے اب کیا کریں؟

”ہم لوگ کوشش کرتے ہیں۔“ مارشل کے آدمیوں نے

کہا اور ٹرک فیٹ گاڑی کی طرف تھ گئے۔

زادہ اس وقت بھی اپنے پرلے دلے ہی ایک اپ

میں تھا۔

اچانک ٹرک چلتے چلتے ٹوک گئے۔

کرنل زائد نے کھڑی دیکھی اور جین انداز میں سر ہلایا۔

سارا کام اس کے مطابق ہو رہا تھا۔

ٹرک پھرتے تھے اسے اور ٹرک چھوڑ کر حلال تے انٹر

ایک کئی ٹرک پر ہوئے تھے۔ مرسیڈیز بھی کئی ٹرک پر ماحول

ہوئی اس کے پیچھے تھی۔

زادہ کی جیب جب اس جگہ پہنچی جہاں ٹرکوں نے

راستہ بدلتا تھا اس نے وہاں ٹرک پر ایک بورڈ لگا دیکھا جس

پر لکھا تھا۔

”آگے راستہ بند ہے“

اسی وقت ایک طرف سے دوا دی ٹرک بیٹے اور ٹرک

پر لگا ہوا بورڈ ٹاٹا گئے۔ زائد نے مسکرائی گاڑی دھول بھری

ٹرک پر اتار دی۔ کاٹوئے اس کی نظروں میں تھا؟

کچھ آگے بڑھنے کے بعد زائد نے زور زور سے بازن کاٹا

شرع کر دیا۔ اسی وقت مرسیڈیز میں جیسے دوا دیوں کی گردش

گھوم گئیں۔ زائد نے ان میں سے ایک کو نوٹ پرچان لیا وہ

سینڈ ہیٹ والا جینی تھا۔ دوسرا کوئی سافلی رخت والا تھا جو

حندوستانی تھا۔

کرنل زائد نے جیب کی رت بڑھا دی اور مرسیڈیز کی منزل

میں پہنچ گیا پھر اس نے کھڑکی سے مروں نکال کر کہا: ”پکلا پیڑ“

مرسیڈیز کے پانچوں آدمی اب زائد کو حیرت سے گھورتے

تھے پھر گاڑی ٹوک گئی۔

زائد نے وہاں رکنے کی ضرورت نہیں سمجھی تھی۔ وہ تیز

رفتاری سے آگے بڑھتا رہا اور پیچھے جس سے ان لوگوں کو کار سے

آن کر کچھ پیڑ کا معائنہ کرتے دیکھتا رہا۔ ٹرک اسی رفتاری سے

آگے بڑھتے جا رہے تھے۔

پہلا فائر ہوتے ہی زائد نے جیب روک دی اور گولیوں کی

آگے ایک گز شروع کر دیا، تب تک فائرنگ سے سارا ماحول

گوشے آٹھا تھا۔ ایک کرتا ہوا وہ اپنی جیب مرسیڈیز کے پاس

سے آیا۔

اسی وقت سارا چھا گیا۔

\*

دوسرے ہی لمحے ٹرک پر زائد نے تین آدمیوں کو چھو

دیکھا، سافلی رخت والا حندوستانی اپنے ہاتھ کندھوں سے ابر

زائد ایک گہرا سانس لے کر جاوید کی طرف دیکھنے لگا جاوید

22

اپنے شانے جھٹک کر رہ گیا تھا۔

زائد نے دیکھ کر ترکوں کے اندر جو مسخ آدمی چھپے ہوئے تھے وہ باہر نہیں نکلتے تھے۔

مارشل کے آدمی ترک کو فیٹ گاڑی سے الگ کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ اسی لمحے جاوید نے اپنے منہ سے سیٹی کی آواز نکالی۔

دفعۃً ترک سے تڑپا ل ایک جھٹکے سے ہٹا اور کئی کی بھرتی سے ایک ساتھ کئی آدمی شپے کو پڑے۔ ان میں ڈاکا سب سے آگے تھا۔

”خبردار کوئی اپنی جگہ سے نہ بٹے۔ ڈاکا نے بانگ لگا لیا تھا۔ اس دھمکی کا خاطر خواہ اثر ہوا۔ چھپے چھپے آدمی اپنی جگہ کھڑے رہ گئے۔ ان کے منہ حیرت سے پھیل کر رہ گئے تھے۔

کرنل زائد کی پوری فوج ڈاکا کے کمانڈر چھپے ہوئے آدمیوں کی طرف تھی۔ لیکن شائد وہ باہر کی صورت حال سے ابھی تک باخبر نہیں ہوا تھا۔

ڈاکا کے آدمیوں نے اسے بڑے کمر مارشل کے ساتھیوں سے ان کے رونا اور چیخیں سنے۔ ڈاکا نے انہیں منہ دیا۔

”جو کام تم کو کر رہے تھے اسے وہ بارہ شروع کر دو۔“

لیکن کوئی ایسی جگہ سے نہیں پلا۔ ڈاکا نے اپنی جیب سے ایک بم نکال کر کہا۔ ”بیارے بجائو اور دوست کے اندر اندر آپ دونوں نے ترک اور کارکن الگ نہیں کیا تو سب جہنم رسید کر دیے جاؤ گے۔“

وہ فوراً کار اور ترک ہٹا جس میں جٹ گئے تھے اور خود ہی دیر میں یہ کام کر دیا۔

”اب تو ترک ترک سے پیچھے لگا کر کھڑے ہو جاؤ اور اپنے ہاتھ سر سے اوپر اٹھاؤ۔“

مارشل کے آدمیوں نے حکم کی تعمیل کی۔

”جیسے ترکوں کے اندر موجود ہتیارے ساتھیوں کے بارے میں ابھی طرح معلوم ہے۔ زائد نے کہا۔ اس نے کوئی انہیں کسی قسم کا اشارہ کر مشکل کوشش نہ کرے۔“

مارشل کے ساتھیوں کے منہ حیرت سے پھٹ گئے تھے۔

کرنل زائد نے ان چھ آدمیوں کا جائزہ لیا اور پھر ایک آدمی کو اپنے پاس آئے گا اشارہ کیا۔

وہ آدمی فوراً آگے بڑھ آیا۔

”کیا نام ہے تمہارا؟“

”ہوجی۔“

”دیکھو تم سمجھاؤ رادی معلوم ہوتے ہو۔ زائد بولا۔ میں چاہتا ہوں کہ کسی کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔ اس نے کیا تم اپنے آدمیوں کو ترکوں سے باہر کرنے کے لئے نہیں کہو گے؟“

”ہاں... لیکن وہ میرے کہنے سے باہر نہیں آئیں گے۔“ ہوجی نے جواب دیا۔ ”وہ کسی کے حکم سے باہر نہیں نکلیں گے۔“

”کیوں؟“

”کیونکہ انہیں باہر نہ ہنی ملی ہے۔ ویسے اگر کوئی ضرورتی ٹرک کا دروازہ کھولے گا تب وہ اپنی عین گس سے اٹے ہوئے

کر کھدیں گے۔ اس کے علاوہ انہیں یہ بھی اعتنا رہے کہ وہ جب کسی مصیبت میں پھنس جائیں تو وہ ترکوں کو ہٹوں سے اڑا دیں۔“

ہوجی کہنے لگا۔ ”کوہیا میں جب انہیں جھٹکے گا تب ہی وہ دروازہ کھول سکتے ہیں۔“

”اس کا حل میرے پاس ہے کرنل۔ ڈاکا بولا اور ہرے رنگ کے ترک کی طرف بڑھ گیا۔ اس کے کندھے اس سے ایک سینڈ ریکال ہوا۔

”یہ کیا ہے؟“ جاوید نے پوچھا۔

”یہ گیس ڈاکا نے جواب دیا۔ اس سے آدمی کافی دیر تک نہ ہوش رہتا ہے۔“

ڈاکا سینڈ ریکال کے کواٹس کی طرف بڑھا اور اپنے ترک کے پیچھے ٹھس گیا۔ اس نے پیچھے ٹھس کر ترک کے لئے میں ایک

تھری تلاش کی اور سینڈ ریکال کی ٹکڑی اس میں لگا کر گیس چھوڑنے لگا۔ خود اس نے اپنی سانس روک لی تھی۔

”ہرے رنگ اس نے باقی ترکوں کے ساتھ کہا اور اٹھا کر گئے۔“

”جاوید تم نے کہا میں ہونٹ پر سن میں کہو ہرے لئے ایک کر لیا ہے یا نہیں؟“ زائد نے پوچھا۔ ”آجھ ماری تھی۔“

”جی... جی ہاں۔“ ہوجی نے جواب دیا۔ ”جاوید بڑھ کر آیا تھا۔“

ڈاکا نے ہوجی سے کہا۔ ”تم میرے ساتھ آؤ۔“

ہوجی ڈاکا کے ساتھ ترکوں کی طرف چلا گیا۔ ”میں مسکرا کر جاوید سے کہا۔ میں مارشل تک بھیج رہا تھا۔“

”جس شخص نے اس کے ہتھیاروں پر قبضہ کیا ہے؟“ ہوجی پرس میں قبول ہوا ہے اور یہ خبر ہوجی اس تک پہنچائے گا۔“

”اور۔“ جاوید نے گہرا سانس دیا تھا۔ ”تو کیا آپ اسے نزار ہوئے کا موقع دیں گے؟“

”جیشک۔“ یہ کہہ کر زائد ڈاکا کے ساتھ ہتھیاروں کے ترکوں میں

کہیں غائب ہو گئے۔

سوار ہو گیا۔ جاویدا اور دوسرے آدمی چھپ اور ہرے رنگ کے  
ٹرک میں سوار ہو گئے۔  
خاندانہ پھر چل پڑا۔

تیسرا دھیرے دھیرے ایک طرف بڑھنے لگا۔ اس کے  
ہاتھ میں پھتری کی طرح کوئی چیز دبی تھی۔ وہ شخص زاہد کے  
دوخت کے پیچھے آکر بڑی گیا۔

خونگ پرش کے ایک کمرے میں بستر پر بیٹ کر زائد نے  
اپنا سگار سٹکا لیا۔

گاڑی واپس جا چکی تھی۔  
زاہد نے اس شخص کو غور سے دیکھا۔ اس کے ہاتھ میں  
بے وہ پھتری تھا تھا۔ رائفل تھی۔  
رائفل والے نے اطراف کا جائزہ لیا اور پھر پھرتی سے  
زاہد کے دوخت چھوڑ کر تیسرے پر چڑھ گیا۔

پلان کے مطابق ہوئی کو زار ہونے کا موقع دے دیا گیا  
تھا اور وہ اب تک مارشل کے پاس پہنچے ہی چکا ہو گا،  
زاہد نے چتیاؤں کا ذخیرہ غور سے باہر ایک برے سے  
کھدیان میں جھپٹے کے دھیروں چھپا دیا تھا ادب مارشل کے  
کسی اقدام کا خطر تھا۔ اس وقت وہ میک اپ میں بھی نہیں تھا۔  
دس منٹ بعد فون کی گھنٹی بجی۔ زاہد نے ریسورسٹ کر لیا۔  
”جیلو۔“

پندرہ منٹ بعد زاہد چھپ چاپ دوخت سے اُتر آیا اور  
خاموشی سے ہوش واپس آ گیا اور ترے اطمینان سے کھانا کھا کر  
انتظار کرنے لگا۔

ساتھ سے دس بجے فون کی گھنٹی بجی۔ اس نے ریسورسٹ  
کر لیا۔

”مسٹر زاہد، دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

”ہاں رہا ہوں۔“

”مسٹر زاہد، دوسری طرف سے وہی آواز ابھری۔  
”یہ کیا بد تمیزی ہے۔ تم آئے کیوں نہیں؟“

”تم نے جیسے کیوں کیا، بتاؤ مال کہاں ہے؟“

”جی شکریہ، اب اس بات کو زائد نہیں چاہتا۔  
”کیا مطلب؟“

”میرے جھنڈے میں ہے مارشل۔ زاہد سٹکا لیا تھا۔

”کیا چاہتے ہو؟“

”مطلب تو اپنے اس بندے سے پوچھو جو جھیل کے کنارے  
ایک دوخت پر رائفل کے کھینچا ہوا ہے تاکہ میں وہاں پہنچوں

”آپ سے نیاز حاصل کرنا چاہتا ہوں۔“

اور وہ مجھے اپنی قیامت کا نشانہ بنا دے۔“  
”بتمیں کیسے خبر ہوئی؟ ایک ٹوک خاموشی کے بعد

”تحصیل ہے۔ آواز آئی۔ تمہارے ہوش سے تفرقہ

پوچھا گیا۔

میل دور ایک جھیل ہے۔ آج رات تحویل دس بجے تمہیں جھیل

”میں جاؤں گے۔“ زاہد بھلا تھا۔  
”جو کہہ رہا ہے جھیل جاؤ مسٹر زاہد، مارشل کی آواز ابھری

”میں پہنچ جاؤں گا، لیکن ایک بات یاد رکھنا۔ زاہد کہنے

”میں ابھی اس حرکت پر شرمندہ ہوں۔ اب گیا رہے میں  
کیا جھیل پر تمہارا انتظار کروں گا؟“

”میں سے ساتھ کوئی یاں چلنے کی ضرورت نہ کرنا۔ میں تمہارے

”یہ تمہارے لئے آخری موقع ہے۔ زاہد کہہ رہا تھا۔ اور  
تم خود ہی آنا۔ اپنے کسی نامزد سے کو وہاں بھیجیے گئے دھوکا دینے

اسکے کے ذخیرے میں تمام رقم رکھ کر آؤں گا۔ اگر میں تحویل

”تم بے غور ہو۔ میں خود تم سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔“  
دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہو گیا تھا۔

پراس کی کو کہتے وہاں نہیں پہنچاؤں کہ وہ کھینچے آئے رہا گیا۔

”میں ابھی اس حرکت پر شرمندہ ہوں۔ اب گیا رہے میں  
کیا جھیل پر تمہارا انتظار کروں گا؟“

”تم بے غور ہو، میں ابھی کھینچ لائی۔ تم بھی تنہا آؤ گے۔“

”میں ابھی اس حرکت پر شرمندہ ہوں۔ اب گیا رہے میں  
کیا جھیل پر تمہارا انتظار کروں گا؟“

”تحویل ہے۔ زاہد نے ریسورسٹ کر لیا، اور گھڑی دیکھی

”تم بے غور ہو۔ میں خود تم سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔“  
دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہو گیا تھا۔

اس وقت سات بج گئے۔ جب کہ اندھیر چھا گیا اور آٹھ بج رہا

”تم بے غور ہو۔ میں خود تم سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔“  
دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہو گیا تھا۔

اور دس بج کر ہوش سے باہر نکلا اور تھکی کے جھیل کی طرف

”تم بے غور ہو۔ میں خود تم سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔“  
دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہو گیا تھا۔

دورانہ سو گیا۔

”تم بے غور ہو۔ میں خود تم سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔“  
دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہو گیا تھا۔

تھکی چھوڑ کر وہ جھیل کی طرف بڑھا۔ اس پاس خالی جھیلان

”تم بے غور ہو۔ میں خود تم سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔“  
دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہو گیا تھا۔

تھا اور اس کے بعد درختوں کا سلسلہ پھیلا ہوا تھا۔ وہ ایک دوخت

”تم بے غور ہو۔ میں خود تم سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔“  
دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہو گیا تھا۔

تھک کر کے اس پر چڑھ کر بیٹھ گیا اور انتظار کرنے لگا۔

”تم بے غور ہو۔ میں خود تم سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔“  
دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہو گیا تھا۔

فون کے قریب زاہد نے وہاں ایک اسٹیشن دیکھ کر

”تم بے غور ہو۔ میں خود تم سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔“  
دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہو گیا تھا۔

کہتے دیکھا اس میں سے تین ساتے باہر نکلتے۔ وہ دو درختوں میں

مارشل تہا دے سائے کھڑا ہے۔ بلو کیا چاہتے ہو؟  
مارشل نے کہا: تمہے اختیار میرے آدمیوں کے کیوں چھینے اور  
اب وہ کہاں ہیں؟  
جواب میں زاہد نے جڑو کر کے کہا: مارکر اسے اپنی بیڑ  
پر لاوا اور جیل کی طرف بھاگ۔

”چھوڑو۔ مجھے چھوڑو۔ چینی گھبر کر کھٹے لگاتھا۔  
زاہد نے اس کی طرف کوئی توجہ نہیں دی اور جیل کے  
پانی میں غرق کیا کرکٹ پانی میں پہنچا کر اس نے مارشل کی پانی  
یہ ڈال دیا اور اس کی گردن دو پرلی۔ اور اسے غوطہ دے گا۔  
چینی برقی طرح چھینے چلائے گا۔ لیکن وہ بڑھکھٹے سے  
اس کے موبند میں پانی بھر ماتا تھا۔ اس کا دم کھٹے لگا اور آنکھیں  
باز نہ کھلیں۔  
”بلو! کیا تم مارشل ہونے زاہد نے اسے پھر غوطہ دیا۔  
”بالکل ہوں۔“

”تم یوں نہیں اگھو گے یہ زاہد نے اس کی گردن دو پر  
کر ایک اور غوطہ دیتے ہوئے کہا: میں نہیں اس وقت تک نہیں  
چھوڑو گا جب تک تم میرے نہیں اگھو گے۔ بلو۔ تم مارشل ہونے  
ہاں۔“

زاہد نے اس بار اسے پانی کے تپے دبا کر کھلا چینی بری  
طرح پھر پھرانے لگا اور جب اس کی حالت بری ہو گئی تو زاہد نے  
اسے نکال کر چھایا۔  
”بتاؤ! تم مارشل ہو؟“  
چینی گھبر کر اسے سانس لیتے ہوئے اور ہلپتے ہوئے  
بولتا: نہیں۔“

”پھر کون ہو؟“  
”میں ایک معمولی ورکر ہوں۔ مارشل کے لئے کام کرتا  
ہوں۔“  
”تمہیں مارشل سے بھی تھا؟“

”ہاں۔“  
”مارشل اس وقت کہاں ہے؟“ زاہد نے پوچھا۔  
”یہ کوئی نہیں مانتا۔؟“  
”جنتیں یہاں آئے کے لئے محکم کیے ملا تھا۔“  
”فون کے ذریعے۔“  
”مارشل کا عدید کیا ہے؟“  
”میں نے اسے آج تک نہیں دیکھا۔“  
زاہد چینی کو جیل کے پانی سے باہر نکال لایا۔ اس کی حالت

بہت خراب تھی اور وہ ستر ستر کا پ رہا تھا۔  
”جاؤ اور جا کر مارشل سے کہ دو کہ میں اس کی ہر مال  
نکام بنانے کی ہمت رکھتا ہوں۔ ادب میرے صبر کا پیمانہ بڑھ  
ہو گیا ہے۔“  
یہ کہہ کر زاہد نے چینی کو دیں چھوٹا اور عدا جاس ہو گیا۔

”دوسری صبح زاہد کی آنکھ دنگ کی آواز سے کھل گئی جس  
نے آنکھ کو دلاڑا کھولا۔  
سائے ایک لمبا چند پنے ہوئے ایک پاندی کھڑا تھا۔  
”مستر زاہد! میرے بچے میں تم سے ہی ملنے آیا ہوں۔“  
”جی۔“  
”ہاں تمہے ہی تو کہا تھا کہ تم مارشل کے علاوہ اور کسی سے  
ملنا نہیں چاہتے۔“ پاندی شکر رہا تھا۔

”اوہ۔“ زاہد نے گہری سانس لی تھی۔ ”تو آپ ہیں؟“  
پاندی زاہد کے ساتھ اندر کر کے میں آ گیا اور وہ بہت  
ہی مطمئن تھا۔  
”مستر زاہد! اسلو لاؤ خیر کہاں ہے؟“

کرل زاہد نے غور سے پاندی کا چہرہ دیکھا۔ اس کے  
نفوس اسے کچھ جلتے یہ بیان سے معلوم ہوئے۔ پھر اسے ایک  
دم یاد آ گیا کہ اس نے اس کی تصویریں اخبارات میں دیکھی تھیں  
یہ فادر آئے تھے جیسے بھارت سرکار نے غز ہوں کے علاج اور  
بہاریاں دیکھ کر کرنے کے مشن پر اسے ایوارڈ سے نوازا تھا۔ قادر  
آرغز کا لینڈ کے وہاں میں اپنا مشن چلا گیا تھا اور اسے ہاں  
میں کے نام سے پکارا جاتا تھا۔

”بہت خوب! تو آپ مارشل ہیں؟“ زاہد ہنسنا تھا۔ ”آپ  
جیسا ہی کوئی شخص مارشل ہو سکتا تھا۔ اسی لئے آج تک لوگ  
کی نگاہوں میں نہیں سکا۔“ قادر ستر غز ہوں کا میا۔ لیکن  
حقیقت میں ایک فلاں۔۔۔ باغی ٹاکوں کے سرغز اور نوڈ چھوڑ  
کے ذمہ دار شاماش۔۔۔“

”تعریف کا شکریہ۔“ قادر آئے تھے۔ قادر نے پوچھا۔  
”جی۔“

”یہ میں کیوں بتاؤں۔“ یہ مہر میرے ہاتھ میں ہے۔“  
”لیکن وہ اسلو تھارے کیا کام آسکتا ہے۔“ قادر آئے تھے۔  
”شکر دیا تھا۔“ بلو نہیں کیا قیمت چاہیے۔“  
”دس لاکھ۔“  
”شک ہے میں نہیں رقم آکر دوں گا۔“ قادر آئے تھے۔



# روسیا کی

اب تک آپ مرد جاسوسوں کے کارناموں سے بہرہ ور ہیں۔ مگر پرجرم و سزا کہہ کر انہیں یہ  
پڑھتے رہے ہیں کہ اسے خوبصورت اور چونکا دینے والے طویلہ کرافٹ  
میں آپ کہ ملاقات ایک حسدینہ ترینہ لیکنے انتہائیہ شاطر جاسوسہ  
سے ہوئے۔ جس نے مردوں کے چمکے پھڑا دیئے تھے



ہوئے کافی پہیلی پہیلیوں میں نکالی اور ایک پہیلی فلک قدر کی طرف بڑھاتے ہوئے بولا۔

"آج آپ کی طبیعت کچھ زیادہ ہی بحال نظر آ رہی ہے۔ میں نے بہت کم آپ کو اتنا خوش دیکھا ہے۔"

"اب نظر لگاتے گے میاں؟" فلک قدر نے چرتکے ہوئے ذرا بے دیا۔ جب بھی قہاری غم کا تھا تو....

"ابھی کیا بڑھ چکے ہیں؟" مہر نام نے فلک قدر کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ "ماشاء اللہ، لاکھوں میں نہیں تو ہزاروں میں ایک ہیں، میں ذرا سہ سہ ہو گیا ہے۔"

"کب تک نزلہ نے پریشان کر دیا؟" فلک قدر نے کہا۔ "میری ہاں میرا مطلب سچی بات تھی۔ مہر نام نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "لیکن آپ کے یہ سہ ہاں بھی گئے ہیں۔ بہت خوبصورت بالکل ریشمی کالوں کی طرح۔"

"اہاں کہیں بناتے ہو؟" فلک قدر نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "یقیناً کہیں نہیں رہا ہوں۔" مہر نام نے پھر کہا۔

سہید و سرخ رنگت کشادہ پیشانی اور بڑی بڑی آنکھیں اس پر یہ خوبصورت بال لگتا ہے۔ کوئی یورپین شہزادہ نہ مردیں بیٹھا ہوا ہے۔

"کیا واقعی؟" فلک قدر نے حیرت سے پوچھا۔ اور چاروں طرف ایک سنگھارنگ انداز کی ڈی ڈی اندھیرا سج بھر رہی تھی۔

مہر نام۔ فلک قدر کی کیفیات سے پورے طور پر لطف لے رہا تھا۔ اس کی نگاہیں بھی فلک قدر کی نگاہوں کے ساتھ

قیہ کی سس سینس پر جا کر رک گئیں۔ جو شہ وہ ایک سین تربیت

تحقیق کی ملک تھی۔ بظاہر پورچین معلوم ہوتی تھی اس نے

کچھ ہونے لگے کا بلاؤ زمین رکھا تھا اور اس کے اسکرٹ کا گھیر

لکھ زیادہ ہی معلوم ہو رہا تھا، گئے میں لکھا ہوا لاکٹ آٹھویں

نگاہوں کو ہم کے تمام نشیب و فراز کو دیکھنے کی دعوت دے

رہا تھا جو بلاؤ دے باہر نظر آتے تھے۔ وہ بے حد خوبصورت

تھی۔ کئی چہرہ، بھول کی پتی جیسے نازک ہونٹ سٹروال اور

دوں فلک قدر، مہر نام پر کچھ ضرورت سے

زائد مہر نام تھے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ مہر نام

نے جہاں کے مسٹر میں اپنی روپوشی کے ان کے اخبار روزنامہ

"برق" کو آسمان تک پہنچا دیا تھا۔ اس کی اشاعت اتنی

بڑھ گئی تھی کہ اب وہ ہر گھر میں نظر آتا تھا۔ اشاعت کیساتھ

ساتھ اشتہارات کی بزنس میں بھی اضافہ ہوا تھا اور آمدنی

بڑھ جانے کے سبب اب فلک قدر خود بھی آسمان پر اڑنے

لگے تھے۔ تاہم لازمی کی تخیروں کے معاملہ میں اب بھی ان کا

دور وہی تھا جو اب سے پہلے۔ مصلحت ہاں انہوں نے مہر نام

کی خواہ میں اضافہ ضرور کر دیا تھا۔ لیکن یہ اضافہ بھی موت ایک

کا قدر ہی تھا۔ مہر نام نے اخبار کی ملازمت میں کبھی بھی تفرقہ

دھول نہیں کی تھی، اس کے باوجود موت میں ماہ کی خواہ ہی باقی

رہتی تھی۔ فلک قدر جب کبھی مہر نام پر تھے تو مہر نام سے

یہی کہتے۔ "اہاں اپنی تین ماہ کی لبتا یا خواہ لے لو۔"

فلک قدر کو آج کل کچھ فرصت زیادہ تھی۔ دراصل

مہر نام نے اخبار کی پوری ذمہ داریاں سنبھال لی تھیں۔ وہ

بظاہر اجنبی سا آدمی جو کنگز کو رستہ اپنا خاصہ شہیم نظر آتے

لگتا تھا۔ تجربے کے اعتبار سے بے حد ذہین ثابت ہوا تھا۔ ادارتی

مقالہ سے لے کر مزاحیہ کالم تک خود کھتا اور ضرورت پڑنے پر

چیز کی ایک کام انجام دے ڈالتا تھا۔ فلک قدر اس کے کام سے

بے حد مطمئن تھے اور اخبار کی بیڑہ ضرور ہاں اس کے ہر دو کے

خود زاد ہر گئے تھے۔ شام کا وقت ان کا بیٹوں اور چائے

خانوں میں گزارتا تھا اور رات کو کبھی کبھی آنکھ بھارک بات کتب

ملک پہنچایا کرتے تھے۔ بیڑہ وقت مہر نام کے ساتھ ہی گزارنے

کی کوشش کرتے آج بھی وہ بڑی ذمہ داری مہر نام کے ساتھ ایک

بیز پر بیٹھے ہوتے تھے۔ شام کا وقت تھا اور بڑوں میں زندگی پتی

پوری رہتا تھی کے ساتھ قسمل کی تقراری تھی۔ اس میز کے علاوہ

جس پر فلک قدر اور مہر نام بیٹھے ہوتے تھے کوئی ایسی بیڑہ نظر

نہیں آ رہی تھی جس پر کوئی ماہر نہیں تھا۔ روزگار نہ بھی ہو۔ برست

فضا میں ہر گھر شاہاں بھر دی تھیں۔ ہر سستی و سرشاری کی ایک

لعین ہی کیفیت محسوس ہو رہی تھی کبھی کبھی صبح فہرہوں کے

طوائف اور نغمہ نگاروں کے اس طرح کے اچھے مہر نام جو ایک پڑاؤ

فلک قدر کے چہرے پر شادمانی کا رنگ کچھ اور گہرا ہوا جانا اور

ان کی ہر کتاؤ بڑھ جانا اور انہیں دیکھ کر مہر نام کے چہرے پر

مسکراہٹ دوڑ جاتی تھی۔

ویرانوں کوئی میز پر رکھ کر چاہا تھی مہر نام نے مسکراتے





ان کی نگاہیں بھی مفرغ نام کے چہرے پر اور کبھی اس کا غڈ پر کھنسی پر مفرغ نام کچھ کچھ راتھا۔ رک جاتی تھیں۔

ایک دن وہ خاتون رک کر سے اٹھ کھڑی ہوئی اور بہت بہتہ خوامی کے ساتھ اس کی طرف ہل گئی۔ اب اس کے ساتھیوں نے بھی اپنے دھنوں کو زیر پر سے اٹھا لیا تھا اور وہ آپس میں گفتگو کرنے لگے تھے۔ ان میں ایک نے ایک بار مفرغ نام کی طرف دیکھا بھی مفرغ نام نے لڑکی کے چہرے جانے کے بعد کاغذ پر نگاہ ڈالی۔ دھنوں کی انگوٹھی کھٹکھٹانے کی حرکتوں کو نگاہ میں رکھتے ہوئے کاغذ پر جو کڑیا تار وہ یہ بھی:

”میں پسند نہیں کرتی کہ کوئی مجھ سے دلچسپی لے“  
”کوئی خاصی بات نہیں ہے ادا، کوئی دل چھیک معلوم ہوتا ہے۔“

”لیکن میری بھی جس کچھ اور کہتی ہے۔ تم اسے چیک کرو۔“  
”کیا آپ جانا چاہتی ہیں؟“  
”میں نے ایک لڑکی کو دیکھا تھا جو بوجھو ای کی تصویر تمہاری میں نے عسوی کیا تھا کہ وہ مجھے خاصی نگاہوں سے دیکھ رہی ہے۔“

”لیکن آپ تو بھکاران کے کہیں میں نہیں مدام اس میں تو ہم آپ کے خاتم بھی آپ کو نہیں پہچانتے۔“  
”مفروری تو ہیں لیکن میری بھی جس“  
”اچھا میں جانتی ہوں۔ تم تو کب مجھو۔ اگر یہ میرا چہرہ کرے تو اسے چیک کرو۔“

”کیا خبر ہے۔“ میرا مطلب ہے تم نے کیا کھا ہے؟  
”ٹھیک قدر نے پوچھا۔“

”ایک کہانی“ مفرغ نام نے جواب دیا۔  
”خاندان کے لئے تالار دیکھو۔“

”جی ہاں، ابھی لیکن نہیں بروقت۔“ مفرغ نام نے جواب دیا اور پھر سامنے رکھ کر جوتوں پر ہاتھ صاف کرنے لگا۔

”اہل جلری کیا ہے، آہستہ کھاؤ۔“ ٹھیک قدر نے جن کے کھانے کی رفتار اب دھیمی ہو گئی تھی، مفرغ نام سے کہا۔

لیکن مفرغ نام نے ان کی بات کا کوئی فرس نہیں لیا اور وہ جلد جلد ہاتھ چلانے لگا۔

پنچیس صاف کرنے کے بعد وہ ٹھیک قدر کی طرف نفع مند نگاہوں سے دیکھتے ہوئے پالیوں میں کافی اٹھینے لگا۔

”جی اب افرائے۔ کچھ رہے تھے آپ؟ مفرغ نام نے کہا۔  
”کیسی کہانی ہے؟ ٹھیک قدر نے پوچھا۔“

”جب مکمل ہو جائے گی تو: ٹھیک قدر نے مفرغ نام کی بات کو رد کیا۔

”میرا بھلا ہوا ہے، ایک لڑکی اور کہا۔“ میں جلد مکمل کرنا مفرغ نام کا کچھ بوجھ ہی چکا ہوگا۔“

مفرغ نام بھلا کا نام آتے ہی مفرغ نام سکرا دیا۔ ”کیا حال ہیں ان کے؟“

”اہاں کیا پوچھتے ہو؟ ہے بڑا ذہین۔ وہ تو کبھی صرف شاعری ہی میں جھڑی رہ گیا، درہ۔۔۔۔۔“

”اچھی خاصی شاعری تو کہتے ہیں، مفرغ نام نے کہا۔  
”ٹھیک کرتا ہے کبھی کے چہرے پر یہی تو ناہنی۔ جی ہے۔“

”وہ تو چہرے کی قدرتی بناوٹ ہے۔“ مفرغ نام نے کہا۔  
”ٹھیک بناوٹ ہے۔“ میں اس میں کیا پتہ وہ عزیز دانی معلوم ہے۔ ٹھیک قدر نے جواب دیا۔

”وہ کس طرح؟“ مفرغ نام نے پوچھا۔  
”بڑا دردناک واقعہ پیش آیا تھا اس کے ساتھ۔“ ٹھیک قدر نے راز دارانہ انداز میں کہا۔

”وہ کیا؟“ مفرغ نام نے جیسے کہہ دیا۔  
”اہاں کا بتاؤ۔“ وہ جو کسی نے کہا ہے کہ گیدڑ کی جیب ہوتی ہے تو شہر کی طرف دوڑتا ہے۔“

”گیدڑ کی شامت؟“ مفرغ نام نے قسمیں کی۔  
”جوتی گیدڑ کی۔“ ٹھیک قدر نے برائے ہوئے کہا۔ شامت اور موت میں فرق کیا ہے۔

”اہاں تو میں کہہ رہا تھا کہ حضرت کی شامت اعمال نے دھکا دیا تو دل چاہیے؟“

”نہیں۔“ مفرغ نام نے پوچھا۔  
”اہاں وی مفرغ نام بھلا اور کون۔ تم تو کمال ہیں سے بال نکالنے لگے ہو۔“

”حضرت بال میں سے کمال؟“ مفرغ نام نے ٹوکا۔  
”ہوگا۔ پوری بات سن لو۔ دلی پہنچ کر جاسیے ایک بہت بڑے استاد کے یہاں۔ آدمی دیکھنے میں جذبات رکھتے تھے۔ بڑی آواز بھگت ہوئی اور دیوان خانے میں بڑی عزت کے ساتھ بٹھا دیا گیا۔ پھر تعارف جواز سے گنگوا دیا گیا۔ پان طلب لے گئے۔

مفرغ نام جیسے جیسے سے گنگو شروخ ہو گئی۔ استاد صاحب ریت بھلا کے پاس اور ادا لنگو سے خاصے متاثر ہوئے۔“

”مگر حضرت بھلا کے چہرے پر تو چھکار ہی برسنی ہے۔“

”دلی میں شوق کیسے نظر آنے لگے ہوں گے؟“ مفرغ نام نے پوچھا۔  
”اہاں اس واقعہ کے بعد تو چھکار برسنی لگی ہے۔“ ٹھیک قدر نے جواب دیا۔

”بس یہ تو پوچھو۔ واقعہ کیا ہے؟“ اور پھر زور زور سے

”واہ واہ کیا بکر عفت میں شعر کہے ہیں واہ واہ۔“  
مزنم نے واہ دی۔

میاں ابھی کیا ہے لرا در سنو۔  
جوان ہو کے اگرمیں بڑو گیا ہوں تو کیا،  
کہاں نے لڑیاں دے کر کھے بگاڑیہ  
”کیا بات ہے واہ“ مزنم نے واہ دی  
”اور میاں کچھ شعر یاد نہیں رہے۔“ ٹھک قدر نے  
دانت نکالے ہوئے کہا۔

”حضرت بھی کیا کم نہیں۔ خدا کی قسم واہ دیتا ہوں، آپ  
کی برداشت کو خدا کی عتاب و نالام شاعر ہے یہ مرغ بسمل تو یہ  
ٹھک قدر سنہٹے ہوئے کہا۔ نثر خوب نکلتا ہے۔“  
”یعنی جسے کام کی چیز ہے“ مزنم نے کہا  
”جسے تو سمجھ کر کہہ دوئی ہے یہودی۔“ ٹھک قدر نے مزنم  
کو کہا۔ گویا میں کوئی حق گوئی حاصل کی ہو۔  
”کیا مطلب۔ کیا مفروضہ لگتا ہے۔“

”ایں۔ لگتا کیا۔ پیشگی سے دیتا ہے کہنت۔ میں نے  
ہزار بار کہا کہ تین ادبی صاحب کر لیا کرو۔ مگر بتلا ہی نہیں۔“  
مزنم نے ٹھک قدر کی بات پوری کی بھی نہ تھی کہ وہ تیری  
سے اٹھا اور بول کے بیرونی گیت کی طرف بڑھ گیا۔  
در اصل نثر خوبصورت عورت کے تینوں ساتھی ساتھ کہ راہ  
جا چکے تھے۔

وہ بوجھ عورت زہرہ کو کچھ عجیب سی لگی تھی۔  
پہلے زہرہ نے اس پر سرسری نگاہ ڈالی تھی اور پھر اچانک  
اس کی دلہنی بڑھ گئی اور اس نے بڑے عزم سے بوجھ عورت  
کے سراپا کا جائزہ لیا تھا۔

اس وقت وحیو کی تھی اور خام کی آمد آمد تھی زہرہ  
اپنی ایک بیٹی کی سالگرہ کی تقریب میں شرکت کے لئے گھر سے  
نکل تھی بھانے کیوں اس نے کار کا استعمال نہیں کیا تھا بلکہ ایک  
ٹیکسی کے ذریعے پہلے وہ خامی روڈ کے شاہک سٹریٹ پہنچی وہیں  
اس نے ایک دکان سے بیٹی کو دینے کے لئے تھوڑا سا ادھر  
وہ پیدل ہی اپنی بیٹی کے گھر کی طرف پہنچی تھی۔ شاید اس نے کو  
وقت گائی تھا اور وہ وقت سے پہلے اپنی بیٹی کے گھر پہنچا نہیں  
پہنچی تھی اس وقت وہ خامی روڈ کے چوراہے کے دائیں طرف  
والی سڑک پر تھی جہاں شادنگز کو جاتی ہے۔ اسے دل شادنگز  
ہی جانا تھا۔ فائدہ قریباً ایک کلو میٹر کا ہو گا۔ وہ اپنی دھن میں

سے ہنسنا شروع کر دیا۔ ہڈی کی ہڈی پر پیٹے ہونے کی نوگوں نے حیرت  
کے ساتھ ٹھک قدر کو دیکھا تب کہیں جا کر ان کی بیٹی کی

”بات کچھ عجیب سی نہیں۔“ مزنم نے کہا۔ جو خوبصورت عورت  
کے ساتھیوں پر نگاہ رکھے ہوئے تھا۔  
”تم کیا سمجھو گے بر فور وار شروع میں میں خود بھی نہیں سمجھ پایا  
تھا۔“ ٹھک قدر نے جواب دیا اور داغ طلب نگاہوں سے مزنم  
کو گھورا

”میر کیا ہوا یا مزنم نے تھوڑا دیا۔  
”ہوایا کہ استاد صاحب نے مرغ سے میرا مطلب ہے۔  
مرغ بسمل سے مرستہ نے کی مزنم شش کر دی اور یہ حضرت بھی  
شروع ہو گئے۔“

اقل تو استاد صاحب کو ان سے مزاحیہ کلام کی توقع نہیں  
تھی مگر میر کے ساتھ سننے لگے۔ عالم پر کبھی چرسے پر طلال کی گیت  
پہنچا ہوتی تھی اور کبھی اکھنڈ میں غزل کو تر کی۔  
”آپ تو اس طرح بیان کرنے لگے ہیں جیسے خود بھی وہاں  
موجود تھے۔“  
مزنم نے ڈکا۔

”ارے میاں۔ مرغ بسمل نے مجھے داستان گوئی کے پڑے  
حق کے ساتھ۔ یہ واقعہ سنایا تھا۔ ہاں تو میں کہہ رہا تھا کہ  
آپ کا خدا اجلا کرے کیا کہہ رہا تھا۔“  
”استاد کلام سننے رہے یا مزنم نے لہر دیا۔

”ہاں تو میرا رداشت زہرا تو پیٹ پڑے۔ آؤی تھے  
بلے جوڑے۔ زہرہ دست ایک دم اچھ کھڑے ہوئے اور مرغ بسمل  
کا ہاتھ پکڑ کر کہنے لگے۔“ ”ہن جاؤ مرغ“

اور مرغ بسمل کو ان کے ڈر سے مرغمان جانا پڑا حیرت  
بھی نہیں سمجھ سکتی تھی کہ اس نے اپنے لازم کو جہاں کہہ رہا۔ استادوں  
کے دیوان مرغ بسمل کی کر پر لہو داتے اور اس غریب سی ناہنگیت  
لڑنے لگیں اور پھر مقصود میر پر بعد کہا۔ ”نگل جاؤ یہاں سے۔“  
مزنم نے زہرا پر تہہ نگاہ ڈالی اور پوچھا۔ ”اشعار بھی نہ بننے  
کے ہیں گئے۔“

”اماں مجھے سناتے تھے بسمل نے۔ مجھے یاد بھی ہو گئے  
ہیں۔ تو تم بھی سنو۔“

میر سے وطن کی سہاگت محبوب اکھاٹا ہے  
کہ اس میں جہیل نے خسرو کو کھٹا ہے  
نہ دیکھ پاؤ گے سیاسی کوتاہی کی زبان  
کوئی ہے ترجیباں پر تو کوئی آٹھ ہے

میں طنز یہ کی مسکراہٹ مسٹ آئی ہے۔

میں کا سفر جاری رہا۔ دل شاد نگار کافی پیچھے رہ گیا تھا۔ ادب میں کار و کاہن اب ان کی موت تھا۔ جو روپ نگار کے اہل آخر میں ایک اچھی کاٹنی تھی اور اس کے پیچھے کی طرف دھندلی رہتی تھی جو کچھ آگے جا کر سبز کی آغوش میں اُم جرمانی تھی۔ زہرہ کبھی کبھی بوڑھی عورت کی منزل کا اس ابویہ کی شاد نگار کاٹنی میں آ سکتی ہے۔

میں دکان ابویہ کاٹنی کے بس اسٹینڈ پر کی تو بوڑھی عورت تیزی کے ساتھ تھیں توڑی اور مرکز کا اس کرنے لگی۔ پھر بھی بس اسٹینڈ پر اتنی ہی تھیں کچھ سوچ کر ایک ٹرک کے لئے مڑ گئی وہ دراصل چاہتی تھی کہ بوڑھی عورت کو نقاب کا سب سے بہتر کپڑا اسے یاد تھا کہ اس کے اندر بوڑھی عورت نے اس کو بڑی گہری نگاہ سے دیکھا تھا۔

بوڑھی نے سرگ بار کرنے کے بعد پیچھے کی طرف مڑ کر دیکھا، اور پھر سامنے کی ایک چھوٹی گلی میں داخل ہوئی۔ زہرہ نے بھی جو اس وقت تک بس کی آڑ میں تھی تیزی کے ساتھ آگے قدم بڑھاتے۔ اس نے بوڑھی عورت کو آگے جا کر بائیں طرف مڑنے پر مڑے دیکھ لیا تھا۔ وہ بجائے سب اس گلی میں داخل ہونے کے مرکز کے ساتھ ساتھ آگے بڑھ گئی اور دوسری گلی میں داخل ہو کر بیٹے دوڑنے لگی۔ بوڑھی عورت بھی اس گلی میں پہنچ گئی تھی۔ اور ایک غلیٹ کے سامنے پہنچ گئی تھی۔ زہرہ نے قدم آہستہ کر دیے۔ اب اس نے ساڑھی کا پندرہ سر پر ڈال کر سمندر دھڑا گھر نکلت نکال لیا تھا۔

بوڑھی عورت نے غلیٹ کے دروازے کو کھولا اور اندر پہنچ کر دروازہ خدا بند کر لیا۔

یہ بات بھی زہرہ کے لئے بھی بڑی عجیب تھی کہ ایک غلیٹ منگوک اٹھائی بوڑھی عورت اس شاد نگار غلیٹ کی چابی دیکھے اور اس میں داخل ہو کر دروازہ بند کرے۔ وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی غلیٹ کے سامنے رک گئی۔ دروازے پر کوئی نم پٹ نہیں تھی۔ اس نے دروازے کے قریب جا کر کی جیل میں سے جھانکا لیکن اسے کوشش کے باوجود کوئی دکھائی نہیں دیا۔

اب وہ کیا کرے۔ زہرہ نے سنبھلی کی سادہ سوچا۔ ویسے اس تمام گنگ دودھ کے لئے کوئی دھڑا کی سنبھ میں نہیں آئی تھی۔ بس اس کی جیب میں تھی۔ جو اسے دکان ابویہ تک لے آئی تھی۔ اس نے ادھر ادھر دیکھا۔ دودھ دیکھ کوئی مگر نظر نہیں آئی۔ جہاں وہ رک کر غلیٹ کی نگارانی کر سکے میں

آگے بڑھ رہی تھی کہ وہ برقعہ پہن عورت اسے نظر آئی۔ یہ دوسرا جیسا تھا جو زہرہ کو گنگا بوڑھی عورت اپنے دانے دیکھ کر دیرانی لگتی ہی ملائی انگوٹھی پہنے ہوئے تھی جس میں ایک چڑا سا غریب لگتا ہوا تھا۔ سبلا کہاں عورت کو بغاوت حال اس کا لباس اور کہاں انگوٹھی زہرہ کے ذہن میں بہت سے شکوک و شبہات کھیلانے لگی۔

کیا اتفاق ہے یہ۔ اس نے سوچا۔ زمین پیدل آئی۔ اور وہ اس بوڑھی کو دیکھتی۔ جب بھی زہرہ اپنا سامنے ہی کوئی غلاب معمول قدم اٹھاتی تھی تو اس کا پیچھے ہی ہوتا تھا کہ اسے کسی دیکھی عورت یا عورتوں کے گروہ سے واسطہ چرچا ہوتا تھا۔ اس بار اگرچہ زہرہ کو اس بات کا یقین نہیں تھا کہ اس پر اس بوڑھی عورت سے کوئی عہدہ وابستہ ہو گا۔ تاہم ذہنی طور پر اس نے اس بوڑھی عورت کو چوبیس کرنے کا فیصلہ ضرور کر لیا تھا۔

وہ آہستہ آہستہ بڑھتی ہوئی قریب کے بس اسٹینڈ پر پہنچ کر رک گئی۔ اس کا اندازہ تھا کہ بوڑھی عورت اس طرف آئے تو اس طرفی طرف گئی تو میں وہ اس کا چہرہ کرے گی۔

زہرہ کا اندازہ درست ہی نکلا۔ کچھ دیر بعد ہی بوڑھی عورت میں اسٹینڈ پر پہنچ کر کھڑی ہو گئی تھی اور وہ فوجان جو اس کے پاس کھڑا ہوا تھا جاکا تھا۔ اس وقت بوڑھی عورت کے ہاتھ میں ایک چھڑا سا پلیٹ تھا۔ زہرہ کو یاد تھا کہ جب اس نے بوڑھی عورت کو فوجان سے بات کرتے دیکھا تھا تو پلیٹ اس کے ہاتھ میں نہیں تھی اس پر عورت کو دیکھ کر اس نے دل ہی دل میں بوڑھی عورت کے مناسب الاعتراض کرنے کی تعریف کی۔ اگر یہ کیفیت واقعی بوڑھی ہے تو جہاں میں بیٹھا ایک قیامت ہوگی۔ زہرہ نے سوچا۔ ویسے اس کو کچھ یقین تھا کہ وہ ایک ابویہ ہے مگر ایک ابویہ بہت شاندار گئی نہیں اگر نکل نہیں۔ لیکن بوڑھی عورت نے ایسی جگہ سے جنبش نہیں کی۔ زہرہ بھی پر سکون طریقے سے کھڑی ہوئی تھی اور ہر ایک آنے والی بس کو اس طرح دیکھنے لگی تھی کہ جیسے وہی بس کی سٹوپر بس پر اور پھر واپسی سے سر ملا رہی تھی۔ بوڑھی عورت نے اسے اور اس کے بوڑھی عورت کو اس عرصہ میں کئی بار دیکھا۔ بس سکن انٹیوئل کی طرح۔

پھر آخر وہ بس آئی گئی۔ جس کا اس بوڑھی عورت کو انکار تھا۔ بس کے اسٹینڈ کے قریب آتے ہی وہ آگے بڑھی اور بس کے دکنے ہی اس میں سوار ہو گئی۔ زہرہ نے بھی بس میں بڑھنے میں تاخیر نہیں کی تھی۔ اس وقت بوڑھی عورت نے زہرہ کو بڑی گہری نگاہ سے دیکھا تھا اور زہرہ کو ایسا محسوس ہوا تھا جیسے اس کی آنکھوں

پر غصہ کرنے لگا تھا کہ ایسے کو کہیں ہی پہلی نفل ہوتی تھی۔ وہ جانتا تھا کہ پہلی نفل ہونے کی صورت میں اس کی ذمہ داری بڑھ جاتی ہے اور نگرانی کا کام زیادہ دشوار ہو جاتا ہے۔ سنتری اس کی اس کی اور دسے داری کے ساتھ بیک کے گیسٹ اور اس کے ارد گرد کے حصوں کی طرف متوجہ تھا اور وہ سلسلے سے آنے والے شخص کو دیکھ نہیں سکا تھا۔ وہ شخص بھی بہت ملاحظہ تھا۔

سنتری پر نگاہیں جماتے ہوئے تھا۔ اک بار جیسے ہی سنتری کی پشت اس کی طرف ہوئی۔ وہ پھرتی کے ساتھ کئی بیڑ کا فاصلہ لے کر گیا اور ایک درخت کی آڑ میں کھڑا ہو گیا۔ جو تاریکی کے سبب اپنے ساتھ سے مرموم نظر آتا تھا۔ اب پرکیرار سے اس کا فاصلہ چار یا پانچ میٹر سے زیادہ تیس رہا تھا۔ اس نے اپنا ایک ہاتھ برساتی کی جیب میں ڈالا اور کوئی گول سسی سننے نہ سنی۔ اب وہ زیادہ چرکنا اور ہوشیار دکھائی دے رہا تھا۔ جیسے ہی پرکیرار سنتری کے ہاتھ میں بار بیک لڑ کے لئے بکھی۔ اس شخص نے ایک گول کی سننے پر کیرار کی طرف بھیک دی اور پھر ردعمل دیکھنے کے لئے درخت کے تنے سے کمر دکھا کر کھڑا ہو گیا۔

گول کی چیز زمین سے چھلانے کے بعد بھٹ گئی۔ بسکین حیرت انگیز بات بھی کہیں کے نیچے میں کوئی دھماکا نہیں ہوا، نہ کوئی روشنی نکلے اور نہ دھواں اٹھا۔ ایک بہت سی معمولی سی آواز مرموم ہوئی جس کی سنتری قطعی طور پر نہیں سن سکا تھا۔ اس شخص نے دیکھا کہ سنتری نے پھر آواز کو جلا دیا اور اس کی روشنی اور حرا دہ ڈالی۔ وہ میں اس جگہ تھا کہ جہاں گول سسی سننے زمین سے ٹوٹی تھی۔ سنتری وہاں سے بھا اور گیسٹ پر پہنچ کر دیوار سے کمر لگا کر کھڑا ہو گیا۔ اب اس کے ہاتھ میں تانچہ ڈس تھا۔ وہ شاید اس کے ہاتھ سے نکل چکی تھی اور اس پر گہری خند کاغذ ہو گیا تھا۔ اس نے بار بار مرموم کو جھانک کر دیکھا کہ وہ بری طرح حادی ہو چکا تھا اور وہ دیوار سے کمر لگا کر بیٹھ گیا۔

اور کمرے سے ہوتے شخص نے اس منظر کو اچھی طرح دیکھا تھا۔ وہ بہت مطمئن نظر آ رہا تھا کہ اس کے ذمے جو کام تھا وہ غرض اصولی کے ساتھ پورا ہو گیا۔ اب اس نے جیب میں پھر ہاتھ ڈالا اور سگریٹ کا پیکٹ اور لائٹ نکالا۔ اس نے ٹیڑھ میں لگا کر لائٹ جلائی اور گہرے گہرے کش لگانے لگا۔ لائٹ کی روشنی گول ایک شکل تھی اس کے ساتھ ہیوں کے لئے جو تعداد میں بنیں تھے اور سیاہ دین کے قریب ہی اب تک

فلٹ میں مرمومی عورت عورت داخل ہوئی تھی۔ وہ کالونی کا آخری فلٹ تھا۔ اور تمام فلٹ زندگی سے خالی نظر آتے تھے۔ وہاں انکا دکھائی کوئی آگیا تھا۔ آگیا تھا۔ زہرہ نے ماہی کے لئے قدم اٹھائے اور آہستہ آہستہ پستی پہنچی پھر میں روڈ پر پہنچ گئی۔

وہ گول کی بھی وہاں جگہ پر باہر نہیں نکلے گی۔ زہرہ نے دل ہی دل میں سوچا اور بس اسٹینڈر پہنچ گئی۔ اسے شاد نگر میں اپنی پہلی کے یہاں ساڑھ کے قریب ایک ایک ہونا تھا اب وہ سنس کر رہی تھی کہ اتنی دیر تک وہ اس نے مضمون نہیں کی تھی۔

وہ سیاہ دین اسٹینڈر بیک کی عمارت سے نصف فرلانگ کے فاصلہ پر آکر رک گئی۔ اس جگہ سے بیک کی عمارت صرف ایک بیولہ کے حد پر ہی دکھائی دے رہی تھی۔ دین کا دروازہ کھلا اور اس کی سے چار آدمی باہر نکل آئے۔ یہ سب ایک جیسے لباس میں تھے۔ لیٹس پر فلٹ ہٹ اور پھر برساتی ان لوگوں نے بڑے جتنے پہن رکھے تھے۔ چاروں ایک دوسرے سے بات کرنے بجز آہستہ آہستہ بیک کی عمارت کی طرف بڑھنے لگے۔ رنٹار سے اب معلوم ہونا تھا کہ جیسے وہ ایک شین کے پرے ہوں۔ جو ایک مقررہ وقت کے ساتھ ایک مقررہ وقت کو پورا کر رہے ہوں۔ اوجھی رات کا وقت تھا۔ رات انتہائی تاریک تھی۔ کچھ ایسے ہی بارش ہو چکی تھی جس کے سبب سڑک پر چلنے والے ہر انسان پر بارش ہو چکی تھی۔ سب اس علاقے میں پہلی نفل ہو گئی تھی جس کے سبب تاریکی کچھ اور زیادہ بڑھ گئی تھی اور ایسا معلوم ہونا تھا کہ فلٹ نور کی سیاہی نامور علاقوں کو نکل چکی ہو۔

چاروں ایک دوسرے کے ساتھ چلتے ہوئے بیک کی عمارت سے کچھ فاصلہ پر پہنچ کر رک گئے۔ وہ چاروں بیک کے گیسٹ پر موجود سنتری کو صاف طور پر دیکھ رہے تھے۔ کیونکہ سنتری نے پہلی نفل ہو جانے کے سبب تانچہ جلا رکھی تھی۔ اور وہ گیسٹ پر ادھر سے ادھر چلنے لگا رہا تھا۔ اس کے کندھے پر علی رائل بھی ان چاروں کو نظر آ رہی تھی۔

چاروں نے کچھ دیر شہر کو سنتری کو دیکھا اور پھر ان میں ایک اپنے ساتھیوں سے کچھ کہنے لگا۔ ہتھی کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔ اس کا وہ سنتری کی طرف تھا جو کمر کا وہی بہت زیادہ تھی۔ اس نے سنتری دور کی چیزوں کو دیکھ نہیں سکتا تھا۔ بول بھی اس کی تمام تر توجہ بیک کی طرف ہی تھی۔ کبھی کبھی وہ پہلی والوں

کسی ایک کو فریب کر لیا کرتی تھی۔ وہ کبھی اپنے اصل چہرے کیساتھ نہیں رہتی تھی اور مائل میں بھی اس کے سامنے ہی بیٹھتے تھے کہ وہ اصل چہرے کے ساتھ نہیں ہے۔ ایک بات حمال کے بارے میں سنائی گئی وہ یہ کہ اس نے کوئی قتل نہیں کیا ہے ملائکہ یہ بات سرفصدی ورسٹ نہیں تھی۔ وہ جڑی پھلا کی اور منسوب ہندی کے ساتھ جرائم کا کوئی قحی۔ کبھی بھی ایک دوسرے ملک کے ایکٹ یا ڈیل رکنیت کا بدل بھی اس نے ادا کیا تھا۔ لیکن زیادہ تر اس کے جرم کا تعلق جعلی کرنسی اور مٹھک سے ہوتا تھا۔

رجنٹ کو گیت کے اندر کھڑے رہنے کا حکم دے کر جو لیا نا آگے بڑھ گئی۔ اب اس کے ساتھ ایک ہی آدمی رہ گیا تھا جس کے ہاتھ ایک چھوٹا سا قبیلہ تھا۔

جو لیا نا نے بجک میں داخل ہو کر بیشتر کے کہیں کو بالکل نظر انداز کر دیا اور وہ سیدھی بجک کے سینٹر کے کمرے کے سامنے پہنچ کر کھڑی ہو گئی۔ اس کے سامنے نے عقلمندانہ پر رکھ کر کھولا اور اس میں کچھ اوزار رکھے اور پھر ان میں سے ایک اوزار سے ٹنگ منبر کے کمرے کا نالہ کھولنے کی کوشش کرنے لگا۔ اس کی کوشش میں صرف چند ہی منٹ صرف ہوئے اور بجک منبر کے کمرے کا نالہ کھل گیا۔ اب وہ دونوں کمرے کے اندر تھے۔

جو لیا نا نے جواب تک خاموش تھی۔ کمرے میں بیٹیک ایک الماری کی طرف اشارہ کیا اور جانت کے اعتبار سے بڑی نظر آتی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جو لیا نا نے بجک پر کئی دن سے نگاہ رکھی ہوگی اور خاص طور پر بجک منبر کے کمرے کو چاہا ہوگا۔ اگر ایسا ہوتا تو وہ اسی الماری کی طرف فوراً ہی اشارہ نہ کرتی جو دراصل الماری نہ تھی بلکہ اسٹرینگ روم کو جانے کا ایک غصہ دروازہ تھا۔

یہ الماری کچھ عجیب و غریب ساخت کی تھی اس میں بظاہر کوئی تلا نظر نہیں آتا تھا بلکہ جس جگہ لوگ ہونا چاہتے تھے۔ وہاں ایک گھڑی ملی ہوئی تھی اور وہ صبح ۱۲ بجے سے رہی تھی۔

جیسے دسے شخص نے الماری پر ایک نگاہ ڈالی اور وہ گھبرا کر جائزہ لینے کے لئے ہی رہ گیا۔ اپنا عقلا وہ پہلے ہی پڑی ہوئی میز پر رکھ چکا تھا۔ گھڑی کا عقلمندانہ پر بجک جائزہ لینے کے بعد اس نے گھڑی کی بڑی سوئی کو حرکت دینی شروع کی اور اس کو پیچھے کی طرف استہجائے گھمانا شروع کر دیا۔ ابھی گھڑی کی اس بڑی سوئی نے ایک راؤنڈ پورا نہیں کیا تھا کہ ٹوکے منبر پر آنے کے بعد حرام ہو گئی اور ٹوکا منبر سے غائب ہو گیا۔ اس کی جگہ اب چالیس کا سوا دن نظر آتا تھا۔ اس نے نیچے سے ایک عجیب ساخت کی

کھڑے ہوئے تھے۔ روشنی کا ٹکڑا ہاتھ ہی یہ بینوں بجک کے گیت کی طرف مائل کھڑے ہوئے۔ ان میں سے ایک کے پاس ایک بڑا سا ایکٹ تھا اور دوسرے کے پاس ایک چھوٹا سا ایکٹ تھا۔ تیسرا شخص ایک ٹو سیٹ آئین کن سے لیس تھا۔ جلد ہی یہ تینوں اس جگہ پہنچ گئے جہاں چوتھا شخص انتظار اچھا تھا۔

”اوکے“ ان بینوں میں سے ایک نے پوچھا۔

”ہیس اوکے“ چوتھے شخص نے جواب دیا۔ اب وہ اپنے تینوں ساتھیوں کے ساتھ بجک کی عدت کی طرف جا رہا تھا۔

آئین کن کے سامنے ہی آئین پر پڑی ہوئی ۱۲ بجے کی گھڑی پر بھلائے اور کیلئے لگا۔ ۱۲ بج کی روشنی میں وہ بالکل سنری نہانکر آ رہا تھا۔

وہ سنری کا لباس، لای صحت اور دی ملنے اور گشت کرنے کا انداز کسی کو بھی مشہور نہیں ہو سکتا تھا کہ وہ بجک کا سنری نہیں ہے۔ اس کے تینوں ساتھی کچھ دھڑلے سے تیار ہو کر وہ بجک کے سامنے پہنچے۔ اس ساتھی کے قریب پہنچا جو سنری بنا ہوا تھا اس کے قریب پہنچے۔ جسے سنری نے چالیس اپنے ساتھی کے حوالے کر دی جو اس نے بجک کے سنری کی سیب سے نکالی تھی۔

بجک کے گیت کی گھڑی کا نالہ بہت آسانی کے ساتھ کھل گیا اور وہ شخص بجک کے اندر داخل ہو گیا۔ اس کے دوسرا ساتھیوں نے بھی اس کی تقلید کی اور بجک کے اندر داخل ہو گئے۔

”رجنٹ تم یہیں منتہر وہ نالہ کھولنے والے سے کہا گیا۔“

”ہیس ادا۔“ رجنٹ سننے کے جواب دیا اور وہ گیت کے اندر ہی رک گیا۔ اب اس نے میب سے عجیب ساخت کا رپوڑ نکال لیا تھا اور وہ گیت کی گھڑی سے لگ کر کھڑا ہو گیا۔

رجنٹ کو کبھی شخص نے رک جانے کا حکم دیا تھا وہ دراصل کوئی آدمی نہیں تھا بلکہ عدت تھی۔ سنری سبرسنی کی ایک مسین ترین عمر جو لیا نا۔

جو لیا نا جس قدر جیسی اور خوبصورت تھی۔ اکی قدر کا رادہ چلاک بھی۔ سنری برسنی کے علاوہ وہ یورپ کے کئی ملکوں میں سرگرم رہی تھی۔ اور ان سب ملکوں کی پولیس کو اس کی جو شش تھی۔ اس کا شمار دنیا کے بڑے عرصوں میں ہونے لگا تھا۔ اور انٹر پول کی ساری مشینیں اس کے لئے حرکت میں رہتی تھی۔ لیکن کوئی بھی اس کو اس کا بھی شک نہیں لگا سکا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ کئی چہرے رکھتی تھی۔ بجک اس میں اس کو کمال حاصل تھا۔ رات کو ان تین تیاروں کے علاوہ کئی جن میں وہ اپنے متعدد ساتھیوں میں سے

جانی نکالی اور اس کو کہیں میں داخل کر دیا۔ لیکن کرشمہ کرنے کے باوجود وہی جانی نہیں گھوٹی اس نے اس کو کش کر رکھا اور ایک بار پھر گھڑی کا جائزہ لیا۔ کچھ دیر سوچنے کے بعد اب اس نے سیکڑی کی سرنی کو اٹھائے شروع کر دیا ساتھ ہی دوسرے ہاتھ سے جانی کو کھانے کی کرشمہ کر رہا۔

اور بالآخر سیکڑی کی سرنی جب ایک جگہ پہنچی تو جانی گھوم گئی اور الداری کھل دی گئی۔  
"الداری کو پھر اسی طرح بند کرنا ہے۔ جو دیا نے اپنے ساتھی سے کہیں۔"

بیس آدم۔ آپ کوئی ٹکڑہ کریں؟ اس کے ساتھ نے جواب دیا۔

تھا اور دنیا بھر میں کسی سافٹ کا بھی والا ہوتا جس کے من کے ساتھ کوئی حقیقت نہیں رکھتا تھا۔ اس وقت وہ بھی ایک آپ میں تھا اور خاص دینی معلوم ہوتا تھا۔ ویسے وہ تھا مگر جی جی کا ہی اور جویا کا ایک انتہائی مستند اور مددگار ساتھی تھا اور اس نے اسے جویا کا نام کے من پر زینت تھا اور اس کے اسی جذبہ عشق نے اسے جویا کا انتہائی وفادار بنا دیا تھا۔

الداری کا دروازہ کھٹے ہی جویا نے اس کے اندر قدم رکھ دیا۔ سامنے ہی لفٹ کا دروازہ تھا۔ اس نے لفٹ کے دروازے کو کھولا اور اس کے اندر داخل ہو گئی۔ جلیب اس کے ساتھ تھا۔ جویا نے لفٹ کا اندر گراؤ پر غور کا جن دیا اور لفٹ تیزی کے ساتھ نیچے جانے لگی۔

چند سیکنڈ بعد ہی وہ جگہ کے تہ خانے میں موجود تھے، جہاں چاروں طرف لاگڑ لگے ہوئے تھے۔ اور ایک طرف ایک مخصوص کین تھا جس کے اندر کرسیوں کی ایک کایک کا قیام آئنا صندوق کے اندر دکھایا ہوا تھا۔

کیونکہ کایک معمولی کرشمے سے کھل گیا۔ جویا نے ایک صندوق کی طرف اشارہ کیا اور ایک نے اس کا تار بھی بلیئر کی دھاری کے کھول دیا، اب جویا نے اپنے ہاتھ سے گیٹ کو برابر کے صندوق پر رکھ دیا اور اس صندوق کا ڈھکن اٹھا دیا۔ کرسی کا تار ایک نے کھولا تھا۔ صندوق سو سو کے کرسیوں کے تاروں سے بھر اٹھا تھا۔ سب نے ٹوٹ تھے، جویا نے ان تاروں کے ایک سو تاروں کی طرف اشارہ کیا اور پھر اپنا پیکٹ کھولا اس میں بھی تاروں کے تاروں تھے۔ لیکن یہ سب جعلی ٹوٹ تھے۔ اس نے ان تاروں کی سلی تاروں کی جگہ صندوق میں رکھا اور پھر اس کا ڈھکن بند کر دیا۔ جلیب کو جیسے اپنے لڑکھن

کا بڑی علم تھا اس نے جلیب پر وہ تمام بے پیرای طرح لگا دیے جس طرح پہلے لگے ہوئے تھے۔ ساتھ ہی وہ انگلیوں کے نشانات سے ناگہمی نہیں بھولا تھا۔ نام کام میں ہی منٹ لگے تھے۔ جویا نے یہی اسی گیٹ کے قریب پہنچی۔ ریت نے کہا۔  
"باہر سب غریب ہے نام۔"  
"اوکے جویا نے جواب دیا۔ کھڑکی کھول دو۔"

وہ تینوں اب باہر آچکے تھے گیٹ کے باہر چوتھے آدمی نے کہ جو چکر دار کا مٹل ادا کر رہا تھا۔ تینوں کو دیکھا اور پھر ہوش چکر دار کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے چکر دار کو اٹھا یا اور جگہ کے گیٹ سے اس کی کمر لگا کر بٹھا دیا۔ ساتھ ہی اس کی راتقل اور ادرج اس کے اس رکھ رکھا اور پھر سیاہ وین کی طرف چلا گیا۔ جس کو جویا نے اسٹارٹ کر چلی تھی۔

مزدور جب ہوئی مزدور کے بیرونی گیٹ پر پہنچا تو اسے وہاں کوئی بھی دکھائی نہیں دیا۔ گیٹ کے باہر کاربانگ کا نام علاقہ سسٹان تھا۔ باہر کوئی بھی نظر نہیں آتا تھا۔ مرنام نے ایک ٹرک کو سوجھا اور پھر سوجھا دیا اسے وہ عبارت یاد آئی جو اس نے تیرے بھرت حملات اور اس کے ساتھیوں کی انگوٹھوں کی کھٹ کھٹ سن کر تیری تھی۔ وہ سمجھ گیا کہ وہ تینوں کاربانگ میں ہی کسی مگر چسپ گئے ہوں گے اور اس کا قاتل کر دیں گے وہ ان تینوں کی دانشمندی کی دل ہی دل میں تعریف کئے بغیر نہیں رہا تھا۔ ظاہر ہے تینوں نے سوجھا ہو گا کہ جب بھی وہ انہیں لگے۔ میں ان کا قاتل کر دوں گا۔ بڑی نفسیاتی حرکت تھی ان کی۔ مرنام ان لوگوں کی گفتگو کے ڈھنگ پر بھی تیرن تھا یہ سب کے سب ہمارا دل ہی ہمارا گفتگو کرتے ہیں۔ یعنی یہ سوجھا ہوا تھا کہ کھٹ کھٹ کی آوازوں کے ساتھ پیغام دوسری جگہوں پر پہنچا جاتا ہے۔ بالکل اسی طرح یہ ایک دوسرے کے پیغام دینے ہیں اور اس میں مباحث بھی کھٹے ہیں۔ انہیں کمر کی زبردست نہیں پڑتی۔ بلکہ ذہانت اور یادداشت سے کام لیتے ہیں مرنام کو ان کا یہ طریقہ بہت دلچسپ محسوس ہوا۔ اب جب اس نے کبھی کسی محرم یا کمر کے گرد گھومنے کا استعمال کرتے تھے نہیں دیکھا تھا۔ ویسے مرنام یہ بات تو سمجھ گیا تھا کہ ان لوگوں کا تعین کسی محرم غور سے ضرور ہے اور وہ دراصل یہی جانا جاتا تھا کہ یہ محرم کون سا ہے اور کس قسم کے جرائم میں ملوث ہے۔ ایک ٹرک کو سوجھنے کے بعد مرنام نے کاربانگ کی طرف قدم بڑھائے اور اپنی چوڑ شاس کا کمرے قریب پہنچ گیا

کھار اور بین کے درمیان رفتار کم اور زیادہ کرنے کا سبب زیادہ دیر  
محسوس جاتی رہا۔ یہاں تک کہ سفر نامہ نے تار جام کا ضعف خاصہ  
نہ کر دیا۔ دیے اس کا تین ہر چلا تھا کہ تعاقب کرنے والے  
جو کوئی بھی میں صرف تعاقب کر رہے ہیں اور تعاقب کے علاوہ  
ان کی اور کوئی نیت نہیں ہے۔ کیونکہ کوئی بار سفر نامہ نے اپنے کار  
کی رفتار اس قدر کم کی تھی کہ تعاقب کرنے والے اگر چاہتے تو  
اس کی کار سے آگے نکل سکتے تھے اور آگے نکلنے کے بعد روک  
جلانے پر مجبور کر سکتے تھے۔ لیکن ہوا یہ کہ جب بھی سفر نامہ نے اپنی  
کار کی رفتار کم کی، دین والوں نے بھی رفتار کم کر لی۔

کوئی بار سفر نامہ نے سوچا کہ اس سبیل کی ضرورت کیا ہے دین  
میں بیٹھے ہوئے لوگوں کی تعاقب کرنے کی بات تو کبھی نہیں آتی تھی۔  
لیکن وہ کیوں بڑول چور تک دیکھ رہے تھے؟ یہ بات خود اس کی سمجھ میں  
نہیں آ رہی تھی کہ وہ بھی ہر دم تھا کہ اس کے علاوہ کس کو دخل نہیں  
تھا۔ سفر نامہ خود روپ ٹکڑی کی سرکوں پر بھی اس سے دوڑ نکلا سکتا  
تھا۔

معاں کے ذہن میں غور کی سوچھی۔ اس نے کار میں  
لگے ڈرائیور کو ان کی تھوڑی دیر بعد ہی تھری ڈیم کے بیڈ کو ٹر  
سے رابطہ قائم ہو چکا تھا۔ "ہیلو ڈرائیور! اسپیکنگ۔"

"معلوم ہے، بغور وارہ سفر نامہ نے جواب دیا وہ ہمیشہ  
کا آغاز کو بڑی پہچان گیا تھا جو ہمیشہ اس کی خبر موجودگی میں ٹیلیفون  
پر ڈرائیور کا کارداراوا کرتا تھا۔

"اوہ، یہ آپ ہیں۔" ڈیمیر نے دوسری طرف جیسے غصہ مڑی  
سانس لی۔

"کہاں کا سفر ہے؟"

"خود سے بل رہا ہوں۔" سفر نامہ نے سن کر جواب دیا۔

"بھلی غلطی میں کا کہی آؤ اذ صاف طور پر سن رہا ہوں

کہتے تو یہ بھی باتوں کا جواب شہر سے کس طرف اور کتنی دور ہے؟

"میں بس مان لیا۔" ڈیمیر نے جواب دیا "سفر نامہ نے سن کر جواب

دیا اور پھر اسے ہلکی سی ہلکی آئے دے داند کی تفصیل بتاتے ہوئے

کہا: "آپ میں تار جام جانے والی شاہراہ پر ہیں۔ دین میں وہ

تینوں آدمی میرے پیچھے دوڑ رہے ہیں؟"

"تو کیا میں آؤں؟" ڈیمیر نے پوچھا۔

"نہیں، اس کی ضرورت نہیں۔" سفر نامہ نے جواب دیا۔

آج ڈرائیور کے موٹوں میں ہوں، اگر آج گھر نہ آسکوں تو پرہاد ذکر کیا

یہ بات اس کے کچھ اذیت کو سامنے رکھتے ہوئے کہی تھی۔

"کیا مطلب سب کیا کرنا چاہتے ہیں؟"

اس وقت میں بہت پریشان اور کھلم کھلا تھا کیونکہ اس پر غصہ  
ہو سکتا تھا لیکن اسے اسے نہیں اور وہ اپنی طرح کچھ گیا کہ وہ لوگ صرف  
اس کا تعاقب کر رہے تھے۔

موت نامہ نے چابی لگا کر کار کا دروازہ کھولا۔ اور اس نے

ڈرائیور تک سیٹ پر بیٹھ کر کار کو چلا دیا۔ سفر نامہ کی یہ سہولتیں اس کی

اسپیشل کار تھی اور اس کی خصوصیات طور پر تیار کر کے بنائی گئی تھیں تاکہ وہ

پر بہت پر دانت تھی۔ اس کے ٹینک میں تین مختلف قسم کے

ڈیزل کے سٹ سے بن گئے تھے۔ ایک بن کو دبانے سے کار

کے آگے اور پیچھے بہت تیزی سے اسپیشل کو چڑھ جاتا تھا۔ دوسرے جن کا

تعلق کار میں بیٹھے ہوئے ایک پائپ سے تھا کہ اس کے ڈیم سے

گیس یا دھواں خارج ہو سکتا تھا۔ ایک اور جن کے دبانے سے

کار کی ڈیڑھ سے زیادہ رفتاروں کو چلا یا جاسکتا تھا اس کے ساتھ

لگے دوسرے جن کا تعلق انجن میں فٹ دور انگلیوں سے تھا، اگر

کار کی تھی، ایک مضبوط غلط تھی، اس پر طرہ یہ بہت ہی تھی۔

اگر چہ دیکھنے میں یہی نہیں لگتی تھی اس کے باوجود انتہائی تیز رفتاری

سے چلانے کے باوجود کار شریک پر اس طرح دوڑتی تھی جیسے

پانی میں آگ دوڑ رہی ہے۔

جیسے ہی سفر نامہ کی اسپیشل کار ٹرک سے باہر نکلی، سفر نامہ

نے ٹرک کو روک دیا۔ ایک جن کو دیا اور اس کے ساتھ ہی کار کے

آگے اور پیچھے بہت تیزی سے اسپیشل کو چڑھ گیا۔ تھوڑی دور لگے جانے

کے بعد سفر نامہ نے سامنے لگے آگے میں دو تھکا کہ ایک سیاہ رنگ

کی دین ٹرک سے نکلی ہے اور اس کی طرف آ رہی ہے۔ وہ سکاڑا۔

جیسے ہی سیاہ دین سفر نامہ کی کار کے قریب پہنچی اس نے اپنے

جن دین کی ڈرائیور تک سیٹ پر بیٹھے ہوئے شخص کی صورت دیکھی

وہ اس کی ہی تھی اس سے ایک تھا۔ اس نے اپنی کار کی رفتار رکھ کر

دیا اس کے پیچھے آنے والی دین کی رفتار بھی بڑھ گئی تھی سفر نامہ

نے اپنے بعد دوڑنے سے مختلف سرکوں پر کار کو دوڑایا۔ دین بھی اس

کے تعاقب میں آتی رہا۔ دین کی دین رہی۔

اب سفر نامہ نے کار کا رخ مل روڈ کی طرف موڑ دیا تھا۔

بل روڈ آگے جا کر تار جام جانے والی شاہراہ سے مل جاتی تھی۔

جس کے دونوں طرف کافی دور تک پہاڑیوں کا سلسلہ چلا گیا تھا۔

جن دوڑ پر پہنچنے کے بعد سفر نامہ نے اپنی اسپیشل کار کی پسند اور برضا

دی اور دین کے ساتھ اس کی کار کا فاصلہ بڑھنے لگا۔ لیکن یہ

فاصلہ زیادہ دیر سے محسوس جاتی رہا۔ سفر نامہ نے تار جام کو جان بولی

شریک پر جیسے ہی دونوں گاڑیاں پہنچیں۔ یہ فاصلہ کم ہونے لگا۔

دین کی اسپیشل گاڑی پر چڑھادی گئی تھی۔

کے لئے وہ کاؤنٹر پر ہی آکر ڈروے کیا تھا۔ مالا کتاب رات کے کھانے کا وقت ہو گیا تھا۔ مہرنامہ کانپیل تھا کہ نقاب کرنے والے پریشان ہو کر کہیں دک ماہیں گے پھر ممکن ہے رات میں روپ ہنگ کے لئے وہ کلاسفرز کریں۔ لیکن اس خیال کے بغیر اب اس نے اعلان کر دیا تھا کہ قیام نہیں کریں گے بلکہ ان کو واپسی کی جگہ ہے۔ درندہ چائے کے پکاتے کہیں کھانا کھائے مہرنامہ سب باقی صبح رول تھا کہ اس کے کان میں آواز آئی۔

”مہرنامہ نے پریشان کر دیا ہے بیٹریں میں سے ایک کی۔“

آواز نہ تھی۔  
 "یارِ رحمت ماننا چڑھے گا، اس نے تمہیں کھلا بلا مجھنا چرچ۔"  
 رنجیت نے جلدی کر کھلا رہتھا مری طرح سڑنایا اور پھر  
 تیسرے آدمی کو مخاطب کرتے ہوئے بولا۔  
 "مگر یکیب بتلوا کیا خیال ہے۔ وہاں چلنا ہے یا وہی اوڑ  
 آواز گردی کا ارادہ ہے۔ میں نے مدب نگر میں کہا تھا کہ تعابت  
 بے کار ہوگا۔"  
 "وہاں نہیں گئے درست یہ یکیب نے جو جاسمیت میں  
 دوسرے افراد سے بھاری اور خطرناک نظر آتا تھا جواب دیا  
 "ابھی مل پھینچا نا ہوگا؟"  
 "آج ہی؟ رنجیت نے پوچھا۔  
 "ہاں، تاہم کا حکم ہے؟"

انجی ویر میں اوپر چائے میز پر رکھ گیا اور وہ خاموشی کے ساتھ چائے میں مصروف ہو گئے لیکن نمرغ قاسم کا ذہن مال المادام میں الجھ کر رہ گیا۔ ان لوگوں پر شبہ تو پہلے ہی تھا۔ لیکن اب یقین ہو چکا کہ ان لوگوں کا نذر درسی ایسے گروہ سے تعلق ہے جو بردہ فروشی اور اسٹاکنگ کرنا ہے۔ اس کی میز پر بھی چائے آگئی تھی اور وہ بھی آہستہ آہستہ گھونٹ لینے لگا تھا۔ وہ منیوں اگل سے تعلق ہے فواد برک خاموش بیٹھ چائے پی رہا ہے تھے۔ وہ چاہتے بھی تو نمرغ قاسم کو نہیں بھیان سکتے تھے۔

ملیک رزینت اور ان کا تیسرا ساتھی چائے پی کر اٹھے اور دین میں جا بیٹھے مگر غم رینی جگہ جا برا بیٹھا تھا۔  
 تھوڑی دیر بعد ہی دین کا کزن جاگ اٹھا اور وہ تیر کی طرح آگے بڑھ گئی۔ دین کے جانے کے بعد مرنے والوں کے ساتھ اٹھا اڑا دیں اور کئے بعد چائے خانے سے باہر نکل آئے۔  
 اسے جیسے دین کی پروا ہی نہ تھی۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اس کی بہن شکاراں کو بہر مال جانے لگی — باہر نکلنا اس کی بہن نے اپنی تعلیم کے باعث کاسٹریٹ غریب اور کارکن جا بیٹھا۔

”مک نیل ہے ذہن میں۔ اور تمہیں معلوم ہے میں اپنا خیال  
وقت سے پہلے بھی ظاہر نہیں کیا کرتا۔“  
”اپنا خیال رکھنے کا یہ فیصلہ نے سوچ کر کہا۔  
”اُدھ۔“ مرقم نام نے جواب دیا۔ ”اب زیادہ مفادار  
بننے کی کوشش مت کرو۔“  
”میرا مطلب ہے تعاقب کرنے والے تین ہیں؟“  
”روشنی نہیں ہو سکتے تھے۔ تم کوئی فکر نہ کرو۔ ذہن  
کو سہما دینا۔“

شاہد وہ اپنی کسی سہیلی کے یہاں ساگرہ میں کہیں گئی ہوئی تھی۔  
 غیب سے جواب دیا۔  
 ”مجھے معلوم ہے یہ عزرا م نے کہا اور عزرا مسیح کو بند کر دیا۔  
 اس کی آنکھوں میں ایک مخصوص قسم کی شغنی اور بہل پر  
 سکرانٹ وضع کر رکھی تھی۔ اس نے ایک ہی پر دہاؤ بڑھا دیا اور کار  
 ہوا سے ہاتھ کرے گئی۔ اس سے پہلے وہ کلاسار ڈی سیڈیک  
 کرنا پس عبولا تھا۔ وہ کی رفتار بھی بڑھ گئی تھی۔ لیکن ظاہر ہے وہ  
 اسپرٹس کار کا مقابلہ نہیں کر سکتی تھی۔ خاصہ بڑھتا رہا لیکن عزرا م  
 نے اتنا خاصہ زور دے دیا کہ وہ اپنے دماغ کو اس کی کار نظر آئی ہے۔  
 نصف گھنٹہ کے بعد وہ مار جلم کی حدود میں داخل ہو چکا تھا  
 شہر میں داخل ہوتے ہی اس نے کار کو نائٹ طرٹ ایک گلی میں روک  
 دیا۔

خداوند تعالیٰ نے دین و دھرم کے لئے جو کچھ چاہا اس میں سوائے ان کے کسی اور کو نہیں دیا۔ لیکن ان کے لئے جو کچھ چاہا اس میں سوائے ان کے کسی اور کو نہیں دیا۔ لیکن ان کے لئے جو کچھ چاہا اس میں سوائے ان کے کسی اور کو نہیں دیا۔

اب مہرنامہ آگے جانے والی سیاہ دین کا تعاقب کر رہا تھا  
جو تارکول کی مختلف سڑکوں پر گھسی کہ اوجھسی تیز رفتار سے دوڑ رہی  
تھی۔ آخر وہ ایک چائے خانے کے پاس جا کر ٹھک گئی مہرنامہ نے  
بھی اپنی کار کو کچھ خانے پر روک لیا تھا اور وہ بھی آہستہ آہستہ قدم  
اٹھاتا ہوا چائے خانے میں داخل ہو گیا۔  
وہ نینول ایک میز پر بیٹھ رہے چائے کا انتظار کر رہے  
تھے۔ مہرنامہ بھی ان کے قریب ایک دوسری میز پر بیٹھ گیا چائے



جوتے کرتا رہتے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شہر میں جعلی نوٹوں کا جال پھیل چکا ہے اور اب وہ لوگ بھی جن کے پاس دراصل کوئی نوٹ ہی بازار میں اس دھڑے جاتے ہوئے کھبتے ہیں کہ ان کا نوٹ بھی جعلی نہ نکل آئے ان گرفتار ہونے والوں پر صاحب جیلریت لوگ کچھ زیادہ تھے۔ اس لئے اس خبر نے اچھی خاموشی پیدا کر دی تھی۔

مظہار نے کئی بار ان دونوں خبروں کو چڑھا کھٹک اچھٹا لے ان خبروں کو اپنے اپنے طور پر حاشیہ آرائی کے ساتھ چھاپا تھا۔ بعض نے تو ملک مزین کچھ زیادہ ہی ملادیا تھا۔ پریس پر بھی کوئی شکستہ چینی کی تھی اور اندیشہ ظاہر کیا تھا کہ اگر جعلی نوٹوں کے چلنے کا یہی عالم رہا تو ملک احمد طاہر زور کا شکار ہو جائے گا۔ مظہار نے احمادات کو میز پر رکھ دیا اور وہ غور و فکر میں ڈوب گیا اسے یہ خبر یقینی نہیں ہوئی کہ زہرہ اور ظہیر کس وقت میز پر آئے اور کب خاشاکاں ناشتہ چن کر کھا گئی۔ زہرہ اور ظہیر اپنی اپنی جگہ خاموشی سے غور سے مظہار کے چہرے پر اتار چڑھا کر دیکھ رہے تھے۔

”ظہیر صاحب آپ ناشتہ شروع کر لیں۔ بھیا تو آج فکر کے غلطے کھا رہے ہیں۔“ بلاخر زہرہ نے بوجھل غامضی سے کوٹوٹا اور مظہار جیسے چمک چڑا۔ ”کب آئے آپ لوگ۔“ اس لئے پوچھا۔

”جب آپ بھل نہیں تھے۔“ ظہیر نے جواب دیا۔  
”پھر میں کہاں تھا؟“ مظہار نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔  
”ہریوں کے دیس میں بول گئے۔ میں کیا جانوں۔ بات یہ ہے کہ جب لوگ نذر دست سے زیادہ جوان ہو جاتے تو آوارہ رہ جاتے ہیں۔ کچھ مڑکوں کے آوارہ اور کچھ سستے جاگئے خرابوں کے۔ اگر شادی کر لیں تو یہ سب جھگڑے مٹ جاتے ہیں۔“  
”بہت خوب۔“ مظہار نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔  
”شہار اپنے بارے میں کیا خیال ہے۔“

”میں ذرا ناچیز قوم پرست ہوں۔ پھر آگے جڑے تو میں بھی آگے بڑھوں۔“ ظہیر نے جواب دیا۔

”اور وہ کسی نے کلبہ کے چیراں فی پزندہ مریاں...“  
”وہ تو فارسی میں ہے میں تو اردو میں ثابت کر رہا تھا۔“  
ظہیر نے مظہار کی بات کھٹے ہوئے مسکرا کر کہا۔

”اوہ بھی شہار ہے جو پیش کردی کا رنگ نمایاں ہے۔“  
مظہار نے کہا۔ ”میری بات تو اردو وچھوڑ دو۔ سب کچھ جانتے گا۔“  
”مرا دور دست فرماتے ہیں۔“ شہار نے جوابی چابی کر سکتے

اپہوش کار اب روپ نگر جلنے والی شاہراہ پر دھن دھن  
تھی نصف گھنٹہ کے بعد ہی مظہار کو آگے جانے والی دین کار  
نظر آگئی۔ اس نے اپنی کار کی رفتار کو کم کیا اور پھر ہیڈ لائٹس کو  
آف کر دیا ہے۔

تغائب کا یہ سلسلہ اس وقت تک کا سیانی کے ساتھ  
جاری رہا۔ جب تک وہ روپ نگر کے قریبی علاقے میں داخل  
نہیں ہوئی۔ تمام راستے دین میں سوار ہر فرد سے کسی ایک کو  
بھی تغائب کا شہ نہیں ہوا۔ لیکن جیسے ہی وہ قریبی علاقے میں  
داخل ہوئی کہ جہاں برقی فکس تاریکی کو غل رہے تھے۔ دین میں سوار  
سوارانہ آواز نے اپہوش کار کو روک دیا۔ من اتفاق سے جس وقت  
ان لوگوں نے اپہوش کار کو دیکھا، من اس ہی وقت مظہار نے  
کار کا ہیڈ لائٹس کو آف کیا تھا۔ اس سے تینوں افراد کو بھی زیادہ  
چمک پڑے۔

دین کے ڈرائیور نے روپ نگر میں داخل ہونے کے بعد  
کار کو دو بجوڑا۔ ایک جگہ جیکبڑا۔ اور دوسری جگہ ان کا  
تھیر لاسٹی جس کا نام مظہار کو معلوم نہیں ہو سکا تھا۔ لیکن مظہار نے  
صوت دین کا پیچھا نہ ہی ضروری سمجھا۔

اپہوش دین دل شاد ہوئی ایک فیٹ کے آگے پہنچ  
کر رک گئی۔ رنیت دین سے اترا اور فیٹ میں داخل ہو گیا۔

اور مظہار اس وقت تک وہیں رہا جب تک زہرہ اور  
وہیں نہیں پہنچ گیا۔ جسے مظہار نے ڈائیمٹر پر اطلاع دیدی تھی۔

لگے روز معمولات سے فارغ ہو جانے کے بعد مظہار  
ٹھیک سات بجے ڈائیمٹر میں پہنچ چکا تھا۔ اس معاملہ میں  
وہ وقت کا بہت پابند تھا۔ سوائے تیز معمولی حالات کے وہ  
روزانہ ٹھیک ساٹھ سے سات بجے جیل پہنچتا تھا اور آٹھ بجے  
تک اخبارات کا مطالعہ کرتا تھا۔ آٹھ بجے زہرہ اور ظہیر جیل پر  
پہنچ جاتے تھے اور پھر ناشتہ شروع ہوتا تھا۔

اخبارات میں مقامی خبروں میں دو خبریں بہت دل چسپ  
تھیں۔ ایک خبر قتل کی ایک واردات کے سلسلہ میں تھی۔ راج راجو پر  
ایک نو جوان کی لاش پائی گئی تھی۔ اور لکھا تھا کہ پولیس مقتول کو  
کو شناخت کرنے میں کامیاب نہیں ہوئی اور قتل کا سلسلہ  
جاری ہے۔ خبر کے ساتھ مقتول کی تصویر بھی تھی۔ دوسری خبر بھی  
بڑی اہم تھی۔ اور وہ شہر میں ہونے والی گرفتاریاں کے بارے  
میں تھی۔ اس خبر میں لکھا تھا کہ جو لوگ گرفتار تھے ان کا متعلق  
سماج کے مختلف طبقوں سے ہے اور یہ سب جعلی نوٹ چلانے

کھسکائے۔ جیسے ہی اس نے اس میں سے ایک اعلیٰ کی رضا  
کر کھولا۔ وہ چمک پڑی۔

”اے۔ یہ تو وہی ہے؟ وہ منبر ہی منبر میں بڑھائی۔  
”کون۔ وہی کون ہے؟“ مرنام چونکا۔ ”پیر نے بھی زہر  
کے چہرے پر آئی ہوئی تنہا کر کے عزت سے دیکھا۔

”بالکل وہی بھائی جان۔ میں نے اسے ہی تو دیکھا تھا؟“  
اب مرنام زہر کی بات کر بھوکھا گیا تھا۔ اس کی نگاہوں  
میں نرجان کے منہ کی خبر گھوم رہی تھی۔

”کہاں دیکھا تھا تم نے اسے؟“ مرنام نے پوچھا۔  
اور پھر زہر نے مرنام کو پوری تفصیل بتائی۔ اس نے  
اس پر زہر کی عزت کا خاص طور پر متذکرہ کیا تھا۔۔۔  
”تم نے اس کا تعاقب کیا۔ جزوری بھائی! مرنام  
نے پوچھا۔

”وہ باتوں کی وجہ سے۔ اول تو یہ نرجان نفیس لباس  
پہنے ہوئے تھا اور ایک معمولی عورت کے سامنے اس طرح  
مر جھکاتے اس کی ڈانٹ بھلا کر سن رہا تھا کیسے وہ کوئی دیوی  
بر۔ اور دوسری وجہ اس کی انگوٹھی۔“

”انگوٹھی؟“ مرنام ایک بار پھر چونکا۔ ”کیسے تھی وہ انگوٹھی؟“  
”کئی فاحش نہیں تھی اس میں۔ سوائے اس کے کہ اس کا  
ٹمک قد سے بڑا تھا اور وہ پھر سونے کی تھی۔ ایک معمولی عورت  
کے ہاتھ میں تھی انگوٹھی دیکھ کر مجھے حیرت ہوئی تھی۔“  
”نہیں یقیناً ہے؟“ دل شاد نگر کے من میں غیبت میں گئی وہ  
اس کی کار کا۔

”یقیناً ہے تو نہیں کہہ سکتے مگر دہلی جس اہلکار کے ساتھ  
اس نے دروازے کا لاک کھولا اور وہ اندر گئی اس سے تو نہیں  
محسوس ہوا تھا؟“

”یاد کر کے بتاؤ۔ غیبت لب شرک ہے؟“ مرنام کے  
ذہن میں وہ غیبت گھوم گیا جس میں رنجیت داخل ہوا تھا۔

”جی نہیں بھائی جان۔ وہ بالکل آخری نظارہ میں تھا۔ جس  
کے پیچھے مذہبی بہتی ہے اور ایک ہائی لین میں اس کا دروازہ  
بہر۔“ مرنام نے سید کو ہاتھ سے غصہ کیا۔ ”اے ذرا ایک  
پانی اور قربان؟“ اس نے زہر سے کہا اور پھر کچھ سوچنے لگا۔  
اس وقت میں پیر اخبار کا کارڈوں میں غور کر چھو چکا  
تھا اس نے اخبار ایک طرف رکھتے ہوئے کہا۔

”یہ جعلی نوٹوں کی خبر بھی بڑی سنسنی خیز ہے؟“  
”سب تو یہی؟“ مرنام نے جواب دیا۔ پھر کچھ دیر سوچنے

میں۔ ہم تو عزت بردار کے قاتل ہیں؟“

زہر نے جو بڑی دل چسپی کیا تھا ان مکالموں کو سن رہی تھی۔  
آہستہ کی آہستہ مرنام کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

”بھائی جان! واقعی اب شادی کر ہی ڈولے۔ بھابھی  
کی بڑی نانا ہے جیسے۔“

”آج کی کوئی شادی کی جا تو جیسے اچھی ہے؟“ مرنام نے  
شروع نکلیا۔ ”زہر کو دیکھتے ہوئے کہا۔

”ابھی شادی کا تذکرہ کس غرض بردار سے کر رہی ہیں کہیں۔“  
”بھائی جان۔“ زہر نے جھپٹ کر مرنام کو ڈکھا۔ ”آپ  
بڑے وہ ہیں۔ بات کو نکلنے میں تو آپ کا جواب ہی نہیں ہے۔“

”بات کہاں مل رہی ہیں؟“ مرنام کا جواب اب کچھ  
بدلتی ہو گیا تھا۔ ”پیر تو مجھے بہن کے ہاتھ پیر کر کے ہیں؟“

”نہیں مائیں نے بھائی جان آپ۔ سچ میں آٹھ کر چلا جائیگا؟“  
”اے جانا تو نہیں ہے جی، دو دن کے لئے ہی ہے۔“

”وہاں پرے کہ پھر میرے ساتھ ہی رہو گی؟“ یہ بات مرنام نے  
پیر کی طرف دیکھتے ہوئے کہی جو نگاہیں جھکائے ہوئے تھا۔

”زہر نے مرنام کی حرکت دیکھ لی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ مرنام  
کاشنا کیا ہے۔ لیکن اس نے اپنے چہرے پر کوئی رنگ نہیں آنے دیا۔

”وہی میں آپ کو دکھا رہی ہوں؟“ زہر نے مرنام کی بات  
انظر انداز کرتے ہوئے کہا۔ ”مجھے یقین ہے پسند آگئی ہو گی؟“

”کیا مطلب۔“ پندرے تہائی مراد کیا ہے؟“  
”مرمت۔“ زہر نے کہہ دیکھے کہ پسند آگئی۔ پھر جس باروں میں اور اکام؟“

”مرنام نے پتھر لگایا تو ادنیٰ ملاحظہ۔“ جھپٹ کر پیروں کی گئی۔  
”اے مرنام صاحب! اب آپ سنجیدگی سے اس بارے

میں بھی سوچئے۔“ آخری درجہ کی پہلی بار پھر بولا۔  
”بھئی، ابھی میں ہی احوال اس پتھر میں نہیں چڑھا چاہتا۔“

”مرنام نے کہا۔“ سچ بات کہیں کریں نے اس بارے میں سوچا ہی  
نہیں۔ تم جانتے جس ہو کر میری زندگی کا ایک مشن ہے، اور پھر

مجھے۔۔۔ شادی کا مطلب یہ ہو گا کہ میں باتوں میں مشن کو ترک  
کردوں یا اس کی طرف کیلئے غائب ہوں جاؤں جو میرے یہاں وہ نہیں

ان کر آئے؟“  
”پھر میری بات تو تم لوگوں کے ساتھ بھی ہے؟“ زہر نے ٹوکا۔

”نہیں، میری مٹی نہیں؟“ تم ہمیشہ اس مشن میں شریک نہیں  
دیکھیں اب میں تیار۔۔۔“

”نہیں میں اب رہنے دیکھئے؟“ زہر نے مرنام کی بات کو  
دوران میں سے کاٹ دیا اور ہاتھ بڑھا کر اخبارات کی طرف

کے بعد بولاب غمیر تم زار سے کہو کہ وہ پوسٹ مارم کی پڑی  
کو حاصل کرے۔

”جی بہتر یہ غیر سے جواب دیا اور بہتر سے اٹھ گیا۔  
”اور سوخو، تم زہرہ کو ٹیکر دل شاد کرنا ہوتا ہے اس غیث کی  
عزائی ضرور ہے۔ زہرہ غیث دکھا کر وہاں آجائے گی۔  
”اگر وہ بروہی عورت باہر جائے تو کیا میں اس کا تعاقب  
کوں؟“ غمیر نے جڑ بھری تھا، پوچھا۔

”نہیں، تم دیکھو گے کہ وہاں کون آتا ہے۔ اگر کوئی مستتر  
آوی دکھائی دے گا اس کا تعاقب کرنا ہے۔ بروہی عورت کے  
بارے میں بعد میں دیکھا جائے گا۔ لیکن یاد رہے اگر تمہیں کسی  
کے تعاقب میں جانا پڑے تو زہرہ کو اس کی اطلاع ضرور دینا  
شاید یہی نہی سکوں گا۔“

”بہتر ہے“ غمیر نے کہا اور تھری زید کے غمیر بیڑ کو ادر  
جانے کے لئے کمرج کی طرف چلا گیا، جہاں سے بیڑ کو ادر کو غمیر  
راستہ جانا تھا۔

مغرب نام ان دنوں ذہنی طور پر بہت مصروف تھا۔ غاص طور  
پر جہتی فوٹ والا معاملہ خدا اس کے لئے بے حد سستی غیر ثابت ہوا  
تھا۔ ہر صوم نوجوان کے قتل کی واردات سے اس نے بار بار جہلی  
رست والے محلے کو تڑپنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن اس کوشش میں  
کامیاب نہیں ہوا تھا۔ اسے اس کی جہلی میں بار بار اس کی تھی کہ وہ  
ادر غور کرے۔ وہ دونوں الگ الگ محلے میں ایک ہی  
سلسلہ کی کڑی ہیں۔ اس وقت بھی وہ اس تمام معاملے پر غور کر رہا  
تھا ادا اس گئی کو سلجھانے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس نے بار بار  
پوسٹ مارم کی رپورٹ اور نوجوان کے قتل کے سلسلہ میں پورس  
کی تفتیش کی تفصیلات کو پڑھا تھا جو اسے تھری زید کے ایک  
ایجنٹ کے ذریعے موصول ہوئی تھیں جو پورس بیڑ کو ادر میں کام  
کرنا تھا۔ لیکن بار بار پڑھتے پر بھی مغرب نام ان میں کوئی خاص نکتہ  
تلاش نہیں کر پایا تھا۔ عام کی باتیں تھیں۔ البتہ یہ بات بہت  
صاف تھی کہ پورس کی تفتیش میں کس بھی شہر کے طور پر بھی جہلی فوٹ  
والے محلے کا ذکر نہیں تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ پورس ان  
دونوں معاملات کو الگ الگ سمجھ کر رہی ہے۔ مغرب نام کو کبھی  
بہک رنجیت اور بروہی عورت کی کڑائی کرنے والے تھری زید  
زید غور سے بھی کوئی خاص اطلاع موصول نہیں ہوئی تھی۔ اس کی  
رپورٹوں میں سسٹن ایک ہی بات کہی جا رہی تھی کہ ان دونوں  
مسلے کوئی نہیں آیا البتہ کئی بار وہ اپنے اپنے غیث سے باہر

مزدور گئے۔ لیکن بازار سے کچھ خرید و فروخت کر کے وہیں آگئے۔ بازار  
بارتے میں وہ کسی سے نہیں ملے۔ اس صورت حال سے مغرب نام نے  
مغرب نام نے زید تھری اور زید فوٹوں کو دہشت گردی تھی کہ وہ بہت  
ادر بروہی عورت کے غیث میں ڈیوٹیو ڈرائیور چھاپا دیں تاکہ غیث  
کے ادر کوئی بات ہوئی ہو تو اس کو سنا جائے۔ یہ ڈیوٹیو ڈرائیور  
امی کے بیچ کے سائز کے اسی حالات کے ڈرائیور تھے جن کے  
ساتھ کسی رتی تاری کی ضرورت نہیں تھی۔ ان کی فریڈرکھی میٹ تھی  
اس فریڈرکھی پر ان کے ذریعے تھری زید کے بیڑ کو ادر میں تمام انگلر  
کوسا اور بیڑ کیا جاسکتا تھا۔ بشرطیکہ وہ بیڑ کو ادر سے پانچ گھنٹہ  
کے دترے کے ادر جہلی میں سے زیادہ فاصلہ بروہی ان کے  
ذریعے انگلر سسٹن کا اشتعال کرنا پڑتا تھا اور تھری زید کے  
ایجنٹوں کو بیڑ رکھاؤ کم ڈرائیور سمیت رہا کرتے پڑتے تھے۔ غمیر نے  
سے دل شاد کر کے دونوں غیث جن میں رنجیت اور وہ بروہی  
عورت تھیں۔ پانچ گھنٹہ کے دترے ہی میں واقع تھے۔

مغرب نام کو ٹیکر مطلق انداز میں ان دونوں معاملوں پر غور کر رہا  
تھا کہ ان کا خفیہ بیڑ کو ادر کی لیب سے بڑی تیزی کے ساتھ باہر آیا۔  
اس کا چہرہ منتہا ہوا تھا۔ اور انھوں میں شریک اس امر کی غمازی  
کر رہی تھی کہ وہ کسی غاص اطلاع کے ساتھ لیب سے باہر آیا ہے۔  
ذکر کا تھری زید میں اپنا کوئی شہر نہیں تھا۔ لیکن وہ تمام کاناٹ  
تھا اور مغرب نام کی غیر موجودگی میں زید دن کے عہد پر ہی کام کرنا تھا۔  
اور مغرب نام نے ذکر کو اس طرح آتے دیکھا تو چونک اٹھا۔  
ذکر نے غالباً مغرب نام کی آنکھوں میں اٹھنے والے سہولت  
کو پڑھ لیا تھا۔ مقابل کے صورت پر اس نے بیٹھے ہوئے کہا۔

”بہت اہم اطلاعات ہیں مغرب نام صاحب۔“  
”سپیش پیار ذکر کو بروہی اور میرے خیال میں جہلی فوٹوں کے  
سلسلہ میں کچھ معلومات لاتے ہو۔“  
”آپ کا خیال درست ہے؟“ ذکر نے جواب دیا۔  
”جو معاملہ خاصہ دلچسپ بنا گیا ہے۔“  
”چھوڑ دی سہنس،“ مغرب نام نے کہا۔  
”بتانا ہوں، آپ تو سانس بھی نہیں لینے دیتے۔“  
”بول،“ مغرب نام نے بنگا را بھرا۔ ”اچھا تو تم سانس لو۔“  
”یہ ذرا کیس ہوا؟“

”ارے نہیں،“ ذکر بہ غیث بولا۔ ”میرا مطلب یہ تھا کہ وہاں  
تھا، لہذا آپ تو سر سول پر بیٹھیں۔“  
”بیٹھیں پر سر سول پر خود دار،“ مغرب نام مسکایا۔ ”مجھے واقعی کچھ  
بہت اور بھرپور ہمارے پاس کچھ خاص معلومات بھی نہیں ہوں گی۔“

نے یہ روپے بیک سے بیک کیش کر کے حاصل کئے ہیں۔ درکار  
اور دروزوروں کا کتنا تھا کہ انہوں نے جو فٹ پلانے وہ انکے ٹیکسری  
مالکوں نے خزانہ کی صورت میں دے دیے تھے۔ جب اس سلسلہ کا مکان  
سے پولیس نے پوچھا تو انہوں نے بھی یہی کہا کہ انہیں یہ نوٹ  
بیک سے ملے تھے۔

”کس بیک سے؟“ مرقم نے پوچھا۔  
ایسٹ بینک کی مقامی برانچ سے؟ ذکر کرنے جواب دیا۔  
”آپ پولیس بیک کے ملازمین اور انصران کے پیچھے بڑی ہوتی ہے۔“  
”میرا خیال بھی کچھ ایسا ہی تھا۔ بیک کے ملازمین کے بیانات  
کیا ہیں، معلوم کرو۔“ مجھے یہ بیک میں دیکھنی کی ایک دلچسپ وارنٹ  
عمرس ہوتی ہے۔

”پولیس نے بیک منیجر کیشیرز کیڈر اور اسٹراٹگک روم  
کے انچارج کو حراست میں لے لیا ہے۔ ذکر کرنے سلسلہ کلام جاری  
رکھتے ہوئے کہا۔ لیکن ان میں سے کسی سے بھی کوئی خاص بات معلوم  
نہیں ہو سکی ہے۔ البتہ اسٹراٹگک روم کے اندر اس صندوق میں  
لوگوں میں سروس کے کوئی نوٹ رکھے جاتے ہیں۔ کچھ جعلی نوٹ اور  
لے لیں۔“

”اس کا مطلب ہے کہ اسٹراٹگک روم سے جعلی نوٹ  
کیشیرز کے پاس پہنچے اور اس نے ان کو تسلیم کر دیا مگر اسٹراٹگک  
روم کیسے پہنچے کیسے؟“

”بیانات معلوم نہیں ہو سکی۔ پولیس اسی سلسلہ میں پوچھتا  
کر رہی ہے۔“ ذکر کرنے جواب دیا۔  
”میرے خیال میں یہ بات ممکن نہیں ہے۔ بیک منیجر یا  
اسٹراٹگک روم کے انچارج نے جعلی نوٹ صندوق میں رکھے ہونگے۔“  
مرقم نے کہا۔

”لیکن پھر اس کے علاوہ اور کیا سرچا جاسکتا ہے؟“ ذکر  
نے پوچھا۔

”جو سکتا ہے بیک میں ذکر پڑا ہو۔“ مرقم نے راستہ نما ہر  
مقطعی نہیں۔ مرقم کے سوال کا جواب دیتے ہوئے

ذکر نے کہا۔  
”بیک کے تمام لوگ محفوظ ہاتھ لگے۔ پولیس کو بھی اس  
سلسلہ میں شبہ ہوا تھا۔ لیکن کوئی علامت ایسی نہیں پائی گئی جس  
سے اس کو خراج دیا آگے بڑھا یا امان۔ کسی دروازے یا لاک پر انگلیوں  
کے نشانات نہیں پائے گئے۔ اگر بات گئے تو ان ہی لوگوں کے  
پوشمیں ہیں۔ بیک کا چوکیدار کہتا ہے کہ وہ تمام رات ڈیوٹی دیتا  
ہے اور اس کا کہنا یہ ہے کہ ایک رات بھی سڑوفا بھرتی ہو گئی تھی

مرقم نے دراصل یہ کہہ کر ذکر کو کھانا کھانا۔ اس کو معلوم تھا کہ  
ذکر اس طرح کا سسپنس اسی وقت پیدا کرتا ہے جب اس کے پاس  
کچھ اہم معلومات ہوتی ہیں۔

”جیسی کہ چھوڑ دیا گیا ہے۔“ ذکر نے جیسے دھماکا کیا۔ وہ ہمیشہ  
کی طرح مرقم کے نسب پانی سے کا شکار ہو گیا تھا۔

”کس کو چھوڑ دیا گیا ہے؟“ مرقم نے پوچھا۔  
”ان سب کو تین جلی فروشوں کے سلسلہ میں گرفتار کیا گیا تھا۔“

ذکر نے جواب دیا۔

”ہر کوئی اطلاع دہی۔“ مرقم نے کہا۔ ”خبر ہے بڑی  
تقدار میں معزز اور عام لوگ گرفتار کئے گئے تھے۔ وہ سب  
تو کسی اسٹینڈل میں مشرب نہیں ہو سکتے تھے۔ اس لئے اسے کو  
توجہ دیا جانا ہی تھا۔“

”افروہ؟“ ذکر نے تقریری سانس لی اور پوچھا۔ ”اس کا مطلب  
ہے۔ آپ کو اس کی توقع تھی؟“

”نیٹا۔ میں یہ جانتا چاہتا ہوں کہ جن لوگوں کو گرفتار کیا گیا  
تھا ان کے بیانات کیا ہیں۔ ایک ہی نوعیت کے ہیں یا الگ الگ  
اور یہ جعلی نوٹ ان کو کہاں سے اور کیسے ملے؟“

”دراصل مالی فروش پرستے لوگوں کی گرفتاری سے شہر میں  
سنسی ہوئی گئی تھی اور عام لوگ۔۔۔۔۔“

ذکر اپنا جسد بردار بھی نہ کرنے پایا تھا کہ مرقم نے قطع کلام  
کرتے ہوئے کہا۔

”پھر وہی سسپنس۔“ ہاں مجھے معلوم ہے شہر میں سنسی دور  
تھی۔ بازاروں میں خرید و فروخت بند رہی ہو گئی تھی۔ لوگوں نے سو  
کے درخت چھپاتے تھے۔ اور کچھ۔ اب آگے گھر۔“

”میں یہاں تو بات کرنے کو نہ سنی ہے زبان میری؟“ ذکر نے  
کہے ہوئے گہرا سانس لیا اور کچھ وقفہ خاموش رہ کر پوچھا۔

”پھر گرفتار شدگان کے بیانات کے بارے میں بھی خود بخود  
دیکھ لیتے۔“

مرقم ذکر کی بات سن کر مرت سگڑا دیا۔ وہ جانتا تھا کہ ذکر  
خود ہی صندوق دیریں گراؤ فروزن بن جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

”آپ کا خیال درست ہے۔ گرفتار ہونے والے زیادہ تر  
کاروباری لوگ تھے۔ باہوں اور ٹیکسریوں میں کام کرنے والے  
ارکڑے تھے۔“

”کوئی خاص بات نہیں بتائی تم نے۔ میں نے ان کے بیانات  
کے بارے میں پوچھا تھا۔“

”وہی تو بتا رہی ہیں۔ کاروباری لوگوں کا کہنا ہے کہ انہوں

اور نیند کے غلبہ کے سبب اس کی آنکھ جھپک جاتی تھی۔  
 "میں تو اس روز سب کچھ بھگیا ہو گا۔" مرنام نے کہا۔ اس  
 کی آنکھوں میں چمک کچھ بڑھ گئی تھی۔  
 یہ تو کیا کہنا ہے کہ اس نے تک کے گیت سے مکرنگا کی تھی۔  
 اگر کچھ دوسرا بھی لکھتا ہوتا تو اس کی آنکھ کھل جاتی۔ وہ گہری نیند میں سہا  
 تھا۔ "ذاکر نے جواب دیا۔  
 "ابھی پچھتے ہو مرنام؟ یہ مرنام نے جس نے کہا یہاں سانس  
 کی بیماریات کا بیشتر فائدہ صرف مرنام ہی اٹھتے ہیں۔ کیا تم انہوں  
 کی وہ روپٹ بھول گئے جو مرنام نے جرمی کی جرم جوڑا کی سہرا  
 مرکز میں کے بارے میں ہے اور ہادی کا بری ری میں مرنام ہے۔  
 اور ذاکر نے گہرا سانس لیا۔  
 "صحت ظاہر ہے۔ اس قسم کی گیس ایک بار ہو چکے ہیں جلیز  
 کی دھمکے کے بھل جاتی ہے اور انسانی دماغ پر اس طرح ٹھونڈ  
 ہر جاتی ہے کہ وہ سب آہستہ بالکل اسی طرح سمجھتا ہے جس طرح  
 قدرتی طور پر نیند آتی ہے اور اس نیند کے عالم میں بھی وہ خود کو جگ  
 ہوا محسوس کرتا ہے۔ یعنی اس کو گہری نیند کا احساس نہیں ہوتا۔ مگر  
 صرف منورگی کا احساس برتا ہے۔  
 "آپ کا مطلب ہے کہ ایسا ہی ہوا ہو گا۔" ذاکر نے پوچھا۔  
 "چھوڑو لڑکے بیان کو سننے کے بعد میری بھی خیال ہے۔" اس  
 طرح کی نیند کی کیفیت ایک گھنٹہ اس سے کچھ زیادہ دیر تک رہتی  
 ہے اور پھر حرکت کی بھی جرم کے لئے کافی ہے۔  
 "آپ تو اس طرح گہرا رہے ہیں جیسے واقعی تک میں ڈاکر  
 پڑا ہو۔" ذاکر نے کہا۔  
 "واقعی ڈاکر پڑا ہے۔" مرنام نے جواب دیا۔  
 "لیکن تالے جلد کے توں پائے گئے۔" ذاکر نے کہا۔  
 "اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ تالے کھولے جاسکتے ہیں۔"  
 مرنام نے جواب دیا۔ کوئی بھی مرنام جو اس کام کو بخوبی انجام دے  
 سکتا ہے۔  
 "آپ ایک بات بھول رہے ہیں مرنام صاحب۔" ذاکر  
 نے جواب دیا۔ "میں تو اسٹراک دم میں رکھے ہوئے مرنام  
 میں نے ہیں اور یہ بات بھی ظاہر ہے کہ اسٹراک دم سے یہ نوٹ  
 تک میں کبھی تک پہنچے۔  
 "تیارا مطلب یہی ہے۔ اسٹراک دم جانے کے لئے  
 انٹ میں بہتر اسٹریٹجی تیار کیا جاتا ہے۔ تک میر کا کہنا ہے  
 کہ کوئی بھی اس تالے کو کھول نہیں سکتا۔ صرف اسٹراک دم کے  
 انڈرنگ کو اس کے کھولنے کا راز معلوم ہے۔"

"اور یہ تالا مغربی جرمی سے بنا کر لایا گیا تھا۔ میں نا۔"  
 مرنام نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔  
 "جی ہاں۔ ایک سیر کا بھی کعبہ ہے۔"  
 جو لانا نے پیر کے آخریشن تک میں ایسا جی تالا کھول  
 کر ڈاکر ڈالا تھا۔ مرنام نے کہا۔  
 "مجھے یاد ہے۔ میں نے اس بارے میں انہوں کی رپٹ  
 دیکھی ہے۔ لیکن جو لانا یہاں کہاں، وہ تو گرتا رہا جی تھی۔  
 "گرتا رہنے والی سیزن کی کا پی تھی۔" مرنام نے جواب دیا۔  
 راجو لانا کا یہاں جھونے کا سوال تو مجھے بھول نہ رہی تھی وہ  
 سیزن یا آدھی ہے جس کے ساتھیوں نے میرا بچا لیا تھا۔  
 "کمال کرتے ہیں آپ بھی۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ لڑکی  
 عورت جس کے پاس زمرہ نے نامعلوم منتول کو دیکھی تھا جو لانا  
 ہو سکتی ہے۔"  
 "میں نہیں بڑے کام کی بات کہہ جاسکتے ہو بہر حال۔"  
 مرنام کی آنکھوں میں چمک کچھ اور زیادہ بڑھ گئی۔ وہ بڑھی عورت  
 بھی جو لانا ہو سکتی ہے۔ میرا ذہن اس بات کو ماننے کے لئے تیار  
 تھا کہ تک کی اس واردات کا جی توں کے معانے سے کوئی  
 تعلق نہیں ہے۔"  
 "یہی آپ نے تو تعلق بھی جوڑا۔" ذاکر نے کہا اور  
 بننے لگا۔  
 "سچ سچ کبھی کبھی بالکل گھما کر لگتے ہو۔"  
 "سچ جانئے تو میں نے خود بھی انہی خطوط پر سوچا تھا۔"  
 ذاکر نے مرنام کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ میں دراصل آپ سے  
 اپنے انداز سے ہی تصدیق چاہتا تھا۔"  
 "مجھے معلوم ہے۔" مرنام نے کہا۔  
 "جی ہاں۔ آپ کو تو جیسے ہر بات معلوم تھی۔" ذاکر  
 نے ہاتھ نہاتے ہوئے کہا۔  
 "مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ ایک اطلاع تم اب بھی چھپتے  
 ہوئے ہو۔" مرنام نے کہا۔  
 "چھپتے ہاں یا۔ اب نئے دھنوں وہ بھی خود ہی بنا دیجئے۔"  
 ذاکر نے جواب دیا۔ "میرے دفتر مرنام کی ذہانت کا ہمیشہ سے قائل تھا۔"  
 "ظاہر ہے مجھے علم غیب نہیں آتا۔" مرنام نے جواب دیا۔  
 یہ تو برا اندازہ تھا کہ انہی تبارے طبق میں کچھ انگا ہمارا در ہے۔  
 "میں توں کے سلسل میں جن لوگوں کو گرتا رہا گیا تھا۔  
 انہوں نے روٹی کے بعد ڈانٹا ہوا کیا تھا۔ مظاہرے میں صرف  
 وہی رک نہیں تھے بلکہ بڑی تعداد میں ظہر کے دوسرے لوگ بھی

شال ہر گئے تھے:

”اوہ: مرنام نے چوک کر کہا: ”اس کا مطلب ہے کہ معاملہ کسی ایسی رنگ بگم دیا گیا ہے۔“

”جی ہاں، جلد سے دیکھ لی جا یاں پڑی ہو کر رہتی ہیں۔ راکوئی بات ہوتی اور اسے لے آئیں۔ غاص طور پر اگر مکرہن یہاں جماعت ہمارا وہ نام کرنے کی بات ہو تو پھر سب کہہ کر گذرتی ہیں عوامی مشکلات سے اگر کسی کو فائدہ اٹھانا ہو تو ان پارٹیوں میں شامل ہو جائیے پھر مرنے کی بات ہے کہ مکرہن پارٹی جب زوال پذیر ہوتی ہے تو وہ بھی یہی زوال ادا کرتی ہے۔ شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ آزادی کے بعد بھی سماج کی نشاۃ ثانیہ ممکن نہیں ہو سکی ہے یہ سبائی لوہے جو لوگ بہت بڑے تھے وہ اب بھی بڑے ہیں۔۔۔“

”بس بس، کبھی بھی مجھے سیاست چلائی بن جلتے ہو۔ ایسا کرو تم بھی ایک نئی سیاسی پارٹی بنا لو۔“

”حسنہ یہ سب کچھ آپ کے قریب رہ کر ہی تو سمجھا ہوں یہ ایک کام تھا آپ ہی کر ڈالیں: ”ذاکر نے ہنس کر جواب دیا۔

”ہاں تو پھر مرنام ہو ہوا اس کے بعد مرنام نے پوچھا: ”اس معاملہ سے میں سیاسی لیڈروں نے بے جا سخن دینے پر کاربانا بنی کا الزام لگایا اور مطالبہ کیا کہ ایک سے تمام نفعی نوٹوں کو ہلا کر جلے۔“

”اوہ: اور وہ مانگ پوری کر گئی؟ مرنام نے چوک کر ڈاکر کو دیکھا۔

”ذاتی تو پھر کیا کرتی۔ یہ بات تو ظاہر ہے کہ جو لوگ جعلی نوٹوں کے سلسلے میں گرفتار ہوئے تھے وہ بے قصور تھے۔ اسی لئے ان سب کو اعفیٰ انصرہ نے دیا کرنے کا حکم دے دیا تھا۔ اب ان نوٹوں کا سوال تو اس میں بھلاں کا کیا قصور تھا۔ بنگ نے وہ اسٹ جاری کئے اور انہوں نے چلنے کی کوشش کی۔ سوال یہ ہے کہ اگر کوئی عہدہ ہوا ہے تو اس کو کام لوگ کیوں نہیں دیتے۔۔۔ چنانچہ انہیں انعام نے اعلان کر دیا ہے کہ بین روگوں کے پاس جعلی نوٹ ہیں وہ یہ ثابت کرنے کے بعد کہ انہیں یہ بنگ سے لے دیں۔ وہاں لکھتے ہیں اور اس کی بیکر اس کی کٹی نوٹ حاصل کر سکے ہیں۔ یہ سب شرط تو بنی تھی مگر آئی ہے۔ غیر اس کا مطلب ہوا کہ ہم کا وہ ہر نقصان۔ جہاں کتنی جعلی کر گئی کے نوٹ ہوں گے۔“

”کچھ اس لاکھ کا اندازہ ہے۔“ ”ذاکر نے جواب دیا۔

”اس کا مطلب ہے بنگ کو ایک کروڑ روپے کا نقصان ہوگا۔“

”جی ہاں: ”ذاکر نے جواب دیا۔

”اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ پہلی لاکھ روپے جو بنگ سے

جعلی نوٹوں کے بدلے لے جایا گیا۔ بازار میں بیک سنی کے طور پر آجائے گا۔ مرنام نے ڈاکر سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا: ”اور اگر فریاد دے گا تو بازار ہی پیدا ہوگی۔ معلوم ہو چکا ہے ایک تجربے کی شکار کے گئے ہیں۔“

”کیوں جو نوٹ بدلے گئے ہیں ان کے نمبر بنگ میں نوٹ ہیں اور ظاہر ہے کہ نمبر نے ان کو مستحکم کر دیا ہوگا۔“

”کوئی فرق نہیں پڑتا: مرنام نے جواب دیا۔ میرا خیال ہے اگر اس جرم میں جو لیا گیا کا فائدہ ہے تو وہ ان نوٹوں کو بازار میں بیچیک بھیج دیا جائے۔“

”جولیا کے باسے میں یہ بات بڑی قطعیت کے ساتھ کر رہے ہیں: ”ذاکر نے سوالیہ انداز میں کہا۔

”مرمت اندازہ ہے میرا۔ کیوں کہ جرائم کی دنیا میں اس انداز سے جرم کرنے کا انداز مرمٹ جولیا ہی کا ہے۔“

”خیر اگر آپ کا انداز درست ہے تو پھر جولیا کو بھی اندازہ ہو جائے گا کہ مرنام کے دامن میں جرم کرنے کا مطلب کیا ہے۔“

”ذاکر نے کہا اور ایک زوردار انگلی لے کر اٹھ گیا۔

”مرنام دیکھ اس پر ہے کس پر غور کرتا ہو اور کڑی سے کوئی طمانے کیلئے ذہنی ورزش کرتا رہا۔ کتنی بار اسے ہوشیار

مستقل کا خیال بھی آیا۔ بات تو اب اس کے ذہن میں تقریباً صاف ہو چکی تھی کہ مستقل جو کوئی بھی رہا وہ اس کا نقصان کسی دوسری

طرح جعلی نوٹوں کے معنی سے ضرور تھا۔ لیکن کیا ہے؟ بات ابھی بنگ اس کی۔ کچھ میں نہیں اس کی تھی۔ مستقل کیا ای کر دہ کا

ممبر تھا یا پھر بڑی حیرت نے اس کو کوئی جعلی نوٹ دیا تھا اور وہ پہچان کر چھوڑا کرنے لگا تھا؟ یہ سوال اس کے ذہن میں

تیزی کے ساتھ گردش کر رہا تھا۔ لیکن فی الحال کچھ سوال کا جواب دے تلاش نہیں کر سکتا تھا۔

اسیٹ بنگ میں جعلی نوٹوں کی تبدیلی نوٹوں کی گندمی اور روٹنی اور پھر اس کے بعد مرنام سے کے سلسلے میں اخبارات کی قیاس آرائیوں نے غاصی دھڑپی پیدا کر دی تھی۔ ایک طرف اخبارات کی اشاعت جڑھ گئی تھی۔ اور دوسری طرف پریس کے ذمہ داران غاص طور پر ان پچھر غصہ بار بار اخبارات کے دفتر میں جلا جلا رہے تھے۔ یہ وہ ان سے قیاس آرائیوں کے سلسلے میں پوچھا اور جب تسلی نہیں ہو اب: ”پانی تو دھکیلا دیتا ہوا وہاں جلا جلا ہلا دات کبھی دور کی کونجھی تھی۔ وہ بنگ کے بیچر اور دوسرے غصے کو بے گناہ بتاتے ہوئے پر اسے ظاہر کر رہے تھے کوئی نوٹ

شمال ہی سے بھڑانے لگے ہلے گئے اور مزدور اوپر کی سطح پر کوئی سے  
دیکھت کام کر رہا ہوگا۔ امدادات نے اور زیادہ دل نہیں ہلا دیت پیدا  
کر دی جب ان اسی نوٹوں کو بازار میں چھوٹے ہوئے کچھ لوگ کھڑے  
گئے جن کو بیکس سے تبدیل کیا گیا تھا اور جن کی جگہ جعلی نوٹ رکھ  
دیے گئے تھے۔ پولیس کا خیال تھا کہ اسے جعلی نوٹوں کے سکینڈل  
کو حل کرنے کا سہارا بن گیا ہے۔ لیکن جب گرفتاریوں کا سلسلہ پھولنا  
لگتا ہے تو تاریکی کی لٹا پیدا ہو گئی۔  
تھیمپ کی صورت مکمل تھی۔ اسٹیکر ٹیکمر کو اپنی انفرنس کی جھڑ  
پڑھا اور چڑھتی تھی۔ بروکس چند منٹ کے بعد کسی دیکھی جگہ سے وہی  
نوٹ چلائے ہوئے لوگوں کی گرفتاریوں کی جواہرات لے رہی تھیں۔  
وہ الگ پریشانی کن تھیں۔

اسٹیکر ٹیکمر اب بھی اپنی جگہ پر نہیں کے دفتر میں خامی جھاڑ  
ستے کے بعد وہاں آگیا تھا اور اپنے دفتر میں سر کھڑے ہوئے جیسا  
تھا۔ ابھی انفرنس کا تازہ گرفتاریوں کے سلسلے میں بھی نظر نہ کر رہی تھا۔  
جو جعلی نوٹوں کے سلسلے میں گرفتار ہونے والوں کے ہاتھ سے اسے ملے تھے  
کہ اگر اسے نوٹ بازار میں لے کر جانے والے مجرم ہوتے تو ان کی  
اتنی بڑی تعداد نہ ہوتی۔ ان انفرنس نے ٹیکمر کو ہدایت کی کہ وہ ان  
سب کو بھی روک لے اور یہ معلوم کرے کہ ان لوگوں کے پاس اسی  
نوٹ کہاں سے آئے۔ اسٹیکر ٹیکمر کا بس چلتا تو وہ جعلی نوٹ چلانے  
والوں کو بھی نہ چھوڑتا۔ جو چاہیں اسی نوٹ چلانے والے اس کے  
خیال میں کس توکل ہونے والا ہی تھا۔ جعلی انفرنس خواہ مخواہ بات کو  
بڑھا رہے تھے۔ ہر حال اس کو ہدایت کی پابندی کرتی تھی اور ان  
بھر میں جتنے لوگوں کو گرفتار کیا گیا تھا ان سب کو چھوڑ دیا گیا اور ان  
کے بیانات مزدور لے گئے۔

اب ایک بڑا سہارا ان اسی نوٹوں کا پیدا ہو گیا تھا جن کے  
پاس یہ نوٹ تھے۔ آج ان کا کیا تصور؟ مسٹر کیٹ  
میں پہنچا اور فیصلہ کر لیا کہ جو اصل نوٹ بازار میں آئے انہیں پہننے  
دیا جائے اور کسی سے کوئی تعرض نہ کیا جائے۔ البتہ یہ مزدور معلوم کیا  
جائے چاہیے کہ یہ نوٹ کہاں سے چلے اور کس طرح عام لوگوں تک  
پہنچے۔

اسٹیکر ٹیکمر نے مختلف خانوں سے موصول ہونے والی اطلاعات  
کو دیکھا اور کچھ مزدوری نوٹ کے اندر پھر اسٹیکر کو اپنے کو مارنے کی طرف  
مائل دیا۔  
ٹیکمر سینٹر کے بعد اسٹیکر ٹیکمر نے ابھی بدلت ہی کھولی تھی کہ  
ٹیلیفون کا بزم بچا اٹھا۔ اس نے غصے کی حالت میں ٹھوکر ٹیلیفون کو  
دیکھا اور بیٹھ پھر کھڑی۔

”جہانے کون کہنت ہے تاکہ میں ام آگیا ہے۔ دو بڑا  
اور ٹیلیفون اٹھا کر کان سے لگاتے ہوئے دھاڑا۔  
”اب کون ہے؟“

”بہت زیادہ غصے میں معلوم ہوتے ہوئے دوسری طرف  
مڑ نام تھا۔

”میں پوچھتا ہوں تم کون ہو؟“ اسٹیکر ٹیکمر نے پھر پوچھا۔  
”بچپانہ؟“ مڑ نام نے کہا۔

”میرے پاس ٹیلیفون آؤں گے تو دقت نہیں ہے جسے  
میں فون نہ کر رہا ہوں؟“ اسٹیکر ٹیکمر نے جیسے دھکی دھکی  
”کیا شک ہے شک ہے لگا رکھی ہے۔ کون ہو تم۔“ اسٹیکر ٹیکمر

نے ایک بار پھر سوال کیا۔  
”بھئی مجھے ٹیکمر نام کچھ نہیں ہے۔ آج سے میں نے تمہارا  
نام شک سے رکھ دیا۔ یوں بھی تم شکا ہو پاؤ تو شکا۔ جب تک  
تمیں شکا نہ دکھایا جائے آؤری میں کہتے۔“

”میں پوچھتا ہوں یہ کیا کس کی گارنٹی ہے؟“ اسٹیکر ٹیکمر نے  
زور سے کہا اور پھر ٹیلیفون رکھ دیا۔

ابھی اس نے ٹھہرنے کے لئے بیٹھ کر ہاتھ لگایا ہی تھا کہ  
ٹیلیفون پھر بچنا۔ اس دوران اس کی بری دنیا بھی دواں آکھڑی  
ہوتی تھی۔ دینا ایک نیک خواہش تھی خدا کو خال کی شہر پرست  
عدوت تھی۔ اس نے آگے بڑھ کر فون اٹھایا۔

”ہیلو؟“ دینا نے کہا۔  
”ہیلو کون دینا بین بول رہی ہیں؟“ مڑ نام نے ٹیکمر کو  
دوبارہ فون کیا تھا۔

”اے۔۔۔ میں دیتا ہوں۔ آپ کون بول رہے ہیں؟“  
”تمہارا وہ بھائی جس کو تم نے کبھی نہیں دیکھا۔“ دوسری  
طرف مڑ نام نے جواب دیا۔

”اوہ۔ بھئی۔۔۔ میں نہیں بولتی آپ سے؟“ دینا نے کہا۔  
”کیوں۔ بھلا کوئی بین بھی اپنے بھائی سے روکتی ہے۔“  
مڑ نام نے ہڈ بانی بیچے میں کہا۔

”مگر کوئی بھائی کبھی ایسا ہر تہہ پر جن کو دکھائی نہ دے۔“  
دینا نے ترکی بڑی جواب دیا۔

”کون ہے۔“ ٹیکمر نے جو بے لگوسن رہا تھا۔ مٹی فون  
کے قریب پہنچنے پر اپنی بری سے بچا۔

مڑ نام نے دوسری طرف اسٹیکر ٹیکمر کی آواز سن لی تھی۔  
”تم کپڑے اتار دو۔“ دینا نے اپنے شہر سے کہا۔  
”نہ کہنی میرا بھائی۔“

”کیا کہا، کچھ ہے؟“ مرنے پر پوچھا۔

”دینا بس دی۔ اسے ان سے کہہ دی تھی جنہوں نے اسے  
میں سے اور پوچھ رہے ہیں کہ اس کا فیصلہ کیا ہے۔ آپ بتائیے آپ  
مجھ سے سنا ہے کیا نہیں؟“

”اگر وہ معلوم ہوتا ہے کہ تم نے شوہر کے ساتھ کوئی سازش کی  
ہے؟“ مرنے پر پوچھا۔

”کیسی سازش؟“ دینا نے پوچھا۔  
”مجھے پتہ نہیں کہ اسے کیا ہے؟“ مرنے پر پوچھا۔

”آپ کو؟“ آپ کو پوچھ کر دیکھا کہ بھلا کوئی اور وہ بھی میرے  
گھر میں؟“ دینا نے کہا۔

”جی ہاں، مجھے پتہ ہے کہ ڈاکٹر کے انکیزیکشن سے۔ اس نے میرے  
کیلئے مجھے جھوٹی پٹریاں بنائیں، گا، مرنے پر پوچھا۔

”دعا خراب ہے ان کا؟“ دینا نے غصے میں کہا۔ شاید  
اس کو غصہ بھی گیا تھا۔ اس کو معلوم تھا کہ اس کا بھائی خواہ وہ کوئی

بھی ہے اس کے شوہر کے کام آتا رہے اور اس کے شوہر کو کتنی  
بھی تڑپاؤں میں مبتلا کر دیتے تھے۔ دراصل یہی وہ بات

تھی کہ جس کے سبب وہ اپنے ان دیکھ بھال کو دیکھنے کے لئے  
بے چارہ ہو جاتی تھی۔

”اس سے اس آپ کی وجہ سے ہی تو فاسوس ہو جاتا ہوں دروازے  
اس شکر کو تو؟“

”کیا پتہ ہے؟“ انکیزیکشن نے جوں جوں اس کا اپنی بیوی سے  
دیسوں کے کھانے لگا دیا تھا، دعا کو کہا۔

”شانتی شانتی انکیزیکشن؟“ مرنے پر پوچھا۔ اس نے جواب دیا۔ یہ جس  
نم کس سے پڑنے لگے ہو؟

”جو اس بند کر دے؟“ انکیزیکشن نے کہا۔ ”کیوں نہیں پوچھنا کیا ہے؟“  
”یہ نہیں پوچھو کہ میں کون ہوں؟“ مرنے پر پوچھا۔

”اب ضرورت نہیں کہ میں پہچان جاؤں گا؟“ انکیزیکشن نے  
جواب دیا۔ ”مقتصد جان کر، مجھے خیر آ رہی ہے؟“

”حالانکہ یہ وقت بڑھنے کا ہے۔ مجرم راستہ ہی میں دیکھے  
ہاں کتنے ہیں؟“

”جیسے مجرم؟“ انکیزیکشن نے پوچھا۔  
”جی ہاں، کتنی دیر سے اسے اور کیسے؟“ مرنے پر جواب دیا۔

”اور تو تم ہو؟“ انکیزیکشن نے غصے میں کہا۔ ”مجھے نہیں معلوم  
تھا کہ اس قدر گھبراہٹ ہو رہی ہے؟“

”کیا مطلب؟“ مرنے پر پوچھا۔  
”مطلب یہ ہے کہ تم آجائے کہ تم بھاڑوں گا۔ میں ایک

دست سے تہاڑی نکالیں ہیں۔

”اور زندگی بھر رہو گے؟“ مرنے پر جواب دیا۔ ویسے  
میں ایک دن تہاڑے گھر آؤں گا اور وہ اپنی بیوی سے ملنے کے لئے؟“

”جو اس بند کر دے؟“ انکیزیکشن نے پوچھا۔ ”شریف عورتیں مجرموں کی  
بہن نہیں ہو سکتی؟“

”اور شریف مرد مجرم عورتوں کے وہ بن جاتے ہیں۔“  
مرنے پر پوچھا۔

”کیا مطلب؟“ انکیزیکشن نے پوچھا۔  
”شریف مرد کا مطلب بتاؤں؟“ مجرم عورتوں کا ازبلا کا۔

”خاص کر وہ؟“ انکیزیکشن نے پوچھا۔ اس کے لیے میں  
فری کم ہو گئی تھی۔

ازبلا دراصل ایک مجرم عورت تھی۔ تھی پڑھی لکھی نہ تھی  
کس طرح انکیزیکشن کی اسٹیوڈیو میں تھی۔ انکیزیکشن سے آگے

عشق کی پیچیدگیوں پر حاشاں اور اس نے انکیزیکشن کی سرپرستی میں جہاں گئے۔  
اس معاملے میں انکیزیکشن بھی پیٹ میں آ جاتا کہ وہ تو مرنے پر

اس کی مدد کی۔ ازبلا کی بات مرنے پر پوچھا۔ اس نے انکیزیکشن کو کہہ دیا  
کہا۔ اگرچہ اس کو معلوم نہیں تھا کہ ازبلا کے کچھ سے اس کو بچانے

والا کون تھا۔  
”تو وہ بھی تم تھے؟“ انکیزیکشن نے کچھ وقفے کے بعد کہا۔

”خیر کوئی بات نہیں؟“ مرنے پر پوچھا۔ انکیزیکشن کی بات کا  
جواب دیتے ہوئے کہا۔ اس بار میں نے ازبلا سے نہیں بچا۔

وہ اپنی تھی تو اب اس کی بار ایک خوبصورت بلا تہاڑے حوالے کر دینا۔  
تم اسے بھی اسٹیوڈیو لایا اور میرے کرتا۔

”کیا مطلب؟“ انکیزیکشن نے پوچھا۔  
”میرا مطلب ہے جیسی نونوں کے معاملے میں تم کو کچھ کر

پاؤ گے نہیں، میں ہی کچھ کر دوں گا؟“ مرنے پر جواب دیا۔  
”کیا جانتے ہو اس معاملے میں؟“ مرنے پر جواب دیا۔

”میں بہت پریشان ہوں ہار۔ اس بار انکیزیکشن بھی  
دو چار عجیب طرح کا کیس ہے۔ میرے نہیں ہے؟“

”پر دواہ نہ کرو۔ آئے ہو کہ کھڑے ہو جانا کرو۔ میری ہر  
جائے گا اور میری بھی؟“ مرنے پر پوچھا۔

”ہاں آؤ رہے ہو؟“ انکیزیکشن نے کہا۔  
”اسے تو۔“ بھلا۔ میری بھلا کہاں؟“ مرنے پر جواب دیا۔

دیا وہ نہیں دیا؟“ تو کتنے کا شکر تھا کہ ازبلا میرے پیش  
دعا کا کام نہیں کئے گا، تم سزا دے سکتی تھے کہ گئے؟“

”جی ہاں، وہ معاملے میں مجرم ہو رہا تھا۔“ انکیزیکشن



نے کہا۔

شیکر نے پوچھا۔

"عجیب و غریب ڈاکر۔ ڈاکر حیرت انگیز طرز پر بنگ میں داخل ہوتے اور اس کی بگڑ چلی کرتی۔ کدھر چلی گئی ہے؟" "ناگن بات ہے، ڈاکر کے کوئی آثار دیکھ کر نہیں پتہ۔" انیکو شیکر نے کہا۔

"نہ انو بناری مرنی۔" مرنم نے جواب دیا۔ پھر اس صورت میں میری خبر پائی ختم ہی ہوئی۔

"لیکن میں انہیں چھوڑ کے نکلا ہوں۔" انیکو شیکر نے پوچھا۔ "بیسے چھوڑتے ہیں۔ کوئی پوچھے تو کہہ دینا ان لوگوں کی عقلانی کڑائی ہے۔" مرنم نے جواب دیا۔

"اچھا چھوڑ دوں گا۔ لیکن تیار رہ۔" انیکو شیکر پوری بات بھی ذکر کیا تھا کہ مرنم نے کہا۔

"اسٹینڈر گراف کے دعوے پر قائم رہیں گا۔ مرنم نے سن کر جواب دیا اور پھر اسے بتایا کہ بنگ میں کس طرح ڈاکر پڑا ہو گا اور کون کون لوگ ہو سکتے ہیں۔ جب مرنم نے اس سلسلہ میں حوالہ کا نام لیا تو انیکو شیکر چپک چپ پڑا۔ جو لایا کا نام اس نے بھی نہیں بڑھا تھا۔

"اچھی بات ہے۔" نام تفصیلات سننے کے بعد انیکو شیکر نے کہا لیکن ایک بات یاد رکھنا کہ بات غلط تھی تو میں نہیں ہاتھ پائی میں بھی نہیں چھوڑوں گا۔ میرا نام شیکر ہے۔ کسی گھنٹہ میں سننے کے ہاتھ میں بھی نہیں چھوڑ دوں گے۔ دماغ تو صحت مند ہے۔

"یہ دنیا کی آواز تھی۔" مرنم نے صاف طرز پر دنیا کی بات سنی اور وہ مسکرا کر رہ گیا۔

"تم خاموش رہو جی، یہ سرکاری کام ہے۔" انیکو شیکر نے اپنی بیوی سے کہا۔

"ہو گا سرکاری۔" لاؤ فون مجھے دو۔" دنیا کی پھر آواز آئی۔

مرنم خاموشی کے ساتھ دوسری طرف ان کے مکالموں کو سن رہا تھا۔ اور مسکرا رہا تھا۔

مرنم کو مسوس ہوا جیسے دینا نے خندہ شکر کے ہاتھ سے دھیر دھیر لپٹے۔

"بیٹو۔ بھائی میں دینا ہوں۔"

"سن لیا؟ اپنے جی دیو کیا بھائی؟"

"ارے وہ تو تو یہی کہتے رہتے ہیں آپ تو یہ بتائیے کب آ رہے ہیں ہمارے یہاں؟"

"واہ بہن واہ۔ بھائی کو پلڑا مانا پائی ہو۔ مرنم نے ہنس کر جواب دیا۔

"کس کی بھال ہے جو تمہاری طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھے۔ دینا

"ابھی کچھ دن پہلے قتل ہوا تھا۔ اس بارے میں تمہاری تحقیق کیاں تک پہنچی؟" مرنم نے انیکو شیکر کی بات کو غور انداز کرتے ہوئے کہا۔

"نہیں تک بھی نہیں۔ کچھ پتہ نہیں ہوا کہ معاذ رکے ہوئے۔"

انیکو شیکر نے جواب دیا۔

"لیکن اس قتل سے پہلے نوٹ کے کس کا کیا تعلق؟"

"تعلق ہے یا رہا ہے۔" مرنم نے جواب دیا۔ "شکل یہ ہے کہ وہ بہت بد پس والے ہوئے۔"

"کیا تعلق ہے؟" انیکو شیکر نے پوچھا۔

"اس کا تعلق بھی کسی سے ہو گا کہ وہ پہلی نوٹ والے گروہ سے جو مرنم نے جواب دیا۔

"کیا مطلب ہے اس سے تیار؟" انیکو شیکر نے دہرای کے ساتھ پوچھا۔

"فی الحال نہیں۔"

"تو پھر فون کیسے کیا تھا۔ بنگ بنگ کے لئے۔" انیکو شیکر نے جھٹکا کر کہا۔

"تیس منٹوں میں ایک اچھی سی اسٹینڈر گراف کا کھنڈہ پیش کرنے کی اطلاع دینے کے لئے۔" مرنم نے ہنس کر جواب دیا۔ ویسے وہ انیکو شیکر کی کیفیت کو محسوس کر رہا تھا اور لھٹ اندر دروازہ اٹھا

"میں داخل آ چکی ہوں۔" انیکو شیکر نے کہا۔

"تجس قوس تم پر بہران ہوا ہیں۔" مرنم نے جواب دیا۔

"ویسے ایسے بات آؤ تو کون؟"

"کیا۔" انیکو شیکر نے پوچھا۔

"بنگ بنو اور غلہ کے دوسرے لوگوں کو چھوڑ دو۔"

مرنم نے کہا۔

"کیا مطلب۔ کیوں چھوڑ دوں؟" انیکو شیکر نے پوچھا۔

"کیوں کہ وہ بے قصور ہیں۔ انہیں کچھ بھی نہیں معلوم۔" مرنم نے جواب دیا اور اگرچہ ہر نواں پر صرت نگاہ رکھ سکتے ہوئے۔

"بے قصور ہیں تو بنگ کے اس حصے میں جہاں پزندہ بھی پکا نہیں سکتا کوئی کیسے تبدیل ہو گئی؟"

"شاید تم سنا ہی سے یقین نہ کرو۔ بنگ پر ڈاکر پڑا تھا۔ مرنم نے جواب دیا اور اچانک اس کو مسوس ہوا جیسے دوسری طرف انیکو شیکر بھی پڑا ہو۔

"ڈاکر کیا ڈاکر کیس ہوگا تو نہیں لپٹی گئے ہو۔" انیکو شیکر

نے کہا ہے: سچا آپ کو دیکھنے کوئی ہاتھ ہے۔ بنانے کچھ ہوں گے  
 آپ: ”وہاؤ ڈی، بڑا میلک اہل شیش دانے نوشیکرے  
 پدھ لو، مرنظام نے جواب دیا۔  
 ”خیر جیسی کھی شکل ہے، بہن کو نو دکھا دو؟  
 ”دودھ رو، ایک ہاتر سے لوں گا مژدر“ مرنظام نے  
 جواب دیا۔  
 ”اپنی اصلی شکل ہی مونے نا؟“ شیکرے کی بوری نے پوچھا۔  
 ”یہ دودھ کرنا مشکل ہے۔ ذرا اپنے شکے کو فون نکال دیجیے۔“  
 دنیانے زندگی سے بھر پور قہقہہ لگایا ”کیا شیکر کو کہہ رہے ہو؟“  
 ”ہاں، مرنظام نے بہن کو جواب دیا۔  
 ”اچھی بات ہے، جوتی ہوں، خدا حافظ“ دنیانے کہا اور  
 کچھ ٹھونکی خاموشی کے بعد دوسری طرف سے بھر دھاڑ ستائی دئی۔  
 ”اب کیا ہے؟“ شیکر بولا، اس کی آواز سے پتہ چلتا تھا کہ  
 اس کی آنکھوں میں ہنسنے سے ہماری بٹنا پید ہو چکا ہے۔  
 ”سنو شکے۔۔۔ تھارے امٹرول کی ایک بڑی غلطی یہ  
 ہے کہ جنوں نے ان اصلی ٹوٹوں کے ملن کو نہیں رد کا جو اصلی ٹوٹوں  
 سے تبدیل کئے گئے تھے۔“  
 ”تو پھر اور کیا کرتے؟“ شیکر نے پوچھا۔  
 ”مژدوت اب اس بات کی تھی کہ ان ٹوٹوں کے فیروں کو مشترک کر  
 دیا جاتا اور عام کو اطلاع دی جاتی کہ یہ نوٹ چوری ہو چکے ہیں اور  
 ان کا پھانا جزم ہے۔ اگر کسی کے پاس یہ نوٹ ہوں تو اس کو چاہیے  
 کہ وہ انہیں شک پہنچ کر تبدیل کر لے۔“  
 ”اس سے کیا ہوتا؟“ شیکر نے پھر پوچھا۔  
 ”تم ایسا کرو پولیس کی نوکر سے اسٹیفے دے دو۔ بالکل  
 بے وقوف ہو، ذرا سی بات بھی نہیں سمجھ سکتے۔“  
 ”تو تمہیں سمجھا دو نا“ شیکر نے اس اور مرنظام کے طنز کا بڑا  
 نہیں لانا تھا۔  
 ”بھلا آدمی سیدھی سی نوٹ سے مرنظام نے جواب دیا۔  
 ”اس سے یہ معلوم ہو جاتا کہ یہ نوٹ کن لوگوں کے پاس زیادہ  
 تعداد میں ہیں اور پھر یہ معلوم کرنے میں مدد ملی کہ ان کا جو مزل سے  
 کیا تعلق ہے اور زیادہ نوٹ ان کے پاس کہاں سے آئے۔“  
 ”ان کے بیانات بھی وہی ہوتے جو دوسرے دے دیے ہیں،  
 یعنی کوئی کہتا اسے اجرت ملے ہے اور کوئی کہتا اسے فلوں شخص نے  
 نوٹ دیا تھا، بات کیا ہوئی؟“ شیکر نے کہا۔  
 ”نہیں مژدر فون نکالنا، مرنظام نے جواب دیا۔

”آخر تم کیا سوچ رہے ہو؟ شیکر نے پوچھا۔  
 ”میرا خیال ہے نوٹ جو مزل کے ذریعے براہ راست عام  
 آدمی تک نہیں پہنچتے ہیں، بلکہ ایسا لگا ہے کہ جو مزل نے جیسے  
 تیزی کے ساتھ چوری کی اس ٹوٹوں کو بازاریں بیچیک دیا تھا اور  
 ظاہر ہے اس کی مرمت ایکسپی صدمت ہو سکتی ہے؟“  
 ”وہ کیا؟“ شیکر نے پوچھا۔  
 ”مخالفین سونے کی خریداری، مرنظام نے جواب دیا۔  
 ”اوہ، تو تم اس طرح سوچ رہے ہو؟“ شیکر نے کہا۔  
 ”کیا غلط سوچ رہ رہی ہیں، مرنظام نے پوچھا۔  
 ”نہیں، شیکر نے جواب دیا میں تو یہ سوچ رہا ہوں کہ  
 مملات کے اس پہلو پر میں نے اب تک غور نہیں کیا۔“  
 ”جو جو جو مٹرے، مرنظام نے بہن کو کہا۔  
 ”مجھ کو اس بنڈر کے شیکر نے کہا۔ ”لیکن اب اس کے  
 بہنوں میں بھلا بٹ نہیں تھی۔  
 ”تو اس کا مطلب ہے جو مزل نے ایکسپر سے کئی شکار  
 کئے ہیں؟“ اس نے کہا۔  
 ”بہت چالاک ہے وہ عورت، مرنظام نے جواب دیا۔  
 ”کون عورت؟“ شیکر نے پوچھا۔  
 ”جو ریانا اور کون۔ کہاں رہتے ہو؟ مرنظام نے کہا۔  
 ”اوہ یہ تو میں بھول ہی گیا تھا، شیکر نے صحت کے ساتھ  
 کہا۔ بہر حال جو مزل نے بڑی ہوشیاری سے پکڑ چلا ہے۔  
 ”پچاس لاکھ تک سے چوری ہوتے۔ پچاس لاکھ کے معنی نوٹ  
 تبدیل کرنے ہٹے ایک کڑ ہو گیا۔“  
 ”صرف ایک کڑ؟“ مرنظام نے جواب دیا۔ ”اور یہ پچاس  
 لاکھ کی چوری کی جو اصلی کرنسی پر لٹی پڑے گی، پھر اگر اعزہ درست  
 ہے تو پچاس لاکھ کا سونا بھی گیا، ہماری معیشت پر بڑی گہری  
 چوٹ لگتی ہے۔“  
 ”تو پھر اب کیا کیا جاتے؟“ شیکر نے پوچھا۔  
 ”چوری کے اصلی ٹوٹوں کو تازہ قرار دواؤ اور پھر ایک  
 مصلحت لوگوں کو دکھاؤ اگر ان کے پاس یہ نوٹ ہیں تو وہ بدل کر لے  
 جائیں، مرنظام نے کہا۔  
 ”اچھی بات ہے؟“ شیکر نے جواب دیا۔ ”میں اعلیٰ امٹروں  
 سے رابطہ قائم کرنا ہو گا۔“  
 ”اور سنو، مرنظام نے کہا۔ ”مجھے یقین ہے زیادہ نوٹ ملک  
 میں لے کر آنے والے مرآت ہوں گے، ان سے صرف یہ پوچھنا کہ  
 سزائیں نہ توڑیں۔ ویسے وہ لوگ بے گناہ ہی نہیں گئے۔“

”اسے بھی صاحبِ تنہا کی خواہشیں نہ تھیں۔ جب تک وہ  
نے جواب دیا۔ ”وہ حضرت ایک ماہ سے قطعی غائب ہیں سوا یک  
ماہ تو ویسے ہی کم ہو گئی۔“

”بہا فرماتے ہیں۔ ”زہرو نے جواب دیا۔ ”آپ ایک ماہ کی  
تخاویوں و منح کر بیٹھے اور ایک ماہ کی خواہشیں عارضی کئے پرانہ  
وصل کر لیجئے۔ وہ اپنی ایک ماہ قرض کی آسان عطیہں جو جائیں گی۔“  
”دانش کیا فرمایا ہے؟ آپ نے ملک قدر نے چھینے ہوئے  
کہا۔ میں اور مرض نام کی خواہش کا توں گا۔ ناگہن۔ کیوں مرض بس  
صاحبِ ملک ہے نا؟“

”معلوم نہیں جناب آپ کے تعلقات کس نوعیت کے ہیں  
جہاں ملک میرا تعلق ہے میں تو تنہا کی خواہش نہ کر بھی مطلق نہیں ہوتا۔“  
”کیا خوب۔“ ماشاء اللہ۔ ”ملک قدر نے طنز کیا۔ ”صاحب  
ذرا اہلِ علم کیا بنے کہ تیر بھی چھوڑنے لگے۔“ معاف کیجئے گا۔ میرا یہ  
مطلب بزرگوں میں تھا۔ ”مرض بس نے جواب دیا۔“

”تو میرا کیا مطلب تھا جناب کا؟“ ملک قدر نے پوچھا۔  
”کچھ بھی نہیں تھا۔“ زہرو نے درمیان میں ٹوکا۔ ”ویسے یہ بات  
تو ہے جناب کہ ہر اہلِ علم جھوٹا ہی رہتا ہے۔ ”مرضی رہتا ہے اڈ  
آپ جلتے ہیں کہ اڈ فالس اور قرض میں کوئی فرق نہیں ہے۔“  
”غلط میں کہاں جھوٹا کرتا ہوں؟“

”حضرت میں نے بات اور ہوں، شاعروں اور کہانی کاروں  
کے بارے میں کئی قسمی۔“ زہرو نے کہا۔ ”آپ تو ماشاء اللہ ملک ہیں  
ملک، صاحبِ قلم آپ تو خدا کو کہتے ہیں۔“  
”شکوہ۔“ ملک قدر نے زہرو کو ہکا بکا دیکھتے ہوئے  
کہا۔ ”کیا میں لگی آپ؟“

”زہرو ابھی جواب نہ دینے باقی تھی کہ دیر لڑکی نے ملک قدر  
کے آؤر کا سامان لاکر میز پر رکھ دیا۔  
”کافی لکھنی دوپایا ادا کچھ تھکین بسکت۔“  
”زہرو نے دیر لڑکی کے چلے جلنے کے بعد میز پر ایک بار  
پھر نگاہ ڈالی اور بولی۔“

”آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے ملک قدر صاحب۔“  
”میری طبیعت۔“ ملک قدر نے جرات سے زہرو کو دیکھتے  
ہوئے کہا۔ ”یہ کیوں پوچھا ہے آپ نے، کیا خدا کو ستر میں کچھ  
علیٰ نظر آتا ہوں؟“

”بظاہر تو نہیں۔“ زہرو نے جواب دیا۔ ”لیکن خیر چھوٹے ہیں۔“  
”نہیں میں بتا رہا ہوں، آپ کو تم سے میں آپ کو کیا لگا ہوا۔“  
”ملک قدر نے پوچھا۔“

”بہت اچھا۔“ ٹھیک کرنے کہا۔ لیکن میں سے پہلے کہ وہ کچھ اور کہت  
مرضی نے شہین کا سلسلہ منقطع کر دیا تھا۔

۔۔۔۔۔

”زہرو ہنوز زہرو کے دل میں جیسے ہی داخل ہوتی کسی کی نگاہیں  
”ملک قدر پر پوری جہل میں، دائیں طرف کی ایک درمیان میں زہرو پریش  
ہوئے تھے ان کے برابر مرض بس بھی زہرو کو دور سے سے نظر آ گیا۔  
دونوں کو دیکھنے ہی زہرو کے چہرے پر سرکراہٹ پھیل گئی اور وہ تیزی  
کے ساتھ دل کو محدود کرتے ہوئے ان کی میز کے قریب پہنچ کر کمری  
ہو گئی۔“

”آداب مرضی کرتی ہوں حضور والا۔“ زہرو نے نہایت ادب  
اور تعلیم کے ساتھ ملک قدر کو سلام کیا۔

”ادب۔“ زہرو بھی ایسے آئینے نگاہ رکھنے۔ ”ملک قدر  
نے چوٹتے ہوئے زہرو کے سلام کا جواب دیتے ہوئے کہا۔ ”بہت ادب  
کے بعد نظر آئی۔“  
”زہرو نے کمری پر بیٹھے ہوئے مرض بس پر نظر ڈالی اور کرا  
کر بولی۔“

”شاید آپ بھی کافی دنوں میں تشریف لائے ہیں۔“  
”کیوں مرض بس؟“ ملک قدر نے اپنے ساتھ کمری کا طلب  
کرتے ہوئے کہا۔ ”کیا تم نے بہت دنوں میں قلم زور کیا ہے یاں؟“  
”میں اپنے بارے میں عرض کروں یا آپ کے بارے میں۔“  
”مرض بس نے پوچھا۔“

”کیا مطلب؟“ ملک قدر نے پوچھا۔  
”جہاں ملک میرا تعلق ہے دوسری بار ہی بیان آکا ہوں اور  
جہاں ملک آپ کا تعلق ہے آپ جانیں۔“ مرض بس نے جواب دیا۔  
”یعنی بھلا آپ۔“ کہنا چاہتے ہیں کہ میں آپ کو یہاں پہلے  
لمبے کر نہیں آیا۔ ”ملک قدر نے پوچھا۔“

”چھوڑیے اہلِ بحث کو۔“ زہرو نے مداخلت کرتے ہوئے کہا۔  
”آپ فرمائیں مزاج کراہی کیسا ہے؟“

”معبود حقیقی کا احسان ہے۔“ مرض بس نے کام کا بار بیت  
جگا کر دیا ہے۔ ”ملک قدر نے کہا۔“

”گرمی اب رادی چوہن لکھتا ہے۔“ زہرو نے پوچھا۔  
”جی نہیں۔“ مرض بس نے ذہن اندازی کرتے ہوئے کہا۔

”اب انہیں روپر واصل کرنے کی بے پنی لگی ہوئی ہے۔“  
”اوہ۔“ زہرو نے کہا۔ ”سبحانی جان کہتے تو تھے ملک قدر نامہ  
برقی کی اشاعت اور آمد کی بڑھ گئی ہے۔ کسی روز تنہا کی صاحبِ نگاہ  
ہوئے جادوں کو۔“

ترس بات پھر ان خاک کھانے پینے کے مصلے میں آپ کا ذوق کتنا بند ہے؟

”اس میں مزہ نام بھائی نے آپ سے بہت کچھ سیکھا ہے اور میں ان سے کچھ سیکھ رہی ہوں۔“ زہرہ نے جواب دیا۔

”بے شک یہی بات ہوگی“ فلک قدر نے تن کر جواب دیا اور مرغ بسل کی طرف ناخاندانہ نگاہوں سے دیکھا جو زہرہ پر نظر پڑے۔

”کیا کوئی نظم کہہ رہے ہیں۔“ زہرہ نے مرغ بسل سے کہا جو اس کو تنکے جا رہا تھا۔

”جی جی نہیں“ مرغ بسل بڑبڑایا۔ ”کیا آپ کو شاعری کا ذوق بھی ہے؟“ اس نے پوچھا۔

”کیوں نہیں؟“ زہرہ نے جواب دیا۔

”تو عرض ہے۔ سماعت فرمائیے۔“

”جی۔ ارشاد۔ جب تک کھانے پینے کا سامان آئے، یہی یہی۔“ زہرہ نے کہا۔

”عرض کرتا ہوں۔“

”کچھ کو دلوں پاں ہوئے“ حسن بیکن چٹان پر تپا ہے

”ارے واہ۔ بھمان اللہ!“ زہرہ نے ہاتھ پھیلا کر داد دی۔

”ماشاء اللہ کیا زور بیان ہے؟“

”تسلیمات“ مرغ بسل نے داد وصول کی اور کہا: شعر

”لا حفظ فرمائیے۔“

”فلک آکے برجوانی پر بچہ ہر اک جوان ہوتا ہے

”بہت خوب،“ میان خوب کہتے ہو“ اس بار فلک قدر نے

داد دی۔ وہ کیا بات ہے؟“ بچہ ہر اک جوان ہوتا ہے۔“

”اور حضرت؟“ شعر آپ کی نظر ہے؟“ مرغ بسل نے آداب

کرتے ہوئے فلک قدر کو مخاطب کیا۔

”خوب تر ہے۔ ابھی لیکن“ اس نے مگر بے بیان ہوتا ہے

”کیا مطلب۔ یہاں یہ شعر میری نذر کیا مافی؟“ فلک قدر

نے غصے میں کہا۔

”چھوڑ دیتے بھی۔“ فراد بے ہے۔ اس کا زندگی سے کیا تعلق؟

زہرہ نے ٹوکا۔ ”ہاں مرغ بسل صاحب آگے ارشاد فرمائیے۔“

”خوب کہتے ہیں آپ۔“

”سماعت فرمائیے۔“

”بھوکے تپتے گی جی جوگا“ وہ بھی اہل زبان ہوتا ہے

”واہ بہت خوب۔“ اس بار زہرہ اور فلک قدر نے فی کر داد

دی بے شک کئے کی زبان سمجھا مشکل ہے۔“

”کیا لگتا ہوں کیا مطلب؟“ زہرہ نے پیشانی پر ہاتھ دھرتے ہوئے اس سوال کر دیا۔

”فلک قدر نے گہرا کہا۔“ میرا مطلب تھا کہ میں میں دکھائی دیتا ہوں۔“

”خدا ذکر ہے۔“ زہرہ نے جواب دیا۔

زہرہ نے اپنی بات ختم ہی کی تھی کہ مرغ بسل کا باریک قبقر نصیب اس طرح کو سنا کہ ارد گرد کے لوگ چونک اٹھے اور حیرت کے ساتھ اسے دیکھنے لگے۔

”مگر وہ آپ نے میری طبیعت کے بارے میں کچھ مشک ظاہر کیا تھا؟“ فلک قدر نے کہا۔

”اصل بات یہ ہے کہ میرا کوئی خیال آیا کہ کہیں آپ کی طبیعت تو خواب میں چکر توڑ کر آپ کھانے پینے کے مصلے میں غصے سے کام نہیں لیتے۔“

”میں نے ہمیشہ آپ کی میز کو مطلوبہ اشیاء سے بھرا ہوا دیکھا ہے۔“

”اوہ بات ہے۔“ فلک قدر نے گہرا سانس لیا۔

”میں کچھ کئی۔“ غالباً آپ مرغ بسل کے سامنے کچھ اور لگاتا نہ چاہتے ہوں گے۔“

”لاحول ولا قوہ“ فلک قدر نے بڑا سانس بھرے کہا۔

”تو پھر آپ کو میرا انتظار رہا ہوگا؟“ زہرہ نے مسکراتے

ہوئے کہا۔

”ہاں۔“ آپ کہہ سکتی ہیں مگر کیا کہا آپ نے؟“

زہرہ نے ہلکا سا ہنسنے لگا اور ساتھ ہی دیر لڑکی کا اشارہ

کیا جو اس وقت قریب سے گزر رہی تھی۔

”ایک پیٹ چینی کچھ ڈاکا بڑا پیٹری،“ اور وہ ادا م کا صوفہ

بھی لاؤ۔“ زہرہ نے دیر لڑکی سے کہا جو میز پر آکھڑی ہوئی تھی۔

”ابھی بیٹے ادا م کچھ اور بھی مانگ رہی ہیں۔“

”کیا کچھ اور بھی میان طلب ہے؟“ زہرہ نے پوچھا۔

”دیر لڑکی نے جینپ کر کہا۔“ میرا مطلب تھا ان کے علاوہ

بھی اور کوئی چیز۔“

”اوہ میں کچھ اور کچھ تھی۔“ تو پھر ایسا کر دیا پھل کے کباب بھی

مل لیں تو سہ آتا۔“

”میرا نہیں گے ادا م۔“ دیر لڑکی نے کہا اور آؤ قدر دیکھ چلی گئی۔

اسی دوران فلک قدر زہرہ کو گھنٹیں پھیرا چار کر دیکھ رہے

ہیں مرغ بسل کے چہرے پر دلالت کی کہ وہ دیر لڑکی تھی۔

”کیا دیکھ رہے ہیں؟“ زہرہ نے فلک قدر سے پوچھا۔

”کچھ بھی نہیں۔“ فلک قدر نے غمت سے جواب دیا۔

مثول کر دیکھا اور اس کا ہاتھ زنجیر پر آکر مٹھ گیا۔ زہرہ نے ذریعہ پکڑ کر  
کواڑوں کو لانے کی کوشش کی، اس خیال سے کہ شاید دروازہ کھلا ہو۔  
لیکن وہ منہش بھی نہیں کسے۔ کواڑ باہر سے بندھے تھے۔ زہرہ مایوس ہو کر  
دروازے کے ساتھ ہی دروازہ کا سہارا لے کر بیٹھ گئی۔

اب اس کے سر میں تکلیف کم تھی اور وہ کچھ سوچ سکتی تھی  
اسے یاد آیا کہ زید فریڈ کی اطلاع پر وہ اس بوڑھی عورت کے غلیٹ  
پر پہنچی تھی جہاں نگرانی کے لئے زید فریڈ کی ڈیوٹی لگائی گئی تھی۔ وہیں  
ہر سینچے پر زید فریڈ نے اس کو بتا دیا تھا کہ اندر پہنچ آؤ گی ہیں، وہ بوڑھی  
اصطلاح کے ساتھ وہیں پہنچے ہیں۔ وہ ان پانچوں کے چہروں کو نہیں  
دیکھ سکتا تھا۔ لیکن اس نے بتایا کہ دروازہ کھولنے والا بھی کوئی مرد ہی  
تھا۔ وہ بوڑھی عورت نہیں تھی۔ زید فریڈ نے اس کا کہنا کہ وہ چشم  
آدی کسی وقت اس بوڑھی عورت کے غلیٹ میں پہنچی۔ زہرہ نے  
سوچا کہ شاید وہ پہلے ہی سے غلیٹ کے اندر لے جو۔ زید فریڈ نے  
اس کو بتایا کہ دروازہ کھولنے اور ان پانچوں کے اندر جانے کا انداز  
بڑا مشتبہ تھا اور وہ سب ایک ایک کر کے آئے تھے ایک کے بعد دوسرے۔

زہرہ کو یاد آیا کہ زید فریڈ سے یہ نام بتائی سننے کے بعد وہ  
غلیٹ کے گرد چکر لگاتی ہوئی اس کے دائیں طرف پہنچی جہاں غالباً  
حصن تھا۔ کیونکہ اس حصہ میں غلیٹ کی دیوار نسبتاً بلند تھی۔ زہرہ کو یہی  
جگہ غلیٹ میں اندر داخل ہونے کے لئے سب سے بہتر معلوم ہوئی۔  
ابھی وہ دیوار پر چڑھ کر دوسری طرف اتر جانے کا منصوبہ بنا ہی رہی  
تھی کہ اچانک اس کو ہاتھ اٹھنا برا محسوس ہوا۔ ہوا بولوں کو زید فریڈ  
جو رنجیت کا تعاقب کرتے ہوئے وہاں پہنچا تھا اور زہرہ کو دشمن  
کا آدمی سمجھ کر اچانک اس پر حملہ آور ہو گیا تھا۔ زہرہ کو اس اچانک آواز  
پر ایک ٹوکے سے حیران کر دیا تھا۔ لیکن پھر اس نے کرکڑی جھانک کر دیکھا  
اور خود حملہ آور کے پیچھے بڑا پاؤں رکھ کر گھڑی ہوئی تھی۔ اس نے میپ  
سے اپنی مٹھری خارج رکھ کر جھانک کر جھانکی اور پھر کھٹک کر پانچوں ہٹا دیا۔  
کیوں کہ حملہ آور زید فریڈ کی مدد کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ اس  
نے بھی زہرہ کو پہچان لیا اور خفت کے ساتھ اٹھ کھڑا ہوا۔

”جی، ابھی تو کہیں اس قدر چھری کے ساتھ مجھے زیر کر رہا تھا  
مگر کون ہو سکتا ہے۔“ اس نے ہنس کر زہرہ کو دیکھا۔

زہرہ کو یہ باتیں بڑی تفصیل کے ساتھ یاد آ رہی تھیں۔ اس کو  
زید فریڈ نے رنجیت کے تعاقب کی پوری تفصیل بتائی اور یہ بھی بتایا  
کہ زید فریڈ کے ساتھ رابطہ قائم کر لیا ہے اور زید فریڈ کے مشورہ پر ہی  
غلیٹ کے اس طرف پہنچ کر غلامی کر رہا تھا۔

زہرہ کے لئے اب دیوار پر چڑھنا آسان ہو گیا۔ کیونکہ اب  
وہ آسانی کے ساتھ زید فریڈ کی سروسے کر دیوار پر چڑھ سکتی تھی حالانکہ

زہرہ نے داد دی: ”واٹر لکھت آگیا۔ خوب بالا ہے آپ نے  
فلک تھوڑا صاحب۔“

”ابھی دوسری طرف کا خطر فراموش نہ رہا۔“ مرخ ہمیں نے لکھیں  
بند کرتے ہوئے کہا۔

”ابھی نہیں جناب۔“ زہرہ نے جواب دیا اور اس اس نے  
دیوار کی کو دیکھ لیا تھا جو دونوں ہتھوں میں مٹھری ٹرسے لے کر ان  
کی میز کی طرف آ رہی تھی۔  
”آپ سماعت فرمائیے تو دھڑلہ لکھ آجائے گا۔“ مرخ ہمیں  
نے اصرار کیا۔

”پہلے کھانا پھر رہا۔“ حضرت ”زہرہ نے کہا۔ ”بھوکے بیٹ  
شرف مشاعری کچھ اچھی نہیں لگتی۔“

”حالانکہ مشاعری بھوکے پیٹ ہی ہوتی ہے۔“ مرخ ہمیں نے  
جواب دیا۔

اس دوران دیوار کی میز کو چھوڑ کر وہ سہاگنی تھی۔  
زہرہ اب کھانے پر پیسے ٹوٹ پڑی تھی۔ لیکن ابھی اس نے  
ایک چٹکی کچھ دھائی کیا تھا کہ اس کی کلائی میں بندھی ہوئی مٹھری چھیننے  
لگی وہ چوکھ پڑی۔

”آئی ایم سوری جناب۔ ابھی حاض ہوتی ہوں۔“ زہرہ نے  
فلک تھوڑے کہا اور تیزی کے ساتھ اٹھ کر ہاتھ مردم کی طرف چل نکلا۔

اچانک زہرہ کے سر پر قیامت ٹوٹ پڑی۔ ضرب شدید تھی۔  
اس نے اپنے سر پر ہاتھ رکھا اور چیخ کر پڑی۔ اب وہ بے ہوش  
ہو چکی تھی۔

نقربا میں منٹ بعد اس کو ہوش آیا اور اس نے لکھیں کھول  
کر ادھر ادھر دیکھا تو ساری کی اس کو کچھ بھی نظر نہیں آتا۔ وہ اٹھ  
کر بیٹھ گئی اور ایک آکھینچو کر پھر اس نے اپنے سر پر ہاتھ رکھ دیا۔

دراصل شیشے جسے اس کے سوس پھر دھماکے ہونے لگے تھے۔ زہرہ  
نے سر پر ہی جکڑ دیا تھا۔ جہاں میں مٹھری تھی اس نے محسوس کیا کہ سر کا  
ایک حصہ ہے اور شاید کھال پھٹ گئی ہے۔ کیوں کہ اس کو اپنی انگلیوں  
میں کچھ گیلہ بن محسوس ہوا تھا۔

وہ اٹھ کھڑی ہوئی اور آہستہ آہستہ کٹے بڑھنے لگی۔ یہاں تک  
چند منٹ کا فاصلہ لے کر کٹے کے بعد دیوار سے ٹکرائی۔ اب وہ  
دیوار کے سہارے سہارے چاروں طرف ٹھوم گئی اور ایک دروازے  
کے سامنے آ گئی۔ دروازے میں کواڑ ٹیپ سماعت کے تھے۔

باہر کی ذرا بھی فونی اندر نہیں آ رہی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ جیسے  
کواڑوں کی جھریلوں کو بند کر دیا گیا ہے۔ اس نے کواڑوں کو پوسے ٹھونکے

بندگی تھری کی طرف ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ گھڑی اس کی کلائی میں ٹپنے لگی۔ اس نے گھڑی کی چابی باہر کی طرف کھینچ لی۔

”بیوہ، زید تو دس ساڑھے“

”بیوہ میں زید تو ریل گاڑیوں میں رہتا ہے۔ آپ غریب سے تو

پسے؟“

”فی الحال تو ہوں یہ زہرہ نے جواب دیا۔“ میں خود تپیں

کال کرنے والی تھی۔

”میں نے یہ تھری بار آپ کو کال کی ہے۔“ زید فوراً نے کہا

”مجھے زید تھری نے اطلاع دی تھی کہ آپ غریب کے اندر داخل ہو

گئی ہیں۔ مجب کالیں دیر تک آپ باہر داس جس بیٹیوں تو زید تھری

نے مجھے اس بارے میں اطلاع دی۔ اس کے بعد میں نے پہلی بار

آپ کو زونڈر پر کال کی لیکن کوئی جواب نہیں ملا۔“

”خاکسے، اس وقت میں بے ہوش رہی ہوں گی؟“

”کیا مطلب؟“ زید فوراً نے بے کرب کے ساتھ پوچھا۔

”مطلب یہ کہ میں اس وقت تاریک کمرے میں بیہوش تھی“

اور پھر زہرہ نے زید کو غریبیت میں داخل ہونے کے بعد کی

پوری تفصیلات بتائیں اور بالآخر خوش قسمتی سے مجھے سوجھ بول گیا۔

ادب اب کمرہ روشن ہے اور میں ایک ازکی چیر پر بیٹھی ہوں۔

دروازہ بند ہے اور کوئی آگیا تک اس کمرے میں نہیں آ سکتا ہے۔

”اور آپ کے سر میں زیادہ تکلیف تو نہیں ہے؟“

”تم فضول وقت ضائع کر رہے ہو۔ اور ضرر معلوم دلوگ

کیا سینگ کر رہے ہوں گے؟“

”میں دراصل زید کو ان کا شمار کر رہی ہوں۔“ زید فوراً نے

جواب دیا۔

”کیا تم نے انہیں اطلاع دی ہے؟“ زہرہ نے پوچھا۔

”جی ہاں، جب آپ دیر تک وہیں رہیں اور آپ سے

دوبارہ گفتگو کے باوجود کوئی رابطہ قائم نہ ہو سکا تو میں نے غیبت میں

پہنچ افراد کے پہنچنے پر آپ کے بارے میں اطلاع کر کے اور آپ

کے غیبت کے اندر داخل ہونے کے بارے میں تمام تفصیل سے اخیر

کر دیا تھا۔ میں اب پہنچنے والے ہوں گے۔ تھری بار آپ کو کس کی تو

آپ سے رابطہ قائم ہو سکا۔ خدا کا شکر ہے کہ آپ ٹھیک ہیں۔“

”ہوں۔ میرا خیال ہے کہ وہ بڑی عورت دہی خوشحال سیز

تھی جس کا میں نے ابھی ذکر کیا ہے۔“

”ہو سکتا ہے۔“ زید فوراً نے جواب دیا۔ بہر حال ہم اطمینان

کے ساتھ کاروائی کر سکیں گے۔“

”بھائی جان نے ابھی کچھ کہا۔“ زہرہ نے پوچھا۔ اس کا

زید تھری نے اس بات کی مذمت کی کہ وہ خود دیوار پر چڑھ کر اندر چلنے

کے لئے تیار ہے۔ لیکن زہرہ نے اس کی بڑبڑ کر دیا تھا۔

بالآخر زید دیوار پر چڑھ کر بعد زید تھری دیوار سے ٹک کر

بکھرا ہوا گیا اور اس نے اپنے دونوں ہاتھ انگلیوں میں انگلیاں ڈال کر

انہیں میں جوڑے۔ زہرہ نے اپنا پاؤں زید تھری کے دونوں ہاتھوں

پر رکھا اور اچک کر دیوار پر چڑھی۔ ایک لمبا لے اندر دلی صحت پر

نگاہ ڈالی۔ وہ ایک مختصر سامن تھا جہاں کافی تعداد میں پردے

ٹکے ہوئے تھے۔ یہ اطمینان کرنے کے بعد کہ میں کوئی نہیں ہے۔

زہرہ دیوار پر دونوں ہاتھ رکھ کر کھڑی اور دیوار پر چڑھ گئی اور پھر بہت

آسانی کے ساتھ دیوار کے دوسری طرف صحن میں اتر گئی۔

زہرہ یہ تمام باتیں یاد کرنے کے لئے ایک لمبے لمبے

نے محسوس کیا کہ جیسے دروازے پر کوئی آیا ہو۔ لیکن یہ اس کا صحن

ایک داہم تھا۔

اسے یاد آیا کہ جب درخت میں پہنچنے کے بعد ڈرنگ ندیم

کی کمرہ کے کئی اندر جھانک رہی تھی تو وہاں اس کے سر پر قیامت

ٹوٹ پڑی تھی۔ اندر کا پورا منظر اس کے ذہن میں ابھر آیا اور پہنائے

کیوں وہ اپنے آپ پر خراش ماری۔ اندر کا منظر تھا ہی کچھ ایسا۔ پانچ افراد

ایک صف میں کئی کئیوں پر بیٹھے ہوئے تھے اور ایک صحن میں تین تیر

چودھریں میں کئی کئی گھومتی تھیں۔ صف سے ادھر ادھر کی رہی تھی۔ وہ

چیت اور فیض پہنچے ہوئی تھی اور فیض کے تمام کچھ ہوئے تھے۔

شاہ فیض کے اندر کوئی اور کچھ نہیں تھا۔ کیونکہ اس کے شباب

کی تمام رفتاریں باہر چھانک رہی تھیں اور وہ پانچوں بڑی حسیوں

نکالوں سے اس کے سینے کو تک رہے تھے۔ اس کے کوسوں کا

آجہا بھئی کچھ کم قیمت خیر نظر نہیں آ رہا تھا۔ زہرہ اس منظر کے بارے

میں سوچ کر شرم سے سرخ ہو گئی تھی۔ اگرچہ وہ اس کو دیکھنے والا

کوئی نہیں تھا۔ جو سکا ہے اس کے ہونے پر مسکراہٹ بھی تھا۔ ہونے

کچھ دیر بعد وہ اپنی جگہ پر اٹھی۔ ایک خیال اس کے ذہن میں

آگیا۔ اس نے دیوار کو پھر ٹھون شروع کر دیا۔ وہ اپنے ہاتھوں کو

دیوار پر اس طرح پھیر رہی تھی جیسے صفائی کر رہی ہو۔ بالآخر اس کا ہاتھ

ایک سوچ پر پڑا۔ اس نے سوچ کو دوبارہ چھانک کر دیکھنا شروع کر دیا۔

وہ ایک مختصر سا کمرہ تھا۔ زہرہ نے اس کمرے پر پھر ایک نگاہ ڈالی

زکی کھڑکی تھی۔ زہرہ نے ان کو دیکھا تھا۔ البتہ بالکل دیکھ سکا

میں ایک چھوٹی سی جگہ پر دیکھ کر دیکھ کر کرسیاں ضرور دیکھ سکتی تھیں۔ زید

ان سے ایک پر پڑ گیا۔ اب وہ زید کے ساتھ رابطہ قائم

کرنے کے بارے میں سوچ رہی تھی۔

زہرہ نے اپنے آواز سے کوئی عملی جامہ پہنانے کے لئے کلائی پر

خیال تھا کہ شاید غیث میں اس طرح اس کے داخل ہونے پر مہر نام  
نے ناراضگی ہی کر دی۔

دافت نہیں تھے جو مہر نام کے انتہائی مستعد تھے اور اس کے ساتھ  
رہتے تھے۔ تھری زیرِ تعلیم کے دوسرے ممبروں کا بھی راز سے  
دافت ہونے کا سوال کیا پہلے نہیں ہوتا تھا۔  
مہر نام نے جنت کی بندی کا اندازہ کرنے کے بعد اپنی سیاہ  
چٹ کی جیب میں تھوڑا والا اور ایک روشنی کا گولہ نکالا۔ پھر  
اس نے اس کی سر سے ہر ایک کوٹنا اندھا اور تھوڑے پوری  
وقت کے ساتھ گھماتے ہوئے اوپر بھینک دیا۔ پہلی ہی کرکشی میں  
روشنی دوری کا لاشا دور لڑائی ایٹھوں میں جا کر پھنس گئی۔ یہ کمال مہر نام ہی  
کو حاصل تھا۔ اس کی اس طرح کی کوئی کرکشی گما اب تک ناکام نہیں  
ہوتی تھی۔ کانٹے کے اور پھینس جانے کے بعد اس نے رکی کو بند کی  
دافت کے ساتھ کئی جھکے دیے اور یہ اندازہ کرنے کے بعد کہ اب  
انتہائی ذوق کے سبب لاشا اپنی جگہ نہیں چھوڑے گا۔ ان نے زید فرد  
اور زید تھری کو اشارہ کیا۔

دونوں مہر نام کے اشاروں کی زبان سے داقت تھوڑے  
پتی ی رکی کے ذریعے بند کی پر چھنا مشکل کام ہوتا ہے۔ لیکن  
تھری زید کے بھی ممبروں کو اس کی مہارت حاصل تھی۔ اس مہارت کا  
نتیجہ تھا کہ زید فرد اور زید تھری دونوں کے بعد دیگرے بڑی پھرتی کے  
ساتھ غیث کی جھت پر پہنچ گئے۔ دونوں کے اوپر پہنچنے کے بعد مہر نام  
نے اوپر اوپر دیکھا اور خود بھی بند پر جیسی پھرتی کے ساتھ اوپر چڑھنے  
لگا۔ ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے دیوار نہ ہو بلکہ ہموار زمین ہو جس پر  
جم بھینکا جا رہا ہے۔

جھت پر پہنچنے ہی مہر نام کی نگاہ جھت کے دسیانی حصہ  
میں بنے ہوئے روشندان پر پڑی جو کافی بڑا اور بڑی مٹا تھا اور جس  
میں بڑے بڑے سے شیشے لگے ہوتے تھے۔ روشن دان کو دیکھتے  
ہی مہر نام کی آنکھوں میں چمک اٹھی ورنہ وہ تڑپنے کے ذریعے  
غیث کے اندر جانے کے لئے جھت پر چڑھتا تھا۔ مہر نام تیزی کے  
ساتھ روشن دان کے پاس پہنچ گیا۔ زید فرد اور زید تھری بھی اس  
کے ساتھ تھے۔

جیسے ہی مہر نام نے روشندان کے شیشے سے سر لگا کر اندر  
جھانکا اس نے اولین کا گہرا سانس لیا۔ یہ بھی عجیب  
اتحاد تھا کہ روشندان کے نیچے ڈھانچہ دم تھا اور اس میں دھڑکی  
جس کو وہ پہلے ہی زردیوں دیکھ چکا تھا۔ اپنے بائیں ہاتھوں  
کے ساتھ موجود بھی۔ مہر نام نے ان میں سے ہمار کو تو پہچان لیا لیکن  
لوگوں نے مارا ہم تک اس کا تعاقب کیا تھا لیکن وہ پانچویں آدمی  
کو پہچان سکا۔ اس نے روشندان سے ہٹا کر بٹا کر زید فرد اور  
زید تھری کو دیکھا اور بولا۔

جی نہیں۔ سوائے اس کے کو میں پھر آپ سے رابطہ قائم کروں  
اور اگر محسوس کروں کہ آپ کو کوئی خطرہ ہے تو فوری طور پر کوئی  
کارروائی کروں اور ان کے پیچھے کا اندھا زہر کروں۔ لیجئے وہ بھی  
آگے ہیں۔ اچھا میں اب وائسیر آف کر رہا ہوں۔  
زید فرد نے بات ختم کرتے ہی وائسیر بند کر دیا تھا  
وہ پھر کسی پر آتی تھی اور انکس بند کر کے غور و فکر میں ڈوب  
گئی۔ اسے خیال اندھا تھا کہ اس کا بھائی سب کچھ کر کے کھنڈر پریشان  
ہوا ہو گا۔ زہرہ کو یہ سوچ کر اپنے بھائی پر ہار آگیا اور وہ کرا پڑی۔  
اور جس بھی تو انہیں ہمیشہ ای طرح پریشان کرتی رہتی رہی۔  
اس نے جیسے اپنے آپ سے کہا اور انکس کٹائی کے کرمر کر کر پڑ گیا۔

مہر نام نے غیث کے قریب پہنچ کر اوپر کو دیکھا۔ جھت  
زیادہ اونچی نہیں تھی۔ یہ ایک بک مہر نام غیث تھا اور دوسرے  
غیث کے مقابل میں زیادہ اگلی تھک تھا۔ زید فرد زید تھری اس  
کے قریب پہنچ کر غوش کھڑے ہو گئے تھے اور اس کے حکم کے منتظر  
تھے۔ مہر نام اس دقت سے پاؤں تک سیاہ باس میں ایکس ہول  
بنا ہوا تھا۔ غیث تک اس سفر اس نے اپنی مخصوص اسپرڈش کار میں کیا  
تھا جو کار کم تھی اور ایک تندر زیادہ۔ اسپرڈش کار کو اس نے غیث  
سے لکھنا نظر پر دوک دیا تھا اور کار سے باہر آتے ہی زید فرد اور  
زید تھری کے لئے روشنی کا ایک مخصوص ٹکڑا دیا تھا۔ اس ٹکڑے کا نتیجہ  
تھا کہ وہ دونوں مہر نام کے قریب پہنچ کر اس کے حکم کے انتظار میں  
کھڑے ہوئے تھے۔

دراصل زید فرد کی اس اطلاع پر کہ زہرہ غیث کے اندر داخل  
ہوئی تھی اور اس کے ساتھ وائسیر پر رابطہ قائم نہیں ہو سکا ہے مہر نام  
بے چینی ہو گیا تھا۔ زہرہ کو اس نے بار بار ہدایت کی تھی کہ وہ زیادہ  
اڈرنگ نہ کیا کرے۔ لیکن تھری وہ مہر نام کی بہن۔ غصے میں کو دہڑانا۔  
اس کی اپنی بن چکا تھا۔ مہر نام کے ساتھ اسپرڈش کار میں جمیر بھی وہاں  
پہنچا تھا۔ مہر نام نے جمیر کو ہدایت کی کہ وہ غیث کے دروازے  
کی بجائے کسی گہرے گڑھ میں فرار ہونے کی کوشش کریں تو  
انہیں ہر جھت پر روکے خواہ اس کے لئے دروازہ کا استعمال ہی کیوں نہ  
کرنا پڑے۔ جمیر جو کہ تھری کے بیٹا کو مارا وہیں رہتا تھا۔ اور  
مہر نام کی ڈی کے طور پر زیدوں کی ذمہ داری پوری کیا کہ اگر اتنا اسے  
چاہئے تو مجھے کہیں یہ کوئی نہیں جانتا تھا کہ وہ مہر نام یعنی زیدوں کی جوی  
بھی ہے۔ یہاں تک کہ زید فرد اور زید تھری بھی اس راز سے

”تم لوگ زینہ کے ذریعے پہنچو تو میرے اٹارنے کا اشارہ کرو۔ اپنے زائستہ پر ان رکھنا تا کہ میری عزت کے وقت جو کہوں اس کو سن سکوا اور اس احتیاط کے ساتھ پہنچے جانا۔ میرا خیال ہے کہ کراہی صحن کے کسی حصے میں کوئی اور آدمی گھبراہٹا جائے۔ وہ اس کی مہلت نہ دہرایا ہو۔“

میں نے زیرِ غور اور زبردِ تھری نے ایک ساتھ جراب دیا اور وہ آہستہ قدموں کے ساتھ زینے کی طرف بڑھ گئے۔

مغرب نام نے ہجرت انجمن روشن دان کے بیٹے کے ساتھ لگا دی۔ لیکن اس کے ساتھ ہی اس نے بیٹے کو ذرا سا اٹھا کر دھچکیر دینے پر اندر کی طرف اٹکادیا تاکہ اندر ہونے والی آگ کو روشن کرے۔ مگر جو لپا لپا ہے یہ مغرب نام نے زور بربس لگا کر کہا، جب تو اسے اندر ہی سے نکال لیکن دھچکیر دینے پر کوئلہ رکھتا ہے، ہی اس نے جو پہلو جڑ سادہ یہ تھا۔

میں معلوم ہے جلیانا خون خرابہ کو بند نہیں کرتی ہے۔  
مہرنام نے لکھا وہ فیض اور تیلوں میں واقعی ایک قیمت  
معلوم ہو رہی تھی۔ پھر اس پر مزہ کر کے شے کھلے ہوئے۔

جو لیا تاکی پیشانی پر چلے جوتے تھے۔ اس نے اپنا ایک پاؤں کرکے پر دکھا ہوا تھا اور دیر سے ان کو کھڑکی ہوئی تھی، جہاں نام نے دیکھا کہ اس کے ہاتھ میں ردول خاکوئی تھوٹے تھے لیکن وہ اس کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں لگا سکا۔ اس کی آنکھیں اندک کسان پر کیمنے میں اور اس کے کان اندر ہونے والی آغٹگو کو سننے میں لگے ہوئے تھے۔

اور اس نے تم میں سے کسی کا تقاضا نہ کیا بڑا:

”یقیناً کہنے میں۔ ہم پوری اجتہاد کے ساتھ یہاں آئے ہیں۔ کسی کے بقول اس کا سوال کی حد میں ہوتا ہے یا نہیں اس کے بارے میں۔“

کیا اسے غیب سے پتہ چل گیا کہ اس نیت میں کچھ ہے اور

”ہم خود حیران ہیں میڈم۔ اس بار تنہا، ایک بے جواب دہ

”آپ کو تو معلوم ہی ہے۔ ہم لوگ اس معاملہ میں اتنی احتیاط کر رہے  
 کے مادی ہیں۔“

”وہ احتیاط بھی میں نے دی ہے۔ جو لیا نائے جواب دیا۔  
بھاری احتیاط ہی کا تو نتیجہ ہے کہ نجیت کے غلط کنجائی شہر دہ

ہوئی۔ میرے اور اس کے فلسفیوں میں دو بیکر ٹرا سینٹر پڑے ہوئے  
ہائے گئے۔ وہ تو خود ہی بہت غلط فہمیوں در ذہن ابھرا کر فلسفیوں

تھو کو دروزوں غیروں میں اس کے ماتحتوں نے ڈھکیچڑھائی کر ڈھپائی ہے جو سنے تھے اور ان کے خور دیے کوئی پتہ نام بھی تھری زمین کے بڑے کافر میں نہیں پہنچ سکا تھا۔ اب معلوم ہوا کہ ان کے ساتھ کیا مینی، اس معاملے میں وہ جو لٹا کی جالائی کا قافلہ ہو گا۔

لیکن بیڈم ہوئی نہ رومی اس آدمی کی عمرانی لاکھم آپ نے  
تو رہا تھا یہ حکم نے کہا۔

”مرتب نکالی کا نام“ جو لہانا دھاڑی۔ یہ تو نہیں کہا تھا کہ تم

اس کا جواب کہہ ہرے مار جام باہر چلا اور جہراں کو اپنے  
 پیچھے رکھ دیا۔

مکررہ بہت سنا ہوا ہلاک، ہم خود تیرن میں لڑو اور ہم  
میں داخل ہوتے ہی غائب کہاں ہو گئی، ہم نے تو اس پر پوری سے نگاہ

رکھی تھی۔  
 "خاکوش دربر بیویا نے جہڑ کا" بچے ایسا لکھا ہے کہ اس

کتاب میں آئے کے بعد تم بھی انکار ہو گئے ہو۔ کون کبر مکن ہے کہ  
یا کل ای طرح متبادرے غیث کی عمرانی بھی نہ کی جاتی ہو؟

”نہیں یہ قسم دینا نہیں ہے یہ عجیب نے پھر کہا۔ دوسرے  
چاروں افراد اب تک خاموش تھے۔“

”رہنیت کے فیٹ کے علاوہ ادو کسی لہیت کی کڑائی نہیں کی  
گئی ہے“

میرا کہہ کر سب نے ہر وجہ پر جانے غصہ سے پرچھا۔ غصہ  
میں اس وقت وہ بلائی خوبصورت لڑک رہی تھی۔

”ہم نے اعتقاداً خود ایک دوسرے کے غیث کی باری باری  
مغرافی کی ہے۔ جبکہ یہ جواب دیا۔

”تو بھر لڑکی اس غلیٹ میں کیسے پہنچی؟ جو یارو نے پڑھا۔“  
”مجھ خود نہیں ہے سڈم۔ اس مار دھمکت ہولا۔“

۱۰۔ فرمایا کہ جو کہ تمہارے معاصیہ کی وجہ سے تمہاری قوم پر کڑی سزا ہو رہی ہے۔ اس بار وہ سزا ہو جائے گی۔

خدا کی لڑائی دلا ہمارے لعاب میں ہیں آیا ہوا ہیں روپا کیے  
تھا کر میں نے کئے دن میں کی کسی وقت اپنے غیث سے  
نکلا کرتا

لکھ جاسے:

لیکن میڈم "جکیب درمیان میں ابرار" رنجیت کا تعاقب



اس کی جگہ اسی کرنسی نو دی جی پڑی اور کرنسی کا پھیلاؤ تو ہوا۔ اس سے  
 اعزاز و پیرا کے لئے متعدد تو رپا رہی جانا چاہیے؟  
 جو یانے جوڑی تو جہ سے عجیب کی بات کرن رہی تھی۔  
 ہکا سا قبہ لگا کر کرے کے احوال کو مستحکم بنا دیا۔ پھر اس نے کرنسی  
 پر ہتھے ہوئے کیا۔

”وہ تو خیر ہو گا ہی.... یہاں کے مرنے میں کیا حائل ہے؟“  
 ”ایک ہنگامہ چاہا ہوا ہے۔ پولیس کو معلوم ہو گیا ہے کہ جو حاصل  
 کرنسی ہنگامہ سے چوری ہوئی اس کا سونا خرید لیا ہے مزاروں کسے  
 کچھ حاکم کی ہوئی ہے۔ یہاں مرنے کا حائل ہے۔“

”اور ظاہر ہے سب کا یہی بیان ہو گا کہ رسالہ کی مہمانی  
 نے سونا خریدا۔ جو یانے قبہ لگا دیا۔ اب اس کا غصہ کا پھیلا  
 موزم ہو چکا تھا۔“

”جی ہاں۔“ عجیب نے جواب دیا ”مزاروں نے جو حسیان کہا  
 پولیس نے آرٹسٹوں سے اس کے مطابق خیالی تصویر بنوائی ہے۔“  
 ”اوہ۔“ جو یانے ناچکی ”لیکن وہ تصویر تو مہارانی کی ہوگی جو یانے  
 کی نہیں اس نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔“

”جی ہاں، ایک آپ میں واقعی آپ کو کمال حاصل ہے۔“  
 لیکن میڈم ایک اور بڑے مزے کی بات ہوئی ہے ”عجیب نے کہا۔  
 ”وہ کیا؟“ جو یانے پوچھا۔

”کسی صراحت نے یہ نہیں بتایا کہ مہارانی رسالہ پر رنے سرنے  
 کے عوض جو نقد کرنسی دی اس میں جملی کرنسی بھی شامل تھی؟“  
 جو یانے قبہ لگا تے ہوئے پوچھا ”وہ کیوں؟“

”شاید اس لئے کہ انہوں نے جو سونا فروخت کیا۔ وہ سب  
 واپس نہیں تھا، بلکہ ایک کا بھی تھا اور یہ بات وہ بتائیں سکتے  
 ہیں۔“ اس نے جملی کرنسی کو چھپا کر گھر چلے گئے ہیں۔ یہی نام۔“

جو یانے پوچھا۔  
 ”ہی میڈم، بالکل یہی بات ہے۔ لیکن بات صراحت میں  
 پر ختم نہیں ہوتی؟“

”قریباً کچھ کلاں تک پہنچتی ہے۔ جو یانے پوچھا۔ ظاہر ہے  
 پولیس کو معلوم ہو گی ہکا مہارانی رسالہ پر رنے ایک گورڈ روپے  
 کی اہلیت کا سونا خریدا ہے۔ لیکن صراحت ایک گورڈ روپے کی کرنسی  
 پیش نہ کر سکے ہوں گے اور پولیس مانگ کر رہی ہوگی کہ نام کرنسی  
 پیش کی جائے۔“

”میڈم کی ذہانت کا قاتل ہونا ہی پڑتا ہے۔“ عجیب نے جواب  
 دیا۔ ”بالکل یہی بات ہے پولیس کا خیال ہے کہ صراحت بھی غیر قانونی  
 کام کرتے رہے ہیں؟“

”مارجام ہنگامہ منتقل کیا، کون ہے آپا پولیس کا کوئی آگاہ ہے یا کسی گروہ  
 کا سرخرو؟“ جو یانے کہا۔

”اس لڑکی سے میں کچھ پوچھا جا سکتا ہے میڈم۔“ رنجیت ہولا۔  
 ”وہ تو کیا ہی جائے گا؟“ جو یانے جواب دیا۔ لیکن ہم یہ کام  
 بعد میں کریں گے۔ مجھے انوکس ہے اس ملک میں آنے کے بعد مجھے  
 غن خراسی سے بھی کام لینا پڑا۔ اس بڑے وقت فوجان کو قتل کرنا پڑا۔  
 جو مجھ سے بڑھ گیا تھا اور اب بڑی...“

”کہتے تھے تو کیا، خاموش ہو گئی جیسے کوئی بات سوچنے  
 لگی ہو۔ وہ بچوں آدمی خاموشی کے ساتھ اس کے چہرے کو ٹک  
 رہے تھے۔ ان میں سے صراحت عجیب کی نگاہیں بھی جھکی جو یانے  
 کے اپنے ہوئے خواب سے غافل تھیں۔“

غالباً جو یانے عجیب کی نگاہوں کی گرمی کو محسوس کر لیا تھا۔  
 وہ مسکرائی اور عجیب کی طرف گہری نگاہوں سے دیکھتے ہوئے بولی۔  
 ”میں نے تمہاری خدمات کا ہمیشہ اچھا صلہ دیا ہے نا۔“  
 ”ہی میڈم۔“ عجیب نے جواب دیا ”میں آپ کا صراحت  
 ایک غلام ہوں۔“

”لیکن تمہاری کارکردگی غیر اطمینان بخش رہی ہے۔“ جو یانے  
 جواب دیا۔

”مجھے انوکس ہے میڈم۔ آپ ایسا خیال کرتی ہیں۔“ عجیب  
 نے اس کی ہرگز جواب دیا۔

”تم نہیں سمجھتے کہ اس ملک میں میری یہ ہم جو دیکھتے ہیں بہت  
 میڈم سادھی اور آسان لگتی ہے۔ کچھ اہم ہے اور اس سے تم  
 لوگوں کو کتنا فائدہ پہنچنے والا ہے۔ جو یانے بڑائی۔“

”میڈم غلط ہیں۔“ عجیب نے جواب دیا ”ہم تو اس اتنا  
 ہی پہنچاتے ہیں اور یہ کافی ہے۔“

جو یانے فائدے مسکرائی۔ اس نے عجیب اور دوسرے لوگوں  
 پر طراز نگاہ ڈالی اور بولی۔

”پولیس یہ معلوم نہیں کر سکی کہ اسٹیٹ ہنگامہ میں ڈاکٹر طرح  
 پڑا۔ وہ معلوم بھی نہیں کر سکتی کیونکہ معلومات کا صراحت ایک ہی ذریعہ  
 ہے اور وہ ہے جو کھلا رہا۔ لیکن جو کھلا رہا نہ تھا وہ نہیں جاسکتا  
 نہ وہ جو کھلا رہا نہ تھا وہ صراحت ہی کے گاہک اس کی ہنگامہ چھپ گئی  
 تھی اور یہ بات بھی اگر اس نے بھی تو فائدے تشدد کے بعد ہی کہہ  
 سکتے تھے۔ لیکن کرنسی تو قتل کو جعلی نوٹوں سے بدلنے کے بعد ملے ہیں  
 یہاں کے حکام نے صراحت غصہ کی سے کام نہیں لیا۔ اس سے  
 یہ سے کاڑھ کچھ نقصان پہنچ سکتا ہے۔“  
 ”لیکن میڈم۔“ عجیب نے کہا۔ ”نقل کرنسی پڑی گئی تو کیا ہوا“

”خیر مجھ کو یہ جویا مانے کہا۔ یہ یہاں کی پھیس اور حکومت کا درد سہے۔ جہاں تک میرا تعلق ہے میں مال و دار دھرنے کے فوراً بعد واپس چلا جاتا ہوں۔ میرا استعداد رہا ہر جگہ ہے کسی چیلنج اور ٹیک کی کے سبب اب یہاں نہیں بھی رہیں گی اور اس ملک کو اقتصاد کی اصلاح کے لئے جھگڑا ہے گا۔“

”خا ہرے پڑوسی ملک نے بھی مشن میرے سپرد کیا تھا۔ میں جلد سے جلد اس کام کی قیمت وصول کرنا چاہتی ہوں۔“

ممتاز بڑی توجہ کے ساتھ کہہ میں چھوٹے والی تمام جھگڑا کو سن رہا تھا۔ جویا نامی باتوں کو سن کر بھی ہار جاتا تھا۔ اس بار بھی ایسا ہی ہوا۔

قوی بات ہے، ممتاز نے سوچا اور غصہ کا جھبکا اس کی آنکھوں میں اُتر آیا۔ محض میرے ملک کو پڑوسی ملک کا اقتصادی غلام بنانا چاہتی ہیں۔ دیکھا جائے گا۔“

یہ تمام جھگڑا ممتاز سن رہا تھا۔ ساتھ ہی ساتھ دیکھتے ہیں برقی جاری تھی۔

لیکن بات ختم کرنے ہی جویا نامے جو کڑی پریشانی ہوئی تھی اپنی جگہ پر آئے کی طرف چلا دیں اور دونوں اٹھ اٹھا کر ایک تربٹ لگن لگائی۔

اب اہم ترین کام مال کو حفاظت کے ساتھ اس ملک سے اُسر لے جانا ہے۔ جویا نامے اپنے ساتھیوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ”خا ہرے یہ کوئی بہت آسان کام نہیں ہے۔“

”لیکن میڈم یہ کام تو ہم یہاں اپنے اسٹور و سٹور کے ذریعہ بھی آسانی سے کر سکتے ہیں۔“

”کر تو سکتے ہیں۔ لیکن میں کوئی رسک لین نہیں چاہتی اور نہ ہمارے دوستوں کو خیر دینے کے حق میں ہوں۔“

”یہ بھی کسی کو نہیں بتانا چاہتی کہ میں کیوں اس ملک میں آئی تھی۔“

”تو پھر میڈم آپ جیسا کہیں۔“

”پڑوسی ملک کے سفارت خانے اطلاع دے گا کہ کئی رات اس کا ایک خاص جہاز روپ ہنگر کے ہوائی اڈے پر اتار دیا ہے۔ تم لوگوں کو مال غنم سفارت خانے تک پہنچانا ہے۔ وہاں سے وہ ڈیڑھ بجے تک میں جہاز تک پہنچ جائے گا۔ اور پڑوسی ملک میں پس ل جائے گا۔“

”لیکن میڈم ایک کوڑ روپے کا سونا ہے۔ اگر اس ملک نے بے ایمانی کی تو۔۔۔۔۔“

”جیک نے پوچھا۔“

جویا نامی اور اس نے ایک اٹھ جھگڑے ہوئے کہا۔

”وہ ایسا نہیں کر سکتا۔“

”میرا بھی اس کمالات کو تسلیم نہ کرنا ہی چاہیے۔“

”جیک ہم میرے سڑ پڑے مزدور ہو گئیں۔ یہ سب مجھ کو کہہ رہا ہے۔ میں اس میں اس کی باتیں بچے۔ کیا پڑوسی ملک کی سوت آئی ہے جو مجھ سے مدداری کرے گا۔“

جویا نامے جواب دیا۔

”تو کیا اس پڑوسی ملک کا بھی کوئی راز۔۔۔۔“

”جیک ابھی بات مکمل نہیں کرنا تھا کہ جویا نامے کہا۔“

”اے جویا تو رازوں کی تجارت کرتی ہے۔ یہاں کا پیش تو محض ملک چھوڑنا۔ پڑوسی ملک مجھے میرا سونا بھی واپس دے گا اور اپنے کام کی قیمت بھی ادا کرے گا۔ لیکن سفارت خانے ملک۔ سڑا جی حفاظت کے ساتھ پہنچا رہا گا۔“

”ایسا ہی ہوگا مارام۔“

”دیکھتے نے جواب دیا۔“

”میں مطمئن نہیں ہوں۔“

جویا نامے کہا۔ ”تو ہمارے ٹیٹ کی ٹرینی اور میرا اس لڑکی کا میرے ٹیٹ میں کچڑا ہونا۔“

”یہ سب خیریت۔“

کی حکومت نہیں ہے۔“

”خا ہرے لڑکی کا بپا ہونا آگیا ہوگا۔“

جویا نامے پوچھا۔

”جی ہاں میڈم۔“

میرا خیال ہے وہ ہر شے میں آنے کے بعد دیر اسی سے بڑا ہوا ہو گئی۔“

”دیکھتے نے جواب دیا۔“

”تو پھر لے لاؤ۔“

”دیکھیں وہ کون ہے، پرنس کی خبر ہے۔“

”اسٹور کے کسی گروہ کی خبر۔“

جویا نامے کہا۔

”دیکھتے جویا نامی بات سن کر کڑی سے اٹھ کر کھڑا ہوا اور ابھی اس نے دروازے کی لٹ ایک قدم بڑھایا تھا کہ جویا نامے کہا۔“

”لیکن ابھی پھر وہ۔“

ابھی جیسے تم لوگوں کے کچھ اور بھی بلکہ۔“

جویا نامی بات سننے کے بعد دیکھتے پھر کڑی پر ہنسنے لگا۔

”وہ پوچھ رہا ہے جویا نامہ کو دیکھ رہے تھے۔“

”میرا خیال ہے آج تم لوگ یہیں قیام کرو۔“

ایک وقفہ کی خاموشی کے بعد جویا نامے کہا۔

جویا نامی بات سن کر جیک کے چہرے پر خاص طور پر مسرت کی کرن پھوٹ پڑی تھی۔

”دوسرے لوگوں نے جویا نامے کے پاس سفید کمرے میں اسٹاپ کر لی تھی۔“

”میرا خیال ہے اس ٹیٹ میں آج کی رات تم لوگوں کے لئے ایک خوشگوار رات ثابت ہوگی۔“

جویا نامے سکر لے ہوئے دیکھتے اسی کے ساتھ بیٹھے ہوئے دوسرے افراد کی طرف دیکھ کر کہا۔

”یہاں برابر کے کمرے میں اعلیٰ درجے کی شراب بھی ہے اور وہ خوبصورت بل بھی۔“

ممتاز نے جویا نامی بات سن کر جھجھک گیا اس کی آنکھوں سے چھلک رہی تھیں۔

”میں اس کی منتہی بندھ گئی۔“

ایک لمحہ کو



جیکے آواز دی۔

"میس میڈم" جیکب نے جواب دیا۔

"اس کے پاؤں کے ٹکڑوں میں کیسی ٹھونک دو۔"

"میس میڈم" جیکب نے جواب دیا اور قریب بڑی میز پر سے

کیڑوں کا ڈبہ اُدر کر میٹھا کر زہر کی طرت بٹھاد۔

اسکی جیکب نے زہر کے پاؤں کو اچھٹا لایا ہی تھا کہ ایک کبوتر بھر کر اٹھ گیا۔

"تم نیسے کوئی بھی حرکت نہیں کرے گا۔" مرنظام کی آواز ڈراگ

دوم میں گونجی۔ اس اچھا آواز سے وہ سمجھ گیا کہ اس نے جیسا کیا

اور دوسرے لوگوں کی دشمنان کی طرت دیکھا جہاں سے آواز آئی تھی۔

مرنظام کے ہاتھ میں ریر اور کے علاوہ انہیں اور کچھ دکھائی تھیں۔

جیکب بڑی طرح زہیں پر پڑا ہوا زہر پڑا تھا۔

نارنگ لکڑی کا آواز سننے کی زبردستی اور زبردستی خود دونوں

ڈراگ دوم کا دروازہ کھول کر اندر پیسٹھ چلے گئے۔

جوانا کو اس صورت عمل کی توقع نہیں تھی۔ لیکن وہ اپنی جگہ

انتہائی پرسکون کھڑی ہوئی تھی۔ اس نے جیکب کو دیکھا جو شاید اس

وقت تک دم توڑ چکا تھا۔

جوانا نے اطمینان کا سانس لیا۔ گریٹر کسی حد تک دہنی اس

کا راز دار بھی تھا۔

"تم سبھی لوگ میرے نشانے پر ہو۔" مرنظام نے بھر کہا اور بہت

تم ہستول پہنچے چھبیک دو۔ اور ریکس کے سلسلے سے سوتے کیلئے

کے اور کچھ نہیں تھا۔

"زیر تھری" مرنظام کی آواز آئی۔

"میس باس" زیر تھری نے جواب دیا۔

"زہر کے اچھٹا کھول دو۔ اور زبردستی رہتا رہتا ہستول کا

رنگ جوں انا کی طرت ہی رہتا ہے۔"

"میس باس" زیر تھری نے جواب دیا اور جوانا کی سمت

ہستول کی نال اٹھادی۔

جوانا اس وقت ذہنی طور پر کہیں اور تھی شاید فراری

راہ اختیار کرنے کی بات سوجھ رہی تھی لیکن زیر تھری اور زیر تھری کے

الفاظ سننے ہی کو وہ جو کس بڑی اور زیر تھری کے پاس تھی۔ اس

نے سچا اس کو معلوم کیا کہ اس ملک میں تھری کے ذریعہ کیا نتیجہ ہے۔

لیکن وہ صحت بھی جانتی تھی کہ یہ نتیجہ جرم پشہ لوگوں کے ہے۔ یہ بات

ذہن میں آتے ہی اس نے منہ زدن کی کست کیا اور رہا۔

"قوم زیر تھری ہو۔"

ہوئی۔ اب وہ دونوں ایک دوسرے کے بالکل ایک دوسرے

کی آنکھوں میں آنکھیں لگائے ہوئے کھڑی ہوئی تھیں۔

"کون پرتم؟" بڑیا لکھنا لاری۔

"پہان لڑکی ہو۔ زہر نے جواب دیا۔

"بجائے بند کرد۔" میں پوچھتی ہوں کون پرتم۔ بڑیا لکھنا

نے سمجھ کر پوچھا۔

"ایک لڑکی زہر نے جواب دیا۔

"وہ تو۔" میں بھی دیکھ رہی ہوں۔ لیکن تم نے میرا چچا اس

روز کیوں کیا تھا اور آج پھر میں کس کیوں پہنچی؟"

زہر نے قدر سے توقع کے ساتھ جواب دیا۔ اس

روز کیوں بھیجا گیا تھا۔ نہیں پہنچی طرح معلوم ہے اور آج بھی اس

سلسلہ میں ادھر آنکلی تھی۔

"بجائے ہتھکڑی اور ایسی سنسز اور لگی کر سننے والے

کانب آنکھیں تھیں۔"

"اچھا۔ زہر نے انتظار میں انداز میں جواب دیا اور وہ بھی

ان ناہک آنکھوں سے مرنظام جو تمام گفتگو سن رہا تھا۔ زہر کے

اس بات پر بے ساختہ مسکرایا۔

جوانا نیسے آپ سے باہر ہو گئی۔ اس نے ریکس کو حکم دیا۔

"اس لڑکی کے ہاتھ باندھ دو۔"

زہر نے کوئی حراست نہیں کی تھی اور اس بات پر خود

ہو یا با کبھی ہیرت ہوئی۔ وہ سلسل اور بڑے عرصے سے زہر کو دیکھ

رہی تھی۔

ایک ایک بار دوسرے جیکب بڑی اور جیکب سے مخاطب

ہوتے ہوئے اس نے پوچھا۔

"جیکب دیکھو اس لڑکی میں اور اس آدمی میں جو ہم نے

موتوں میں دیکھا تھا اور جن کا تم نے تعاقب کیا تھا۔ کس قدر بڑی

شابیت مجھ سے؟"

"میس میڈم۔ میں خود بھی یہی سوچ رہا ہوں؟"

"ہوں۔" جوانا نے ہنسا رہا تھا۔ ہوتے قدم آگے

بڑھا دیے۔ اس وقت تک ریکس زہر کے دونوں آنکھوں کو

اندھ چکا تھا۔

"اب بتاؤ۔ تم کون ہو۔ پولیس کے لئے کام کرتی ہو؟"

"نہیں۔" زہر نے جواب دیا۔

"تو پھر تم کون ہو؟ بڑیا لکھنا نے جلد کر پوچھا۔

"آپ سے ملنے کے لیے آیا ہوں۔" زہر نے جواب دیا۔

تو انہیں نہیں مانو گی۔ چچا لکھنا نے بھرک لگی اور اس نے

♦ ♦ ♦

نزل تھا انکو پیشکش اس روز سے پریشان تھا جب سے  
پریس کٹر نے اس کو ڈنٹا تھا۔ لیکن آج کو تو کچھ زیادہ ہی پریشان  
اور بے چین تھا۔ اس کی وجہ یہ اطلاع تھی کہ اعلیٰ حکام اس کا تبادلہ  
کرنے کی فکر میں ہیں اور پریس کٹر نے اس مسئلہ میں مالی کٹروں  
کے ساتھ بھی تبادلہ خیال کیا ہے۔ اطلاع میں یہ بھی بتایا تھا کہ اب  
اس کو ایک نااہل انٹرنیٹ کارکن کے لئے بھی کئی کام ڈنٹ عزم ہو  
گئی ہے اور محکمہ خفیہ میں کوئی کارآمد ممبر نہیں رہے۔ تبادلہ اگر  
معمول کے مطابق ہوتا تو شاید انکو پیشکش کر اس کی مقررہ ہوتی۔ لیکن  
جرام کی قضیت میں ناامی کی بنیاد بنا کر جو ٹکڑے اس کی بات سامنے  
آئی تھیں اس لئے وہ کچھ زیادہ پریشان ہو گیا تھا۔ چنانچہ رات کے  
دو بجے چلے گئے تھے اور مندر اس کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی اور  
وہ گادیں پہنے ہوئے کبھی بگ پر بیٹھ جاتا اور کبھی اٹھ کر بیٹھنے لگتا  
تھا۔ اس کی اس پریشانی سے اس کی بیوی بھی غامض پریشان تھی۔  
"جو کچھ ہونا ہوگا ہو جائے گا۔ پریشان ہونے کا فائدہ بھی  
کیا ہے؟" بالآخر اس کی بیوی دینا نے کہا جو کافی دیر سے اس کے  
ہاتھ پر ہاتھ رکھتا رہا اور اس کی بے چینی کو بڑے طور پر  
محسوس کر رہی تھی۔

"میں پوچھتا ہوں کہ آخر وہ کب تک مر گیا ہے۔" انکو  
شبکھنے لگا۔

"کون؟" "اس کی بیوی نے پوچھا۔  
"دی زیرون"۔ انکو شبکھنے لگا: "کب تک نے یقین  
دلا یا تھا کہ اس اور نفی نزل کے عیس میں وہ کام کر رہا ہے یہ اس کی  
کچھ ذکر کیا اور اس کے کھردرے پر ہنسا۔ "اگر میرے ہاتھ آجائے  
تو۔۔۔"

ابھی وہ اپنی بات پوری نہ کر پایا تھا کہ ٹیلیفون جینگ اٹھا۔ اس  
کی بیوی نے جواس کی بات سن کر سوسائے لگی تھی۔ ٹیلی فون کا ریسیو  
اٹھایا۔

"ہیلو۔ کون صاحب ہیں؟" دینا نے پوچھا۔  
"ایک بہن کا بھائی"۔ دوسری طرف سے جواب ملا۔ یہ آواز  
مقام کے علاوہ کسی اور کی نہ تھی۔ انکو شبکھنے کی بیوی اس کی آواز کا  
سن کر جیسے اچھن پڑی۔

"اوہ آپ ہیں؟" اس نے اضطرابی کیفیت میں کہا۔  
"کون ہے؟" انکو شبکھنے غصے سے پوچھا۔  
"وہی جس کو ابھی آپ جلیاں دے رہے تھے۔ دینا نے  
اپنے شرم کو جواب دیا۔ اس نے ٹیلیفون کے ریسیو پر ہاتھ نہیں رکھا

کی بجائے زیرون میں ہونا چاہیے۔" مقام نے سن کر جواب دیا۔  
"مستور زیرون؟" جویا نے کہا میرے پاس ایک کوڑکا  
سنا ہے۔ میں نہیں اس میں سے نفٹ دے سکتی ہوں؟  
"لیکن اب مجھے پورا دل رہا ہے" مقام نے جواب دیا۔  
"اچھا تو سب تم ہی کے لئے۔" میں ہلنے دو۔" جویا نے  
بالآخر کہا۔

"خواب ہے دوائے کو؟" مقام نے جواب دیا۔ "اگر تم نے  
میرے ملک کو دنیا پر لانے کی کوشش کی ہوتی تو شاید میں کچھ سچا  
مقام نے جواب دیا۔ "پھر میں اپنے وطن سے باہر کر عام اور سرکار  
کو نقصان پہنچانے والوں کو بھی معاف نہیں کرتا ہوں۔"

"زہرہ۔" مقام نے اپنی بات ختم کرتے ہوئے زہرہ کو کھلا  
میری بھائی جان۔" زہرہ نے جواب دیا۔  
"تم پیچھے ہٹ کر دو اتنے پر آجاؤ۔" مقام نے ہدایت کی۔  
"بہت اچھا۔" زہرہ نے جواب دیا۔  
"زیور فرس۔" اس اور مقام نے دروازے پر نشیات اپنے  
اؤٹو سے نکال دیا۔

"ان سب کو باندھ کر حضرات نام سے حکم دیا۔  
اب بھر تھری ڈیڑھ گھنٹہ دیرت اور دوسرے لوگوں کے ہاتھ اٹھائے  
خروج کر دیے۔ ابھی یہ سسر عاری ہی تھا کہ ایک جگہ سے طوفان آگیا،  
وہ درہل جویا آگیا تھا۔ ڈیڑھ گھنٹہ کے کارکنوں کو مصروف دیکھ  
کر ڈرائنگ روم سے باہر کورٹ یارڈ کی طرف ایک لمبی قطار لگائی  
تھی۔ زیور فرس کو جویا کو روکے ہوئے تھا اور باہر کی طرف دوڑا  
لیکن جویا اس وقت تک کورٹ یارڈ کی دیوار کو بھی پھانسی نہ تھی۔  
مقام نیچے آکر ڈرائنگ روم میں آگیا۔ جلیب کی لاشیں  
سامنے پڑی تھیں۔ رنجیت اور دوسرے جن آدمیوں کی مشکیں باندھ  
دی گئی تھیں۔ کئی لینے پر وہاں سونے کی آئینیں رکھی تھیں۔  
مقام نے ان میں سے نفٹ آئینیں اٹھ کر دیں اور زیور فرس  
سے کہا۔

"اس سونے کو ہیرا کوڑ پھینکا ہے؟"  
اب مقام رنجیت اور اس کے ساتھیوں کے قریب چکا  
اور ان کی گردنوں کی بنائے کو کھینچ رہا تھا۔ وہ بیرونی جوتے  
پہنے گئے۔

زیور فرس کا بڑا قافہ غلیٹ کے دروازے کو اچھی طرح بند  
کرنے کے بعد اب اچل چوکس کی طرف روانہ ہو گیا تھا۔

” آخر تم جو کہیں بہ انیسویں شیکھر نے مہر نام کی بات سن کر اندھلا

کیلیت کے ساتھ پوچھا۔

” آگہا کہنے سے کام رکھو انیسویں مہر نام نے جواب دیا۔

” یہ معلوم کرنا چاہتے ہو کہ مجرم کون ہیں اور سنا کہا ہے اور یہ کہ میں کون ہوں۔

” سنے یہ تازہ کہ مجرم اور سنا کہا ہے۔ انیسویں نے بے

تمام کہا۔ ” نہیں تو پھر کون دیکھ لوں گا۔“

” اچھا بات ہے تو میں ٹھیکر بند کرنا ہوں۔ مہر نام نے

دھکی دی۔

” ارے نہیں۔ انیسویں نے گہرا کر کہا۔ ” وہ تو میں ایسے ہی کچھ کا

کچھ کہہ جاتا ہوں۔“

” اچھی بات ہے تم مجھ کا یاد کرو گے۔ مہر نام نے کہا۔ ” یاد

مجرموں کو کچھ یاد رکھنا ہوتا ہے۔“

” کیا اس وقت؟“ انیسویں نے پوچھا۔

” تو کیا کہنے کے کا اٹھا کر دو بجے رات کو تمہیں ٹیلیفون کرتا۔“

مہر نام نے منہ کر کہا۔

” کہاں جانا ہو گا۔“ انیسویں نے پوچھا۔ ” کتنی غور سس کی

ضرورت ہوگی۔“

” زیادہ نہیں۔ مہر نام نے کہا۔ ” تمہیں وہیں کچھ کرنا ہے

بلکہ صحت مجرموں اور مال کو لانا ہے۔“

” تو کیا مقابلہ کی توقع نہیں ہے۔“ انیسویں نے پوچھا۔

” مقابلہ مجھے ہے جو چاہے۔“ مہر نام نے جواب دیا۔

” کیا مطلب۔“ انیسویں نے پوچھا۔

” نہیں وہاں ایک لاش لے گی۔ مہر نام نے انیسویں کے

سوال کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔

” تین دوسرے آدمی بیوش نہیں گئے اور الٹی دم ہیں۔“

” تو تم نے نقل کیا ہے۔“ انیسویں نے کہا۔

” قاتل کا نقل۔ اور ایک ایسے جرم کی دیکھنا تو

ہے اور جو ایک شریف آدمی پر ملنے لگا تھا۔ مہر نام نے بتا

دیا۔ اب وہ مجھ پر تھا۔“ انیسویں نے سمجھ کر مجرم اپنے آپ کو

رہا۔ ” انا خود یہ گناہی لے کے ہوں نہیں کرتے ہیں۔“

” لیکن تمہیں خود کا دعویٰ نہیں کرنی چاہیے۔“

” سونے میں سے اپنا خراج بھی وصول کرنا تھا۔“ مہر نام

نے جواب دیا۔

” اس کا مطلب ہے تم سونے کا کچھ شائع اٹا چکے ہو۔“

انیسویں نے ملوکی سے پوچھا۔

تھا۔ اور مہر نام دونوں کی بات صحت طور پر سن رہا تھا۔

” کن گالیں دے رہا تھا مجھے دیا بن مہر نام نے پوچھا۔

” وہی اور کون۔“ کہہ رہے تھے آپ کے سہارے بیٹھے

ہے۔ ورنہ کب تک مجرموں کو کچھ دیتے۔ دینا نے جواب دیا۔

” دینا کی بات سن کر مہر نام نے ایک بھر لپٹے بٹبٹے لگا دیا اور کہا

” شاید پھر جھوٹا ہوگی۔“

” یہ تو معلوم نہیں۔ دینا نے جواب دیا۔ ” اب کہیں سے اپنے

ہاتھ لے کر نہیں کرتے ہیں۔“

مہر نام نے جواب میں کہا کہ دینا نہیں سنائی۔ کوئی انیسویں کے

نہ پھرتی کے ساتھ کر ٹیلیفون کا دوسرا اس کے ہاتھ سے چھین لیا تھا۔

” کہاں مر گئے تھے آخر۔“ دوسرا دکان سے لگاتے ہی انیسویں

دیکھ کر ڈانٹا۔ اس نے یہ بھی نہیں سنا کہ دینا نے کس بات کے جواب

میں دوسری طرف سے کہا کہ کہا تھا۔

” آہستہ یہو انیسویں مہر نام نے کہا۔ ” بڑی کے سامنے

عجب جھاڑو ہے۔“

” میرا مطلب یہ تھا کہ تم نے مجھ سے کوئی وعدہ کیا تھا۔“

انیسویں نے کہا۔ ” اس بار اس کا لوجہ کچھ کمزور تھا۔ شاید اس کو

مال لگ گیا تھا کہ اسی وقت وہ ایک غرض شد کی حیثیت سے بات

کر رہا ہے۔“

” کس تم نے نہیں سنا۔ وہ وعدہ ہی کیا جو دنا ہو گیا۔ مہر نام

نے منہ کر کہا۔ ” اور تازہ کیا حال چال ہیں۔ کہاں تک پہنچے۔“

” کیا حال چال پر چھنے کے لئے ہی ٹیلیفون کیلئے۔“ انیسویں

نے پوچھا۔ ” معلوم ہے اس وقت رات کے دو بجے ہیں۔“

” معلوم ہے۔“ گالیاں کیں دے رہے تھے مجھے۔

” اور میں تو پیار کر رہا۔“ انیسویں نے غصے سے کہا۔ ” جیسی فوجیں

دعا اور تو قتل کا کیس تو تھا ہی۔ اب مداخلت کا قضیہ بھی پیدا ہو گیا۔“

” کیا مطلب۔“ مہر نام نے پوچھا۔

” سنا تو رہ گیا تھا۔ تمہارا خیال درست نکلا۔ لیکن مران یہ

تائے کے لئے تیار ہیں۔ میں کہ انہوں نے گل کتا سنا فر دشت کیا

پکڑنے کہا۔

” بے کار ہے وہ بتائیں گے بھی نہیں۔“ مہر نام نے جواب

دیا۔ ” ایک کر ڈر روئے کا سنا تو رہ گیا تھا۔ پچاس لاکھ اسل نوٹ

ایک سے چھٹی ہونے یا بدلے گئے اور پچاس لاکھ جعلی نوٹ۔“

” اور وہ انیسویں نے میرے سے کہا۔ ” تمہیں کیسے معلوم۔“

” مجھے کیا معلوم نہیں۔“ مہر نام نے کہا۔ ” مجھے تو پھر معلوم ہے

کہ تارے تارے کے آرڈر ہو چکے ہیں۔ مہر نام نے جواب دیا۔

تم جانتے ہو۔ میں اپنا حصہ ضرور وصول کر لیوں۔ ” مرنعام نے جواب دیا۔ اگر تمہیں یہ ناگوار لگا، تو مجھ کو دے دو۔ میں فوراً مجھ کو ملکا نے لگا دیتا ہوں۔ اس صورت میں سنا سید اور تبارد مبناراس۔

” کیا بچے ہو؟ ” انسپکٹر کو منہ لگایا۔ ” تبارد، کہاں جانا ہے۔ ” اب آگے راہ پر۔ ” مرنعام نے کہا۔ ” اور انسپکٹر شیکھر کو تفصیل کے ساتھ پڑھاتے ہوئے کہا: ” زیادہ فوری کی ضرورت نہیں ہے۔ اور خود تم جاؤ گے اور دن ایک خاتمی کر گے۔ ” اس کا کیا فائدہ؟ ” انسپکٹر نے پوچھا۔

” واقعی تمہارے ہو۔ ” مرنعام نے منہ کر کہا۔ ” بھلا آدمی اس کا کون سا بھی نوکچہ دکھائے گی۔ ”

” اوروں۔ ” انسپکٹر نے گہری سانس لے کر کہا۔

” باقی خیر وعافیت۔ ” مرنعام نے کہا۔ ” سوائے اس کے کہ گروہ کی لیڈر اور اصل مجرم جوینا، اداہ نہیں آئی۔ ” کیمت نے تھوڑی دیر لگا کر کہہ دیا۔

” یہ تو بڑا ہوا۔ ” انسپکٹر نے کہا۔

” کیا کیا جلتے؟ ” مرنعام نے خواب دیا۔ ” لیکن سلطان دم۔ ” میں اس کی تلاش میں رہوں گا۔ لیکن یتیم خانے کو پانچ ہزار روپے بھجوا دیا۔ ”

” کیا مطلب؟ ” شیکھر نے کہا۔ ” میرے پاس روپیہ کہاں سے آیا؟ ”

” جھوٹا روپہ۔ ” ابھی گذشتہ روز جی تو مرنافوں سے روپیہ وصول کیا ہے تم نے۔ ”

” آہ تم فاقی شے مجرم ہو۔ ” انسپکٹر شیکھر نے کہا۔ ” وہ فیکٹری کی مصنوعات پر حیران رہ گیا تھا۔

” اچھا میں اب فون بند کرتا ہوں۔ ” مرنعام نے کہا اور نوکچہ پوچھ چکے ہیں۔ ”

” نہیں انسپکٹر شیکھر نے جواب دیا۔ ” میں بھی پولیس میں جا رہا ہوں۔ ”

\*\*\*

اگلے روز روزنامہ برقی نے روپہ بھر میں فاقی سنسنی پھیلادی جبکہ میں روپے جلی نوٹوں کی تبدیلی و دوا دسیوں کے قتل اور مراد بلانا سے سونے کی خریداری کی تفصیلات روزنامہ برقی نے اس طرح ملک مزاح کا کرنا لیا کہ ہر شخص دالے حیران رہ گئے۔ کمپن کی تفصیلات میں تھری زید کا خاص حود پر ذکر تھا کہ جس نے مجرموں کو قتل کر دیا اور پولیس کی مدد کی کہ وہ ان کو گڑھا

کے۔ جو مانا نہ تھے اسے میں، غبار میں مکمل تفصیلات شائع کی گئی تھیں۔ اس میں ترین مجرم کی تصویر یہی صنوبر شائع کی گئی جس کے نیچے لکھا تھا کہ کس طرح جینز فرار ہوئے ہیں کامیاب ہوئے خبریں انکو شیپوں ادا ان کے ذریعے لکھ کر کرنے کا تذکرہ بڑا سنسنی خیز تھا۔

صبح سویرے پولیس کمشنر نے انسپکٹر شیکھر کو طلب کیا اس وقت تک انسپکٹر شیکھر نے پولیس کمشنر کو مجرموں کی گرفتاری کے بارے میں کوئی رپورٹ نہیں دی تھی۔ پولیس کمشنر کو رات روزنامہ برقی سے تفصیلات ملی تھیں۔ جب انسپکٹر شیکھر پولیس کمشنر کے حضور میں پہنچا تو اس نے کہا۔

” یہ آخر روزنامہ برقی میں پولیس کارروائی کی تفصیلات پہلے کیسے چھپ جاتی ہیں؟ ”

” ظاہر ہے انسپکٹر شیکھر کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں تھا۔ ” اس نے کہا کہ چھاپے کے دوران اس کو کچھ کاغذات ملے ہیں اور کچھ جلی فوٹ بھی۔ ” کاغذات سے پتہ چلتا ہے کہ جلی فوٹ کسی مغربی ملک میں چھپانے کے بعد یہاں لائے گئے ہیں اور اس تمام معاملے کا تعلق بڑی ملک سے ہے۔ ”

یہ تفصیلات روزنامہ برقی میں شائع نہیں ہو سکی تھیں ستنے پولیس کمشنر اپنے سوالات کو کھول گیا اور اس نے کہا۔

” میں نے تہذیب آباد کو کوا دیا ہے۔ ” اگر مجھے نقشہ کشی سے باخبر دیکھتے تو تباردے کا حکم کیل ہوتا۔ ”

انسپکٹر شیکھر نے پولیس کمشنر کو شکر کے طے پر سٹوٹ نرا اور اس کے گھاس سے باہر نکل گیا۔



عمران ڈائجسٹ کے مقبول مسئلہ  
اسر

مرز میں ہمسرے جنم لینے والی ایک تیز خیر  
حیرت انگیز کہانی ایک راز کی داستان  
جس کی حفاظت بہت مشہور سی تھی۔  
مکمل دو حصے فی حصہ  
ہم سے بلا وقت متکلا کاہنہ

مکتبہ عمران ڈائجسٹ، ۱۰، اردو بازار، کراچی



کانو سے کاہتا ہوا اٹھتا ہڈھکاؤ (دھور) مجسمہ اپنے (ندر) ایک قیمتے باز  
چھپائے ہوئے تھا۔

فرق دم پہ پسینا سلحہ چوکتا دینے والے واقعات۔  
ناحد اوجیا دید ایک خطرناک مہم پر۔



میں داخل ہوتے ہوئے گاڑی پر ٹیکو میں روک دی۔  
”اچھا اچھا اندر چلو“ زاہد نے نیچے اترتے ہوئے کہا۔  
دونوں آگے پیچھے چلتے ہوئے جڑی کیوں کے آفس کے  
دروازے پر پہنچے جہاں ایک دروی پریشی داخل نے کھڑا تھا۔  
”اس نے زاہد کو دیکھتے ہی سیٹو کیا اور کہا۔  
”جڑی آپ کے منظر ہیں سر۔“  
زاہد نے مسکرا کر دروازہ کھولا اور جاوید کے ساتھ جڑی کی  
کے آفس میں داخل ہو گیا۔  
جڑی کیواہی اپنی لمبی چوڑی میز کے پیچھے بیٹھا پاپ سے  
دھواں اڑا رہا تھا۔  
”ہیلو سر۔“ زاہد نے مسکرا کر کہا۔  
”ہیلو کرنل! بیٹھو!“  
”کیجے ہیں آپ۔؟“ زاہد ایک کرسی پر بیٹھنے لگے۔  
”نانک! تمہارے لئے ایک کام ہے“ جڑی کیواہی نے کہا  
اور جاوید کی طرف دیکھ کر بولا۔ ”تم کھڑے ہو کیونکہ بیٹھو۔“  
”تھیکس۔“ جاوید بھی زاہد کے برابر دالی کرسی بیٹھ گیا۔

”کیا پتہ ہے۔“ کیواہی جاوید نے گاڑی میں بیٹھے  
”یہ“  
کرنل زاہد نے انہیں اسٹارٹ کرتے ہوئے گاڑی کاگیر  
لا اور گاڑی آگے بڑھاتے ہوئے بولا۔  
”چکر بھاری تقدیر کا ہے؟“  
”کیا مطلب۔؟“  
”مطلب یہ کہ اور جنت کمال! جڑی کیواہی طرف سے  
اور بولا۔ ”اور جڑی جب ہم دونوں کو طلب کرتا ہے۔ تو اس  
مطلب ہوتا ہے۔ کوئی اہم معاملہ.... کوئی خصوصی کیس  
میں فوری طور پر ہمارے سپرد کیا جا رہا ہے؟“  
”کیوں نہیں ہمارے توبار کی نہیں کیا چلنے کا؟“  
”بہت ممکن ہے ایسا ہو.... کیوں۔؟“  
”کیوں کیا۔۔۔ پھر میری ایک روزہ مجبورائیں میرے ذائق  
پر اڑانے گیت گاتے گاتے میرے سپنوں میں آئیں گی  
اور کہیں گی....“  
”لا حول والہ قوت....“ زاہد نے ہنر کار اثر کی عبارت



ہیں آگئی بہ جزل کیونے دوبارہ شریعت شروع کیا۔ مجھے کی تلاش شروع کر دی گئی اور لڑی و آسمان ایک کر دیے گئے۔ ہر صوبے کے پولیس نے کی آئی ڈی کی مدد سے جیسے کی انڈون ملک گہری تلاش شروع کر دی۔ لیکن اسے ان کی ہوا تک نہیں ملی۔ لیکن جب کوئی سراغ ان کے ہاتھ آیا بھی تو اس وقت بہت دیر ہو چکی تھی۔

”کیا سراغ ہے؟“  
”مہاتما بدھ کا وہ نایاب اور قیمتی مجسمہ ملک سے باہر پہنچ چکا تھا۔“  
”کسے میں دیر تک سناٹا چھایا رہا۔“  
جزل کیونے بھیجے ہوئے پاپ کو دوبارہ لنگا یا اور اس کا کش لگاتے ہوئے ہلا۔

”تمام تحقیقات سے یہ پتہ چلے کہ ایک سال تک چوروں نے اس مجسمے کو ٹیوں انڈر گراؤڈ رکھنے دیا جیسے اس کی کوئی وقعت نہ رہی ہو۔ لیکن ایک سال بعد ان لوگوں نے مجسمے کو مرکز کے راستے بھیج کر ملک پہنچایا۔ اس وقت تک وہ مجسمہ ایک جرم شخص کے قبضے میں تھا۔ یعنی میں اس نے ایک اسمگلر سے رابطہ قائم کر کے یہ معاملہ کر لیا کہ مجسمے کو سمندر کے راستے عرب کے ملک عراق تک پہنچا دے۔ وہاں سے اس جرم کا ارادہ مجسمے کو کشی کے راستے ترکی، یوگوسلاویہ، آسٹریلیا ہوتے ہوئے جرمی تک لے جانے کا تھا۔ پھر حال کسی نہ کسی طرح وہ مجسمہ عراق تک پہنچ گیا۔ عراق سے ایک کارداران کی صورت میں وہ آگے بڑھا۔ لیکن وہ مجسمہ اس جرم کے نصیب میں بھی نہیں تھا۔ بلکہ وہ بغداد روڑ پر اس قاتل کے عراقی ڈاکوؤں نے لوٹ لیا۔ جرم چور اور اس کے تمام ساتھی قتل کر دیے گئے۔ اور قاتل کے تمام قیمتی اشیاء کے ساتھ ساتھ مہاتما بدھ کا وہ کاشی کا مجسمہ بھی ڈاکوؤں کے قبضے میں پہنچ گیا۔“  
زاہد نے گہری سانس لی تھی۔

”پھر ایک سال تک اس مجسمے کا کوئی سراغ نہیں ملا۔“  
جزل کیونے دوبارہ کہنا شروع کیا۔ ”لیکن کاشی تلاش و تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ وہ مجسمہ عراق کے ایک کباڑی عبدالمسیح کے پاس موجود ہے۔ اس نے وہ مجسمہ ڈاکوؤں سے کوڑیوں کے بدلے خرید لیا تھا۔ چنانچہ ہماری حکومت نے عراقی حکومت سے لی کہ اس مجسمے تک پہنچنے کی کوشش کی اس وقت تک وہ مجسمہ وٹن سے غائب ہو چکا تھا۔“  
”کسے؟“ زاہد نے سوال کیا۔

”وہ کباڑی عبدالمسیح ایک بہت ہی عیار اور گھٹا گت چور تھا۔ وہ ساری دنیا کے ایسے آرٹ کے تدارکوں کو

”کیا تم تیار ہو کر مل زاہد؟ جزل کیونے پوچھا۔“  
”میں سر۔۔۔ میں کام کے لئے ہر وقت تیار رہتا ہوں۔“  
زاہد ہلا۔

”ویننڈ۔۔۔ جزل کیونے اپنا سر ہلایا۔ پھر سنبھل کر بیٹھے ہوئے اپنی میز کی درازوں میں سے ایک دراز کھلی کر اس میں سے ایک بزرگ کی ناک نکالی اور اسے کھول کر اندر رکھے کاغذات میں کوئی تہہ تلاش کرنے لگا۔

زاہد اور جاوید خاموش بیٹھے دیکھتے رہے۔  
جزل کیونے ناک کے کاغذات میں سے ایک صفحہ نکالا جو شاید کسی میگزین سے چھڑا گیا تھا۔ وہ صفحہ نکال کر جزل نے زاہد کے سامنے میز پر رکھنے ہوئے کہا۔

”اسے دیکھئے۔؟“  
کرل زاہد کے ساتھ جاوید بھی جھک کر اس صفحہ کو غور سے دیکھنے لگا۔

پورے صفحہ پر مہاتما بدھ کی ایک نہایت شاندار تصویر چھپی ہوئی تھی، جو یقیناً کاشی پرانی اور نایاب قسم کی تھی۔  
”مہاتما بدھ کی یہ تصویر اس مجسمے کی کاشی تھی۔ جو کاشی کا بنا ہوا ہے۔“ جزل کیونے پاپ کا دھواں اٹھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔ ”اس مجسمے کا وزن آٹھ من اور لمبائی دس فٹ ہے۔ محققوں کا بیان ہے کہ یہ مجسمہ پانچ سو سال پرانا ہے۔ اور اس کے سامنے کی سنگ تراشی کا ایک نایاب نمونہ ہے۔ یہ پگال اور بہادری سر پر واقع ایک جگہ کندرات کی کھدائی کے دوران دستیاب ہوا تھا۔ ملک کے مشہور تاریخ دانوں نے اس کا جائزہ لینے کے بعد اسے ایک اعلیٰ اور نایاب نہایت قیمتی سرمایہ قرار دیا تھا۔ کافی عرصے تک یہ سواری لوگوں کی دل چسپی کا مرکز بنی رہی۔ لیکن بد قسمتی سے ایک دن اسے چڑا لیا گیا۔“  
”کیا۔۔۔ چوری ہو گئی۔“ زاہد کے منہ سے حیرت سے نکلا۔

”ہاں! اس کی ایک الگ کہانی ہے، مہاتما بدھ کے مجسمے کی چوری اسنے عجیب و غریب طریقے سے ہوئی تھی کہ تمام ذمہ داران فرار حیرت میں رہ گئے تھے۔“ جزل کیونے دوبارہ کہنا شروع کیا۔ ”کسی کو گمان بھی نہیں ہو سکا تھا کہ قشتل میوزیم کے جدید طرز کے طریقے سے کئے گئے حفاظتی انتظامات میں بھی مجھے کو چوری کیا جاسکتا ہے۔ یا چوری کا خیال تک کوئی نہیں کرتا تھا۔“  
”اس کے باوجود مہاتما بدھ کا وہ نایاب مجسمہ چوری ہو گیا۔“

”کمال ہے۔۔۔ جاوید بڑھاپا تھا۔“  
”مجھے کی چوری ہوئے ہی حکومت کی ساری میٹریز حرکت



عمران ڈائجسٹ کا مقبول سلسلہ

جس کا آپ کو بچپنی سے شغف رہا تھا

راجکماری

ایک بے شکستہ شوق جو کہ

وہ جوان تھی، خوبصورت تھی اور خوبصورتی ترانی تھی۔  
رعنائی دلربائی اُس کے نگ انگ میں رچی ہوئی تھی،  
راجکماری ایک تہیں بھری کہانی،  
مہارانی کے خالق کو زحمت علیاں کے قلم سے  
ایک خوبصورت سلسلہ ضرور پڑھئے،

جسے ہم سے بڑا راست منگوانے پر دکان خراج مہا

تھیکٹر عمران ڈائجسٹ

۳۴ اردو بازار — کراچی

جاننا تھا کہ جن کے پاس تاریخی نوادرات کے ذاتی خزانے موجود تھے۔ اس نے نہایت ہوشیاری کے ساتھ ان لوگوں میں یہ بات پھیلا دی کہ۔۔۔ اس کے پاس مہاتما بدھ کا ایک قدیم مجسمہ ہے جسے وہ فروخت کرنا چاہتا ہے۔

جن مشہور نوادرات ڈھیر کرنے والے لوگوں میں اس نے یہ افواہ پھیلائی ان میں فرانس کا ایک کروڑ پتی بھی شامل تھا۔ اس فرانسیسی نے عبدالمین سے رابطہ قائم کیا اور مہاتما بدھ کا وہ تاجاب مجسمہ خریدنے کی خواہش ظاہر کی لیکن اس کے ساتھ اس نے یہ بھی کہا کہ وہ اس کو مزید باغی قیمت دینے کے لئے تیار ہے لیکن چونکہ مجسمہ چوری کا ہے اس لئے وہ پہلے اسے محفوظ جگہ رکھ دیکھے گا۔ اور اپنے اہلکاروں سے اس کا معائنہ کرائے گا تاکہ اسے یقین ہو جائے کہ اس کے ساتھ کوئی جعل سازی نہیں کی جا رہی ہے۔ اسے اندیشہ تھا کہ اس کے ہاتھ کوئی نقلی چیز خریدیں فروخت کی جا رہی، لیکن اس کو ڈھائی روپہ کی اتنی احتیاط اور ہوشیاری کے باوجود عبدالمین ہر پوچھ کر گیا۔ کئی طرح اس کے کانوں میں یہ جھجک پڑ گئی تھی کہ دو ہجرہ اور اس کے ماہرین کو مجسمے کے اصلی ہونے کے جو ثبوت اور نشانات معلوم ہیں وہ سب مجسمے کی گردن کے پیچھے کے ہیں اور؟

”کبک منٹ۔“ زاہد درمیان میں بول پڑا۔ دو ہجرہ نے مجسمے کو دیکھے بغیر یہ کیسے معلوم کر لیا کہ ایسے نشان موجود ہیں؟ یہ یہ کوئی مشکل کام نہیں تھا۔“ جزل کیونے کہا۔ جب کھنڈرات کی کھدائی کے دوران مجسمہ برآمد ہوا تو اخبارات نے اس کے اوپر نہایت سے مضامین شائع کئے اور مجسمے کی تصاویر بھی شائع کیں۔ انہی اخبارات میں چچی ایک تصویر ابھی تم نے دیکھی ہے جو ہمارے سامنے قال میں موجود ہے۔ دو ہجرہ چونکہ نوادرات کا ڈھیر کرنے میں مشہور ہے اس لئے اس نے بھی یہ مضامین اور مہاتما بدھ کی تصاویر میگزین میں ضرور دیکھی ہوں گی۔“

”اوہ۔“ زاہد نے گہرا سانس لیا۔  
”عبدالمین کے دماغ میں دو ہجرہ کو دھوکہ دینے کا خیال دو باتوں کی وجہ سے آیا۔ اول یہ کہ دو ہجرہ کو مہاتما بدھ کے قدم ہونے کے بارے میں جتنے نشانات معلوم تھے۔ وہ سب کے سب مجسمے کے گردن کے پیچھے کے ہی تھے۔ دوم یہ کہ جب عراقی ڈاکوؤں نے وہ قافلہ لوٹا تھا، قراقرم افریقہ کے عالم میں وہ مجسمہ اس طرح پیچھے گرا تھا جس سے اس کی گردن میں تھوڑی سی غراشیں پڑ گئی تھیں۔“

”پھر۔؟“ جاوید نے جلدی سے پوچھا۔

”عبدالمعین نے چلائی، کی کہ جسکی گردن الگ کر دی اور ہدایت پہنچا کر پڑی

”پھر۔۔۔“

”معاذ کچھ اور ہے۔“ جزل کیو کہنے لگا۔ اگر مجھے کی داری کا سوال ہوتا تو یہ کام ہمارے دوسرے ایجنٹ بھی کر سکتے تھے ہماری حکومت اسے آسانی سے عکس اثر پر تدبیر کی پوری کا حال بتا کر اس پر اپنا حق جفا سکتی تھی۔ ہماری اس ٹیمے میں دل چسپی محض قہور کی بھی یا تا وہی حیثیت سے نہیں ہے۔ بلکہ ایک دوسرے کی وجہ سے ہم اس میں دلچسپی لینے پر مجبور ہو گئے ہیں۔“

”وہ کیا سر۔۔۔“

”اے اے نے بھی مجھے قیاس ایک کہانی اور سانی پڑیگی۔“ میں دلچسپی سے سننے لگا سر۔۔۔ ”زاہد کہنے لگا۔“

”عکس دفاع میں ایک سائنسدان کام کرتا تھا۔“ جزل کیو کہنے لگا۔ انہوں نے نہایت خانوشی کے ساتھ ایک حیرت انگیز کام انجام دیا۔ انہوں نے ایک ایسی گیس ایجاد کی جسے ہوائی جہازوں اور خلا میں چھوڑے جانے والے ستاروں میں ایندھن کے طور پر پڑوں کی جگہ استعمال کیا جاسکتا تھا۔ اس کا مطلب یہ ہوتا کہ سورج پر پے کی جگہ ایک روپے کا کوٹھن آتا یعنی جتنے روپوں میں ایک گیلن پڑوں کا ہے۔ اتنے روپوں میں اتنی گیس بنائی جاسکتی تھی، جو سو گیلن پڑوں کے برابر ہوتی اس سائنسدان نے اپنی اس ایجاد کی خبر اس حکومت کو دی اور ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ وہ اپنا یہ فائزر ملر حکومت کے حوالے اس وقت کریں گے جب حکومت ان کی درخواستیں قبول کرے گی۔“

”وہ درخواستیں کیا تھیں؟“

”اس نے یہی کیا تھا۔“ جزل کیو نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ ”اس نے نقلی دھڑ بڑا کر اس پر اصلی سرفٹ کر دیا۔ اور پھر افراد پھیلا دی کہ اس کے پاس ایک اور مہاتما بدھ کا قدیم مجسمہ آیا ہے۔ اس کے بعد اس نے اس بہت کو کیسے بچا، کیسے فروخت کیا اور کتنے میں سودا کیا۔ اس کی کوئی تفصیل ہمارے پاس نہیں ہے، لیکن ہم اس آدمی کو فروز درجہ جانتے ہیں جس کے پاس اب تک وہ مجسمہ موجود ہے۔“

”اصلی سر اور نقلی دھڑ دالا۔“

”بے شک۔۔۔“

”کون ہے وہ۔۔۔؟“

”اس کا نام چین لیا ہے جو اوسلومی چینی سفارتخانے میں سٹوڈنٹ ہے۔ اوسلومار سے کی راجدھانی ہے، ہیں باختر مغلون سے پر پھیلا ہے کہ وہ مجسمہ آجکل اوسلوم چین لیا کی وائٹنگ میں موجود ہے۔“

”ایک ٹرک کے لئے پھر سنا چکا گیا۔“

”کئی زاہد کی نظریں جزل کیو کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔ جادید نے غامضی کو توڑتے ہوئے پھر سوال۔“

”سر کیا ہیں اس مجھے کو یا اس کے سر کو دہیں لانا چاہا؟ نہیں، مشن یہ نہیں ہے۔ جزل کیو نے دھیرے سے کہا۔“

”کیا واقعی ہے؟“

”یہ حقیقت تھی۔“ جزل کیو کہنے لگا۔ ”ہماری حکومت

اس سے ایسی حرکت کی امید نہیں رکھتی تھی، لیکن اپنی طرف سے ہر شیا تھی۔ اور ایسے کسی بھی معاملے سے بچنے کے لئے پوری طرح مستعد بھی تھی۔ سائنسدان کی سی، آئی، بی کے ذریعے برابر ڈھرائی کرتی جا رہی تھی، جس سے سائنسدان باخبر تھا اور اسی دے اس نے سی، آئی، بی کی آنکھوں میں صاف دھول جھونک دی۔

”کیا وہ فارمولہ ملک سے باہر بھیجنے میں کامیاب ہو گیا۔“  
”جادویر ہجرت سے بولا۔“

”ہاں۔“  
”لیکن کیسے...؟“  
”یہ ہمیں کافی وقت گزرنے اور کافی بھاگ دوڑ اور سخت جدوجہد کے بعد پتہ چلا کہ سائنسدان نے اپنا وہ فارمولہ کیسے ملک سے باہر بھیجا۔“

”کیسے۔؟“  
”ان سائنسدان نے اپنے فارمولے کے کاغذات کی ایک ٹیکریو فلم تیار کر دوائی اور تمام کاغذات کو ضائع کر دیا اور ٹیکریو فلم ہاتھ ہاتھ کے مجھے میں کیس چھایا۔ مہاتما بدھ کا مجسٹہ فیکل میوزم سے چوری ہو گیا۔ مجھے امید ہے اب ساری کہانی تم لوگوں کی سمجھ میں آگئی ہو گی؟“  
”ایک بات میری سمجھ میں نہیں آئی“ زاد پو بولا ”وہ سائنسدان اس جرن پر اس حد تک مجبور ہو کر تھکا کہ اتنی قیمتی چیز اس کے حوالے کر دی جو اسے ملک سے باہر نکال لے گیا اور اسے خرید لیا گیا۔“

”ہم نے جو مستقیقات کروائی تھی، اس کی روشنی میں پتہ چلتا ہے کہ سائنس دان جن کا نام دی پی سنگھ تھا اس جرن سے پہلے کوئی تعلق نہیں تھا۔ وہ کسی تیسرے شخص کے ذریعے اس جرن کے قریب آیا تھا۔ دونوں کے تعلقات جو رنگ لائے اس سے ایک نہایت قیمتی راز مہاتما بدھ کے مجھے کے ساتھ ہی اس سنگھ کے ہونے چلا گیا۔ اب ہم قطعی طور پر یہ بات نہیں کہہ سکتے کہ اس جرن کو اس بات کا علم تھا یا نہیں کہ ٹیکریو فلم مہاتما بدھ کے مجھے کے اندر چھپی ہوئی ہے؟“

”کیا اس سلسلہ میں سائنسدان دی پی سنگھ سے پوچھنا چاہیے؟“

”جب تک ہمیں ان تمام حالات کی خبر ہوئی اس وقت تک بہت دیر ہو چکی تھی اور سائنسدان دی پی سنگھ اس وقت ملک ایکسپریٹ میں ہلاک ہو چکا تھا۔ اس کی ناگہانی موت

کے بعد اس کے ذاتی سامان کو نہایت باریک بینی سے جانچا گیا لیکن اس فارمولے کے متعلق کاغذات کا ہم نشانہ تک نہیں ملا۔ تب ہمیں شبہ ہوا تھا کہ سائنسدان دی پی سنگھ نے وہ وہ فارمولہ کسی دوسرے شخص کے حوالے کر دیا ہو گا۔ تب ہماری پوری ٹیم پوری حرکت میں آئی اور سخت جدوجہد کے بعد ہمیں وہ کہانی معلوم ہوئی جو میں تمہیں سنا چکا ہوں۔ اس کے بعد ہمارے دو ایکٹ فرانسیسی کرڈر تھی رو جبر کے پاس اس مہاتما بدھ کے مجھے کو کھنگالنے کے لئے بھیجے گئے۔ فرانسیسی ہمارے ایکٹوئوں نے نہایت ہوشیاری اور باریک بینی سے مجھے کو کھنگال ڈالا۔ لیکن ایک کروٹ اس میں موجود نہیں تھی۔ تب ہی ہمیں یہ رپورٹ بھی ملی کہ اس مجھے کا دھڑ تو اصلی ہے لیکن سر تقی جس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ وہ ٹیکریو فلم اسی اصلی سر تقی موجود تھی اس اصلی سر تقی مرگم تلاش کے بعد

ہمیں یہ سراخہ ملے کہ وہ نقلی دھڑ والا مجسٹہ اوسلو میں مقیم چینی سفارتخانہ کے سیکرٹری سیکرٹری میں لیا وے کے گھر میں موجود ہے۔

”کیا چن لیا وے کو نوادرات کا شوق ہے۔؟“  
”جیسی۔؟“ ”جزل کیونے کہا۔“ ”بہت ممکن ہے اس نے اس مجھے کو اپنے گھر کی سجاوٹ کے لئے خرید لیا ہو اور اسے اصل معاملہ یا راز کی کوئی خبر نہ ہو۔ اب صورتحال یہ ہے کہ سائنسدان دی پی سنگھ کے فارمولے کی ٹیکریو فلم اگر کوئی ہے تو چن لیا وے کے گھر میں مہاتما بدھ کے مجھے کے سر میں ہے اور ٹیکریو فلم ہمیں دہاں سے بچھا و مستاب نہیں ہوئی تو ہمارے لئے اس فارمولے سے ہمیشہ کے لئے ہاتھ دھو لینے کے علاوہ اور کوئی راستہ نہیں رہ جائے گا۔“

”میں سمجھ گیا سر! آپ کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں اسلو جا کر مہاتما بدھ کے مجھے کے سر میں سے وہ ٹیکریو فلم نکالنی چاہیے۔“ ”کرنل زاد پو بولا۔“

”بالکل۔“ ”جزل کیونے سر لایا۔“ تم دونوں کے علاوہ اور کوئی یہ کام ہونا نہیں ہے سوائے اس کے کہ تم دونوں کو ان کے پریچر دہاں لیکن یہ معاملہ آسان نہیں ہے تو میں بہت سی ہوشیاری اور احتیاطی سے کام لیتا ہوں کہ اگر وہ کسی بھی جگہ لکھا ہے۔ آپ بے فکر رہیں سر۔“ ”زاد پو بولا۔“

”تم دونوں کے سفر کا سب بندوبست ہو چکا ہے۔ کلی صبح پہنچے جیسے کہ ہمیں ہے جولڈن کے لئے روانہ ہو گا اس میں برسلز ملک کے لئے سینیٹس بس ہو چکی ہیں۔ وہاں سے تم دونوں کو کوپن ہیگن کے لئے دوسرے فلائٹ پر روانہ ہو گی۔ کوپن ہیگن سے اسلو کے لئے سیدھی ٹرین چلتی ہے۔ کیا تم سمجھ گئے؟“

”بھلا میں۔“

”دوبری گڑ۔“ جزل کیمو دونوں کی طرف دیکھ کر سکا بابتھا۔

”مجھے کیا نہیں معلوم۔“ اور رگت والے نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا ”اسکی آہیں جاننے کے بہت سے طریقے ہیں کیا یہ سچ نہیں؟“

”کیا اپنا شہادت کرانا پسند کرے گی؟“ زاہد بولا۔  
”اس ناچیز کو دو ہجر کہتے ہیں؟“  
”اوہ گاڈ۔؟“ جاوید کے منہ سے بے ساختہ نکل گئی تھی

چند لمحوں تک سنا چھا بارٹ۔

جاوید سوتھ رہا تھا تو یہ ہے وہ کوڑھتی، نوادرات اور شوقین فرانسیسی۔ روہر جس کے ہاتھ عبدالحمین نے اصلی دھڑ پر نقلی سر لگا کر مہانا بدھ کا نایاب مجسمہ فروخت کر ڈالا تھا اور اور رگت والے فرانسیسی روہر نے مسکرا کر کہا۔  
”اب آپ لوگ اپنا شہادت کر ادی تو چھارے گا۔“  
”مجھے زاہد کہتے ہیں؟“ زاہد بولا۔ ”اور یہ میرے دوست جاوید ہیں۔“

”بہت خوب؟“ آپ دونوں سے مل کر مجھے بے حد خوشی ہوئی۔“

روہر نے باری باری زاہد اور جاوید سے ہاتھ ملا دیا تھا۔  
”آپ کیا چاہتے ہیں مشر روہر؟“ زاہد نے پوچھا۔

”یہ تو آپ جانتے ہی ہوں گے کہ میں نوادرات کا بیحد شوقین ہوں۔ میرے پاس مہانا بدھ کا ایک نایاب فرانسیسی مجسمہ موجود ہے جس کا دھڑ اصلی لیکن سرفعلی ہے۔ میں اس کا اصلی سر حاصل کرنا چاہتا ہوں اور یہ اسیدے کہ آپ لوگوں کے پاس حائر ہوا ہوں کہ آپ اس مسئلہ میں میری مدد فرمائیں گے۔“

”کیا آپ ایسا سمجھتے ہیں کہ ہم یہ کام کرنے کے لئے راضی ہو جائیں گے۔؟“

”کیا ایسا ممکن نہیں؟“ روہر جلدی سے بولا۔ ”میں نے اس مجسمے کا اصلی سر حاصل کرنے کے لئے ہر ممکن چنگوڑیں سپاٹے آؤں پھیلا رکھے ہیں۔ انہی میں فاس طور پر کیوں کہ وہ مجسمہ وہیں سے آیا تھا۔“

زاہد ایک لمحہ تک کچھ سوچا رہا۔ پھر بولا۔

”کیا یہ یقین ہو سکتا تھا کہ آپ اس آدمی کو دوبارہ پڑھتے جس سے آپ نے وہ مجسمہ خریدا تھا۔؟“

”اب وہ مر چکا ہے۔“ روہر نے جواب دیا۔

”اوہ۔“ لیکن آپ کو ہمارے بارے میں کیسے معلوم ہوا؟  
”میرے آدمیوں نے مجھے خبر دی تھی کہ آپ کی حکومت

کو یہ یقین دہانے اسٹیشن پر رش بہت معمولی تھا۔  
کرنل زاہد اور کیمو دونوں ایک کنکشن کے سامنے کھڑے گرم گرم کالی کے ٹھونٹ من سے بچنے آ رہے تھے۔  
برسید تک آنے میں انہیں کافی دیر ہو گئی تھی۔ کیونکہ

لنڈن ان پورٹ پر ہوائی جہاز میں کچھ نقص پیدا ہو گیا تھا۔ اس نے وہ بڑی مشکل سے ہی کوئی یقین کے لئے دوسرا یقین لے سکے تھے

اتنے لمبے سفر نے انہیں کافی تھکا دیا تھا۔ جاوید پر بریت بڑی طرح سوار تھی لیکن وہ خاموش ہی تھا۔ شاید اس کی دھچک رہی ہو کہ زاہد کا سوڈ بھی زیادہ خوشگوار نہیں لگائی ہے رہا تھا۔

اچانک ایک لمبا چوڑا آدمی پیٹ فام پر نمودار ہوا اور کیمو کی طرف بڑھنے لگا۔ وہ ایک لمبا اور رگت سے

ہوئے تھا۔ اور اس کی آنکھوں پر ایک نہایت قیمتی فریم کا چشمہ پہنا ہوا تھا۔ اس کی چال ڈھال سے دیکھ کر کیمو

کرنل زاہد نے نمودار کی طرف ایک نگاہ ڈالی اور پھر نہایت اطمینان سے کافی کے گھرنے بھرنے لگا۔

انہی اور رگت والا ان دونوں کے قریب آ کر کھڑا ہوا اس کی تقریب ایک لمحے کے لئے زاہد اور جاوید پر گزری۔ پھر وہ

ان کے اندر قریب ہوتے ہوئے بولا۔  
”کیا میں آپ سے چند باتیں کر سکتا ہوں؟“

زاہد اور جاوید دونوں اس کی طرف دیکھنے لگے۔  
”مہزور! فرمائیے۔“

”مجھے اسوئس ہے کہ برسین میں آپ سے رابطہ قائم نہ کر سکا کیونکہ میرا سٹی کو پٹر کسی وجہ سے وہاں سے دیر سے نہیں آتا۔“

”زاہد میرے اس اجنبی کی صورت دیکھ جا رہا تھا۔ یہی حال جاوید کا بھی تھا۔ کچھ دیر بعد زاہد بولا

”کیا آپ مجھے جانتے ہیں۔؟“  
”نام سے واقف نہیں، لیکن باقی سب کچھ جانتا ہوں۔“

”مثلاً۔؟“  
”مثلاً یہ کہ آپ اپنے ملک سے چوری کئے گئے مجسمہ کا سر تلاش کرنے نکلے ہیں، اور آپ کا سفر اسلو تک کا ہے۔“

کرنل زاہد اور جاوید دونوں بڑی حیرت و حیرت کر اور رگت والے کو گھوٹنے لگے تھے۔

”لل۔۔۔ لیکن یقیناً یہ سب کچھ کیسے معلوم ہے۔؟“

لوہر کہنے لگا۔ "میں اس کے لئے منہ ناجی قیمت دینے کیلئے تیار ہوں۔ بس مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ مجھے کواصلی سرکس کے پاس ہے۔۔۔؟"

زاہد نے گہری سانس لی اور روہر سے کہنے لگا۔  
"اصلی سرکس کہاں ہے، یہ بات تمہارے ایکشنوں نے نہیں بتائی؟"

"بس یہی بات ہمارے ایجنٹ ابھی تک نہیں جان سکے ہیں۔۔۔ روہر بولا۔ "ابھی لے مجھے آپ لوگوں کی مدد کے

فردت ہے؟"  
"سوری! اسی سلسلہ میں ہم کوئی مدد نہیں کر سکتے یوزر نے کہا۔

"کوئی بات نہیں۔۔۔ روہر بے نرمی سے بولا۔ "اس مسئلہ کا کوئی دوسرا حل بھی ہو سکتا تھا، چلیے، میں یہ آپ سے نہیں پرچتا کہ مجھے کامرس کے پاس اور کہاں ہے۔ میں تو صرف یہ چاہتا ہوں کہ وہ سرکس کی طرح مجھے لا دیکھے۔ اس کے معاوضہ کے طور پر آپ جتنی رقم چاہیں طلب کر سکتے ہیں؟"  
"شکریہ: مجھے آپ کی یہ پیشکش منظور نہیں؟" زاہد روہر سے بولا۔

"آخر آپ کیا چاہتے ہیں۔۔۔ روہر جھلاتے ہوئے بولا "مجھے معلوم ہے کہ آپ کو وہ سر نہیں چاہیے بلکہ اس کے اندر چھپی ہوئی کوئی خاص چیز چاہیے۔ پھر آپ کو انکار کرنا ہے۔؟"

"بس! میں یہ سورے باز کا پسند نہیں کرتا۔"  
اس جواب سے روہر کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔ اس نے زاہد کو ٹھونسنے ہوئے کہا۔

"آپ یہ مت سمجھئے کہ آپ غیر کھیل میں مسٹر زاہد! اور اگر میں چاہوں تو آپ سے یہ راز زبردستی بھی اٹھا سکتا ہوں کہ وہ سر کہاں ہے؟"

"اچھا! تو آپ اب دمکیوں پر اتر آئے۔" جاوید فیصلہ لے لیا۔

"یہ دھکی نہیں بلکہ مشورہ ہے۔"  
"مشورے کے لئے شکریہ! اب آپ تشریف لے جاسکتے ہیں؟"

"اوکے۔ اوکے۔" روہر نے گردن ہلاتی اور زاہد کو گھورتے ہوئے اپنا پرس نکالا اور اس میں سے اپنا کارڈ

لا کر فی ہتھائی اہم حکم بہت ہی رازداری کے ساتھ ہاتھ باندھ کے اس چوری کئے گئے مجھے کے بارے میں تعینش کر رہا ہے۔ آپ کی حکومت یہ بھی جانتی ہے کہ اس مجھے کا دھڑیرے پاگل ہے۔ کچھ لوگ میری آرٹ گیلری میں اس مجھے کا معائنہ بھی کرنے آتے تھے اگر میں چاہتا تو ان لوگوں کو آسانی سے پکڑ سکتا تھا۔ لیکن میں نے یہاں نہیں کیا۔ کیونکہ مجھے معلوم تھا کہ وہ لوگ مجھے سے زیادہ اس کے اندر چھپی ہوئی کسی خاص چیز کی تلاش میں ہیں؟  
"ابھی کس چیز کی تلاش تھی؟" زاہد نے روہر کو ٹھونسنے والی نظروں سے دیکھا۔

"میں نہیں جانتا مسٹر زاہد۔" روہر بولا۔ "میرا خیال ہے آپ بھی اسی چیز کی تلاش میں مجھے کا سر ڈھونڈنے آئے ہیں۔ کیا خیال ہے۔؟"

زاہد نے کوئی جواب نہیں دیا۔ روہر دوبارہ کہنے لگا۔  
"جس وقت انڈیا کے ایجنٹ میری آرٹ گیلری میں مجھے کا معائنہ کرنے آئے تھے تو میں نے اندازہ لگا دیا تھا کہ آپ لوگ ہی اب مجھے کے اصلی سر کا بھی کوئی سراغ نکالیں گے ہی لئے میں نے اپنے آدمی اُن ایکشنوں کے تعاقب میں لگا دیے تھے اب مجھے پورا یقین ہے کہ آپ لوگ جان گئے ہیں کہ مجھے کامرس کے پاس ہے۔ کیا آپ لوگ ناروے جا رہے ہیں؟"

"حیرت ہے آپ کریہ کیسے معلوم ہوا کہ ہم لوگ کون ہیں اور کس شخص کے سلسلہ میں یہاں آئے ہیں۔" زاہد کا لہجہ سخت ہو گیا تھا۔

"اس کا مطلب ہے کہ آپ دونوں ابھی سر کی تلاش میں ناروے کی راجدھانی اوسلو ہی جا رہے ہیں؟"

"نہیں۔۔۔ اور ہو سکتا ہے ہاں۔؟"  
روہر نے جھنجھکے ہوئے کہا۔

"آپ ہم سے کوئی بات نہیں چھپا سکتے۔ جیسے آوسلو کے لئے یہ جان لینا کوئی مشکل نہیں ہو گا کہ آپ کی سنسز کہاں ہے؟"

"مسٹر روہر۔۔۔" جاوید عزتے ہوئے بولا "آپ بہت ہی خطرناک کھیل کا آغاز کرنا چاہتے ہیں؟"

"مجھے اس کا احساس ہے اور میں ہر خطرے کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہوں۔"

"پھر۔؟"  
"آپ لوگ مجھ ہی گئے ہیں کہ میں کیا چاہتا ہوں۔"

کچھ کرنا ہر وقت کھانا کھانے کی عادت ہے۔

زاہد اسے لے کر گراؤنڈ فلور پر واقع ایک ریسٹورنٹ میں پہنچ گیا۔ جاوید کی طبیعت باغ باغ ہو گئی۔ کیوں کہ وہاں ناروے کا قومی لباس پہنے بغیر صورت دیکھاں یہ مزدورے پر سرور کر رہی تھیں۔

دونوں گوشے کی میز پر جا کر بیٹھے ہی تھے کہ ایک حسین لڑکی آؤر ڈیٹے ان کے پاس پہنچ گئی۔ جاوید کی باجھیں کھل گئیں۔

”یہاں کیا کیا قلم ہے۔“

”جو آپ پسند کریں۔“

”مجھے تو آپ پسند ہیں۔“

”ادھو جاتا ہوں۔“ لڑکی کھلا کر ہنس پڑی۔

زاہد نے جاوید کو گھورا اور کھانے کا آرڈر لکھوا دیا۔

تھوڑی دیر بعد ان کی میز پر کھانا لگا ہوا تھا۔

”کھاؤ۔“ زاہد جاوید سے بولا۔ ”یہاں کا سب سے لذیذ کھانا ہے۔“

جاوید کھانے پر ٹوٹ پڑا تھا۔

کھانے سے فارغ ہو کر وہ دونوں پیل ہی راؤں گیٹ پہنچے، اس سے تھوڑی ہی فاصلے پر وہ مشرک تھی۔ جس پر چھٹی سفارت خانے کی عمارت تھی اور اس سے ایک فزائیکل ڈور تھوڑی سیگری کا فلیٹ تھا۔

زاہد اور جاوید پہنچے ہوئے تھے جیاد کے فلیٹ کے سامنے سے گزرتے ہوئے ایک بہت بڑا فلیٹ تھا جس میں کئی دو تھے۔ یہ فلیٹ ایک چار دیواری سے گرا ہوا تھا اور جس میں لوبہ کا چھٹا نمب تھا۔

چھٹا پر مقامی پولیس کی طرف سے معرکہ گراؤنڈ ہر وقت بہرہ دیتا رہتا تھا جوں وقت بھی موجود تھا۔ فلیٹ کے عقب میں ڈبل گیراج تھا۔ لیکن پچھلی سمت اندر داخل ہونے کا کوئی راستہ نہیں تھا۔

دونوں خاموشی سے داپس لوٹ آئے۔

اگلے ہی دن جب دونوں نے اس فلیٹ کی نگرانی کرنے کے علاوہ اور کوئی دوسرا کام نہیں کیا اور وہاں سے کئی سو مندرجہ بالا معلوم کر لیں۔ ”خدا“ فلیٹ میں شوفر باورچی مانی اور چھڑائی کو کلا کر مرٹ آٹھ نوکر تھے۔ لیکن مرٹ ایک نیگرو ملازم کو کچھوڑ کر باقی سب اپنے اپنے گھر چلے جایا کرتے تھے۔

وہ نیگرو ملازم ہر وقت مزدور تھے جن لیاؤ کی گاڑی بھی

”یہ رہا میرا کارڈ! اگر آپ کا ارادہ بدل جائے تو آپ مجھے کے سر کے ساتھ اس پتے پر تشریف لاسکتے ہیں۔“

زاہد نے خاموشی سے کارڈ لے لیا۔

روم چنڈلوں تک کھڑا زاہد کو گھورتا رہا پھر گھر کر بسے لے جگ بھر تاجن طرف سے آیا تھا اسی طرف چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد زاہد جاوید سے بولا۔

”تم نے دیکھا، آج کل لوگ کتنے خیر رہتے ہیں۔ یہ ہمارے لئے اچھا نہیں ہوا۔ اس سے ہمارے کام میں سخت مشکلات پیش آسکتی ہیں۔“

”کیا اسے ہمارے مشن کے بارے میں بھی خبر ہے۔ یا مرٹ ہمیں انجان بن کر بے وقوف بنا رہا تھا۔؟“

”ہر مل اب، میں اس شخص سے ہر شیا رہنا پڑے گا۔“

جاوید کہنے لگا۔ ”اگر اب وہ ہمارے پیچھے اپنے آدمیوں کو گھڑو لگائے گا۔“

”صاف ظاہر ہے۔“ زاہد بولا۔ ”آؤ چلیں ٹرین آرکے ہے۔“

”چلیے۔“

چلتے چلتے زاہد نے روم کھڑا ہوا کارڈ دیکھا۔ اس پر خوبصورت انٹرویو میں چھپا ہوا تھا۔

”جی۔ پی۔ روم۔ جارحانہ فتنہ ہوٹل، پیرس۔“

زاہد نے مسکاکر کارڈ اپنے کوسٹ کی جیب میں رکھ لیا۔

ادسلو سنڈر کے کانسے بسا ایک خوبصورت شہر تھا۔

یہاں کے لوگ بہت ہی خوش اخلاق اور مستار تھے اور زیادہ تر پچھلے کاشکار کرتے تھے۔

کرنل زاہد اور جاوید ادسلو کے ریلوے اسٹیشن سے باہر نکلے اور ٹیکسی پکڑ کر سیدھے ہوٹل برشل پہنچ گئے یہاں ساتویں منزل پر انہیں ایک ڈبل بیڈ والا کمرہ مل گیا۔ دونوں ٹھکے ہوئے تھے اس لئے جاتے ہی فوراً سو گئے۔

دونوں چار بجے آئے اور نہادھو کر تیار ہو گئے۔

”جناب! کچھ پیٹ پر جا کا کچھ خیال ہے یا نہیں۔“

جاوید نے اپنی عادت کے مطابق بہت جلد کلاس سے واپس آکر بیٹا کر لی اور زیادہ وقت وہ کلب مومن لائٹ میں اس کے ساتھ گزارنے لگا۔

ایک مہینہ بعد جاوید نے آکر زاد کو یہ خوش خبری سنائی کہ آج کلاس نے اپنے غیبت پر مدعو کیا ہے۔  
منجیب فوجی تیار ہو کر جاوید کو ملے گا، ہاں ملے گا۔

پ پ پ پ پ پ پ

زاد ہونے میں تنہا تھا۔  
اچانک کسی آہٹ سے اس کی آنکھ کھل گئی۔ اس کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ اس نے کوئی آواز نہ سنی، اس کی طرف کان لگا دیے۔ اسے فوراً ہی احساس ہو گیا کہ کوئی کھڑکی کھولنے کی کوشش کر رہا ہے؟

چند لمحوں تک زاد پڑا ہوا کچھ سوچتا رہا پھر وہ آہستگی سے اٹھا اور میز پر سے محل دان اٹھا کر اٹھ بیٹھ گیا اور اندر دھیر میں دیے پاؤں چپا چپا کھڑکی کے قریب پہنچ گیا۔ اس نے اپنی سانس بھی روک رکھی تھی۔

ہاں سے بیٹھ ہوئے شخص کا سایہ کھڑکی کے خیشے پر پڑ رہا تھا پھر کھڑکی کھولنے کی کوشش کر رہا تھا۔  
زاد ہنسنا بہت خاموشی سے انتظار کرنے لگا۔

مہینہ بہت کھڑکی کے پٹ کھلنے لگے، اس کے بعد ایک تارک سایہ کھڑکی سے نکل کر کمرے کے میز قافلین پر کود گیا۔ اور پھر اس سے قبل کہ وہ سیدھا ہوتا۔ زاد نے گھبرانے لگا۔ اس کے سر پر دے مارا۔

سانے کے صحن سے ایک ٹھٹی ٹھٹی سی کراہ نکلی اور وہ ہرا کر قافلین پر ڈھیر ہو گیا۔

منجیب اسی لمحہ کسی نے اس کے اوپر چھلانگ لگائی اور وہ مضبوط ہاتھوں نے اس کی گردن دبوچ لی۔

اب زاد کو اپنی غلطی کا احساس ہوا حالانکہ کھڑکی پر دو آدمی تھے ایک آدمی کو اس نے نظر انداز کر دیا تھا۔ اسی لئے دھوکا کھا گیا۔

اچانک دوسرے آدمی کے وزن سے زاد کی ٹانگیں مڑ گئی تھیں، اس نے دونوں ایک دوسرے سے اٹھے ہوئے قافلین پر گرے۔ زاد اب اپنی گردن کو اس آدمی کی گرفت سے آزاد کرانے کے لئے زور لگا رہا تھا لیکن وہ جیسے فولادی ٹخنے میں پھنس کر رہ گئی تھی۔ دونوں زور آزمائی کرتے ہوئے سانے کی دیوار سے ٹکرائے۔

ڈراما کر یا کرتا تھا لیکن زیادہ تر وہ منہ میاؤں کے محافظ کے طور پر کام کیا کرتا تھا اور ہر وقت سانے کی طرح چن لیاؤں کے ساتھ چپکا رہتا تھا اور غیبت کی دوسری منزل اس کی راتیں گاہ تھی۔  
منجیب کے کمرے کی کھڑکی سے غیبت کا صدر دروازہ،  
پہاڑ دروازہ اور باہر شرب کا منظر صاف دکھائی دیا کرتا تھا۔  
یہی یاد کا بیڑم کہیں اندر تھا؟

ہوئی وہ علاقہ غیبت ملکوں کے نمائندوں کا تھا اس لئے وہاں پولیس کا سخت انتظام تھا اور کھڑکی کا ویاں ہر وقت گزرتی رہا کرتی تھیں۔ یہ ایک بہت ہی اہم بات تھی کیونکہ اس کے غیبت کے اندر داخل ہونے میں گرفتار ہونے کا زبردست خطرہ تھا۔  
زاد کو چن لیاؤں کے بارے میں معلوم ہوا کہ وہ اپنے غیبت میں تنہا رہنے کا عادی ہے۔ وہ زبردست تھا اور اس کی بوری کو بے کالی عرصہ بیت چکا تھا۔ اس کے بچے سو ستر لیٹر میں بڑھا کرتے تھے وہ پارشیاں دینے اور پارشوں میں جانے کا بے حد شوقین تھا اور وہ دانت کو ڈیڑھ دو بجے سے پہلے کبھی نہیں سوتا تھا۔

زاد اور جاوید نے کالی ہوشیاری سے ملازمین کے بارے میں تحقیقات کی اور وہ انہیں اس بیٹے پر بیٹھے کر انہیں کسی کچر کلاس کے علاوہ کسی سے بھی کسی قسم کی مدد حاصل کرنا ناممکن تھا، کلاً رات بیاڑ میں بچوں سال کی ایک دل کش لڑکی تھی۔ جو براستے فریڈر میں کالی دل پہنی لاکر تھی۔ رات کو شیش نو بجے وہ اپنی جھونپی سی اسٹن میں سوار ہو کر وہاں سے روانہ ہو جاتی تھی۔ اور فریڈر پارک میں واقع اپنے غیبت میں پہنچ جاتی تھی وہاں سے نہاد دھوکا اور نیا بادہ پہن کر اپنے کسی دوست کو ساتھ لے کر تفریح کے لئے نکل جاتی تھی۔

زاد اور جاوید دونوں نے یہ بات بھی خاص طور پر نوٹ کی تھی کہ کلاس اور انہیں کی بے حد شوقین تھی اور زیادہ تر کلب مومن لائٹ میں جایا کرتی تھی۔

ان دونوں نے یہ بھی پڑ چلا یا تھا کہ کلاس کے پاس غیبت کے دونوں دروازوں کی چابیاں بھی رہتی ہیں؟

اس کے بعد زاد کے لئے اسی نتیجے پر پہنچا ضروری ہو گیا کہ کلاس سے دوستی پیدا کی جائے اور اس سے صرف وہ چابیل حاصل کر کے نقلی چابیاں بنوائی جائیں مگر کسی وقت غیبت کی تلاش میں لے کر بھیج دیکھ لیا جائے کہ مہما کچر کلاس کہاں رکھا ہے؟  
کلاس سے دوستی بڑھانے کا کام جاوید کو سونپا گیا۔ انہا کیا چاہے وہ تمکین۔ جاوید کی یہ سستے ہی باپچیں کھل گئی تھیں۔





بچے پھینک دیا۔ بے جا رہا۔

زاہد نے محسوس کیا کہ مہکن جھوٹ نہیں بلکہ رمل ہے۔ یہ یقینی بات تھی کہ وہ پراسرار آدمی مات ایک بیکے مہکن اور اس کے ساتھی سے ماحولی کیوں پر غصے والا تھا۔ اگر رمل وہاں ایک سیکے مک نہیں پہنچے تو اس آدمی کو شک ہو جائے گا اور ہوسٹ پار ہو جائیگا؟ اگر بالفرض جاوید اس اجنبی کی تہذیب میں تھا تو ایک بیکے مک مہکن اور اس کے ساتھی کی رپورٹ نے مک بالکل غلط تھا۔ اب زاہد کو جو کچھ بھی کرنا تھا ایک بیکے سے پہلے کرنا تھا۔ ایک بیکے کے بعد شاید دشمن جاوید سے جھکا رہا محسوس کرنے میں ہی بہتری سمجھے گا۔

زاہد سوچنے لگا کہ جاوید دشمن کے چھندے میں کیسے جھنس گیا، پھر اسے کلارا کا خیال آیا.... کلارا سے کچھ بات معلوم ہو سکتی تھی۔

"ٹھیک ہے مہکن۔ زاہد نے اس سے کہا۔ میں تمہاری بات پر یقینی کئے لیستا ہوں۔ اب تم آزاد ہو۔"

"تھیں سر۔ مہکن نے خوش ہو کر کہا۔

"اور تمہارا ساتھی ہاتھ روم میں جڑا رہا ہے، جا کر اسے بھی آزاد کرادو۔" زاہد بولا۔

مہکن خوشی سے ہاتھ روم میں گیا اور تھوڑی دیر میں ہی اپنے ساتھی کو لے کر واپس آگیا۔

دونوں نے زاہد کا شکریہ ادا کیا اور وہاں سے سر پر پاؤں رکھ کر بھاگے۔

ان کے جاتے ہی زاہد نے کچرے بیلے اور کمرے سے باہر نکل کر اس نے فضل لگا باؤ اور لفٹ کے ذریعے نیچے آگیا۔

ٹیکسی سامنے ہی کھڑی تھی۔ زاہد نے دروازہ کھولا اور کھلی سیٹ پر فحیر ہوتے ہوئے بولا۔

"جیو...."

ٹیکسی فراتے بھر لے گئی تھی۔

ٹیکسی ایک ہاتھ منزلہ عمارت کے سامنے آکر رُک گئی۔ زاہد نے نیچے آکر ایک فوٹ ٹیکسی ڈرائیور کو تھپا اور عمارت کی طرف بڑھ گیا۔ ایک پرانی عمارت تھی۔

گیڑی میں بہت سے عیز کس نصب تھے ان سے ایک پر کلارا کا نام بھی لکھا ہوا تھا اور حلیف کا نمبر بھی۔

زاہد سیدھا چوتھی منزل پر پہنچ گیا۔ گیڑی میں کافی روشنی چھٹی ہوئی تھی اور سارے دروازے بند تھے۔ زاہد نے دیکھا وہ

کے کمرے کا نمبر بتا کر کہا تھا کہ آپ کا سامان پڑا کر لائے گا۔

"وہ سامان تمہیں لے جا کر کہاں دینا تھا؟" زاہد نے پوچھا۔

"اسی کہیں میں۔ مہکن بتانے لگا۔ سامان کے ساتھ ہمیشہ رات کے ایک بجے وہاں پہنچتا تھا۔ اس آدمی نے کہا تھا کہ سامان لینے وہ خود آئے گا۔ اس نے آدمی کو بھیجے گا۔"

زاہد نے اپنی تھوڑی سی نام دیکھا، سوا بارہ بجے تھے۔ جاوید کہ ایک مک واپس آتا تھا جیسے تھا لیکن وہ ابھی تک نہیں آیا تھا۔

زاہد کو لگا جیسے وہ کہیں کسی مصیبت میں گرفتار نہیں ہو گیا۔ کہیں اس کے کمرے کا نمبر اور چوکی کا نام جاوید سے ہی تو نہیں اگلا گیا تھا؟

"اسی آدمی کا حلیہ تھا۔" زاہد نے سوال کیا۔

میں اس کی شکل اچھی طرح نہیں دیکھ سکا۔ کیونکہ کہیں میں اندھیرا تھا۔

"اس کا قد کتنا لمبا ہوگا۔"

"وہ.... ایک دراز قد آدمی تھا۔"

"کیا وہ آنکھوں پر چشمہ لگاتے ہوئے تھا اور دور کر پٹنے تھا؟"

"جی نہیں۔"

زاہد نے گہرا سانس لیا۔ اگر مہکن غلط نہیں کہہ رہا تھا تو شخص روہر نہیں ہو سکتا تھا۔ ویسے روہر اپنا اینٹ مزدور بیچ سکتا تھا۔ لیکن زاہد کے نام میں یہ بات نہیں پٹھو رہی تھی کہ مہکن جیسے آدمیوں سے روہر بیچا کوئی تعلق رکھتا؟

"کیا وہ فرانسیسی تھا؟"

"جی نہیں۔"

"تمہارے خیال میں وہ آدمی کس ملک کا ہو سکتا تھا؟"

"بہت ممکن ہے کہ وہ کوئی ایشیائی رمل ہو، لیکن اس پر یقین مزدور ہو سکتا تھا۔"

"اچھا مہکن، بتاؤ اگر نہیں یہ معلوم ہو جانا کہ میں کمرے میں ہوں تو تم کیا کرتے؟"

"تو مجھ پر غصے سے واپس چلے جاتے۔" مہکن کہنے لگا۔

اور اس آدمی کو جا کر بتا دیتے کہ آج کام نہیں ہو سکا۔

"ہمیں ہر حالت میں آج ایک بجے وہاں اس سے ملنا ہے۔"

"جی ہاں۔ مہکن بتانے لگا۔ میں ٹھیک ایک بجے رات کو سامنے کہیں میں جا کر بیٹھ جاتا ہوں۔ وہ خود یا اس کا کوئی آدمی لے آئیگا۔"

"کیا تم جھوٹ بول رہے ہو؟"

"ہرگز نہیں جناب! ہم معمولی چروہیں۔ چوٹی موٹی رستوں کے لئے کام کرتے ہیں۔ یہی جانی بیاری ہے۔ ہم جھوٹ نہیں بولیں گے۔"

لیکن امنزدہ نے بچے میں بولا۔ "آپ نے ہمارے دوست کو غلطے میں

دفن اندھیرے میں ایک بجلی سی جھلپ ابھری اور دوسرے ہی لمحے کوئی چیز ڈرائنگ روم میں گئے ٹیبل لیپ سے ٹکرائی۔  
نیچے میں ٹیبل لیپ گر پڑا اور اب ڈرائنگ روم میں بھی ٹیبل لیپ اندھیرا چھا چکا تھا۔

زاہد کے کان اب بجلی سی آہٹ سننے کے لئے لگے ہوئے تھے۔ وہ دھیرے سے کھار کے پاس سے اٹھا اور جھکا جھکا پھرتا ہوا ڈرائنگ روم کی چوکھٹ تک پہنچ گیا اور وہیں قریب چڑی ایک میز کی آڑ میں ہوتے ہوئے پڑے ہوئے ہوا۔

”اے۔ میری بات سن رہے ہو؟“  
لیکن اندھیرے میں خاموشی طاری رہی۔  
”سو تم ایک ناز کر چکے ہو۔ اب اور گریں میں چلاؤنگ۔ نازنگ کی آواز سن کر اس عمارت کا کوئی نہ کوئی شخص پریس کو منور فون کرنے لگا۔“

”تم کیا چاہتے ہو؟“ اندھیرے میں سے ایک بھڑائی ہوئی سی آواز ابھری۔

”سُنیو۔ زاہد تمکنا پیسے میں بولا۔ میں ابھی اپنا روبرو کھار پر غالی کر دوں گا اور زور زور سے شور مچا کر لوگوں کو جمع کر دوں گا اور روبرو سے اپنی انگلیوں کے نشان مٹا کر میں بھیک دوں گا۔ پیسے یہ روبرو میرا ہے نہیں۔ میں چونکہ دروازے کے قریب ہوں اس لئے لوگوں کے آنے سے پہلے یہاں سے کھسک بھی سکتا ہوں تو کوئی نہ یا پریس نے اگر تمہیں یہاں کھار کی لاش کے ساتھ پکڑ دیا تو تم خود جانتے ہو کہ تمہارا مشرک یا ہو سکتا ہے۔“

اندھیرے جواب نہیں ملا۔  
”اچھا تو میں کھار پر گریاں برسانا شروع کرتا ہوں!“  
”نہرو۔ اندر سے کہا گیا۔ لیکن آواز بالکل قریب سے آئی تھی۔“

زاہد نے انداز سے اس جانب اندھیرے میں آنکھیں پھاڑا اور کوئی کھنکھنا شروع کر دیا۔ آواز بھڑائی۔ ”تم کیا چاہتے ہو؟“  
”پیسے روشنی کرو تا کہ میں تمہیں دیکھ سکوں۔“  
”نہیں میں روشنی نہیں کروں گا۔ آواز آئی۔ میری صورت دیکھنا تمہارے لئے موزوں نہیں ہے۔ بات جیت اندھیرے میں بھی ہو سکتی ہے۔“

اب زاہد کو اس کی آواز سن کر احساس ہونے لگا تھا جیسے وہ یہاں پہنچے ہوئے کسی کیس کی جگہ ہے۔ لیکن کہاں یہ اسے یاد نہیں آیا۔ اس نے دوبارہ تمکنا پیسے میں کہا۔ ”پیسے روشنی کرو۔“  
”نہر نہیں۔ جو چھہ کہنا ہے اندھیرے میں ہی کہو۔ بولو،

ایک گاہک پہنچے ہوئے تھی اور ابھی اس کو لٹھ کرانی تھی۔ وہ ظاہر بھی کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ لیکن زاہد کی گہری نظروں سے اس کے بالوں کی حالت بھیچہ درہ مکی جواڑی جگر سے شس سے سسپ ہوئے تھے۔ بالکل درست حالت میں تھے۔

”کیا چاہتے؟“  
زاہد نے کچھ کہنا چاہا۔ لیکن اسی وقت اندر سے تباہکار بھکا آیا جو زاہد کی ناک میں ٹپس گیا۔ اندر شاید کوئی سگاری رہ گئی۔  
”ارے؟ کیا گونگے ہو؟“

زاہد نے نہایت پھرتی کا مظاہرہ کیا۔ ایک دھتکے اس نے کھار کا منہ دھو چا اور دوسرے دھتکے سے اس کی کمر تھام لی اس نے اپنی کہنی سے دروازہ بند کیا اور کھار کو لئے اندر گھس گیا؟  
کھار زاہد کی گرفت سے آزاد ہونے کے لئے بری طرح پھڑپھڑا رہی تھی۔

رکدے کو بار کر کے زاہد آگے بڑھا اور ایک شاندار ڈرائنگ روم میں پہنچ گیا۔ جس کے ایک گوشے میں ٹیبل لیپ بل رہا تھا۔ اس میں دو دروازے تھے جن میں سے ایک بند تھا۔ کھنکھنے دروازے سے سگاری پڑ آئی تھی اور روشنی بھی جو رہی تھی۔  
”کھار۔“ اندر سے بھاری آواز آئی۔

کھار کے حلق سے گھول گھول کی سی لکڑا کھنکھنے لگی۔ زاہد نے اپنی گرفت اس کے اوپر زیادہ مضبوط کر دی۔  
”اکیسے دروازے پر ایک ٹیم و ٹیم سایہ منور ہوا۔ ٹیبل لیپ کی روشنی اس تک بالکل بھی نہیں پہنچ رہی تھی۔ اس سے زاہد اس کی شکل نہیں دیکھ سکا۔ دوسرے ہی لمحے زاہد نے کھار سے فریج پر چھلانگ لگائی تھی۔

اچانک ناز کی آواز گونجی اور گونجی زاہد کے سر کے اوپر سے سنائی ہوئی گزرتی تھی۔

زاہد نے کھار کو ایک طرف پھینکا اور فوراً اپنا روبرو نکال لیا اور کھار کے اوپر سے چھلانگ لگا کر اس کے پیچھے پہنچ گیا۔ کھار اس وقت تک بے ہوش ہو چکی تھی۔ زاہد اس وقت جہاں تھا وہاں تک ٹیبل لیپ کی روشنی بھی نہیں پہنچ رہی تھی۔ ظاہر تھا دروازے پر کھار آئی اسے بھی صاف طور پر نہیں دیکھ پا رہا تھا۔ زاہد نے دروازے کی طرف اپنے روبرو کا رخ کیا لیکن اس کے ناز کرنے سے پہلے ہی وہ سایہ غائب ہو چکا تھا۔

اچانک اندر سے کمرے میں اندھیرا چھا گیا۔ زاہد اچانک پیچھے گیا اور دروازے کی چوکھٹ کو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر گھومنے لگا۔ اسے سانسے کا دروازے پر دوبارہ ظاہر ہونے کا انتظار تھا۔

اپنے مقررہ وقت تک اپنے ٹھکانے پر نہیں پہنچا تو تباہی سے سامنی  
کوٹ کے گھاٹ اُتار دیا جائے گا۔  
زاہد ایک لمحے کے لئے خاموش ہو گیا۔

”معلم تواسے اب بتیں عقل آگئی ہے۔“ اجنبی نے  
قبضہ لگاتے ہوئے کہا ”اب بروہن تم لیاز کے پیچھے کیوں  
پڑے ہو۔“

”لیکن میں بتیں ایک نہایت سفسنی خیر غمر سنا، چاہتا ہوں۔“  
زاہد بولا۔

”کیا۔؟“

”وہ یہ کہ میں بتیں پہچان چکا ہوں پیارے راجر۔؟؟“

”کیا مطلب۔؟“

”ایک لمحے کے لئے تمہاری خاموشی چاہتی۔“

”تم اپنی آواز کو گناہی بدلنے کی کوشش کیوں نہ کرو راجر۔“  
زاہد نے دروازہ کہا ”لیکن میں نے بتیں پہچان لیں۔۔۔ سن آئی ہے  
ایکثرت۔“

دوسری طرف سے پھر کوئی جواب نہیں ملا۔

”اب توروہی کھو جاوے۔“ زاہد بولا۔

جواب میں اجنبی کوئی چیز زاہد سے اُکڑھائی۔ ریوڑا لدا  
کے ہاتھ سے قبضہ کو کہیں اندھیرے میں جاگسا اور وہ اپنے ساتھ  
لپٹے دالے سے پھر گیا۔

”میں نے اسے پکڑ لیا ہے۔۔۔“ کلارڈ دوسرے چلائی ”ماجر  
میں نے اسے پکڑ لیا ہے۔“

زاہد کی غلطی تھی کہ وہ کلارڈ کو بھولی ہی گیا تھا۔ پتہ نہیں اسے  
کب ہوش آیا تھا اور اب وہ کسی چپقلی کی طرح اس سے چپکی ہوئی تھی  
زاہد اپنے آپ کو اس کی گرفت سے آزاد کرانے کے لئے زور لگانے لگا۔  
ایک ٹھکسا سا ہوا اور کوئی چیز آٹ کیسے گر کر اور پھروپ  
دھپ کر تا ہی کوئی بھٹکنے لگا۔ اس کے بعد قبضہ کا دروازہ کھلنے  
اور بند ہونے کی آواز کے بعد سنا چکا گیا۔

زاہد نے بڑی مشکل سے کلارڈ کو اپنے آپ سے چھڑایا اور  
دروازے کی طرف تیزی سے بھاگا یہی کسی وقت کلارڈ نے اس کی  
ٹانگ پکڑ کر کھینچ لی۔ زاہد اپنا ڈرائیو برقرار رکھ سکا اور فریڈریش  
جو ٹانگیں گسٹے کرتے بھی اس نے ہٹ کر دوسری ٹانگ کی ٹھوکر  
کلارڈ پر رسید کر دی تھی۔ کلارڈ آٹ کر دوڑا جا کر۔

وہ سنبھل کر اُٹھا اور دروازہ کھول کر گری کی میں آگیا۔ راجر کا  
دور در دور پتہ نہ تھا۔ وہ لٹنے تک پہنچا، لفٹ تیزی سے نیچے  
جاتی ہوئی دکھائی دی۔

”کیا چاہتے ہو؟“  
”کچھ معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں؟“ زاہد نے کہا۔

”کون سی معلومات۔؟“

”جاوید کہاں ہے۔؟“

”اچھا! تو بات ہے۔؟“ اندھیرے میں سے ایک قبضہ  
سجھڑ پڑا تھا:

”زاہد نے کچھ غول تک انتظار کیا، اس کے بعد بولا۔

”تم اپنے آپ کو زیادہ چالاک ظاہر کرنے کی کوشش مت کرو،  
مرت تباہی سے سر پر کی بھی وقت پہنچ سکتی ہے۔“

”کیا مطلب۔؟“

”تم اس وقت اندھیرے میں نہیں ہو۔“ زاہد کہنے لگا۔ تم  
اس وقت ہیں ڈرائنگ روم میں موجود اور آہستہ آہستہ نہایت  
ہوشیار کیسے میری طرف بڑھ رہے ہو اور اب اگر تم ایک شیخ  
بھی آگے بڑھے تو میں تمہاری طرف گولیاں برسانا شروع کر دوں گا۔  
”نہیں۔۔۔ تم ایسا نہیں کرو گے۔۔۔“

”تو پھر میرے سوال کا جواب دو۔“ زاہد بولا ”جواب دے  
کہاں ہے۔۔۔“

وہ میرے قبضہ میں ہے لیکن بالکل مختلف ہے۔ میں اس سے  
کچھ معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا۔ لیکن وہ بہت ہی غندی ہے۔  
اپنی زبان کھلنے کے لئے تیار نہیں ہیں اس سے اپنی مخصوص معلومات  
حاصل کر کے اسے رڈ کر دوں گا۔“

”تم کیا چھوڑنا چاہتے ہو۔؟“

”اگر تم وہ معلومات مجھے بتیا کر دو گے تب بھی میں جاوید کو  
چھوڑ دوں گا۔ بتاؤ تم لوگ جن لیاز میں کیوں دل چسپی سے رہے ہو۔  
”ایک خاص وجہ سے جن لیاز میں دل چسپی سے رہے ہیں۔“  
زاہد کہنے لگا ”کیا تم بھی اس میں دل چسپی رکھتے ہو۔ اگر ہم  
دووں کا مشن ایک نہیں ہے۔ تب ہمارا آپس کا کوئی تعلق نہیں۔“

”اور ہم دونوں کا مشن ایک ہے۔“

”تب بھی کوئی ڈکوتی سمجھنے کے قابل نکل سکتا ہے۔“ زاہد

بولا ”اب پہلے تم بتاؤ، بتا کر کیا مشن ہے؟“

”نہیں، تم اپنا مشن بتاؤ۔“ اجنبی نے کہا۔ ”یہ مت بھولو

کہ تباہی ایک ساتھی میرے قبضہ میں ہے، ہم زبردستی اس سے سب

کچھ اُٹھا سکتے ہیں۔“

”لیکن جب میں بتیں اس لائق چھوڑوں گا تب نہ۔“

”نہیں، تم ہمیشہ مجھے یہاں روک کر نہیں رکھ سکتے۔ اگر میں

بھی ایک بجنے میں پندرہ منٹ باقی تھے۔

فلورنٹین پینچ کر ۲۱ نمبر کی عمارت تلاش کرنا زائد کے لئے زیادہ مشکل ثابت نہیں ہوا۔ کیونکہ یہ ساحلی علاقے کا کہیں ناہول تھا۔ اس کے سامنے ایک دین کھڑی تھی جس کا زیادہ حصہ ترپال سے ڈھکا ہوا تھا۔

پہلے سے تھوڑی دوری پر دیکھی ڈرائیور کے ساتھ غور کر کے ناہول موجود تھا اور بخاری کر رہا تھا۔

وہ ابھی ابھی پہلی پہنچا تھا اور دین کو دیکھ کر مستحکم تھا پھر اس نے وہیں ٹھہرنا مناسب سمجھا۔

تھوڑی دیر بعد وہیں کی عمارت سے دو آدمی گول پٹا ہوا قالین اپنے کاٹھنوں پر اٹھائے باہر نکلے اور دین کی طرف بڑھنے لگے۔ زائد سنیل کر بیٹھ گیا۔

دین کا دروازہ کھلا اور ایک آدمی باہر گزرا کہ قالین لانے والوں کا انتظار کر لے گا۔ جب وہ لوگ ابھرے اٹھائے کر بیٹ آئے تو اس آدمی نے دین کا ترپال اٹھا دیا۔ دو لوگ آدمیوں نے پٹا ہوا قالین دین میں رکھ دیا اور غور دیکھا اس میں سوار ہو گئے۔ ترپال ٹھیک کر کے تیسرا شخص دوبارہ میٹ پر جا بیٹھا۔

دین کا انجن اشارت ہوا اور وہ ایک طرف چل پڑی۔

”دیکھو۔“ زائد ڈرائیور سے بولا۔ اس دین کا بچھا کرنا ہے۔ لیکن ہوشیار کی سے، بہتین انعام ملے گا۔“

”لیکن جناب ....؟“

وقت برباد ہو رہا تھا۔ کیونکہ دین کا آگے نکل گئی تھا اس لئے زائد نے پھرتی سے اپنا ریموٹر نکال لیا اور اسے ڈرائیور کو دکھایا۔ ڈرائیور نے خوفزدہ ہو کر فوراً ہی اپنی ٹیکسی دین کے تعاقب میں لگا دی۔

”جناب کوئی خطرے والی بات نہیں؟“

”بالکل نہیں، تم نے نہیں دیکھا قالین میں شاید کسی کا جسم پٹا ہوا تھا جو وہ لوگ کہیں سے جا رہے ہیں۔“ زائد نے کہا۔ ”وہ میرا ساتھی بھی ہو سکتا ہے جو ان لوگوں نے پکڑ لیا ہے۔“

ڈرائیور مطمئن ہو کر ٹیکسی کو نہایت مہربانانہ سے دین کے تعاقب میں لگنے سے ہمتے تھا۔ چنانچہ اس کو کئی گھنٹے میں لوگوں سے جوتی ہوئی حالت سمیت بھاگتی جا رہی تھی۔ پھر وہ پندرہ منٹ بعد ایک دو منزلہ عمارت کے کپڑے میں داخل ہو گئی۔

ٹیکسی ڈرائیور نے سوالیہ نگاہوں سے زائد کی طرف دیکھا۔ زائد اسے آگے سے جا کر ٹیکسی روکنے کا اشارہ کیا۔

زائد بہت کڑواہٹ کی طرف بھاگا۔ اب راجہ کے تعاقب میں بھاگنے سے کوئی فائدہ نہیں تھا۔ اس کے منہ میں دھڑکنے لگا۔ وہی ٹیکسی گلاہا کی وقت تک ٹھیک سے نکل کر دوسری جانب پیرچرول کی طرف بھاگنے لگی تھی۔ زائد نے اسے دھڑک لیا۔ اور اسے اٹھا کر واپس ٹھیک کے اندر لے گیا اور ڈرائیور کے قدم میں روٹتی کر دی۔

زائد نے گلاہا کو روکنے پر پریکٹ کر کے پٹا ہوا ریموٹر اٹھا لیا اور بولا۔

”دیکھو وقت برباد کرنے کا موقع نہیں ہے، لہذا جابجا دیکھیں کہیں ہے۔؟“

گلاہا روکنے پر بڑی ڈبیتی رہی۔

زائد نے اس کے بل اپنی ٹیکسی میں بھروسے اور ڈور سے جھکا دیا۔ گلاہا نے چلانے کے لئے منہ کھولا تو زائد نے ریموٹر کی نالی اس کے منہ میں گھسیڑ دی۔

”جلدی بتاؤ۔ جا دیکھ کہیں ہے؟“

گلاہا نے سر ہلایا تو زائد نے نالی اس کے منہ میں سے نکال لی اور کہنے لگا۔

”اس کا پتہ بتاؤ؟“

گلاہا نے کچھ کہا لیکن زائد کی سمجھ میں نہیں آیا۔ اس نے گلاہا سے کہا۔

”تم کاغذ پر کچھ کرو۔“

گلاہا نے میز پر سے کاغذ اور قلم اٹھا لیا اور جلدی جلدی کچھ لکھ کر زائد کی طرف بڑھا دیا۔ زائد نے دیکھا کاغذ پر لکھ رہا تھا۔

”ہاؤس نمبر ۴۱، فلورنٹین۔“

”کیا صحیح ہے؟“

”ہاں۔“

”اگر دھوکا ہوا تو۔؟“

”نہیں۔ دھوکا نہیں ہے۔“ گلاہا نے انگلی میں جواب دیا۔

”سمجھ لو، اگر یہ غلط ثابت ہوا تو میں واپس آکر تمہیں

شوٹ کر دوں گا۔“ زائد نے کہا۔

گلاہا نے کوئی جواب نہیں دیا۔

زائد نے ٹھیک میں ایک رقمی دھن کی اداس سے گلاہا کے

ہاتھ پاؤں باندھ دیے اور منہ میں کپڑا اسٹوٹس کر اوپر سے نالی باندھ دی۔ پھر اس نے گلاہا کو اٹھا لیا اور پیرچرول میں لے جا کر ڈال دیا۔

اس کے بعد اس نے پیرچرول کا جائزہ لیا۔ راجہ کے ادھ جگے

سگڑے علاقہ اور کوئی پیرچرول نہیں تھی۔

زائد گردن ہلا کر واپس چل دیا۔

ابھی زاہد نے پہلی میز می پر قدم رکھا ہی تھا کہ اوپر سے بھاری  
دھڑکن کی جھپ سنا دی گئی، اچھے کوئی آواز تھا۔

پ ت پ ت پ ت

زاہد نے اپنا سامن رک رک لیا اور بیٹے کے نیچے جھپ گیا۔  
کونٹی بھاری دھڑکن سے سیدھا اترنے لگا اور پھر جیسے  
بھا دو آدمی نیچے آیا۔ زاہد نے بھکی کی کاس بھرتی سے اس پر حملہ کر دیا اس  
نے دھڑکن کی نالی اس کی کٹھنی پر دے ماری تھی۔

وہ آدمی بیڑ کھٹی آواز نکالے وہیں ڈھیر ہو گیا۔

زاہد نے جھک کر اس آدمی کا چہرہ دیکھا اور پہچان لیا۔  
یہ وہی کاڈر بندر تھا۔ زاہد نے اسے گھسیٹ کر اس جگر دھل دیا پھر  
ابھی وہ چھپا تھا۔

اس کے بعد وہ نہایت اطمینان سے نرینٹے کے اوپر پہنچ  
گیا۔ آواز اب کافی تر آئی ہوئی معلوم ہو رہی تھی۔ لیکن اتنی صاف  
ہیں تھیں کہ وہ سن سکتا۔ آواز اب آخری کمرے میں سے آرہی تھیں۔

ناہد اس کمرے کے سامنے پہنچ گیا اور جھک کر کی ہول سے  
اپنی آنکھ لگا دی۔ اندر چھوٹے سے کمرے میں سامنے عمار سے پتھر  
ٹھکے سے ہاویر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے تھے  
اور چرخوں سے بھینکا ہوا تھا۔ عرق کے داغ اس کی پیشانی پر لگے پھیلے  
دکھائی دے رہے تھے۔

زاہد نے دیکھا۔ جاوید کے سامنے ایک استول پر ایک  
شخص بیٹھا ہوا تھا اور ایک دوسرا آدمی اس کی لٹل میں کھڑا تھا۔  
”اے مگر۔“ استول والا آدمی جاوید سے کہہ رہا تھا۔ تم  
کب تک انہیں یوں روکے ہو؟ یہ دیکھنا ہے۔ جو کچھ ہم ماننا چاہتے ہیں۔ وہ  
تم سے مفر در آگیا میں گئے۔ اس نے اپنی درگت جوائے سے کیا  
فائدہ۔“

جاوید نے کونٹی جواب نہیں دیا۔

”شاہد نہیں اپنے ساتھی سے بہت سی آمیدیں ہیں۔ بہر حال  
دوبارہ کہنے لگا وہیں معلوم ہے کہ وہ کچھ ہوشیار ہے۔ لیکن وہ  
یہاں تک کسی بھی حالت میں نہیں پہنچ سکتا۔ وہ پہلے والے  
چنے پر جب پہنچے گا تو اسے کچھ بھی نہیں ملے گا۔“

جاوید پھر کچھ نہیں بولا تو استول والے ساتھی نے کہا۔

”کچھ کچھ خدمت کا موقع دو۔۔۔ یہ ابھی بولنے لگے گا۔“

”نہیں۔“ استول والے نے کہا۔ ”مقتل آدمی ہے اور

خود ہی سب کچھ بتا دے گا۔ ہمیں تکلیف کرنے کی کوئی ضرورت

نہیں تو اب مقرر جاوید! انہیں ہیں کیا وہیں کیا دل چاہی ہے۔

پتھر مگر بتا دو۔۔۔“

ناہد کی نیکی جب عمارت کے سامنے سے گزری تو اس نے دیکھا  
دین ایک گمراہ کے سامنے کھڑی تھی اور ایک آدمی گمراہ کا دروازہ  
کھول رہا تھا۔

تقریباً پچاس گز اٹے جانے کے بعد نیکی ڈرائیور نے نیکی  
رک دی۔ زاہد نے ڈرائیور کو اس کے علاوہ پچاس کا نوٹ انعام  
میں دیا اور پیدل ہی عمارت کی طرف چلے گیا۔

زاہد عمارت کے سامنے پہنچا۔ دین اب کیا ڈنڈی دکھائی  
دیں دے رہی تھی۔ جن کا مطلب تھا کہ گمراہ میں ملے گی تیس ہزار  
نہایت اطمینان سے عمارت کے کیا ڈنڈی داخل ہو گیا اور وہ  
قدموں میں گمراہ کی طرف بڑھنے لگا۔ جس کا دروازہ اس نے کھینے  
ہوئے دیکھا تھا۔

قریب پندرہ گز زاہد نے دھیرے سے اسے کھول کر اتنی  
جبری بنائی۔ جس میں سے وہ اندر آسانی سے داخل ہو سکے، وہ اندر  
گھسا اور پچاس گمراہ کی طرح بند کر دیا۔

گمراہ کی پشت پر ایک دروازہ تھا مگر کھلا ہوا تھا اور جس  
میں سے باہر کی روشنی گمراہ کے اندر پہنچ رہی تھی۔ دین گمراہ میں بوڑ  
تھی۔ جس میں اس کے اندر قلابیں نہیں تھیں۔

زاہد کباب پہنچن ہو گیا تھا جاوید زندہ ہے۔  
اگر جاوید کو وہ لوگ ختم کر کے ہوتے تو انہیں اسے قاتلین

میں لپیٹ کر یہاں لاسے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ وہ اسے کہیں  
بھی چھپک کر چھپانے لگا سکتے تھے۔ انہوں نے تو راجہ کے حکم  
پر جاوید کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کیا تھا کیونکہ راجہ کو خطرہ  
پیدا ہو گیا تھا کہ زاہد کا راستہ عمارت کا پتہ اٹھانے لگا۔

راجہ جاوید سے راز اٹھانا چاہتا تھا۔۔۔ لیکن کون سا راز۔۔۔

کیا راجہ کو بھی مہانتا جاوید کے جیسے ہیں؟ یہی ہو گا وہ علم کے بارے میں  
خبر ہو گئی تھی۔ زاہد نے سوچا یہ وہ کسی اور خاص وجہ سے چھپ گیا کہیں  
دل چھپکے رہا ہے۔

زاہد نے پھر اپنا راز تو نکال کر دیا تھا کہ وہ میں سے یا اور باقی کی  
چال مچتا ہوا اس دروازے کی طرف بڑھا ہوا اس سے روشنی آرہی  
تھی۔

دروازے کے دوسری طرف ایک لمبی راہ دار کا دکھائی  
دی۔ راہ دار میں پندرہ گز زاہد لگا ہوا تھا اور آواز میں سننے لگا کہیں  
سے باتیں کرنے کی آواز آرہی تھی۔

زاہد نے فوراً ہی اندازہ لگا لیا کہ آواز اُنہر کی منزل لگا کر ہے۔

اس لئے وہ آگے بڑھ کر راہ دار کی آخری سرے پہنچ گیا جہاں

اوپر جانے کے لئے نہ تھا۔

زیر ڈالنے جاوید کو دین میں بٹھا دیا۔ اس کے بعد زاہد نے زیر ڈال کی تلاش کی کہ ایک پھول برآمد کر کے اسے جاوید کے حلقے کر دیا۔

”مہربان کھولو۔“

زیر ڈالنے پہنچا کھولا۔ زاہد نے اسے بھی اپنے پاس دین میں بٹھنے کا اشارہ کیا۔ جب زیر ڈال بچھ گیا تو زاہد نے دیر سے اشارت کی اور اسے عبارت سے باہر نکال لایا۔ پیچھے جاوید بھی زیر ڈال پر نگاہ رکھے ہوئے تھا۔

”جاوید! اب کہاں ہیں۔“

ایک ہی جگہ ہے زاہد صاحب! جہاں ہم اس حواضرانے کی مزاج پر کی گئے ہیں۔

”کون سی جگہ؟“

”وہی شوز گیت والی ساحلی ہوٹل“ جاوید بولا۔ جہاں سے سیرے لوگ بھیجے لاتے ہیں، اس کے پاس کو دوہاں ہماری موجودگی کا تو کسی خواب میں خیال نہیں آسکتا۔

”کیا اس جگہ کی انتہا ہے یاں جہاں ہے زیر ڈال۔“

”جی ہاں۔“ زیر ڈال نے جواب دیا۔

”تو پھر وہیں چلتے ہیں۔“ زاہد نے دین کی رفتار تیز کرتے ہوئے کہا۔ اور جاوید تم جاننے ہو اس کا پاس کرنا ہے۔ راجہ پل سے آئی اس کے ایکوٹ! اس کا یہ ہنگامہ کھڑا کیا ہوا ہے۔“

”ہاں! کلار کے ٹیٹ پر میری ملاقات ہو چکی ہے۔“

”کہہ کر زاہد نے جاوید سے سارا واقعہ بیان کر دیا اور پھر پوچھا۔“

”لیکن تم اس کے حال میں کیسے پھنس گئے؟“

”کیا بتاؤں زاہد صاحب!“ جاوید دھیرے سے بولا۔

”وہ ٹوکی تو بہت ہی بے وفائیکہ! اس پر پہلے ہی راجہ پل کا بہت گہرا رنگ چڑھا ہوا تھا۔ شاید وہ تو اس ساتھ ہی پہنچے تھے۔ کلار میرے ساتھ کبھی تو فرسے کے لئے بھی جاتی تھی تو اس امید پر جاتی تھی کہ شاید وہ میری زبان سے کوئی کام کی بات مانگنے میں کامیاب ہو جائے گی، تاکہ فوراً راجہ پل سے۔“

”اگر مجھے ذرا سا بھی شبہ ہو جاتا کہ اس کے تعلقات راجہ پل سے ہیں تو اسے ایسی چال بتانا کہ زندگی بھر کئی کالج میں پڑھتی رہی، راجہ کے اشارے پر ہی کلار نے مجھے اپنے غیث میں دعوت دی تھی۔ جہاں

راجہ کے اسیرانے مجھے اغوار کر لیا۔

ای وقت دین شوز گیت کے کہیں کے سانس پہنچ کر گئی۔

ۛ ۛ ۛ ۛ ۛ

جاوید پھر بھی خاموش رہا۔

اگر تم نے اپنی زبان نہیں کھلی تو پھر میں یہ ڈاکو اپنی حسرتیں نکالنے کا حکم دے دوں گا۔“

”جو اس بند کر دے۔“ جاوید بڑا آیا تھا۔

”آل راءت۔“ اسٹول والا بد معاش جھکاتے ہی بولے۔

زیر ڈال کچھ اسے سن کر تو سکھاڑتے۔

راجہ زاہد معاش جس کا نام زیر ڈال تھا اپنی باجیس بٹھاتا ہوا جاوید کی طرف بڑھنے لگا۔ فریبہ پہنچ کر اس نے نہایت بے رحمی کے ساتھ جاوید کے بالوں کو اپنی سسکی میں پکڑا اور اس کا سر دیر وار پھینکا۔

جاوید کے حلق سے حق کھل گئی تھی۔

یہ دہشت ناک منظر دیکھ کر زاہد نے اپنی آنکھ چالنی کے سولج سے جھٹائی اور سیدھا کھڑا ہو کر دروازے کو زبردست ٹھوکر مارا۔

دردازہ ایک زوردار آواز کے ساتھ کھلا کھانڈ داخل ہو گیا۔

”تجربہ دار۔“ زاہد نے اپنے دیر وار سے دونوں بد معاشوں کو نشانے پہلے لیا تھا۔

دونوں بد معاشوں کے چہرے خوف سے سفید پڑ گئے۔

زاہد کو دیکھتے ہی جاوید کے خون گئے ہونٹوں پر ایک مسکراہٹ نمودار ہو گئی۔

”اب اسے کھولی دو۔“ زاہد نے زیر ڈال کو حکم دیا۔

زیر ڈال گھبرا کر جاوید کے بندھن کاٹنے لگا۔ دوسرے ہی لمحہ جاوید آزاد تھا۔ لیکن اس کے اندر اپنے پیروں پر کھڑا ہونے کی طاقت نہیں تھی۔

”زیر ڈال۔“ زاہد نے دوسرا حکم دیا۔ اب اسی سے اسٹول والے اپنے دوست کی مشکیں کس دواور میں کچڑا بھی شوشی

دوسرے چلے جلدی کرو۔“

زیر ڈال نے وہی کیا ہوا زاہد نے حکم دیا تھا۔ اس کے بعد زاہد نے اس سے کہا۔

”اب جاوید کو اٹھا کر کھڑا کر۔“

زیر ڈال نے جاوید کو سہارا دے کر کھڑا کر دیا اور زاہد کے اشارے پر اسے لئے لے گئے۔

”یہ چلو۔۔۔“ زاہد نے زیر ڈال کی کھوپڑی سے دیر وار کی

نال دکھادی۔

جاوید کو تقریباً اپنے اوپر لائے ہوئے زیر ڈال دوسری منزل کے نیچے سے نیچے اترتا اور گراچ میں پہنچ گیا۔

”شاباش! اب جاوید کو دین میں بٹھا دو۔“ زاہد نے

حکم دیا۔

زاہکے اشارے پر زبردانے جا رہے ہیں۔

ہوں کی عمارت مسان پڑی تھی۔ تینوں چلتے ہوئے اُڑتے  
پہنچے۔ زیرِ ٹانے ایک کہیں کا قفل کھولا۔ زاہداور جاوید ایں کے  
پیچھے کہیں میں داخل ہو گئے۔

”کرسی پر بیٹھ جاؤ زریڈا“

جب زبرد آ کر سی پر تھک گیا تو زائد نے جادو سے کہا۔  
”تم اس پر نگاہ رکھنا۔ میں وہیں سے چوسکا را حاصل کر کے بھی  
آتا ہوں!“

”یہے فکر رہیں : اب یہ سکھی بھی اڑاتے ہوئے گھبراتے گا۔“  
جادوگر مولا تھا۔

زاہد دروازے سے باہر نکل آیا۔

دینے کے لئے کرنا ہر تقریباً دو میل آگے نکل گیا۔ اس نے دینے ایک جگہ چھوڑ دی اور دال سے چھٹی چوکڑی کے مشورہ شریفیت واپس آ گیا۔ کیوں میں جاوے اسی طرح زبرد کو کو کر کے ہرے بیٹھا تھا۔ جس طرح وہ اسے چھوڑ گیا تھا۔ اس نے جاوے سے پوچھا۔

”تم نے اسی سے کچھ معلوم کیا۔؟“

”نہیں! آپ ہی پوچھیے“ جاوید بولا۔ ”اس نے مجھے بہت مارا تھا۔ مجھے درہے کہیں میں انعام میں اسے قتل ہی نہ کروں؟“  
 کرنل زاہد زیر فکا کر گھوڑا ہوا اس کے قریب پہنچ گیا،  
 اور حکم نامہ لے کر کہنے لگا۔

”دیکھو زیروڑا! اب ہم تم سے کچھ معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں اگر تم نے اپنی زبان نہیں کھلی تو پھر ہم بہتاری بونی تو بنی ملک الگ کر دیں گے۔۔۔“

ت۔۔۔ تم کیا پوچھنا چاہتے ہو۔؟“ زید ڈاعزایا۔

”زادہ صاحب! یہ بہت شریف آدمی ہے۔ جب تک آپ اس کا ایک دانت نہیں توڑیں گے اور ایک انٹن نہیں سے گاھڑائیں گے۔ یہ کچھ پیچھ بولے گا۔“ جاوید بولا۔

”کیا تمہیں معلوم نہیں تم کس سے ابھ رہے ہو؟ نریر ڈوا کہنے لگا۔

”میرا ہی اسلو کا سب سے بڑا اور خطرناک آدمی ہے۔“

ملک کے پرزے ہوا میں بجیروے

۱۰ کون ہے تمہارا باپس۔؟

”میرا سارے کا نام اوسلو کا بچہ بچہ جانتا ہے۔ سب لوگ

”راجہ نے میرے پاس کو اس کام کے لئے ایک موٹی رقم دی تھی“

”راجہ چنیا زکے پکڑے کیوں ہے۔“

اس بات کا زیرِ ڈانے کوئی جواب نہیں دیا۔

”کیا اب تم خورو کو سنبھال سکتے ہو۔“ زناہر نے گھوم کر پوچھا۔

• بانگلہ، جاوید یولا۔

” تو فوراً ان حضرات کو تو دیکھو۔“

جاوید اپنی جگہ سے اٹھا اور زیرِ پا کی طرف بڑھا۔ اس

کے چہرے پر ای دقت اتنے خوفناک تاثرات تھے کہ زیرِ لُٹا

لکپا کر رہ گیا اور اس کے چہرے سے ہنسٹہ چمکنے لگا۔ جادوید نے

بغیر سوچے سمجھے ریوالور کی آل کا وارز

دھار لے کر ہے زیرِ ڈاکا بھرہ بھی خون سے تر ہو گیا۔

جاوید نے مارنے کے لئے پھر اپنا ہاتھ اٹھایا۔

”ہیسی... بکھر دے“ زیرِ دُخوت

میں جانا ہوں۔۔۔ سب جانا ہوں۔۔۔

بنایا اسے علیٹ میں ہمارا بدھ کا ایک مجسمہ ہے۔ راجا کے

چوڑی لڑنا چاہتا ہے۔ وہ اس سے

پاکستان پر اردو اور ریاضی کے امتحان کے درجہ ہے :

راہ کو رہا ویدیا کے دوسرے کائنات کی طرف رہ رہے ہوئے

میں نے غنڈوں کی مدد سے غری کر دینے کی کاسرورت تھی۔ جس کیلئے

نہ کا اپنا آدمی تھا وہ مجھ سے بھی حاصل کر سکتے تھے۔ زائد

سوچا اور پھر زبردستی بولا۔

”راجہ ہم لوگوں سے کیا چاہتا ہے؟“

”وہ یہ معلوم کرنا چاہتا ہے کہ کب تک لوگ چین لیاؤ میں رہیں گے۔“



اس کا کہی ہوگا؟

”وہ تو سنہ سے کہہ رہی ہیں۔“

”جی“ نے فریاد کیا اور اس نے کہا ”میرا اس کے ساتھ جاننا ہے۔“

”کچھ تو بتاؤ، اسے تو کچھ بھی ہوگی کہ وہ اس کا ہنس نہ بنا تھا۔“

”اوپر سے کہا“ ”وہ اس کے ساتھ ہے۔“

”مگر اس کے ساتھ کون ہے؟“

”اگر وہ اس کے ساتھ ہے، تو اس کے ساتھ کون ہے؟“

”اگر وہ اس کے ساتھ ہے، تو اس کے ساتھ کون ہے؟“

”اگر وہ اس کے ساتھ ہے، تو اس کے ساتھ کون ہے؟“

”اگر وہ اس کے ساتھ ہے، تو اس کے ساتھ کون ہے؟“

”اگر وہ اس کے ساتھ ہے، تو اس کے ساتھ کون ہے؟“

”اگر وہ اس کے ساتھ ہے، تو اس کے ساتھ کون ہے؟“

”اگر وہ اس کے ساتھ ہے، تو اس کے ساتھ کون ہے؟“

”اگر وہ اس کے ساتھ ہے، تو اس کے ساتھ کون ہے؟“

”اگر وہ اس کے ساتھ ہے، تو اس کے ساتھ کون ہے؟“

”اگر وہ اس کے ساتھ ہے، تو اس کے ساتھ کون ہے؟“

”اگر وہ اس کے ساتھ ہے، تو اس کے ساتھ کون ہے؟“

”اگر وہ اس کے ساتھ ہے، تو اس کے ساتھ کون ہے؟“

”اگر وہ اس کے ساتھ ہے، تو اس کے ساتھ کون ہے؟“

”اگر وہ اس کے ساتھ ہے، تو اس کے ساتھ کون ہے؟“

”اگر وہ اس کے ساتھ ہے، تو اس کے ساتھ کون ہے؟“

”اگر وہ اس کے ساتھ ہے، تو اس کے ساتھ کون ہے؟“

”اگر وہ اس کے ساتھ ہے، تو اس کے ساتھ کون ہے؟“

”اگر وہ اس کے ساتھ ہے، تو اس کے ساتھ کون ہے؟“

”اگر وہ اس کے ساتھ ہے، تو اس کے ساتھ کون ہے؟“

”اگر وہ اس کے ساتھ ہے، تو اس کے ساتھ کون ہے؟“

”اگر وہ اس کے ساتھ ہے، تو اس کے ساتھ کون ہے؟“

”اگر وہ اس کے ساتھ ہے، تو اس کے ساتھ کون ہے؟“

”اگر وہ اس کے ساتھ ہے، تو اس کے ساتھ کون ہے؟“

”اگر وہ اس کے ساتھ ہے، تو اس کے ساتھ کون ہے؟“

”اگر وہ اس کے ساتھ ہے، تو اس کے ساتھ کون ہے؟“

”اگر وہ اس کے ساتھ ہے، تو اس کے ساتھ کون ہے؟“

”اگر وہ اس کے ساتھ ہے، تو اس کے ساتھ کون ہے؟“

”اگر وہ اس کے ساتھ ہے، تو اس کے ساتھ کون ہے؟“

”اگر وہ اس کے ساتھ ہے، تو اس کے ساتھ کون ہے؟“

”اگر وہ اس کے ساتھ ہے، تو اس کے ساتھ کون ہے؟“

”اگر وہ اس کے ساتھ ہے، تو اس کے ساتھ کون ہے؟“

وہاں آئی ہو کہ تم کو یہ بات کہ اس کے لئے کہ وہاں ہے  
خبردار

[illegible][illegible][illegible]

جہاں سے زور کی طرف گھوم کر دیکھا اور اس سے پہلے کہ وہ  
جس دیکھا وہاں پر اس وقت اس کی زبان کا رخ زور کی طرف تھا۔  
"اچھا تو ہے" اور یہ کہہ کر وہ غریبی کی حالت دیکھ کر  
یعنی سنا کر اس کے دل کو کھینچ کر لیا اور اس کے دل میں  
میرے دل کے یہی زبانتے کہ اس کا ہوا ہے کہ اس کے دل میں  
ہاں ہے۔ اس کے علاوہ اس نے اس کے ہاتھ سے اس کے

[illegible][illegible][illegible]

۱- جب کہ لوگوں کی طرف سے ایسا کہنا ہے کہ ان کی ابتداء و پیدائش  
 سے پہلے جہاں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے ہیں شریعت و کفر  
 اور مردوں کی جھگڑا کرتے ہیں۔ لیکن ان کو اپنے قابضین رکھنے  
 کے لئے کرتی پڑھائی دینی ہوتی ہے  
 ۲- جب کہ جہاد و عزائم کا یہ حال تھا کہ ایک ایک شخص  
 کو اپنے گھر سے نکال دیا گیا اور اس کے گھر کو جلا دیا گیا

۱۔ اے اللہ! تو نے میری زندگی میں جو کچھ چاہا ہے وہ تو نے ہی کیا ہے۔  
 ۲۔ اے اللہ! تو نے میری زندگی میں جو کچھ چاہا ہے وہ تو نے ہی کیا ہے۔  
 ۳۔ اے اللہ! تو نے میری زندگی میں جو کچھ چاہا ہے وہ تو نے ہی کیا ہے۔  
 ۴۔ اے اللہ! تو نے میری زندگی میں جو کچھ چاہا ہے وہ تو نے ہی کیا ہے۔  
 ۵۔ اے اللہ! تو نے میری زندگی میں جو کچھ چاہا ہے وہ تو نے ہی کیا ہے۔  
 ۶۔ اے اللہ! تو نے میری زندگی میں جو کچھ چاہا ہے وہ تو نے ہی کیا ہے۔  
 ۷۔ اے اللہ! تو نے میری زندگی میں جو کچھ چاہا ہے وہ تو نے ہی کیا ہے۔  
 ۸۔ اے اللہ! تو نے میری زندگی میں جو کچھ چاہا ہے وہ تو نے ہی کیا ہے۔  
 ۹۔ اے اللہ! تو نے میری زندگی میں جو کچھ چاہا ہے وہ تو نے ہی کیا ہے۔  
 ۱۰۔ اے اللہ! تو نے میری زندگی میں جو کچھ چاہا ہے وہ تو نے ہی کیا ہے۔

[illegible]

کا جھبک بھی نہیں پڑنے دیتا میں نے جسے جڑوں کو چلا باپے ترہیز  
وہ کس گنتی میں تھے ؟

” پھر طرات سارے تہارے مہلات کیوں ہو گیا ؟ زاد بولا  
” وہ نہیں اپنے تہہ خانے میں زندہ دفن کرنا چاہتا تھا ؟

” اس نے میرے ساتھ چال چلنے کی کوشش کی تھی ؟ راجہ کہنے  
لگا ” اس نے مجھ سے پوچھا تھا کہ اس مہاتما بدھ کے جیسے میں ایسی

کیا بات ہے کہ جسے حاصل کرنے کے لئے میں اسے اتنی بھاری رقم  
پیش کر رہا ہوں ۔ میں نے اسے بہت مانا چاہا لیکن وہ کہہ کر یہ

کہہ ہی پوچھا رہا کہ مجھے کارا کیا ہے ۔ میں نے اسے بتایا کہ مجھے  
ایک تاریکی حیثیت ہے کوئی نوادرات کا شوقین اسے بھاری رقم

میں خرید سکتا ہے ، وہ حرام زادہ کسی ماہر سے اس کے بارے میں  
تحقیق کرنے پہنچ گیا اور وہ اس سے سن آیا کہ اسے تو لاکھوں روپے

میں فروخت کیا جا سکتا ہے ، واپس آکر وہ مجھ سے کہنے لگا کہ وہ  
نئے شہرہ سعادہ نہیں لے گا بلکہ مجھے کی آدھی قیمت مجھ سے وصول

کرے گا ۔ میں نے اسے بہت سمجھانے کی کوشش کی لیکن وہ اپنی  
مند پر قائم رہا اور ہمارا جھگڑا اتنا بڑھا کہ ان نے مجھے تہہ خانے

میں دفن کرنے کا فیصلہ کر لیا ، لیکن عین موقع پر آپ آگئے کہ  
اور مجھے بچا لیا !

” تم ہمارے چکر میں کیوں پڑ گئے تھے ؟ ” زاد نے سوال کیا ۔  
” جب میں نے آپ لوگوں کو جن لیاؤ میں دل چسپی لیے ہوئے

دیکھا تو میرے آنکھوں کے ٹوٹے ہی اڑ گئے ” راجہ کہنے لگا پہلے  
تو میں سمجھتا تھا کہ آپ لوگوں کو بھلا جن لیاؤ سے کیا دل چسپی

ہو سکتی ہے ، اپنے مشن کی کامیابی کے لئے اب یہ جانتا میرے لئے  
بہت ضروری ہو گیا تھا ، کہ آپ لوگوں کا مشن کیا ہے ، اس کے لئے

میں نے کلارا کو استعمال کیا اور جاوید کو دعوت دوائی ۔ وہاں میں  
نے جاوید کو طرات سارے کے آؤسیوں کے ذریعے اغوا کر لیا ۔

پھر اس کے بعد کچھ عرصہ آپ کو معلوم ہی ہے ؟ ”  
میں یہ تھی کہانی ؟ ” جاوید بولا ۔

” ہاں اب آپ لوگ بتائیے کہ آپ کا مشن کیا ہے ؟ ”  
راجہ نے پوچھا ۔

” نہیں ! ہم یہ نہیں بتا سکتے ؟ ”  
” کرن ! مجھے اتنا ہی بتا دیجئے کہ آپ جن لیاؤ کی دولت کے

چکر میں پھنسے ہیں ۔ اگر آپ کا مشن یہ نہیں ہے تو پھر آپ جو چاہیں  
کریں مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا !

” اچھا تو کچھ سنو ، تہارے جن لیاؤ کی دولت سے ہمیں  
کوئی بھی دلی چسپی نہیں ہے ! اب تو خوش ۔ ” زاد بولا ۔

دھوکے ساتھ یوں کہ ہے جیسے اپنی جھل پڑی کہ کسی کچھ کس جانک ہے ؟  
” اسے یہ بکے معلوم ہوا ؟ ” زاد بولا ۔

کلارا نے مجھے بتایا تھا کہ وہ ایک دن جب بیڑیروم میں گئی تو  
اچانک اس کی نظر کسی جیسے پر پڑی تو اس نے مجھے کا سر دھڑکے کچھ

پڑھا پایا ۔ اگر وہ پورا برس ایک حقہ میں پڑتا اس کا سر کچھ جھمکتا  
تھا ۔ شاید جن لیاؤ کی جلد بازی سے سر تڑپا رہ گیا تھا ۔ دوسرے دن

کلارا کو مجھے کا سر پھر اپنی اصلی حالت میں ملا تھا !  
” اس کے بعد کیا ہوا ؟ ”

” اس کے بعد میں نے کلارا کی مدد سے جن لیاؤ کے نعیت  
کے دروازوں کی چابیوں کے ڈبلی کیت بڑا لئے اور آنے والے اوار

کا انتظار کرنے لگا ۔  
” کیوں اوار کا دن کیوں متنب کیا تھا ؟ زاد نے پوچھا ۔

” کیونکہ وہ چھٹی کا دن تھا ۔ ” راجہ کہنے لگا : اور اس دن  
جن لیاؤ اپنے دوستوں کے ساتھ کسی دھکی پارٹی میں شامل ہوا کرتا

تھا اور رات گئے وہیں آیا کرتا تھا ؟  
” اور اس وقت نعیت خالی ہوتا تھا ۔ کیوں ؟ ” زاد مسکرایا

پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ  
” راجہ میرے سے مسکرایا اور کافی کا کپ خالی کرتے ہوئے

بولا ۔  
” بالکل خالی تو نہیں ۔ جن لیاؤ کا میگزین ملازم وہاں رہتا تھا ۔

” راجہ کہنے لگا ۔ ” اب آنے والا اوار ہی سارے راز  
پر سے پردہ ہٹا دے گا ۔ میں نے نعیت میں داخل ہونے کا پورا

نظام کر رکھا ہے ؟  
کیا طرات سارے سے مجھ کو جوڑ سکے ؟ ”

” جی ہاں ! اس سے میں نے بھی کہا تھا کہ جن لیاؤ کے گھر  
سے مجھے مہاتما بدھ کا وہ مجسمہ چوری کرنا ہے ۔ ” راجہ بتانے لگا

حالانکہ حقیقت یہ تھی کہ مجھے جیسے کی نہیں اس کے اندر پوشیدہ دولت  
کی ضرورت تھی جو میں ایک سوٹ کیس میں بھر کر وہاں سے صاف

نکال لے جاتا !  
” وہ لوگ تہاری طرف سے مشکوک نہیں ہو جاتے جب

کہ وہ مجھ پر نہیں چڑھتے اور سوٹ کیس میں مال کے رکھتے ؟  
” نہیں ! انہیں تو اپنے معاوضے سے مطلب تھا جو میں ادا

سے والا تھا ۔  
” وہ دولت دیکھ کر لہری تبت بدل بیٹے تب ؟ ”

” تو پھر سنا ہے وہ کچھ نقل کر دیتے اور ساری دولت خود  
بہنم کر جاتے ! لیکن میں ایسی تربت نہیں آنے دیتا ۔ میں انہیں دست

”آپ کو میری باتوں کا یقین نہیں آسکتا۔ میں کیسے یقین دلاؤں؟“  
 ”اچھا! اچھا! آپ آرام کرو۔ ہم باری باری جاگ کر تباہی  
 بخوانی کرتے رہیں گے۔“ زاہد نے اپنا فیصلہ سنا دیا۔

دوسری صبح ناشتے کے بعد زاہد نے اپنا سگار سلگاتے ہوئے  
 کہا۔

”کرلی: آپ نے میرے بارے میں کیا فیصلہ کیا۔؟“  
 ”میرا خیال ہے کہ تم انتہائی مدد قبول کر لیں۔“ زاہد بولا۔  
 ”مالا کہ کہیں جاوید اس کی مخالفت کر رہا ہے۔“  
 ”تھکیس کرلی۔؟“ زاہد کا چہرہ خوشی سے کھل گیا۔  
 ”لیکن اس کے ساتھ ایک مشرط بھی ہے۔“  
 ”وہ کیا۔؟“

”چن لیا تو کے ٹیٹ سے تم جتنی دولت حاصل کرو گے، اسی  
 میں سے نصف تم ہمارے حوالے کر دو گے۔“  
 زاہد کا چہرہ راکھ کی طرح سپید پڑ گیا۔ وہ جلدی سے کہنے لگا۔  
 ”کرلی! بات آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ وہ دولت  
 حاصل کرنا ہی میرا مشن ہے۔ اگر آپ نے ان میں سے حصہ بنا لیا،  
 تو میں کامیاب کیسے کہا سکتا ہوں؟“

”دیکھو زاہد! ہمیں دولت کا صحیح اندازہ نہیں کوکتی ہے،  
 وہ ایک کروڑ بھی ہو سکتی ہے۔ اور پچاس لاکھ بھی۔ اس لئے جتنی رقم  
 تم آہستہ آہستہ کر لیں، تم اپنے حصے کی رقم ہی اپنے آفسرز کو بتانا  
 کہہ لیا تو کے ٹیٹ سے بس ہی برآمد ہوئی ہے۔“

”عم۔۔۔ سکر۔۔۔؟“  
 ”اگر سکر کچھ نہیں۔“ زاہد کہنے لگا۔ ”یہ نصف رقم بھی تم  
 نہیں اپنی طرف سے لے جانے دیں گے۔ ورنہ تم تو غم ہی ہو چکے ہو۔  
 اور اگر تم نے زیادہ بھروسہ کی تو پھر تم اس میں سے نہیں ایک پانی بھی  
 پییں دیں گے۔“

”آپ اس رقم کا کیا کریں گے۔؟“  
 ”اپنے دشمنوں کو اس کی راہ سے جہنم میں فرست کریں گے  
 ۔۔۔“ زاہد کہنے لگا۔ ”اس جو ساری دنیا کھلے ہو کر رہی ہے۔“  
 ”آل رائٹ کرلی! مجھے منظور ہے۔“

”اور اُن اپنے دشمن کے دوران تم ہر وقت ہماری نگرانی میں  
 رہو گے اور تم نے اگر وہ بھی شرارت کرنے کی کوشش کی تو اس  
 کا انجام بہت بڑا ہوگا۔“  
 ”اوکے سر۔۔۔“

اس کے بعد زاہد نے آہستہ آہستہ کونوں کر کے اپنے لبوں والا خالی

۔ تھکیس کا ڈ۔۔۔! ”زاہد نے اطمینان کا گہرا سانس لیا تھا۔ اب  
 میں مطمئن ہوں کہ ہمارے مشن ایک نہیں ہیں۔ پھر تو آپ کو میری مدد  
 کرنے میں کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہیے کرلی۔“  
 ”کیا مطلب۔؟“

”مطلب یہ کہ میں تمہارے مشن میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔“  
 زاہد کہنے لگا۔ ”اب تو یہاں کے جو حالات سے مدد لینے کا مطلب جتنی مشق  
 کو دعوت دینے کے برابر ہے۔ ایسی حالت میں آپ کے علاوہ میری  
 کوئی مدد نہیں کر سکتا۔“

”لیکن زاہد! ہم آپ کی مدد کریں گے۔ لگا۔۔۔ لگا۔۔۔ لگا۔۔۔  
 نے تباہی مچا دی، یہی احسان کیا کہ ہے۔“  
 ”اگر آپ نے میری مدد کی تو میں بھی آپ کے کام آ سکتا ہوں۔“  
 ”تم۔۔۔ تم ہمارے کیا کام آ سکتے ہیں۔؟“

”کرلی! میرے پاس جتنی باتوں کے ٹیٹ کی چابیاں موجود ہیں،  
 ان کے بغیر آپ ہمارے میں داخل نہیں ہو سکتے۔“ زاہد بولا۔  
 زاہد نے سوالیہ نظروں سے جاوید کی طرف دیکھا۔ جاوید  
 جلدی سے بولا۔ ”مشرط! زاہد۔۔۔؟“ ”تم اس وقت ہمارے قبضہ  
 میں ہو۔ ہم آسانی سے تمہارے وہ چابیاں حاصل کر سکتے ہیں۔“

”تم تھکیس کہتے ہو کتنی۔۔۔؟“ زاہد بولا۔ ”میں زندہ بھی تباہی  
 وجہ سے ہوں۔۔۔۔۔ آپ لوگ ہی میری زندگی کے ملک ہیں۔ چابیاں  
 دیے بھی ہیں آپ کی خدمت میں نہیں کر دوں گا۔“

یہ کہہ کر زاہد نے اپنی جیب سے چابیاں کاٹ کھٹا نکالا، اور  
 زاہد کے سامنے رکھ دیا۔

”زاہد! ہاں۔۔۔! زاہد! اس سے بولا۔“ فی الحال تمہیں آرام  
 کرو، لیکن صبح میں تمہارے بارے میں کوئی فیصلہ کروں گا۔“  
 ”آل رائٹ۔۔۔“

”اور سنو، ہم سے کوئی حال چلنے کی کوئی کوشش مت کرنا۔“  
 ”آپ بے فکر رہیں کرلی! اور جو کچھ ہو چکا ہے، اسے  
 بھولی جائیں۔“

”زاہد صاحب۔۔۔! اہلک جاوید جلدی سے بولا۔ ہم ایک  
 بہت ضروری بات کو سمجھ رہے ہیں۔ کیا ہے؟“

”وہ کیا۔؟“  
 ”ہم نے زاہد کی حالت کی تلاش نہیں کی ہے۔“  
 ”نہیں کتنی۔۔۔! کیا کرنے میں آئی میرا ہی نقصان ہوگا۔“  
 زاہد نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ”آپ لوگوں کی مدد سے تو میں اپنا مشن  
 کامیاب بناؤں گا۔“

”خوشامد خوب کر لیتے ہو۔“ جاوید نے بولا۔

۱۰۔ مہر میں دایق آخری دم کا دروازہ کھلا اور اس میں سے راجہ باہر نکلا اور اطمینان سے اگلے بٹنے لگا۔

زادہ فرما ہی کرے کے اندر ہو گیا تھا۔

کرے کی روشنی گہری میں پڑی تھی راجہ کو در سے بھی دکھائی دے سکتی تھی اور وہ یہ جان سکتا تھا کہ اس کے کمرے کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ اس نے زاہد نے فرما ہی ہاتھ بڑھا کر بتی بجھا دی۔

زادہ اندر سے میں نکلا دیکھا کہ راجہ باہر نہایت اطمینان سے چٹا ہوا آیا اور اگر اپنے دروازے کی طرف نہ کر کے کھڑا ہو کر دیکھنے لگا وہ نیچے پاؤں تھا۔ اس کے بعد وہ اپنے کمرے کی طرف بڑھا۔

زادہ پھر تیسے ایک طرف بٹ گیا اور رنگ بیل پر بیٹھ کر اس نے بیل لیپ کا رخ اوجھا اٹھا دیا۔

دوسرے ہی لمحہ راجہ کمرے میں داخل ہوا اور دروازہ بند کر کے اپنے بستر پر پہنچ گیا۔ اور لیٹ کر گہری گہری سانس لینے لگا۔

اکی وقت زادہ نے بیل لیپ کا سوچا کہ ان کو دیا۔ راجہ بری طرح اچھل پڑا تھا اور اس کا نہ خوف سے کھل گیا تھا۔

”بیٹو دوست! میں ہوں زادہ۔“

”اوہ، آپ نے قہر مجھے ڈرا ہی دیا تھا۔“

”پوسنے میں بیکے ہیں۔“ زادہ بولا ”اور نہیں میرے پٹے سر جے ہیں؟“

”میں بس یوں ہی ہلا گیا تھا۔“

”نیچے پاؤں؟“

”تو کیا ہوا دوست۔“ راجہ نے کہا۔

”میں نے نہیں آخری دالے کمرے سے نکلتے دیکھا تھا؟“ زادہ بولا ”وہاں کون ہے؟“

”کوئی ایسا شخص نہیں جواب کے لئے خاموش رہا۔“

”تو اس سے کیا تعلق ہے؟“

”کون میں کچھ کہہ رہا ہوں وہ آپ کے لئے نقصان دہ نہیں ہے۔“

راجہ نے کہا۔

”اگر تم نہیں بتاؤ گے تو میں خود جا کر اس کمرے میں دیکھ لینگا۔“

زادہ نے کہا ادا تپائی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔

”کر کل نیچے تو۔“

زادہ ڈگ گیا اور گھوم کر لوٹا۔

”سناؤ۔“

”کر کل صاحب! عورت میری کم زور کی ہے۔“

”اوہ! تو یہ بات ہے۔“ زادہ بولا ”اتنی جلدی تم نے کسی عورت کو کبھی تلاش کر لیا۔“

راجہ کی ہانگ گشتگی ایک حیرت انگیز واقعہ تھی۔

زادہ کے چہرے پر مدح مندی کے آثار کھیل گئے وہ بالکل مسرور راجہ کو کمرے سے نکلا اور جاوید کو مطلع کرنے کے لئے اپنے

دم کی طرف بڑھا۔

راجہ کو یاد آ رہا تھا کہ وہ اس میں مسرور رہا اور دروازے کو

بھیٹ دے کہ اس بات پر واضح کر لیا کہ وہ کبھی نہیں گئے

شام کے وقت زادہ جاوید کے کمرے میں گیا اور اس کے کمرے میں معلوم

کیا تو پتہ چلا کہ وہ کون سے دم سے راجہ کو کمرے میں سے نکلتا آیا۔

دو کوئی لون آیا اور زندہ کہیں گیا تھا۔ راجہ نے کوئی غلط کام نہیں

کیا تھا جس سے اس پر غصہ بڑھ نہا۔

رات میں زادہ نے راجہ کو بھی فراموشی اپنے ساتھ شامل کیا۔

دوران نگوں نے ہونٹ کے مل میں لیا تھا۔

اس کے بعد سونے کے لئے وہ لوگ اپنے اپنے کمرے میں

چلے گئے۔

رات کو قہر جاوید نے بیکے زادہ کی آنکھ کھلی۔ پہلے وہ ہاتھ دم میں

گیا اس کے بعد اسے راجہ کا خیال آیا۔ وہ اپنے کمرے میں سے نکلا۔

گہری میں سنا پھا یا ہوا تھا۔ وہ جب پاؤں چلا ہوا راجہ کے دم

کے پاس پہنچ گیا۔

زادہ نے جبکہ کمرے کی سوراخ پر اپنی آنکھ لگا کر راجہ

کے کمرے میں جھانکا، اندر سے نیم تاریکی میں کچھ بھی دکھائی نہیں دیا۔

اس نے دروازے کے بیڑی لگھما کر دروازے کو دھکا دیا تو دروازہ

کھل گیا۔

شاید وہ پہلے سے کھلا ہوا تھا۔

زادہ نے دھیرے دھیرے دروازہ کھلا۔ گہری کی روشنی اب

کمرے میں پہنچنے لگی تھی۔ وہ ایک دم اگلے بڑھا اور راجہ کے بیڑ

کی طرف دیکھا۔ لیکن راجہ کا بستر خالی پڑا ہوا تھا۔

زادہ اندر داخل ہو کر ادھر ادھر نظر پڑا دروازے لگا دار دروازے

میں اس کا وہ سوٹ لٹکا ہوا تھا جو اس نے ڈر کی وقت پہنا تھا اور کمرے

میں راجہ کے جوتے بھی موجود تھے لیکن خود راجہ کا کپڑا نہیں پتہ تھا۔

بہتہ دم بھی خالی پڑا تھا۔

زادہ نے فوراً لون کا رسیور اٹھا یا اور آپریشن پر چھا۔

”کیا مسرور راجہ باہر گئے ہیں؟“

”فوسر۔“ جواب ملا۔

”او۔ کے۔“ زادہ نے گہری سانس لے کر رسیور رکھ دیا۔

راجہ کی ہانگ گشتگی ایک حیرت انگیز واقعہ تھی۔

زادہ کے چہرے پر مدح مندی کے آثار کھیل گئے وہ بالکل مسرور

ہو کر راجہ کو کمرے سے نکلا اور جاوید کو مطلع کرنے کے لئے اپنے

دم کی طرف بڑھا۔

راجہ کو یاد آ رہا تھا کہ وہ اس میں مسرور رہا اور دروازے کو

بھیٹ دے کہ اس بات پر واضح کر لیا کہ وہ کبھی نہیں گئے

شام کے وقت زادہ جاوید کے کمرے میں گیا اور اس کے کمرے میں معلوم

کیا تو پتہ چلا کہ وہ کون سے دم سے راجہ کو کمرے میں سے نکلتا آیا۔

دو کوئی لون آیا اور زندہ کہیں گیا تھا۔ راجہ نے کوئی غلط کام نہیں

کیا تھا جس سے اس پر غصہ بڑھ نہا۔

رات میں زادہ نے راجہ کو بھی فراموشی اپنے ساتھ شامل کیا۔

دوران نگوں نے ہونٹ کے مل میں لیا تھا۔

اس کے بعد سونے کے لئے وہ لوگ اپنے اپنے کمرے میں

چلے گئے۔

”یوں ہے، ہر برس زادہ سے پوچھا۔ جو دہر کر کے جا رہا تھا۔“

”یہ سرحد پھر تھے۔ فرانس کے فداوارت کے شوقین کوڑھی؟“  
زادہ سے پہلے گاڑی کا ڈرائیور بول پڑا۔ آج وہاں فرانس جا رہے ہیں۔ ان کا اپنا ایک ذاتی جہاز بھی موجود ہے۔

”وہ پہلے کب سے ہیں؟“ زادہ نے پوچھا۔  
”چار بائیس روز ہو گئے ہیں سن۔ ڈرائیور کے جواب دیا۔  
زادہ پر سن کر مبراں وہ گیا۔ حیرت کی بات سمجھتی تھی۔ دو مرتبے دفن سے نبال تھا۔ لیکن زادہ کی اس پر نگاہ نہیں پڑی تھی۔ اس نے ڈرائیور سے پوچھا۔

”دو دہر کس کسے ہیں پھر سے یہاں؟“

”جناب یہ مجھے نہیں معلوم۔“

ایسی وقت جاوید دین نکال دیا۔ زادہ اور راجر اس میں سوار ہو گئے۔ جاوید سیدھا چانچ لاد کر کھنی کی طرف روانہ ہو گیا۔ جاوید نے تقریباً پندرہ منٹ کے بعد دین جن لیاؤ کے محلیت سے ایک فریگ پچھلے روک دی اور تینوں پیرل ہی چین لیاؤ کے محلیت کی طرف چل پڑے۔

ایسی وقت پوچس کی گاڑی ان کے قریب سے گزری۔  
دین دلا پر فانی سے آپس میں باتیں کرتے ہوئے جن لیاؤ کے غیت تک پہنچ گئے۔

صرف دوسری منزل پر ایک بلب روشن تھا یا پھر پورے چین باقی اور کسی حصے میں روشنی نہیں بھڑکی تھی۔

وہ نیچر کا کمرہ ہے۔ ”راجر نے ایک کمرے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔“ اس وقت شاید وہ اپنے کمرے میں موجود ہے۔“  
میزل خاموشی سے عمارت کی پشت پر پہنچے کچھل جانے ہی ایک کمرے میں انہیں روشنی دکھائی دی، وہ کمرہ بجلی منزل پر تھا۔ اس نے اس کی طرف کیس سے جھانکا آسان تھا۔

زادہ نے نہایت احتیاط سے اندر جھانکا وہاں ایک شخص اندر بیٹھا دھکیلی رہا تھا۔

”یہی چلیاؤ کا ڈرائیور ہے؟“ راجر نے کہا۔ ”گھر خالی ہونے کی وجہ سے شاید آج میں پھر بٹھ گیا ہے۔ اس سے بین کوئی غلطی نہیں؟“  
زادہ کمرے سے دور ہٹ گیا اور دوبارہ عمارت کا چکر لگا یا اب نیچر دلاؤ کی گاڑی کے کمرے کی روشنی بھی کچھ چلی تھی۔

پ پ پ پ پ

زادہ نے نقلی چابی سے پچھلا دروازہ کھول لیا اور اندر داخل

ہو گیا۔

”مجھے ایک دیر سے بتایا تھا کہ ایک کیس کی جہاز حیرت اس

کمرے میں رہتی ہے۔ میں نے آزما یا۔ بات سو فیصد سچی نکلی۔ راجر شاید یہ لہجے میں بولا۔“ آپ چاہیں تو آپ بھی موقع سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں!

”شکر یہ... مجھے عورتوں سے کوئی دل چسپی نہیں!“ زادہ بولا۔  
”اب یہی سونے جا رہا ہوں، تم دروازہ بند کر لو۔“

راجر نے گردن ہلاتی تو زادہ کمرے سے باہر نکل آیا۔ اس کے پیچھے راجر نے دروازہ بند کر دیا۔ زادہ ایک کمرے کے لئے ٹیکر کیس کھول کر سجتا رہا۔ پھر وہ اس روم کی طرف بڑھا جس سے اس نے راجر کو سننے دیکھا تھا۔

اس کے کمرے میں روشنی ہو رہی تھی۔ زادہ نے چابی کے سواغ پر اٹھ کر اندر جھانکا تو سفید سی سانس بھر کر رہ گیا۔ اندر بستر پر ایک آخری عورت بے لباس حالت میں لیٹی ہوئی تھی۔  
زادہ مطمئن ہو کر لوٹ آیا۔

پ پ پ پ پ

اتوار کو جاوید نے ایک گاڑی کرائے پر حاصل کر لی۔  
ایک دین تھی جو جاوید سلا لاکر بولی کے پارکنگ سٹیشن میں کھڑی کر دی تھی۔

اب وہ رات ہونے کا انتظار کر رہے تھے۔  
تقریباً بارہ بجے کرنی زادہ کے ساتھ جاوید اور راجر پال ہونے سے باہر نکلے، میزین خاموشی سے میزین سے نکل آئے۔

”جاوید! دین نکال لاؤ۔“ زادہ بولا۔  
جاوید پارکنگ سٹیشن کی طرف چلا گیا۔ زادہ اور راجر کے اٹھنا میں ایک ایک سوٹ کیس دیا ہوا تھا جو اندر سے باہر خالی تھے، ان دونوں سوٹ کیسوں میں جن لیاؤ کے غیت سے بننے والے روپوں کے سیپے کے لئے اظہام کیا گیا تھا۔

”ایک ہی سوٹ کیس کا کافی تھا کرنل۔“ راجر نے کہا تھا۔  
”نہیں! دوسرا بھی کارآمد ثابت ہو گا۔“

”شاید وہ آپ کے اپنے لئے ہے۔“  
”راجر! زیادہ چالاک بننے کی کوشش مت کرو۔“  
راجر خاموش ہو گیا۔

ایسی وقت ایک سیاہ رنگ کی چمکدار نئی گاڑی وہاں ٹکر لی۔  
بیس ایک بارودی ڈرائیور چلا رہا تھا۔

اچانک دروازہ کھلا اور گاڑی میں سے دو عمر لے باہر قدم رکھا۔ اس کے پیچھے ایک نہایت حسین لڑکی بھی نکلی جو اس کا بازو تھام کر اس کے ساتھ چلنے لگی۔

وہ دونوں انہیں سوٹ کیس میں بھرنے لگے۔

چند لمحوں میں ہی ایک سوٹ کیس دنیا بھر کے نوٹوں سے لبا لب بھر گیا۔ زاہد نے راجہ سے پوچھا۔

”ابھی اور کتنا روپیہ باقی ہے؟“

”ابھی دو چار ہینڈل اور باقی ہیں۔“ راجہ نے جواب دیا۔

”کیوں نہ انہیں چین لیاؤ گے لئے چھوڑ دیا جائے؟“

”چھوڑ دو، زاہد نے کہا۔ اب جگہ بھی نہیں ہے۔“

”دوسرا سوٹ کیس جو ہے؟“

”نہیں۔ وہ مجھے اپنے کام کے لئے چاہیئے۔“

راجہ اسٹول سے نیچے کود گیا۔ زاہد نے نوٹوں سے بھرا ہوا

سوٹ کیس بند کر دیا اور اس کے بعد اس نے مہاتما بدھ کے مجسمے

کا سر اٹھا کر دوسرے خالی سوٹ کیس میں رکھ کر بند کر دیا۔

”اچھا، تو یہ تھا اب کا مشن کرلی؟“ راجہ بولا۔ ”آپ کو

مجھے کے سر کی ضرورت تھی۔“ آٹھ اس میں کیا بات ہے؟

”پریش آپ۔۔۔ جاوید دھاڑا۔“

”آل رات۔۔۔“ راجہ خاموش ہو گیا۔

جاوید نے مہاتما بدھ کے سر والا سوٹ کیس سنبھالا اور

زاہد نے نوٹوں والا، اور تینوں چل پڑے۔ دروازے کے قریب

پہنچ کر راجہ اچانک ٹھٹھک کر رک گیا، اور کہنے لگا۔

”کرلی، ہم سے زیادہ بیوقوف کون ہو سکتا ہے جو باقی

نوٹوں کے ہینڈل چھوڑے جا رہا ہے۔ ابھی ہماری جیبوں میں ہے؟“

”اب چھوڑ دو بھی راجہ۔“

”نہیں۔ میں ابھی آتا ہوں۔“ راجہ نے کہا اور واپسی کے لئے

گھوم گیا وہاں وہ دوبارہ چوڑے پرچہ دھ گیا اور مجسمے کے خول

میں سے نوٹوں کے ہینڈل نکال کر اپنے کوٹ کی جیبوں میں ٹھونسے گا۔

واپس لے دوبارہ ہاتھ ڈالا تو اس کے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا

خول بصورت کھولنے جیسا رہا اور اٹھ گیا۔

زاہد نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا۔ پھر دوسرے ہی

لئے زاہد نے جاوید کو اشارہ کرتے ہوئے سوٹ کیس نیچے رکھا۔ اپنا

ریٹائرڈ نکال لیا، جاوید نے بھی بہت بھرتی کا مظاہرہ کیا، اور

اپنا ریٹائرڈ نکال لیا۔

اسی لئے راجہ نے دو فائر کئے۔

زاہد کے ساتھ جاوید بھی لہرا کر نیچے گرا۔ اسی وقت اہر

چوڑے سے چھلانگ لگا کر باہر کی طرف بھاگا۔

باہر سے کسی گاڑی کے آکر رکنے کی آواز کے ساتھ کسی عورت

نے کہا۔

اس کے پیچھے سوٹ کیس نے جاوید اور راجہ سے، زاہد نے سب

سے پیٹھ ڈرائیور کے کمرے میں پہنچ کر اسے چمک کیا۔ وہ نشے میں ٹھٹھ

ہو کر بے مدد ہو گیا تھا۔

جاوید نے باہر نکل کر اس کے کمرے کی کنڈی لگا دی۔

پھر زاہد ان دونوں کے ساتھ دوسری منزل پر واقع نیگرو کے

کمرے کے دروازے پر پہنچے۔ دروازہ کھلا ہوا تھا۔ نیگرو اندر بے خبر

سرد تھا۔ تینوں نے اسے دیکھ دیکھ لیا اور فوراً اس کے منہ

میں کچرا اٹھوٹ کر باندھ دیا گیا۔

اس کام سے فارغ ہو کر انہوں نے ساری عمارت کا چکر

لگا کر جائزہ لیا، نیگرو اور ڈرائیور کے علاوہ غلیظ میں اور کوئی

موجود نہیں تھا اور اب انہیں ان دونوں سے کوئی خطرہ نہیں تھا۔

پھر وہ چن لیاؤ کے بیڑیروم کی طرف بڑھے۔

وہ کمرہ مقفل تھا، زاہد نے اسے کبھی تعلق جانی سے کھول دیا۔

تینوں اندر داخل ہوئے اور زاہد نے سوچا ان کو کسے کمرے میں رکھا

کری۔ تینوں کی نگاہیں ایک ساتھ مہاتما بدھ کے اس مجسمے پر پڑی

تھیں۔ جو ایک چوڑے پر کھڑا ہوا تھا۔

”راجہ، زاہد کہنے لگا۔ اگر اس سوٹی کا سر اپنے ہینڈل

پر گھوم کر عینہ نہ ہوا تو پھر میں ہتھارے عینہ کر دوں گا؟“

”کرلی، میری معلومات غلط ثابت نہیں ہو سکتی۔“

”چلو آگے بڑھو۔“

راجہ نہایت اطمینان سے آگے بڑھا اور سوٹ کیس نیچے

رکھ کر پورے پرچہ کو اپنے دونوں ہاتھوں سے مجسمے کا سر

گھمانے کی کوشش کرنے لگا۔ تینوں سرش سے مس نہوا۔ راجہ گھبرا

کر اپنی پوری طاقت سے اس کا سر گھمانے کی کوشش کرنے لگا۔

اور اچانک مہاتما بدھ کا سر ایک جانب گھوم گیا۔

زاہد اور جاوید آنکھیں پھاڑے اسے دیکھتے رہے۔ راجہ

اب سر کو کی چکر سے کر کھول رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد سر، دھڑ

سے عینہ ہو گیا۔

راجہ نے اس وزنی سر کو نیچے رکھ دیا اور خود اچانک ایک

کر کھینچے دھڑ کے اندر جھانکنے کی کوشش کرنے لگا پھر وہ خوشی

سے چلا گیا۔

”مال اندر ہے۔“

راجہ نے اس کے سوراخ میں ہاتھ ڈال دیا اور جب باہر

نکالا تو اس کے ہاتھ میں چھیرے سے نوٹ دے ہوئے تھے۔

پھر وہ ایک اسٹول اٹھا لیا اور اس پرچہ کو کھینچے

مجسمے کے اندر سے نوٹ نکال نکال کر زاہد اور جاوید کو دینے لگا۔

”تمہے گولی چھنی کی آوازیں سنائی تھیں۔“

”تم تھیں میں معلوم ہوتی ہو۔“ کسی مرد نے جواب دیا۔  
”نہیں اندر چل کر دیکھو۔“

راجہ نے دونوں سوٹ کس اٹھائے اور زاپکے بے حس و حرکت جسم کے اوپر سے چھلانگ مار کر باہر گھبرائی میں نکل آیا، اور پھر عمارت کی پشت کی طرف بھاگنے لگا۔  
کچھ ہی دیر بعد وہ عمارت سے باہر تھا۔

پ ت پ ت پ ت پ ت

راجہ کافی دیر تک بھاگتا رہا۔

اس کے مضبوط ہاتھوں میں دونوں سوٹ کس دے سجے تھے اور اب وہ گہری گہری سانسیں لینے لگا تھا۔

کچھ دیر بعد وہ کار کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے دونوں سوٹ کس گاڑی میں پھینکے اور اس پر بڑی تریال پٹانے لگا۔ یہ ایک مرشد گاڑی تھی، راجہ نے اپنا حبيب سے چابی نکالی کر دروازہ کھولا اور ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔

پھر وہ گاڑی اسٹارٹ کر کے سمندر کی طرف جانے لگا۔ سمندر کے کنارے کی اسے کڑے پڑھتے ہوئے دیکھ اجازت اور دیران علاقے میں پہنچ گیا۔ وہاں کوئی گاڑی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ راجہ نے گاڑی ایک جگہ روک دی اور باہر نکل آیا۔

کار کی ڈیگھولی کر اس نے اس میں سے دو نمبر پشیں نکالیں اور آگے پیچھے سے لگی ہوئی پشیں دانی نمبر پشیں اکھاڑیں اور ان کی جگہ نئی پشیں لگا دیں۔ نئے نمبر پشوں کے مطابق اب وہ چینی سفارت خانے کی گاڑی تھی۔

کار کی پرانی نمبر پشیں کو اس نے وہیں ریت میں دبا دیا۔ اس کے بعد راجہ نے گاڑی کا کچھلا دروازہ کھولا۔ وہ بہت بڑی کار تھی۔ اس کی اگلی اوڑ بھلی نشست کے دربان کافی جگہ موجود تھی۔ راجہ نے انھیں سے مثول مثول کر کے فرش پر بچھا کر انھیں مانا۔ وہاں پر اٹھایا تو اس کے نیچے ایک ریشمی تہہ منگ آئی۔ اس نے اسے بھی عبور کر دیا۔

اب کار کا فرش صاف دکھائی دینے لگا تھا۔ راجہ نے پیچ کرسی کی کدوے وہاں لے کچھ اسکو ڈھیلے کر دیے پھر سٹوڈی دیر بعد کدوے کی ایک بھری خیمت کار کے فخر سے بڑا ہو گئی۔ اس کے نیچے ہی فرش میں آٹا پڑا سونچ کھائی دینے لگا جس میں دونوں سوٹ کس آسانی سے آسکتے تھے۔ یہ راجہ کی غصوں گاڑی تھی جسے اس نے اپنے ڈھنگ سے سے بنایا تھا اور اسے اس نے پہلے سے ہی چن لیا تو کی کوڑھی کے

قریب کھڑا کر دیا تھا۔

دو لوں سوٹ کس سوراخ میں رکھنے کے بعد اس نے دوبارہ پھر سب کچھ برابر کر دیا۔ اب کوئی بھی نہیں کہہ سکتا تھا کہ کار میں کیا چیز چھپی ہوئی ہے۔ مطمئن ہو کر وہ پھر گاڑی میں بیٹھا، اور گاڑی اسٹارٹ کر دی۔

وہ اگلے سے راجہ نمبر پشیں مٹی گات آفس پہنچا، وہاں سے اس نے تیرا یک میں اپنے ڈرائیونگر کو تہہ بجا میں پر صرٹ ایک نقطہ لکھا ہوا تھا۔

”نیں۔“

یہ ایک مکمل کوڈ ورڈ دہرایا تھا، جس کا مطلب تھا کہ چن لیاؤ کے متعلق رقم کیے ایمانی کے سلسلہ میں جو رپورٹ تھی وہ بالکل صحیح تھی اور وہ سارا مل اس نے اپنے قبضہ میں کر لیا تھا۔ اس کا مشن کامیاب رہا تھا۔

وہ دوبارہ پھر چل پڑا۔ فتح کی جگہ اس کی آنکھوں سے غبار ہو رہی تھی اور ہونٹوں پر ایک مسکراہٹ چھنی ہوئی تھی۔ وہ خوش تھا کہ اس نے دصرت بازی جیت لی تھی بلکہ کرنل زاہد کو بھی ہمیشہ کے لئے راستے سے ہٹا دیا تھا۔

اس نے بجائے وقت چن لیاؤ کی آواز سی تھی۔ وہ حیران تھا کہ چن لیاؤ اپنی عدلی دعوت میں سے کیوں اٹھ گیا تھا۔ اسی گھبراہٹ میں وہ یہ بھی نہیں دیکھ سکا کہ کرنل زاہد اور کیون جادید فردا ہی مر گئے تھے یا ان میں کچھ جان باقی تھی۔ وہ سیدھا گیل گیت پہنچا جہاں اس نے گیل ہوئی میں اپنے لئے ایک کمرہ لیا۔ اور نہایت اطمینان سے آکر اس کمرے میں سو گیا۔

پ ت پ ت پ ت پ ت

دوسرے دن راجہ نے اپنے لئے پانی کے جہاز ....

”کراؤن پرنس ہیرالڈ“ میں ٹیکس جھانے کے لئے سیٹ بمب کرائی۔

جس طرح کا مال اس کے پاس تھا اس کی وجہ سے وہ کسی ہوائی جہاز میں سفر نہیں کر سکتا تھا۔ اس لئے اس نے ڈیوٹی والی مرسیڈیز گاڑی کا انتظام کیا تھا۔ کراؤن پرنس ہیرالڈ“ میں کار سمیت سوار ہوا جا سکتا تھا۔

سترہ گھنٹے کے سفر کے بعد وہ برمنی کے ساحل کیل میں پہنچ جانے والا تھا اور وہاں سے وہ آسانی سے اپنے ملک کی طرف روانہ ہو سکتا تھا۔

شام کو وہ ہرلے سے نکلا اور اپنی کار سمیت پرنس ہیرالڈ“



ناجبر کا دھوکہ چمک پاپوٹ اور کار کا نمبر بیٹ۔ ہر جگہ  
اس کے لئے آسانی پیدا کرتے جا رہے تھے۔

اچھے دن دوپہر سے چپے وہ کیل کے ساحل پر موجود تھا۔  
وہاں سے وہ کار میں شریک کے راستے خراس کے لئے روانہ  
ہوا۔ کوئی جلدی نہیں تھی۔ اس لئے وہ اطمینان سے سفر  
کر رہا تھا۔

تین دن راجہ کو فرانس پہنچنے میں لگے۔ وہاں اس نے پہلی  
جارج ففٹھ تلاش کیا، جہاں اسے معلوم ہوا تھا کہ وہ عمر رہتا تھا  
"مشرود ہر میں؟" اس نے استفسار کرکے پوچھا۔  
"ہی، وہ زندہ نہیں ہے۔"

”میرا نام طاجر بال ہے“

”ادھر راجہ۔“ آپ نے سنے مس غور نس کا پیغام ہے کہ  
 آپ نہیں کی بھی وقت رو جبر کے کرے میں لی سکتے ہیں۔“  
 ”ادھر کے۔“ راجہ نے کہا ”کیا مجھے روم ملی سکتا ہے؟“  
 ”کوئی نہیں۔“

تھوڑی دیر بعد راجہ کو ہوش میں ایک آدمی مل گیا۔ وہ ہاتھ پر  
میں گھس کر نہانے لگا۔

ہفت روزہ منٹ بعد وہ تیار ہو کر روم سے باہر نکلا اور نہایت اطمینان سے فلورنس سے ملنے کے لئے روانہ ہو گیا۔

زاہد نے کراہ کر کڑواہٹ بدلی۔

دائرہ کی چیلانی تھوڑی گولی اس کی ہیڈ کی بجائے سے اکر کھینچی  
تھی پھر ہیڈ کی طرح اس کی دائیں طرف کی پسپوں کا گوشت کاٹتی  
ہوئی گولی تھی۔

باہر سے قدموں کی آواز آرہی تھی۔

زاہد پر پہلے ہوئی طاعون کی وبا ہوئی تو ہماری تھی۔ اس نے بہت مشکل سے اپنے آپ کو سنبھال رکھا تھا۔ اس نے اُنھیں کی گمشدگی کی اور اپنی پوری طاقت صرف کر کے اُنھیں کھڑا ہوا، لیکن دوسرے ہی لمحے وہ دوبارہ فرشتے پر بدل کھڑا کر ڈھیر ہو گیا۔

باہر تدبیر کی چابک اب گہری ہوتی جا رہی تھی۔  
 زائدہ نے ایک بار پھر محبت کی اور دانت چمکنے لگا کر کہے  
 کہ دروازے کا سہارا لے کر دوبارہ دھیرے دھیرے اُٹھنے لگا  
 اسی کا لباس خون سے بھلیک گیا تھا کھڑے ہو کر اسی نے دہن

22

”جو بھی لے گیا ہے۔ میں اسے جانتا ہوں۔“ زادہ بولا۔

کہاں جا سکتا ہے۔ مجھے اس کا بھی علم ہے۔ لیکن ابھی میرے پاس کہاں کے سنانے کا وقت نہیں ہے۔ پھر کسی موقع پر سب کچھ بتا دوں گا۔  
”تم... تم کیا چاہتے ہو؟“

”ایک سوڈا کرنا چاہتا ہوں۔“ زادہ نے کہا۔ ”میں نہیں تھاری ساری دولت واپس دلا دوں گا۔ لیکن تین سو سو روپے سناٹھی کی جان بچانا ہوگی۔ تم یہاں کسی ایسے ڈاکٹر سے ضرور واقف ہوں گے جو اس حادثے کی اطلاع پولیس تک نہ پہنچائے اور میرے سناٹھی کو بھی بچائے۔“

”لیکن اس کی حالت بہت خطرناک ہے یہ تو ڈاکٹر کے آنے سے پہلے ہی مرنے لگا۔“

”سٹرچن لیاؤ! اگر میرا سناٹھی مر گیا تو پھر ہمارا سناٹھی ختم ہو جائے گا، پھر تین سو سو روپے معلوم نہیں ہو سکے گا کہ تھاری دولت کون لے گیا۔ کہاں لے گیا؟“

”میں اپنی دولت کی خاطر سب کچھ کرنے کے لئے تیار ہوں۔“  
چون لیاؤ نے کہا۔

چند لمحوں کی خاموشی کے بعد زادہ نے کہا۔

”بہت ممکن ہے میرا سناٹھی موت سے بچ جائے، مثنوی ہوگی۔ اس کی زندگی بچنے کا چانس اتنا ہی کم ہو جائے گا اور اتنا ہی چانس تھاری دولت ملنے کا بھی کم ہو جائے گا۔“

”اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ تم معاہدے سے پھر نہیں جاؤ گے؟“ چون لیاؤ بولا۔

”میں صرف میری زبان پر ہی یقین کرنا چاہتا ہوں۔“

”تھارا نام کیا ہے؟“  
”کچھ بھی ہو سکتا ہے۔“ زادہ نے کہا۔ ”تھاری دولت ہمیں، واپس لانے کے علاوہ ہمیں ایک لاکھ بھی بتا سکتا ہوں جس سے تم اپنی جان بچا سکتے ہو۔“

”وہ کون سا لاکھ ہے؟“ چون لیاؤ نے چوک کر پوچھا۔

”وقت آنے پر بتا دوں گا۔“ زادہ نے کہا۔ ”اب تم جلدی ڈاکٹر لانے کے لئے کچھ کرو۔ ورنہ سب کچھ ختم ہو جائے گا۔“

”آل رات! مجھے تھاری مشق منظور ہے۔“ چون لیاؤ نے کہا۔

”میں ابھی ایک ڈاکٹر کو بلا رہا ہوں۔“  
”اور سنو! کوئی دھوکہ دینے کی کوشش مت کرنا۔“ زادہ نے اسی سے کہا۔ ”اگر تم نے کوئی شرارت کی تو پھر تم بھی نہیں بچ سکو گے۔“

میں لیاؤ نے زادہ کو گھورا پھر کوئی جواب نہ دینے لگا۔  
”طرت بڑھ گیا۔ اس نے جلدی جلدی ڈاکٹر کو ہدایت دی۔ پھر رسید رکھ کر زادہ سے بولا۔

”ڈاکٹر ابھی پہنچ رہا ہے۔“  
”او۔ کے۔“

چون لیاؤ زادہ کے قریب جا کر اس کا ہاتھ پکڑنے لگا۔  
”میرا خیال ہے اسے ابھی یہاں سے ہٹانا مناسب نہیں ہے۔“

”خیر خطرناک معلوم ہوتا ہے۔“  
”ٹھیک ہے، اور میں تمہارے ساتھ ہیں کسی ٹوکی کی آواز بھی سنتی تھی جسے تم نے ڈانٹ کر کہا تھا۔“

”وہ ڈانٹک روٹم ہی ہے۔“  
”ٹوکی کون ہے؟“ زادہ نے سوال کیا۔

”کوئی نہیں۔“  
”تو پھر اسے یہاں سے بھیج دو۔“

”آل رات!۔“  
”اور سنو، تھارا بیگرو باڈی گڈو اپنے کمرے میں بندھا پڑا ہے۔ اگر تم اس کی ضرورت محسوس کرتے ہو تو جا کر اس کو

اگر اوکو رو۔ لیکن اسے خبردار کر دینا کہ کوئی چال چلنے کی کوشش نہ کرے۔“

”ٹھیک ہے۔“ چون لیاؤ نے گروں ہلائی اور کمرے سے باہر نکل گیا۔

زادہ کی کمرچاب دیٹی جا رہی تھی وہ دو قدم اگے بڑھا۔  
لیکن اپنے آپ کو نہ سمجھا سکا اور نیچے گر کر بے ہوش ہو گیا۔

زادہ کتنی دیر بے ہوش رہا اسے معلوم نہیں۔ لیکن ہوش میں آئے ہی اس کی نگاہیں سب سے پہلے اس طرف گئی جہاں جاوید پڑا ہوا تھا۔

”لیکن اب جاوید وہاں نہیں تھا۔“  
”اچھا! زادہ نے گڑبڑا کر اٹھنے کی کوشش کی۔ لیکن ہیئت کسی نے اسے دولوں شانوں سے بھر کر دوبارہ بستر پر لٹا دیا۔

زادہ نے اپنی آنکھیں کھلیں جن میں لیاؤ اس کے سر کے کھڑا ہوا تھا اور ڈاکٹر کو کھڑا آنکھیں تیار کر رہا تھا۔

”وہ... تم... میرا سناٹھی کہاں ہے؟“ زادہ کے منہ سے نکلا۔  
”وہ برابر دوائے کمرے میں ہے۔“ چون لیاؤ بولا۔ ”گھبرو نہیں

دیکھنا۔“

”وہ...“

”وہ برابر دوائے کمرے میں ہے۔“ چون لیاؤ بولا۔ ”گھبرو نہیں

دیکھنا۔“

”اسے کسی ذمہ نرسنگ بوم میں داخل ہونا بہت مزوری ہے کیونکہ یہاں اس کی صبح طور پر دیکھ بھال نہیں ہو سکتی“

”بھڑ۔“ ناہارنے پوچھا۔

”میں ایک پرائیویٹ نرسنگ بوم میں جا کر انتظام کر سکتی ہوں، جہاں اس کا علاج بہتر طور پر ہو سکتا ہے۔“ چن لیا ڈیوولا۔  
”وہاں کوئی خطرہ تو نہیں ہے؟“

”خطرے والی بات ہوتی تو میں نہیں اس کا مشورہ نہیں دیتا۔“  
”بہت خوب“ زاہد دھیرے سے بولا۔ ”تم بہت ہی تکلیف انتھارہے ہو ہمارے لئے؟“

”اس کی بھی ایک وجہ ہے۔“ چن لیا ڈیوولا نے کہا۔ ”مجھے اپنی زمین بھر کی جمع کی ہوئی دولت کی نگر ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ مجھے اپنی ممان کی بھی نگر ہے جس کے بارے میں تہارا دعویٰ ہے کہ تم اسے بچا کئے ہو۔“

”چن لیا ڈیوولا اور تہارا سے پاس ہے۔“  
”میں نے اسے میری دراز میں ڈال دیا ہے۔“ چن لیا ڈیوولا  
”جاوید کارل اور لور بھی اسی میں ہے۔“  
”مٹیک ہے۔“

”مسٹر زاہد! اب تم مجھے وہ کہانی سناؤ جسے سنا سننے کیلئے کل قبائرسے پاس وقت نہیں تھا۔“ چن لیا ڈیوولا ”مجھے بہت زیادہ اشتیاق پیدا ہو گیا ہے۔“

”کیا تم نے راجر ہال کا نام سنا رکھا ہے؟“ زاہد نے سوال کیا۔

”نہیں۔۔۔ یہ کون ہے؟“

”وہ کسی آئیے کا انجینٹ ہے اور درہی ساری دولت پر دستہ صاف کر گیا ہے۔“

”نہیں۔۔۔۔۔؟“

”یہ حقیقت ہے دوست۔“ زاہد بولا۔ ”ان لوگوں کو قبائری ساری باقی کا علم ہے اور تہاری ناجائز طریقے سے جمع کی ہوئی دولت کا بھی، اب وہ قبائرسے آقاؤں کو اس کی رپورٹ بھجوا کر قبائرا پڑھانے کوادیں گے۔“

”چن لیا ڈیوولا کا رنگ دھلے ہوئے کپڑے کی مانند سفید پڑ گیا۔ اور اس کے جسم سے ٹھنڈا ٹھنڈا پسینہ پھوٹ پڑا۔

”نہیں! یہ نہیں ہو سکتا۔“

”چن لیا ڈیوولا نے فکر سے کہہ کر، فی الحال تہاری زندگی کو کوئی خطرہ نہیں۔“ زاہد بولا۔ ”تہیں کوئی بھی میز ملک میں قتل کر دیا۔

سینٹرل کھڑا کرنا نہیں چاہے گا۔ اگر وہ لوگ یہ چاہتے تو اب

”اب وہ کیسا ہے؟“

چن لیا ڈیوولا نے کچھ نہیں کہا اور ڈاکٹر کی طرف دیکھا، ڈاکٹر زاہد کی طرف بڑھتے ہوئے بولا۔

”میں نے کوئی نکال کر زخم کی ڈریسنگ کر دی ہے، اس لئے کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ وجہ خون کافی نکل چکا ہے اور وہ کافی کمزور ہو گیا ہے۔ میں رات اس پر بھاری ہے۔ ممکن ہے بچے اس کا آپریشن بھی کرنا پڑے۔“  
زاہد گہری سانس لے کر خاموش ہو گیا۔ ڈاکٹر نے اسے آنکھیں میچا کئے ہوئے کہا۔

”تہاری حالت بھی کم خطرناک نہیں۔ مجھے ڈر ہے، کہیں تہارا یہی نہ توٹ گئی ہو۔“

”اوہ۔۔۔؟“

ڈاکٹر اس کی ڈریسنگ پہلے ہی کر چکا تھا۔ جاتے ہوئے زاہد سے کہنے لگا۔

”صبح تک تہارا جسم صحت پر جائے گا۔ لیکن تم مریوے نہیں سمجھو۔“

زاہد صحت سکا دیا تھا۔

پتہ پتہ پتہ

زاہد کافی دیر تک متنازع رہا۔ جب اس کی نگاہ کھلی تو وہ کمرے میں بالکل تنہا تھا۔ اس کی نگاہیں اچانک کمرے کے گوشے میں رکھے ہوئے دوسرے کیلینا پر پڑیں۔

تین دن دیکھ کر وہ ایک دم چونک پڑا۔ وہ اس کے اور جاوید کے سوٹ کیس تھے۔ جو ان کے ہوشی سے یہاں آگئے تھے۔

انہیں منگوانے والا شاید چن لیا ڈیوولا ہی تھا۔

زاہد پڑا ہوا اس کے پاس ہی سوچ رہا تھا کہ چن لیا ڈیوولا کمرے میں داخل ہوا اور مسکراتے ہوئے بولا۔

”گندازنگ مسٹر زاہد۔“

”اچھا تو میں میرا نام معلوم ہو گیا۔“ زاہد نے پوچھا۔  
”آج ہی معلوم ہوا ہے۔“ چن لیا ڈیوولا نے لگا۔ ”میں نے تہارا اور تہارے ساتھی کے خون آلودہ کپڑے تیار کر دیا دیے ہیں تہارا کپڑوں سے جو چیزیں برآمد ہوئی تھیں۔ تب مجھے تہارا اور تہارے ساتھی کا نام معلوم ہوا۔“

”اوہ! تو یہ بات ہے۔ اب جاوید کی طبیعت کیسی ہے؟“

زاہد نے پوچھا۔

”اب خطرے سے باہر ہے۔ زخم دھیرے دھیرے ٹھیک ہو جائے گا۔“ چن لیا ڈیوولا نے لگا۔ ”ڈاکٹر کا خیال ہے کہ

مک تم زندہ نہیں رہتے۔“

”اوہ۔۔۔“

”میرے خیال تھیں واپس چین جا کر بہار اکوٹ مارشل کروا جائے گا۔“

”نہیں۔۔۔“

”اگر تم چاہو تو چین واپس جانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔“  
”پھر میں کہاں جاؤں گا۔ اب تو دولت بھی میرے پاس نہیں ہے۔“

زاہد نے مسکراتے ہوئے اس سے کہا۔

”چین لیاؤ؛ میں وعدہ کرتا ہوں کہ بہاری دولت تمہیں واپس دلاؤں گا مجھے غیب اچھی طرح معلوم ہے کہ راجہ اوسلے بھاگ کر کہاں جا سکتا ہے۔“

”کہاں۔۔۔“

”فرائض۔۔۔“ زاہد نے اطمینان سے کہا ”اب تم میرا ایک کام کرو کہ پیرس میں ایک سیٹ بسکٹ کھانا دو میرے لئے۔“

”بسکٹ کے لئے؟“

”آج ہی کی۔۔۔ رات کی سیٹ لی جائے تو چاہا ہے۔“  
”کیا تم باغی ہو گئے ہو ستر زاہد۔“ چن لیاؤ جلدی سے بولا۔ ”تم زخمی ہو اور ستر کرنے کے قابل نہیں ہو۔“

”مکرمت کرو، میں شک ہوں، زاہد بولا۔ ”اگر میں بھڑک جاؤں گا تو ستر کیوں نہیں کر سکتوں گا؟“

”کہہ کر زاہد نے اٹھ کر چلنے کی کوشش کی، لیکن وہ چند قدم ہی چلا تھا کہ دروازے اس کا سینہ پھٹنے لگا اور اسے یوں محسوس ہونے لگا، جیسے کسی نے اس کے اوپر سٹن کا برج لاد دیا ہو۔ وہ لوکھڑ گیا۔ چن لیاؤ نے اسے فوراً ختم کر دیا۔ اس کی دودھ بھر پڑا تے ہوئے کہا۔ ”دیکھا میں نے کہا تھا تم سفر کے قابل نہیں ہو۔“

”نیکر آج نہیں، لیکن کل کے میری سیٹ ضرور ٹک کر اڈو۔“  
”کیا کل تک بہار انچ ٹیک ہو جائے گا؟“

”ہر نامی چاہیے۔“ زاہد نے کہا۔ ”اگر میں فرماؤں تو یہاں سے روانہ نہیں ہوا تو راجہ جیشہ کے لئے بہاری دولت سمیت غائب ہو جائے گا۔ ڈاکٹر سے کہنا۔“ مجھے کوئی ایسی دوا دے جس سے چلنے پھرنے کے قابل ہو جاؤں۔“

”میں ڈاکٹر سے کہہ دوں گا۔“

”ہاں ایک بات یاد رکھی۔“ زاہد اچانک بولا ”مجھے بتایا گیا تھا کہ انارکلی رات تم کسی پارٹی میں گئے ہوئے برادر۔“

”بسکٹ واپس آنے والے نہیں، لیکن پھر تم اُدھی رات کو مجھے واپس لوٹ آتے تھے؟“

”بات یہ ہوتی کہ کسی وجہ سے پارٹی کو جلدی ختم کرنا پڑا۔ اس لئے میں واپس آ گیا تھا۔ چن لیاؤ نے جواب دیا۔ ”کیا تم تنہا پیرس جا کر راجہ پال سے میری رقم واپس چاہیں گے؟“

”ہاں، صبح سویرے“ زاہد بولا۔

”کیا مطلب۔۔۔؟“

”ایک بات اور۔“ چن لیاؤ بولا ”مجھے یہاں آباد ہونے کے لئے کسٹمیں دکھانی نہیں دے رہا وہ کہاں گیا۔“  
”اسے بھی راجہ اپنے ساتھ لے گیا ہے۔ لیکن اب اس کی سرکیرجہ سے نہیں بہاری دولت واپس لے گی۔“  
”آئی رائٹ۔“ ایسا اب کچھ نہیں پڑھوں گا۔“ چن لیاؤ غاموش ہو گیا۔

پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ

”اگلے دن چن لیاؤ نے زاہد کو آکر بتایا۔“  
”جہاز میں کوئی سیٹ نہیں لی رہی ہے۔ اگلے دو روز تک ساری سیٹیں بک ہیں۔ اب کیا کروں۔“ ستر زاہد آپٹیشن سے جا سکتے ہیں۔“  
”وہ کیسے؟“

”یہاں سے آپ کو پتہ نہیں چلتے اور وہاں سے نارنگ۔“  
”اچھا، میں پتہ کس سے پیرس پہنچ سکتے ہیں۔“ چن لیاؤ بولا۔  
”جی نہیں شکریہ۔“ زاہد نے کہا۔ ”میں یہیں سے ہی جاؤں گا۔“  
”اور۔۔۔“ پھر میں جس دن کی بھی ٹکٹ دست باب ہوگی خرید لوں گا۔“

”تھینکس۔“ زاہد غاموش ہو گیا۔

اس کا اعلان تھا کہ راجہ ہار پانچ روز سے پہلے پیرس نہیں پہنچ پائے گا۔ کیوں کہ ٹکٹوں سے بھرا ہوا سوٹ کیس لے کر وہ ہوائی جہاز میں سفر نہیں کر سکتا تھا، اس نے وہ خط کی رائے یا سمندر کے راستے پیرس پہنچے گا، اور ہار پانچ روز سے پہلے نہیں پہنچ سکے گا۔“

زاہد کو صرف ایک فکر کھاتے جا رہی تھی کہ کبھی راجہ پر غصہ مندی نہ کرے کہ ڈکٹ کا سوٹ کیس، کیس چھپا کر مرنے کیلئے لے کر دالا سوٹ کیس پیرس لے جائے اور وہاں اپنا کام ختم کر کے دوبارہ اوسلو واپس آجائے۔

زاہد کی مرضی سے جاوید کو زنگ بزم میں داخل کر دیا گیا تھا۔ اسے ابھی تک ہوش نہیں آیا تھا لیکن خطرے سے

باہر چلا تھا۔

اگلے دو دنوں تک زاہد کی حالت بھی پہلے سے کافی سنبھل گئی تھی۔ وہ آبائی سے چلتے پھرتے لگا تھا۔ جس دن چنی لیاؤ نے ہر س کا حکمت کا کردار تو اس نے زاہد کو یہ بھی بتایا کہ پیکنگ سے اس کے نام نارا کیا ہے۔

"کیا کھاتا ہے؟" زاہد نے پوچھا۔  
"نارن سیکر ٹی نے مجھے فوراً پیکنگ دیا ہے۔ چنی لیاؤ بولا۔ اگلے ہفتے مجھے سٹری میں رپورٹ پیش کرنا ہے۔"  
"کوئی وجہ بھی تو رکھی ہوگی۔" زاہد بولا۔  
"ہاں دیکھو کسی دوسرے ملک میں سکیورٹی سیکرٹری سے بنایا جائے گا۔"

"بادرک ہو، ترقی ملی رہی ہے۔"  
"بے شک۔ مجھے سوٹ کر کے ترقی دی جائے گی۔"  
چنی لیاؤ ذہن نشین کرتے ہوئے بولا۔  
"چنی لیاؤ گھبراؤ نہیں۔ ایک ہفتے سے قبل ہی تمہاری دوست نہیں واپس لی جائے گی۔ پھر جہاں تم خود کو محفوظ سمجھو، وہیں چلے جانا۔"

"مسٹر زاہد! میں اب آپ پر بھروسہ کرنے لگا ہوں۔"  
"شکریہ۔"  
"میں رات کو آپ کو آکر رپورٹ پر چھوڑ آؤں گا مسٹر زاہد۔"  
چنی لیاؤ نے کہا اور کمرے سے ترخصت ہو گیا۔

شعب رات کے نو بجے زاہد کا جہاز ہر س پہنچ گیا۔  
آکر رپورٹ سے نکل کر اس نے ایک ٹیکسی پکڑ لی اور سیدھا بائیں طرف چلا گیا۔

ہوٹل کے کازنٹر پر اس نے دو ہمر کے بارے میں پوچھا تو اسے بتایا گیا کہ وہ دو تین دن سے ہوٹل میں موجود نہیں ہیں۔ کہیں باہر نکلے ہوئے ہیں۔

زاہد نے گہرا سانس لیا تھا۔

دو ہمر کے باہر ہونے کا مطلب یہ تھا کہ ابھی راجر ہال کا کام نہیں ہوا ہو گا۔ پھر اس نے کازنٹر کے راجر ہال سے گفتگو کی۔  
"میں نے تو پوچھا تو چچا کہ اس نام کا کوئی آدمی وہاں نہیں ہے۔"

زاہد غور سے سوچ رہا تھا کہ اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ راجر ہال ابھی ہر س پہنچا ہی نہ ہو۔ بہت ممکن تھا کہ وہ کسی دوسرے نام سے ہوٹل میں مقیم ہو۔

زاہد نے اپنے لیے ہوٹل میں ایک کمرہ بک کر لیا۔ یہ کمرہ

اس نے ہوٹل کے سامنے والے حصے میں خاص طور پر پسند کیا تھا۔ دیر سے تیری منزل کے۔ روم میں چھوڑ کر چلا گیا۔

دوسری صبح زاہد نے راجر ہال کو ایک سرسبز میں آتے دیکھا۔ گاڑی سے اتر کر راجر ہوٹل کی کافی شاپ میں چلا گیا۔  
"مختصری دیر بعد راجہ نے کسی کو فون کیا اور اس کے بعد چنی سے باہر نکل گیا۔ اس نے ایک بار پھر سرسبز سنبھال لی تھی۔

زاہد سوچنے لگا کہ راجر کیوں آیا تھا اور پھر واپس کیوں چلا گیا۔ لیکن پندرہ منٹ بعد راجہ دوبارہ ہوٹل میں واپس آ گیا۔  
زاہد نے سکون کا گہرا سانس لیا۔

راجہ اس وقت ہاتھ میں سوٹ کیس دھکاتے وارد ہوا تھا۔ لیکن ہاتھ میں نہ تو کوئی چیز تھی نہ اس کے کازنٹر پر چنے کو بک کر لے کر ہوتے دیکھا۔ زاہد نے سچا کہ شاید وہ گاڑی میں چھوڑ آیا ہو مگر اسے سوچتے ہوئے اپنا سگڑا لگایا، اور گھر سے گھرے کش لگانے لگا۔

تقریباً پندرہ منٹ بعد راجر ہال پھر اسے دکھائی دیا، لیکن اس وقت وہ تنہا نہیں تھا، اس کے ساتھ ایک لڑکی بھی تھی۔

زاہد نے اس لڑکی کو فوراً پہچان لیا۔ یہ وہی لڑکی تھی جسے اس نے دو ہمر کے ساتھ دیکھ رکھا تھا۔

دو دنوں باہر میں داخل ہو گئے۔

زاہد تیرنیک سے باہر نکلا اور ایک دیر کو ایک ڈسٹر کو ایک ڈسٹر کی ٹپ دیتے ہوئے بولا۔

ابھی جولا کی اس امریکن کے ساتھ بارش مٹی ہے، وہ کون ہے؟"

"وہ... وہ دام نورس ہے جناب، مسٹر دو ہمر کی بیوی۔"

دیر نے آنکھ مارتے ہوئے جواب دیا۔ اس کے علاوہ کچھ بہت بکھ۔  
"مسٹر دو ہمر ابھی آئے نہیں؟"

"جی ابھی نہیں۔"

"وہ کون سے کمرے میں رہتے ہیں؟" زاہد بولا۔

"ان کا کوئی روم نہیں ہے جناب۔" دیر نے کہا۔ "وہ ہوٹل کے ٹپ نورس پر واقع سب سے شاندار سوٹ میں رہتے ہیں جس میں شاندار چار کمرے ہیں۔"

"اوہ! اچھا کیا تم میرا ایک کام کر سکتے ہو؟" زاہد بولا۔

"میں روم ۳۲ میں ہوں جب دو ہمر صاحب آئیں تو مجھے مطلع کر دینا۔"

"بہت اچھا سر۔"

زاہد اگلے بجے گیا اور ہوٹل میں ادھر ادھر گھومتا ہوا ٹپ نو

بار پہنچ گیا جہاں دو ہمر کا چار کمرہ والا سوٹ تھا۔ وہاں اس وقت

کوئی نہیں تھا۔ زاہد نے ادھر ادھر دیکھا اور جیسے سے صوبٹ  
میں گھس گیا۔ اور اس کا خوب اچھی طرح جائزہ لے لگا۔  
مختصری دیر بعد وہ خاموشی سے باہر نکل آیا۔

پتہ پتہ

اچانک زاہد کے کمرے پر دستک ہوئی۔  
زاہد نے اٹھ کر دروازہ کھولا تو وہی دشمن اس کے سامنے کھڑا  
تھا جسے اس نے شپ دی تھی۔  
”سر! مسٹر روبہ آگئے ہیں“

”کب۔۔؟“

”ابھی دس منٹ پہلے“

زاہد نے اسے ایک نوٹ نکال کر دیا۔ وہ سر جھکا کر دوایں  
چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد زاہد نے مختصری دیکھی رات کے  
نوجیسے تھے۔ وہ کمرے سے باہر نکلا اور لفٹ کے ذریعہ ٹاپ فلور  
پر پہنچ گیا۔

زاہد لفٹ سے نکل کر پہلے ڈنگ بھڑتا موٹری کی طرف  
بڑھا اور موٹری میں داخل ہو کر اس کی بالکونی میں پہنچا اور جگہ  
پر چڑھ کر باہر والی بالکونی میں کود گیا۔ ابھی سی آواز کے علاوہ اور کوئی  
آواز پیدا نہیں ہوئی۔

وہ چند لمحوں تک کھڑا بہت تیار ہر پھر دروازہ کھول کر آہستہ  
سے اندر داخل ہوا۔ اندر کوئی بھی نہیں تھا۔ لیکن ہاتھ روم میں شاور  
چلنے کی آواز آرہی تھی۔ جیسے کوئی نہا رہا تھا۔

مختصری دیر بعد شاور کی آواز آنا بند ہو گئی۔ اندر ایک  
دروازہ کھلا اور بند ہوا۔ پھر ایک عورت کی آواز سنائی دی۔  
جس کا جواب رو بہر کی آواز نے دیا۔ اس کے بعد قدموں کی  
چلپ اس طرف آنے لگی جہاں زاہد کھڑا ہوا تھا۔

زاہد نے ادھر ادھر دیکھا اور جلدی سے وارڈ روم میں  
گھس گیا اور اس طرح اس کا دروازہ بند کیا کہ بھی کسی بھری باقی  
رہی اور وہ باہر کا منظر صاف دیکھ سکتا تھا۔

نورس گنگناہتی ہوئی اندر آئی اور فرج سے شراب کی بوتلی  
نکال کر اس طرح واپس چلی گئی۔

اس کے جانے کے بعد زاہد بھی وارڈ روم سے باہر نکل آیا  
اور جی کی کی چال سے دروازے تک پہنچا اور جہاں کہ در سے  
کمرے میں دیکھنے لگا۔

روہم اور نورس قریب بیٹھے ہوئے چھوٹے چھوٹے  
گلاسوں میں شراب پی رہے تھے اور دھیرے دھیرے باتیں  
کرتے ہوئے ہنس رہے تھے۔

اچانک دروازے پر دستک ہوئی۔  
نورس اپنی جگہ سے اٹھی اور دروازہ کھول دیا۔ زاہد خاموشی  
کھڑا رہا۔ اسے دکھائی نہیں دے رہا تھا کہ کون آیا ہے؟  
”ہیلو۔۔ آؤ۔ آؤ۔۔“ روہم جلدی سے بولا۔

”گڑناٹ سر۔۔ آؤ۔ آؤ۔۔“ زاہد زبردستی کی تھی۔  
نورس راہ کے لئے پیگ بنانے لگی۔  
”کیجئے، ہمارا کام ہوا یا نہیں۔؟“ روہم نے سوال کیا۔

”بالکل۔۔؟“

”مجھے کاسر لے آئے ہو۔؟“

”جی ہاں وہ میرے پاس ہے۔“ زاہد بالی نے جواب دیا۔  
”بہت خوب۔۔“ روہم نے قبضہ لگایا۔ ”اور ان دونوں  
بے وقوف جہاں سوسوں کا کیا حال ہے؟“

”دونوں جہنم رسید ہو چکے ہیں“  
”اوہ! بے وقوف کہیں کے؟“ روہم نے کہا ”تم ان دونوں  
کو دھوکہ دینے میں کیسے کامیاب ہو گئے؟“

”وہ سب ہمارے ذیلے گئے۔“ روہم نے کہا ”وہ سب کمرے  
ہو اسٹروم سر۔۔“ زاہد بولا ”وہ دونوں مجھے بالکل اجنبی اور غیر متعلق  
سمجھتے تھے۔ لیکن میں نے ایسی چال چلی کہ باڑی جیت لی۔“ نورس  
کھکھلا کر ہنسی۔

”مسٹر روہم؟“ زاہد بالی دھیرے سے بولا۔ ”آپ نے مجھے  
کے بدلے مجھے پانچ لاکھ دینے کا وعدہ کیا تھا؟“

”بالکل کیا تھا۔“ وہ میں میں ضرور دوں گا۔“ روہم نے  
جواب دیا۔ اور گوتم کو نورس سے بولا ”نورس! مسٹر راہر کیلئے  
پانچ لاکھ لے آؤ۔“

”تیار ہیں جناب؟“ نورس نے کہا اور اٹھ کر ایک  
بریف کیس اٹھالائی جو زونوں سے بھرا ہوا تھا۔ وہ اس نے اس  
کے سامنے میز پر رکھ دیا۔

پتہ پتہ

اچانک راہر بالی نے دیکھی کا گھونٹا بھرتے ہوئے کہا  
”لیکن میں روہم کی طرح نہیں چاہتا۔۔؟“

”ہائیں۔۔۔۔۔ پھر کیسے چاہتے ہو؟“ ”حیرت سے روہم نے  
پوچھا۔

راہر بالی نے نہایت اطمینان سے پیگ نعم کرتے ہوئے کہا  
”مجھے یہ رقم اربین ڈالروں کی شکل میں اربین بیس بیس  
چاہیئے۔۔۔“  
”یہ ناخوام بھی ہو جائے گا۔“ روہم بولا۔ ”لیکن مجھے کام

مجھے کب ملے گا؟

زاہد نے رو بہ کر طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”اب میں جو کچھ بھی پوچھوں اس کا بالکل صحیح جواب دینا۔  
 بناؤ تم راجہ پال سے کہے جھگڑاتے تھے؟“

”کوئی یقین میں نہیں اسے ساتھ ملاقات ہونے کے بعد  
 میں نے تباہی بخرا کی کہانی شروع کر دی تھی۔“ رو بہ کہنے لگا۔  
 ”ان لوگوں نے مجھے رپورٹ دی کہ تم اسلو میں چن لیاؤ کے  
 پیچھے پڑے ہوئے ہو۔ میں فوراً سمجھ گیا کہ مہتابہ کا سر میں لیاؤ  
 کے قبضہ میں ہے۔ پھر مجھے رپورٹ ملی کہ ایک پارٹی اور چن لیاؤ  
 کے پیچھے پڑی ہے اور تم دونوں کی آپس میں چل رہی ہے۔ میں  
 نے فائدہ اٹھانے کا ارادہ کیا اور اولو پہنچ گیا۔ اس وقت راجہ  
 مہتابہ سے قبضہ میں پہنچ چکا تھا اور مہتابہ سے ساتھ ہو کر میں مہتابہ  
 بھٹا اور میں بھی وہیں پر بھٹا۔

”ساتویں منزل کے آخری دالے کمرے میں بیڑا بنے کہا۔  
 ”بے شک!“

”اور فلورس بھی مہتابہ سے ساتھ تھی اور میں خرد لگا سکتا  
 ہوں کہ

وہ فلورس کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔“

”وہ فلورس ہی تھی۔“ رو بہ نے جواب دیا۔

”پھر میں نے راجہ پال سے مجھے کے سر کے سسٹے میں بات  
 کی۔“ رو بہ کہنے لگا۔ ”میں نے اُسکی رات کو راجہ پال کو  
 اپنے کمرے میں بلایا اور اس سے تفصیل کے ساتھ بات چیت  
 کی۔ اس نے کہا کہ اگر اسے رپورٹ مل جائے تو وہ نہیں اور  
 مہتابہ سے ساتھی کو مصافحہ دھوکا دے سکتا ہے۔ میں نے اپنا  
 رپورٹ اس کے حوالے کر دیا اور اس کے سامنے وہی آکر دہرا دی جو  
 میں مہتابہ سے سامنے رکھ چکا تھا۔“

”بہت خوب“ اس کے بعد کہا ہوا۔

”پھر راجہ میرے کمرے سے باہر نکلا تو گنبد میں ہی قدم رکھتے  
 ہی اسے احساس ہو گیا کہ اس کے کمرے کی جی تل رہی ہے او  
 اسے ایک سایہ چھٹ رہا تھا اور کھانی دیا جو پاک چھپکنے میں  
 غائب ہو گیا۔ راجہ فوراً سمجھ گیا کہ اس کے کمرے میں تم یا مہتابہ  
 ساتھی ہی ہو سکتا ہے۔ اس نے وہی کمرے کھڑے یہاں  
 مجھے بھی بتادی۔ میں نے ہی اسے اس مسئلہ کا حل بنا دیا کہ اسے تم  
 سے کیا کہنا چاہیے۔ اس نے عورت والا قصہ بیان کر دیا۔“

”والی اس وقت مجھے یقین لگ گیا تھا۔“ زاہد بولا ”بعد میں جب

میں نے تصدیق کے لئے چانی کے سوراخ میں سے جھانکا

تو میں بالکل ہی مطمئن ہو گیا تھا۔“

”مجھے اس بات کا احساس تھا کہ تم مزدور کرے میں جھانک کر

”وہ ہی اسی وقت آپ کو پیش کر سکا ہوں؟“

”لیکن مشر راجہ پال بات یہ ہے کہ...“

”نہیں۔ مجھے آپ پر مکمل اعتماد ہے جناب۔“ راجہ اس کی  
 بات کاٹتے ہوئے جلدی سے بولا۔ ”مجھے یقین ہے کہ آپ میرے  
 ساتھ کوئی دھوکا بازی نہیں کریں گے۔ کیونکہ بغیر سر حاصل کئے آپ  
 کا اتنی بھاری رقم میرے سامنے لا رکھنا آپ کی ایمان داری اور  
 یکسوئی کا ثبوت ہے۔“

”شکر۔“

”میں امریکہ پہنچ کر تاجر جمہوریوں کا تب آپ میری رقم مجھے  
 روانہ کر دیجیے گا۔“

”آل راست مشر راجہ۔“

”اجتہاد میں ابھی مجھے کا سرے کر حاضر ہوتا ہوں۔“ راجہ پال  
 اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

”زاہد خود واڑے کی آڑ میں کھڑا اب کچھ شرمیلا تھا، اس  
 نے پھر اندر جھانک کر راجہ پال سے جا چکا تھا۔

زاہد چند لمحوں تک کچھ سوچتا رہا پھر اس نے اپنا رپورٹ اور  
 نکالا، اور دروازہ کھول کر ڈرائنگ روم میں داخل ہو گیا۔

”ہیلو مشر دوسر۔“

دوسر نے چونک کر آواز کی طرف دیکھا تھا اور زاہد پال کی  
 پڑتے ہی اس کی آنکھیں فرما حیرت سے پھیل چلی گئی تھیں دوسر  
 ہی لمحوں میں شراب کا گلاس اس کے ہاتھ سے پھسل کر نیچے فرش پر  
 گر اور ٹوٹ گیا۔

فلورس کا منہ شدید حیرت سے کھل گیا تھا۔

دو دن ظاہر کو گھوڑے جا رہے تھے جو رپورٹ اور سناے  
 ان کے سامنے کھڑا ہوا تھا اور اس کے ہونٹوں پر ایک عجیب  
 سی مسکراہٹ تھی۔

”نت... تم... تم زندہ ہو۔“ رو بہ کے حلق سے پھنسی

پھنسی آواز نکلی ”لیکن راجہ کہتا تھا کہ تم مر چکے ہو؟“

”میں آسانی سے مرنے والا نہیں دوست۔“ زاہد بولا

”فلورس جاؤ جا کر دروازہ بند کر دو۔“

فلورس نے سوالیہ نظروں سے رو بہ کی طرف دیکھا؛

”دوسر۔“ زاہد بولتے ہوئے بولا ”اپنی محبوبہ کو کچھ عقل

سکھاؤ، میں کوئی بات دوبارہ نہیں دہراؤں گا۔“

”فلورس جاؤ جا کر دروازہ بند کر دو۔“ رو بہ نے لڑکی

کو اشارہ کیا۔

فلورس نے اٹھ کر دروازہ بند کر دیا اور کھڑی ہو گئی۔

معلوم کرنے کی کوشش کرو گے۔ اس نے خود جا کر ہاتھ دم میں چبک لیا۔  
 "میں سمجھ گیا۔ زاد بولا۔ اب یہ بتاؤ راجہ نے مجھے کاسر کہاں رکھا ہے؟"

"مجھے نہیں معلوم، لیکن وہ اسے لینے گیا ہے۔" روہم نے جواب دیا۔ "اب بتاؤ کیا ارادہ ہے؟"  
 زاد نے فوراً ہی کوئی جواب نہیں دیا۔  
 "روہم؟" کچھ دیر بعد زاد بولا۔  
 "ہوں۔"

"کیا تم اتنے ہی احمق ہو کہ راجہ مجھے کے سر کے لئے اپنی اور اس لڑکی کی زندگی خطرے میں ڈالو گے؟"  
 "کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ۔ راجہ ابھی مجھے کاسر کے کہیں آ رہا ہے۔ زاد کہنے لگا۔ تم دونوں کو اس کے ساتھ کسی طرح پہنچا کر آنا ہے، جس طرح امید ملک آتے رہے ہو۔ اگر دروازہ کھولنے کے بعد راجہ کے کمرے میں قدم رکھنے کی بجائے فرار ہونے کی کوشش کی تو میں فوراً تمہیں جاؤں گا کہ تم دونوں میں سے کسی نے اسے اشارہ کر دیا ہے۔ اور میں پھر انجم کی پروا کئے بغیر تم دونوں کو گولی مار دوں گا۔"  
 "اور۔ کے کرنی؟ جیسا تم کہو گے، ہم ویسا ہی کریں گے۔"

"شباب۔"  
 اسی ٹھور واڑ پر ملک دی گئی، زاد نے روہم سے اشارہ کرتے ہوئے دیکھتے ہی میں کہا۔

"جا کر دروازہ کھولو اور اسے اندر آنے دو، روہم اگر تم نے ذرا کی بھی ہوشیاری دکھانے کی کوشش کی تو میں فوراً سب کو تم کو گولا مار دے گا۔ یہ کہ زاد صوفے کے پیچھے چبک لیا اور روہم دروازہ کھولنے آگے بڑھا۔ غور سے کسی پرست چاب بٹھکائی تھی۔  
 "مسکراتے زاد نے اسے غورا۔"

غور نے نے زبردستی اسے چہرے پر مسکراہٹ پیدا کر لی۔ اس وقت تک روہم جا کر دروازہ کھول چکا تھا۔

دروازے پر سوٹ کس لینے راجہ کھڑا تھا۔  
 "لو، میں ہانا ہا دھ کاسر آ گیا ہوں۔" راجہ اٹھ کھڑے ہوئے۔  
 "شکوہ۔" روہم نے سوٹ کس سنبھال لیا۔ آؤ بیٹو۔  
 راجہ بالائی آگے بڑھا۔ وہ اس صوفے کی طرف بڑھا جس کے پیچھے روہم نے زاد بیٹھا تھا۔

"آؤ ڈر راجہ بال۔" زاد فوراً اٹھ کھڑا ہوا۔  
 راجہ سناٹے میں کھڑا کھڑا رہ گیا۔ اس کی آنکھیں حیرت کی زیادتی سے پھل کر رہ گئیں۔

"ت۔ تم۔؟"  
 "اں، بتاؤ کیا بد قسمتی ہے تم دونوں پر آگے۔"  
 "نہیں۔؟" راجہ کے حلق سے پھینکی پھینکی سی آواز نکلی۔ یہی۔۔۔ میں نے تو۔۔۔"

"شٹ۔ اب۔" زاد نے غصا کر کہا اور سوٹ کر روہم سے بولا۔ تم سوٹ کس اور لاؤ۔۔۔  
 روہم سوٹ کس لینے زاد کے قریب پہنچ گیا۔  
 "سوٹ کس کھولو اور بتاؤ سر ہے یا نہیں؟"  
 روہم نے سوٹ کس کھولا مجھے کاسر موجود تھا۔ زاد نے کہا۔  
 "چیک کر کے بتاؤ یہ سراسلی ہے؟"

روہم کو غوکام کرنا پڑا تھا اس نے کافی شقت کے بعد سوٹ کس میں سے مجھے کاسر نکال کر میز پر رکھا اور نہایت باریکی سے اس کا جائزہ لینے لگا۔

"کیا راجہ۔"  
 "سراسلی ہے کرن۔" روہم نے جواب دیا۔  
 زاد نے گردن ہلائی اور راجہ کی طرف دیکھا جو اپنی نظروں سے ادھر ادھر دیکھ رہا تھا۔ زاد بولا۔  
 "نہیں! اب بتاؤ آخر ہونا مانگنا ہے اور ویسے بھی میرا نشانہ کم بختا خطا مانتا ہے۔"

"نہیں، تم مجھے اسی ہوٹل میں نہیں مار سکتے۔ لوگ جمع ہو جائیں گے اور ہو سکتا ہے، پولیس کی گولی سے تیار اکام تمام ہو جائے۔"  
 "تم میری حکومت کر دو۔" زاد بولا۔ "یہ بتاؤ دوسرا سوٹ کس تم نے کہاں چھپا لیا ہے؟"

راجہ بال نے کوئی جواب نہیں دیا۔  
 "مجھے معلوم ہے وہ اس جگہ سے زیادہ دور نہیں ہوگا جہاں تم نے مجھے دلا سوٹ کس رکھا ہوگا۔ وہیں وہ بھی ہوگا؟"  
 "کرن، مجھے کچھ نہیں معلوم۔" راجہ بال حلق کر بولا۔ "میں مجھے کاسر چاہیے وہ نہیں مل گیا۔ اسے لے کر بھاگ جاؤ۔"  
 "لیکن وہ رگ۔"  
 "اچھا اس میں سے میں نہیں نصیب دولت دے دوں گا۔"

سر بھی لے جاؤ۔" اب تو خوشی؟"  
 "اور نہیں زندہ چھوڑ دوں کیوں۔"  
 "اگر نہیں چھوڑو گے تو میں دولت والا سوٹ کس کبھی نہیں مل سکتا۔"

"آل راست۔" زاد اس کے قریب پہنچ کر بولا۔ اپنے جوئے آمارو۔  
 "کیا۔؟" راجہ بال اٹھ کھڑا تھا۔  
 "اں! وجہ آمارو۔"



سمیٹ کر اس نے کاؤنٹر پر فون کر کے اپنا بی تیار کرنے کا حکم دیا اور ویر کو حجب کیا،

چند لمحوں بعد ویر سامان نیچے پہنچانے کے لئے اگلی زباہ نے نیچے کاؤنٹر پر آکر اپنا بی چکایا اور گرجا سے سرسبز نکال کر دھاڑا گیا۔ اسے سوٹ میں بند نظروں سے روکھا اور راجہ پال کی قطعی کوئی نکتہ نہیں تھی۔ وہاں سے وہ سیدھا ریلوے اسٹیشن پہنچا اور نوٹوں والا سوٹ کیس کلاک روم میں جمع کر دیا اور دوبارہ کارلے کو دوسرے ہوٹل میں پہنچ گیا۔

ہوٹل میں کمرے کے راجہ نے اطمینان سے سوٹ کیس سے میسے کا سر نکالا اور میسے سے اس کا سائز کرنے لگا۔ اسے چار گھنٹے لگ گئے جب کہیں جا کر اسے غیر متعلقہ فلم کا پتہ ملا۔ وہ بیکور و فلم میسے کی دانتیں آنکھ میں نہایت خوبصورتی کے ساتھ چھائی گئی تھی۔

زباہ نے فلم کو ایک لفظ میں بند کیا اور اسے سیل کرنے کے بعد اپنی میسے میں رکھ کر اسی وقت وہ اپنے کھ کے سفارت خانے پہنچ کر سفر سے ملا اور میسے کے کاسر اور فلم سوپ کر وہاں چھوڑی اور آج ریل کو کے پاس بھیجنے کی درخواست کی۔

سفر کے دوا کر لیا۔ وہاں سے زباہ سیدھا واسطو پاس آ گیا۔ جاوید کو کہہ ڈیا کہ آج کا زباہ کیسے گزری ہے بھر نے لگا تھا۔ جن لہاؤں نے اسے بتایا کہ وہ ایک ہفتہ کے بعد چلتے پھرنے کے قابل ہو جائے گا۔ "اے شک ہے۔" "یرمال کہاں ہے کرنل۔" "جن لہاؤں نے پوچھا۔" "مال میں نے راجہ پال سے واپس لے لیا ہے اور وہ جہیں ضرور ملے گا۔"

"مگر کہاں۔" "اپنے ساتھ لائے ہیں زبردست خطرہ تھا۔ اس لئے اسے جمع کر آ یا ہوں، یہ رہی سیر۔"

"کرنل آپ کا بہت بہت شکریہ چن لیا دے گا۔ اب میں اس کو ہمیشہ ہمیش کے لئے خیر باد کہہ جاؤں گا۔" "آل رات۔" "زباہ مسکرایا۔"

اس کے بعد اہل علامات جاوید سے ہوئی۔ دونوں گرم شے سے ملے۔ زباہ نے اس کا شانہ تھپتھپاتے ہوئے کہا۔ "ہمارا اسٹیشن کا سیاب ہوا جاوید !۔"



راجہ پال گہرا سانس لے کر اپنے جوتے اتارنے کے لئے نیچے جھکا۔ زباہ کو اس کے کاغذ نظر آئے۔ اس نے نہایت بھرتی سے دیا اور کے دستے سے اس کی کھوپڑی پر غریب لگائی۔ وہ ابتر آواز نکالے فری پر ڈھیر ہو گیا۔

زباہ کچھ دیر کھڑا راجہ پال کو گھر بنا دیا۔ پھر وہ جھکا اور اسے گھسیٹا ہوا ہاتھ روم میں لے لیا۔ راجہ کے سر سے خون ریسنے لگا تھا۔

زباہ نے اس کی تلاش کی اور جاہاں نکال کر انکا میب میں ڈال دیں۔ اس کے بعد وہ سوٹ سے باہر نکل آیا۔

لنٹ بین، لنٹ میں موجود تھا۔ زباہ نے جیب سے ایک لنٹ لنٹ میں کو دیتے ہوئے پوچھا۔ "تم ابھی کچھ دیر پہلے مشرابو کو کس منزل پر لے گئے تھے۔" "نیچے بیس سینٹ میں۔"

"وہاں کیا ہے۔" "لنٹ میں ہے جناب۔" "آل راستہ۔" "تم بھی مجھے وہیں بھیج دو۔" زباہ ہلا۔

لنٹ میں سے اسے نیچے پہنچا دیا۔ وہاں کی گاڑیاں کھڑی تھیں، زباہ نے راجہ پال کی سرسبز زور آئی تلاش کر لی اور جیب سے جاہاں نکال کر گاڑی کی دنگی کھڑی، دو گلی غلطی پڑی تھی۔

اس کے بعد زباہ دو دروازوں کو کھلا کر اس کے اندر داخل ہو گیا۔ لیکن وہاں بھی اسے کوئی سوٹ کیس نہیں دکھائی دیا۔ لیکن زباہ کو کچھ یقین تھا کہ سوٹ کیس گاڑی میں ہی ہونا چاہیے۔

اچانک زباہ نے کار کو ادھیرنا شروع کر دیا۔ اس کی تیرنگا ہوا نے جلدی ہی اس جگہ کو تلاش کر لیا۔ جاہاں راجہ نے سوٹ کیس چھپا لیا تھا۔ زباہ نے سوٹ کیس نکالا اور اسے کھول کر دیکھنے لگا۔

سوٹ کیس میں ساری رقم موجود تھی۔ اس نے سوٹ کیس بند کر کے اسے دنگی میں رکھ دیا اور پھر نہایت اطمینان سے لنٹ کے ڈر پے واپس کمرے میں پہنچ گیا۔

باتھ روم میں پہنچ کر زباہ نے پہلے راجہ پال کی بجلی ٹولے کر دیکھی، بجلی بہت دھیمی پل رہی تھی اور اس کے ہوٹل میں آنے کی فی الحال کوئی امید نہیں تھی۔

وہ واپس ڈرائنگ روم میں پہنچا اور میسے کا سر اٹھا کر سوٹ کیس میں بند کرنے کے بعد اس نے وہ شیشہ بھی اٹھا لیا جس سے وہ بچنے سے سر کا سائز کیا تھا اور اس کے بعد نہایت اطمینان سے "باہر نکل آیا۔"



ماہر سراج ربانہ راہداریکہ انوکھے منہ پر آدھا چاند کی طرح اصل حقیقت  
کا رخ کر آپ پر ہم حیران رہے کہ جانتے تھے

کی سی بی بی سی کی طرح ہے۔ اے ایک جو نہ صرف میں رہا ہے

زاد نے آئینے میں اپنی شکل دیکھی  
سپر تصویر کو دیکھا۔

ڈاکٹر گیتا ٹیمپوری پلاسٹک سرجری ایکسپرنٹ نے  
زاد کے چہرے میں تبدیلی تو کروی تھی۔ لیکن یہ تبدیلی مکمل  
نہیں تھی۔ منہ کھڑے سے ثابت پیدا ہو گئی تھی۔ اسلگتا  
ستھا جیسے تصویر والے آدمی کو دس پندرہ سال بعد دیکھ رہے  
ہیں۔

زاد نے ہلٹ کر ڈاکٹر گیتا سے کہا۔

”میں اس کا بڑا بھائی معلوم ہوتا ہوں۔ جب کہ مجھے  
اس شخص کی جگہ لینی ہے۔ اس کے دوستوں اور دشمنوں سے  
منا ہے۔“

جنرل کیو اپنا سگارا فالتوں میں دبائے اپنے کوٹ کی  
جیبوں میں انگوٹھا پھنسانے پیچھے کھڑے تھے۔ انہوں نے  
سگارا موہنے سے نکالتے ہوئے کہا۔

”ہم ہری چاہتے ہیں کرنل لوگ نہیں غیر فور میرا مطلب ہے  
جو گنڈہ رہے تبھی بلکہ جب تم کو تو وہ اپنی یادداشت کو متولیں اور  
ہمیں یہ پہچاننے کی کوشش کریں۔ پانچ سال کا عرصہ کسی آدمی  
میں اس قدر تبدیلی لاسکے کئی ہوتا ہے جبکہ یہ پانچ  
سال اس نے جیل میں گزارے ہوں اور مسلسل مار چڑھا گیا  
جاتا رہا ہو۔“

”آل رائٹ“ زاد نے کانہوں کو اچکا کر کہا۔ ”مگر آپ  
مظن ہیں تو میں بھی مظن ہوں۔“

جنرل کا برف کیس قریب ہی میز پر رکھا تھا۔ جنرل کیونے  
برف کیس کھول کر ایک فائل نکالا اور ان کو دینے ہوئے کہا۔

”اس میں جو گنڈہ رکے بارے میں پوری رپورٹ ہے۔  
دو دن تم صندریہ رپورٹ پڑھنے میں اور حالات کو نوٹ ہین نشین  
کرنے میں لگاؤ۔ برسوں سے دفتر آنا۔ جہاز کا ٹکٹ اور ہڈیا  
ہمیں پرسوں مل جائیں گی۔“

”اوکے سر۔“ زاد نے فائل لیتے ہوئے کہا۔

اس کے بعد خاموشی سے دونوں اپنے اپنے گھروں کے  
لئے روانہ ہو گئے۔

۔۔۔

زاد نے اپنے دروازے کی گھنٹی بجائی۔ ریکیٹس جاوینے  
اگر دروازہ کھولا۔

”کیئے کس سے ملنا ہے۔“ جاوید نے اس کو پہچانتے  
ہوئے کہا۔

”متماری ہونے والی مٹی سے۔“ زاد نے مسکرا کر  
اپنی آواز میں کہا۔

”اوہ۔“ جاوید نے جیت سے کہا ”آپ ہیں میرے  
ہونے والے ڈیڈی۔“

”مجھے خوشی ہے کہ تم نے مجھے نہیں پہچانا۔“  
”کیا میک اپ ہے۔ میں تو کیا ملک الموت کبھی اب آپ  
کو نہیں پہچان سکتی۔“

”جی ہنسی تو مجھے ڈر ہے۔“ زاد نے اندر قدم رکھتے ہوئے کہا۔  
”کس بات کا ڈر ہے۔“

”کرنل زاد سے موت ڈرتی ہے۔ کہیں وہ دوسرا آدمی کچھ  
کر میری تدفین نہ قبض کرے۔“

”تو ایسا کیجئے آپ اپنا اصل پاسپورٹ جیب میں رکھ لیجئے  
موت آئے گی تو آپ کا پاسپورٹ دیکھ کر سمجھ جائے گی کہ آپ اصل  
میں کون ہیں۔“

”وہ بائیں کرتے ہوئے ڈرائنگ روم میں داخل ہوئے۔  
اتفاق سے اس وقت پرائیویٹ سرائر سال ٹاکا بھی آیا ہوا تھا  
ٹاکا اور سہل سنگھ میں موجود تھے۔ یہ سہل چائے پینے کے ساتھ  
ساتھ سوٹر بھی بنتی جا رہی تھی۔“

دونوں نے نظریں اٹھا کر زاد کی جانب دیکھا۔ اس کا  
مطلب ستھا وہ دونوں بھی زاد کو نہیں پہچان سکے تھے۔

جاوید نے سہل کو مخاطب کر کے کہا۔  
”یہ صاحب انشورنس ایجنٹ ہیں۔“

”انشورنس ایجنٹ۔“ ڈاکٹر بولا۔ ”یہاں ہم میں سے  
کسی کا خود کشی کرنے کا ارادہ نہیں۔“

”میں آپ کو خود کشی کا مشورہ دینے نہیں آیا۔“ زاد نے  
آواز بدل کر کہا۔

”میک انشورنس تو وہی لوگ کرتے ہیں جن کو خود کشی  
کرتی ہوتی ہے یا اپنے مکان، دوکان کو آگ لگائی ہوتی ہے۔“

زاد نے جاوید کو مخاطب کر کے کہا اس بار اپنی اصلی  
آواز میں کہا۔

”پچھتر مسٹر ڈاکٹر کا بیمہ کر کے پالیسی اپنے نام کر لو۔ اور  
ان کو قتل کر دو۔ ہمیں فائدہ پہنچ جائے گا۔“

اس بار ڈاکٹر اور سہل دونوں کرسیوں سے اچھل پڑے۔ اور  
دونوں کے موہنے سے ایک ساتھ نکلا۔

”اوہ زاد صاحب آپ ہیں۔“  
”اب مجھے مسخروں کی طرح آدھے جسم کو موڑ کر کہا۔“

آج صبح دس بجے امہنوں نے فون کر کے بلا دیا۔ او ایس ڈسٹری  
نے جا کر مجھے ڈاکٹر گپتا کے حوسے کر دیا۔ سچا رہے تو اس کا  
دن میرے چہرے کے (طائر) رہا۔ ابھی اچھا گفتہ شیطے اس کا  
لام ختم ہوا تو میں نے میرے کسی برادر گت بن چکی تھی۔

وچسپ بات یہ ہے کہ جس شخص کے فوٹو کے مطابق میرا چہرہ بنایا گیا ہے میں اس کا بڑا بھائی نگت ہوں اور جیٹل کیوں اس تبدیلی سے مطمئن ہیں؟

”جڑے میاں کو اس عمر میں ایک اچھی نندہ ست بدکل  
بڑھیا کی مزدوت ہے۔“

”ایک دولت مند بڑھیا کی توہمے ضرورت ہے“ کا  
 مؤرخہ لبوس کر لولا۔ ”جو مجھے گرو دے سکے“

”اسنے بڑے آدمی کو ایک بڑھیا پھولس گود میں کیسے  
رکھے گی مجھ کو پید بولا۔“

”تم چپ رہو“ ڈاکا نے اس کو ڈانٹا۔ ”میں دولت مند بننے کے خواب دیکھ رہا ہوں۔“

”آل راستہ۔ تم لوگ خواب دیکھو۔ میں اپنے کمرے میں چلتا ہوں۔ میں خود یہ جانتے کے لئے مینٹاب ہوں کہ اس بار کس انڈوس کے مونہ میں مجھے سیمیا جا رہا ہے۔“  
 یہ کہہ کر وہ اپنے کمرے کی طرف چلا گیا۔

۱- آری پسر: چو کند سنگه -

۱۔ آپریٹرز: جو گندہ گندے نمبر فور۔ (فونو گراف) عمر چالیس سال (دپانچ سال پہلے) قد چھ فٹ ایک انچ (زاہد کے قد کے برابر) رنگ گندمی۔ وزن دوسو سارہ پونڈ۔

۲۔ طحانہ میں کوفہ آ کر زونا کی باشندہ (دو ٹو ٹو) (ت) عمر بیالیس سال (پانچ سال پہلے) قد پانچ فٹ چار اینچ۔ رنگ لکھتی دانت جیسا کہ میرے طحانہ آ کر زونا انقلابی پارٹی کی سرگرمی ممبر۔

۳۔ محبوبہ جس رونا۔ ہندوستانی (دو گراف) عریض  
سالی گہری سیاہ آنکھیں۔ اخبار الیٹ ایشیا نامہ  
کی رپورٹ قندیلہ بیچ سات ایک سو پانچ سال سے آؤنا  
میں۔ اخبار کے اندر غیر ملکی شائد سے کی حیثیت سے مقیم۔  
۴۔ آدھا جانہ: برنگا بیل کے خلاف (لٹنے والے انقلابی  
گروپ کا ایک لیڈر جس کی شناخت معلوم نہیں۔

۵۔ فرسائی، انقلابی جماعت کا دوسرا لہجہ جو دنیا کی جنگ آزادی کے وقت ہندوستان میں یقین بخد معاہدے کے مطابق ہندوستانی حکومت انقلابوں کو بوجھ بھاری

”آپ کا غلام۔“  
 ”خیر بیت تو ہے۔“ ڈاکا بولا۔ ”کیا آپ نے سرکس میں  
 نوکری کر لی ہے۔“

”ہاں“ زہد نے کہا۔ اور جاوید کے اور تہوار کے لئے خوشخبری ہے۔ سرکس کے لئے دو عقل مند گھول کی ضرورت تھی۔ یہیں نے تم دونوں کے ناموں کی سفارش کر دی ہے۔ جاوید نے ڈاک کی طرف دیکھ کر کہا۔

”یہ تو راز ہوا دکھا۔ میں تو کہتیں چڑیا گھر کے ہاتھوں نہلا  
 لچکا تھا۔“

”اوہ پلیز۔“ یہاں تو ”کیا آپ کسی وقت بخیر نہیں ہو سکتے ہیں۔“

”میں نے طے کر لیا ہے۔“ جاوید بولا۔ ”میں صرف اس وقت بے غم ہوں گا جس دن میری پہلی موت ہوگی۔“

”یہ پہلی موت۔“ بسوا اور ڈاگانے حیرت سے کہا۔  
 ”میرا مطلب ہے جس دن میری پہلی شادی ہوگی  
 ڈاگانے عرا کر کہا۔

”اور میں نے سنجیدہ ہونے کا اس دن فیصلہ کیا جس دن  
مٹھارویں بیوی کو بیاہ کر اپنے گھر لاؤں گا“

یہاں سے دو ٹوٹے ہوئے لوگ اُٹھ کھڑے ہوئے۔ ایک نے کہا: "جب آپ لوگ اپنی بج بک ختم کر لیں تو ہمیں کوئی کام نہیں ملے گا۔"

اِس پر ایک تہمت پڑا۔ اور پھر سب ایک دم سنبھل گئے۔

”اچھا زاد صاحب“ قاکا نے سب سے پہلے سوال کیا۔  
”اب تمہارے آپ یہ کما چکے ہو، کما کسی فلم کی پیسے میں بھرتی ہو گئے

”کیا کسی کہیں پر کام کر رہے ہیں آپ؟“ جاوید نے پوچھا۔

”کہا کسی اور عطر عورت سے عشق ہو گیا ہے۔“ اِس بار  
یہاں غیر سنجیدہ تھی۔

”تم فیمنوں کے انداز سے غلط ہیں۔ میں رسول آفرینا“

فوسانو۔ جنرل گوبا۔ آدھا چاند اور خود چوگند۔  
جوگند اور گوبا عمارت نہیں ہو سکتے تھے۔  
غدا صرف دو آدمی ہو سکتے تھے۔ فوسانو جواب کرنل  
فوسانو تھا یا آدھا چاند جس کی شناخت سے کوئی واقف  
نہیں تھا۔

غدا نے پہلے سے پرنسپل حکومت کو ساری اسکیمن بنا  
دی تھی۔ اسی لئے پرنسپل سپاہی اس جگہ پہلے سے موجود  
تھے جہاں جوگند کو کوڑنا تھا۔

اور اسی لئے سارے ملک آذونا میں پرنسپل سپاہیوں  
نے چھاپے مار کر انقلابی جماعت کے چالیس اہم لیڈروں کو گرفتار  
کر لیا تھا اور بک گولی مار دی تھی۔

لیکن اس غلام اور غلامی کے باوجود بین سلی لیڈر پرنسپل  
کو آذونا چھوڑنا پڑا۔ آذونا کوڑا ہونے دو سال گزر چکے تھے۔  
فوسانو اپنے ملک جا چکا تھا اور کرنل کے عہدے پر بحال تعلق  
سے ایک ماہ پہلے جنرل گوبا کو آذونا جانا پڑا تھا۔ وہاں کرنل

فوسانو سے جنرل کی ملاقات ہو گئی اور باتوں میں جوگند کا ذکر  
نکل آیا۔

کرنل فوسانو نے افسوس کے انداز میں سر ہلاتے ہوئے  
کہا۔

”مجھے جوگند کی موت کا افسوس ہے۔ آزادی کے بعد  
میں نے اس واقعہ کی تحقیق کی تھی۔ لیکن نتیجہ نہ نکلا۔ مجھے  
یقین ہے جوگند کی گرفتاری میں آدھا چاند کا ہاتھ تھا۔“

”آدھا چاند کون تھا۔ میرا مطلب ہے اب تو اس کی  
اصل شخصیت سامنے آگئی ہوگی۔“

”نہیں۔ مجھے معلوم نہیں۔ آپ جانتے ہیں پہلے انقلابی  
جماعت کا بڑا لیڈر میں تھا لیکن پرنسپل کی جیسے واقف ہو چکے  
تھے اسی لئے مجھ آپ کے ملک میں جا کر پناہ لینے پڑی تھی میرے  
جانے کے بعد جولین نے ہاتھ اندازہ ایک ہفتہ کے بعد ہی پہنچا  
تھا۔ اس کے بعد اس شخص ”آدھا چاند“ نے بائی کا کام سنبھال  
لیا تھا۔ اس کی کوششوں سے میں آزادی ملی ہے۔“

”پھر تو اسے بائی کے بہت سے لوگ جانتے ہوں گے۔“  
”بہت کم۔ اس کے صفحہ دو تین ترقی دوست تھے جو  
اس کی اصل شناخت جانتے تھے۔ زیادہ تر وہ فولن برپائی  
کے دوسرے لیڈروں کو پیغام بھیجتا تھا۔“

جنرل گوبا دوس دن بعد ہندوستان واپس آگئے۔  
جوگند کی یاد سننے سے اس کے ذہن میں تازہ ہو گئی تھی۔

کر رہی تھی اور سیکرٹ سروس میں مدد کر رہی تھی۔ آج کل آذونا  
میں کرنل کے عہدے پر مقرر ہے۔ قد چھ فٹ دو انچ (گوت) رنگ  
بیلا۔ وزن پانچ سال پہلے دو سو پینس پونڈ۔ آج کل دو سو ساٹھ  
پونڈ۔ عمر پینتالیس سال (پانچ سال پہلے)

اگر پرنسپل فور جوگند مسنگم کے سامنے دوٹھن بیٹھے تھے  
فوسانو۔ آذونا انقلابی جماعت کا نمائندہ اور سیکرٹ سروس کا لیڈر کرنل  
جنرل گوبا۔ فوسانو نے سامنے بیٹھ کر گفتگو کر رکھے ہوئے کہا۔

”تمہیں پیرا شوٹ سے اس جگہ گرا دیا جائے گا۔ یہ ایک  
ساحلی قلعہ ہے جس کا نام موزا ہے۔ یہاں زیادہ تر کسان دیاماسی  
گیر لیتے ہیں۔ بہت غریب علاقہ ہے۔ پرنسپل کیوں کہاں اس علاقے  
میں کبھی کوئی پریشانی نہیں آتی تھی۔ اس لئے انہیں پریشانی  
کبھی نہیں ہو سکتا کہ اس علاقے میں ہم کچھ کر سکیں گے۔“

”آدھا چاند انہیں یہاں مسلک۔ وہ غمخاری پوری پوری  
مدد کرے گا۔ دو دن تم یہاں بیٹھے رہو گے پھر آدھا چاند کی مدد  
سے تم آذونا جاؤ گے۔“

چودہ تازہ کو یعنی چار دن بعد پرنسپل گورنر سے امریکی  
ڈائریکٹر ٹری سفٹارہ ہے۔ آذونا میں استعماری کرسمس کے لئے کچھ  
پرنسپل کو ہتھیار سپلائی کر رہا ہے۔ تیار کام امریکن ڈائریکٹر ٹری  
سفٹارہ ہے۔ تاکہ امریکی اور پرنسپل میں کشیدگی پیدا ہو جائے اور  
امریکی پرنسپل کو ہتھیاروں کی سپلائی بند کر دے۔ سمجھ گئے تم؟

”لیس سر۔ جوگند نے سر ہلایا۔  
”کوئی سوال؟“

”نہیں۔“

”اچھا۔ فوسانو نے اس کے کان پر ہاتھ مار کر کہا۔  
”دش پوگند تک۔“

لیکن اگر پرنسپل فور جب وقت مقرر ہو پیرا شوٹ سے  
آذونا اسٹیٹ کے قلعہ موزا کے پاس اس خاص مقام پر گوا۔  
تو زمین پر چھٹنے کے بعد اسکی وہ اپنے جسم سے پیرا شوٹ بھی نہ کھول  
سکا تھا کہ چاروں طرف سے دشمنوں کی گولے پرنسپل سپاہی  
نکل پڑے اور اسے گرفتار کر لیا گیا۔

بعد کی رپورٹ کے مطابق ایک ہفتہ جوگند سے پوچھ گچھ  
کی جاتی رہی لیکن جوگند نے بہت باہنہ اور دھرم کا آدمی تھا۔  
اس نے زبان نہ کھولی۔ آٹھویں دن جوگند کو گولی مار دی گئی۔  
صاف بات تھی، جوگند کے ساتھ غلامی کی کئی تھی۔ کیونکہ  
اس اپریشن کے بارے میں صرف چاند آدمی جانتے تھے۔

تھی۔

اب اس کے دل میں انتقام کی آگ بھڑک رہی تھی اور وہ اپنے اس وطن کی تلاش میں آزدنا آیا تھا جس کی وجہ سے اس کو یہ عیشیں اٹھانی پڑی تھیں۔ ابھی مصیبتوں کا سہارا ہو چکا تھا۔

✽

اس مقصد کے لئے زائد کو چاہا ہی اس لئے کہا تھا کہ ناہم آزدنا کئی بار جا چکا تھا اور اس ملک میں اجنبی نہیں تھا۔ آزدنا یہ پہنچ کر بیر سے ڈاکٹر سس کو فاکو تلاش کرنا اس کے لئے مشکل نہیں تھا۔ نہ ہی روٹا کو تلاش کرنے میں زیادہ وقت اٹھانی پڑی تھی۔ ایک روز دوسرے روز لاپرواہی کو دیکھتا ہوا تھا اور ان کے کمرے میں بھڑکے کو شیش کرنا رہا تھا جس کو فاکو کے بارے میں جو کچھ اس نے فاکو میں یہی سیدھی دیکھ کر وہ انقلابی جدوجہد سے پہلے دہلی کے ایک مشہور ہوش میں کبیر سے ڈاکٹر سس اور جو کچھ سے اس کی دوستی تھی۔ جو کچھ کو آزدنا دیکھنے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ وہ فاکو جانتا تھا۔ اور کو فاکو آزدنا کے لئے ایک مقررہ کر یا قبول کی مقررہ رہی تھی۔

لاہور میں ان کا روزانہ سے محبت کرنے والے جو کچھ کے تعلقات اس اور ڈاکٹر سس کے شہر کے تھے؟ آزدنا پہنچنے کے بیر سے دل اس نے کو فاکو سے ملنے کا فیصلہ کیا۔

ان دنوں کو فاکو شہر کے مشہور ہسپتال کلب پر آڈاڑلو، میں ناچتی تھی کو فاکو عموماً کلب کے کلب بیکس پر تھی۔ لیکن ابھی تک وہ بیس بیس سال کی لکھی تھی، روٹا کی عمر بیس کی ہو چکی تھی۔ روٹا نے ابھی تک شادی نہیں کی تھی اور ابھی تک اپنے پانچ سال پہلے ملنے کو گراف کی طرح خوبصورت تھی۔ اس شام وہ پہرا ڈاڑلو ہو جس گیا اور بیچ کے سامنے ایک منوں کے پاس والی میری بیچ گیا۔

ہاں، شہر کے دولت مند اور شریف لوگوں سے بھرا ہوا تھا اور اسے ہاں میں لوگوں کی بولنے کی جھنجھٹ سی تھی۔ دفعتاً میں نیٹوں کی خوشبو سے شراب اور نیٹوں کی بو سے مل کر ایک عجیب طرح کی بو پیدا کی تھی جو میری اور نشا ورمی ہوتی تھی۔ اس پر ایک جاپانی ڈاکٹر ناراج رہی تھی۔

جب اس شام ناراج بندہ جانا تھا تو آکر کٹر پر کلب میں بیٹھ کر رہ گیا۔ اسی طرح جب شیر کی بار اٹھو شین لڑکی کا لڑکی کو فاکو اپنے قریب سے کسی عورت

جو کچھ ان کے فکر میں سب سے زیادہ میرے کا پریشانی اس کی موت کا ان کو بہت دکھ تھا، ہندوستان پہنچ کر اس نے فیصلہ کیا کہ وہ جو کچھ کے قابل کا پتہ لگا لیں گے۔ اس پہلے میں وہ جنرل کو بے کرنے اور دلوں پر جسے جڑوں سے لے کر کیا سیکم تیار کی جس کو پڑیشن، "فل مون"، دلوں پر چاند کا نام دیا گیا۔

اب لاپرواہی جو کچھ بن کر آزدنا جانا تھا جس کے لئے بہرہ رسانی تیار کی گئی تھی۔ جب جو کچھ کو گرفتار کر کے گولی مارنے کے لئے لے جایا گیا تو اس کے ساتھ بیس انقلابی اس کے جن کو گولیاں مارا۔ جہاں تھیں۔ سارے قیدیوں کو ایک لاکھ میں بکھرا دیا گیا۔ ایک مشین گن ان کے منہ سے فٹ کر دی گئی اس کے بعد پڑ نکالی افسر نے سر لایا۔

مطمین گن شہر گولیاں برسانی شروع کیں۔ سب ہندی وہاں پھیر چکے۔ پڑ نکالی افسر نے حکم دیا کہ سب کو حرکت میں کبتر کو سند میں پھینک دیا جائے۔ تاکہ پھیلیاں ان سے بیٹ بھر لیں۔ چنانچہ ساری لاکھیں سند میں پھینک دی گئیں۔ اتفاق سے جو کچھ سینے اور بیٹ میں تین گولیاں لگنے کے باوجود وہ مر نہیں تھا۔ یہ کوئی نہ اس کے جسم کے کسی اہم عضو کو نقصان نہیں پہنچا تھا۔ سند میں آتے ہی اس کو ہوش آ گیا۔ اگرچہ خون بہت نکل چکا تھا۔ لیکن زندگی تھی اس نے کسی طرح ایک ہسپتال میں لے کر لایا۔ اس کے لئے کوئی نہ دیکھا۔

پھر وہیں دے جانے سے اس طرف اسے لے گئیں۔ شاید وہ کبیر سے سند میں پہنچ گیا تھا کہ ایک جہاز کے مسافر کی اس پر نظر پڑ گئی۔ اس کو پانی سے باز رکھا گیا۔ جہاز آڈاڑلو گیا تھا۔ جہاز کے ڈاکٹر نے اس کا پریشانی کیا تھا۔ اس کی زندگی بچتی تھی اس لئے یہ اتفاقات ہوئے چلے گئے۔ آڈاڑلو شہر پہنچا کہ اس کو بند گاہ کے ہسپتال میں داخل کر دیا گیا تھا۔ اس دن بعد بند گاہ کے ہسپتال میں اس کو ہوش آیا تو وہ اپنی ہلاکت کھو چکا تھا۔ چونکہ جسمانی طور پر صحت مند ہونے کے بعد اس کو ایک عیسائی ڈاکٹر میں بھیج دیا گیا۔ وہاں اس کے دماغ کا علاج بھی ہوتا رہا اور وہ باغیانی کی کوری بھی کرنا رہا۔ کوئی نہ اپنے ماضی کو بھولنے کے باوجود وہ باقی سارے کام ہوش مندی سے کر سکتا تھا۔

آخر پانچ سال تک ڈاکٹروں کی سسٹن کو شش کے بعد اس کی یادداشت واپس آ گئی۔ واپس آتے ہی اسے یاد آ گیا کہ وہ کون ہے۔ کس مقصد کے لئے آزدنا گیا تھا اور کس کے ساتھ غلطی کی گئی تھی جس کے لئے اسے یہ مصیبت اٹھانی پڑی

کی آواز سنائی دی۔  
 ”اوہ۔ اسی آدمی کی شکل جو گندے کتے مل رہی ہے“  
 زاہد نے آہستہ سے گردن اٹھا کر دیکھا۔ اور اس اتفاق پر حیران رہ گیا کہ اس سے ایک میز کے سامنے برہنہ لڑکا ایک خوبصورت مرد کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھا رہا تھا۔ بالکل سیدھے جھے تھے۔ اس کی عمر چالیس پینتالیس سال کے قریب تھی لیکن وہ صحت مند تھا۔  
 ”ہنیں ڈارنگ“ اس کے سامنے نے کہا اور وہیں اسے ملتے جلتے سیٹنگروں پر بیٹھ گئے۔  
 اس بار لڑکا جو لڑکی کی ذہانت کا فائل ہونا پڑا۔ رونا اس کو پہچان نہیں سکی تھی۔ لیکن جو گندے کتے شہادت سے اس کو متوجہ کر رہا تھا۔ اب وہ ضرورت پڑنے پر اپنی فری کھائی سے کھانا لے کر اس سے رونا کو یقین دلانا سکتا تھا کہ وہی جو گندے کتے تھے۔  
 تقریباً آدھے گھنٹے بعد لڑکا وائٹس نے اس کو فائل کے نام کا اعلان کیا۔  
 کیا بتیال کچھ گیس ہو کر فائل بیٹھ بیٹھ رہی تھی۔  
 گونا کو فائل پر ہونے لگی تھی۔ مگر اس کا جسم سٹول تھا۔  
 ہاتھی دانت سے ترشا ہوا اور چمکتا۔  
 گونا اسٹال لائٹ کے درمیان کچھ دیر بیٹھ کر اپنی لڑکی پھر بیٹھ سے اس کا جسم سانپ کی طرح تل کھا رہا تھا۔ میوزک تیز آواز میں سچا تھا۔ گونا کی گود میں بیٹھ جاتی تھی۔ کسی کے ہوشوں سے سرگرم نکال کر ایک کش گاتی اور پھر اس کے منہ میں لگا دیتی۔ اس منٹ بعد وہ اس کی میز کے قریب آئی۔  
 اسٹال لائٹ کو فائل پر پڑتے ہوئے اس کے چہرے پر بھی پڑی۔ اب تک گونا کا جسم ساکت ہو گیا۔ اور اس کی نظریں حیرت سے پھیل گئیں۔ یہ کیفیت کوئی پندرہ سیکنڈ رہی اور پھر اس کا جسم حرکت میں گیا اور وہ ناجانی ہوئی آگے بڑھ گئی۔  
 اس کا مطلب تھا گونا کو فائل کو بھی اس کی شہادت نے حیران کر دیا تھا اگر گونا اور لڑکا کو یقین نہ ہوتا کہ جو گندے مرد چمکے ہو وہ اس پر جو گندے کتے ہونے کا شدید شک تھا۔ اب اس کی شہادت پر دونوں کو صرف حیرت ہوئی تھی۔  
 ڈانس ختم ہوا اور ہنسے ایک بیرے کو بھلا کر گیا۔  
 ”میں اس کو فائل سے ملنا چاہتا ہوں“  
 ”سو رہی سر۔ وہ اس وقت کسی سے نہیں مل سکتی“  
 زاہد نے جیب سے سہی روپے کے برابر مقامی نوٹ نکال کر بیرے کے ہاتھ میں دیکھ کر دیکھ کر کہا۔  
 ”میں اس کو لانا دوست ہوں“

بیرے کی ہاتھیں پھیل گئیں۔ اس نے کہا۔  
 ”آل رائٹ سر۔ اگر آپ دوست ہیں تو میرے ساتھ آئیے“  
 وہ آگے بڑھ کر چل دیا۔ پھر اس کو اندر لے کر دھارے سے اس کے پیچھے کی طرف لے گیا۔ یہاں ایک لمبا گوری ڈور تھا۔ بیرے نے اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔  
 ”سیدھے چلے جائیے۔ سب سے آخر میں اس کو فائل گورنر دے رہے ہیں۔“  
 زاہد آگے بڑھ گیا۔  
 آخری دروازے پر گونا کے نام کی تختی لگی ہوئی تھی۔ اس نے دروازے پر دستک دی۔ اندر سے ایک نسوانی آواز لے کر کہا۔  
 ”کون ہے۔“  
 جواب دینے کی بجائے زاہد دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا اور فائل کے سامنے بیٹھ کر اپنا ایک اپ ٹیک کر رہی تھی۔  
 آئینہ میں اس نے زاہد کی شکل دیکھی۔  
 اس کے ہاتھ سے اپ اسٹیک جھوٹ کر گڑی۔ وہ بڑی سے گھوٹی۔ اس کی جرت بھری نظریں زاہد کے چہرے پر جم کر رہ گئیں۔  
 تقریباً آدھا منٹ دونوں ایک دوسرے کو جرت سے دیکھتے رہے۔ پھر فائل کے منہ سے ہنسنے لگی۔  
 ”ک۔ کون ہو تم۔“  
 ”تم نے مجھے پہچانا نہیں گونا“  
 گونا کی آنکھوں سے خوف جھانکنے لگا۔ وہ ایک تدم بچے جیسے ہونے لگی۔  
 ”ہنیں نہیں۔ تم وہ نہیں ہو سکتے۔ تم جو گندے نہیں ہو سکتے۔ جو گندے کو مرے ہوئے پانچ سال ہو چکے ہیں۔“  
 ”تو آخر تم نے پہچان لیا۔“ زاہد نے جواب دیا اور ایک قہقہہ لگا کر ہنسنے لگا۔

گونا بیوقوف و فزہ ہو گئی تھی۔ وہ کچھ بھی آنکھوں سے اس کو دیکھ رہی تھی۔ پھر جب زاہد فائل میں اس نے اپنی آواز میں اپنا سوال دہرایا۔  
 ”کون ہو تم۔“  
 ”جو گندے“ زاہد نے جواب دیا۔ ویسے میں اب دینا لے لئے جگہ لیں ہوں“ میں مرجھا ہوا تھا۔  
 ”اوہ تو بہت ارا مطلب ہے تم پر سچ جو گندے ہوئے زاہد نے مسکراتے ہوئے کہا۔

گونا بیوقوف و فزہ ہو گئی تھی۔ وہ کچھ بھی آنکھوں سے اس کو دیکھ رہی تھی۔ پھر جب زاہد فائل میں اس نے اپنی آواز میں اپنا سوال دہرایا۔  
 ”کون ہو تم۔“  
 ”جو گندے“ زاہد نے جواب دیا۔ ویسے میں اب دینا لے لئے جگہ لیں ہوں“ میں مرجھا ہوا تھا۔  
 ”اوہ تو بہت ارا مطلب ہے تم پر سچ جو گندے ہوئے زاہد نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اس نے اپنی کہانی غم کی تو کوفہ نے ایک گہرا سانس دیا۔  
 ”کیسی عجیب کہانی ہے بشرطیکہ سچ ہو۔“  
 ”کیا اب بھی نہیں شک ہے؟“  
 ”بظاہر تو نہیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اب پانچ سال  
 بعد تم آؤ انہیں آئے ہو۔“  
 ”تم جانتی ہو پانچ سال پہلے تمہاری پارٹی کے ساتھ کسی  
 نے غلطی کی تھی اور میرے آٹھ لاکھ کی اطلاع پہلے سے چڑنگالی حکومت  
 کو مل چکی تھی۔“  
 ”ہاں۔ کو فہ نے سر ہلایا۔“

”اب اس وقت دوا آدمی میرے واسطے واقف تھے۔ ایک شخص  
 اس وقت دہلی میں تھا۔ وہ تمہاری پارٹی کا ہی لیڈر تھا اور دوسل  
 شخص یہاں پارٹی کی رہنمائی کر رہا تھا۔ اس کا کوڑا نام آدھا چاند  
 تھا۔“

”مجھے معلوم ہے، کو فہ نے کڑواؤ کا ذکر کیا۔“  
 ”میرا قاتل ان دلوں میں سے ہی ایک شخص ہو سکتا ہے۔  
 ایک شخص کو یہ جانتا ہوں۔ وہ یہاں اب ایک تیسرے عہدے پر  
 نیچے مقرر ہے۔ دوسرے شخص آدھا چاند کو یہ نہیں جانتا،  
 ”بھرتیئر سے پاس کیوں آئے ہو؟“  
 ”تعمیم اس انقلابی جماعت کی سرگرمیوں میں۔ اب تمہاری  
 ادائیگی ختم ہو چکی ہے، آٹھ لاکھ کا ڈاؤ ہو چکا ہے۔ اس نے کوفہ  
 تمہیں ضرور معلوم ہو گا کہ میرے ساتھ غلطی اس نے کی تھی۔  
 آدھا چاند کو یہ تھا؟“

”اب نے محسوس کیا کہ آدھا چاند کو فہ کی آنکھوں میں سے  
 خوف چمکنے لگا۔ اس نے کہا۔“

”م مجھے۔ مجھے کچھ نہیں معلوم۔“  
 ”تم خوفزدہ ہو۔“

”کوفہ نے اذیت میں سر ہلادیا۔“  
 ”کس سے۔“

”حالات سے۔“  
 ”کیا مطلب؟ کیا یہاں کے حالات بہتر نہیں؟“

”بڑے بڑے افسانے سے کچھ حاصل نہیں۔“  
 ”لیکن میں تم لوگوں کی مدد کرنے آیا تھا اور میرے ساتھ  
 دغا لگ گئی تھی۔ میں اس غلط تلاش کے اس کو اپنے ہاتھوں  
 سے قتل کرنا چاہتا ہوں۔ کیا تم میری مدد نہیں کر سکتے؟ تم  
 میری دوست نہیں کوفہ جب تم ہندوستان میں نہیں۔“  
 ”ادھو۔ کو فہ نے اس کی بات کاٹ کر کہا۔ تو میرے کچھ

”وہی جو گندہ جو پانچ سال پہلے تمہاری انقلابی پارٹی  
 کی مدد کے لئے پیراشوٹ سے مڑا قہقہہ کے باہر کھڑا تھا۔ اور  
 چڑنگالی سپاہیوں کے ہاتھوں گرفتار ہو گیا جسے پانچ سال پہلے  
 بڑنگالیوں نے گولوں کا نشانہ بنادیا تھا۔“ ہاں میں وہی جو گندہ  
 ہوں۔“

”لیکن۔ لیکن یہ نامک ہے۔ تم مر چکے تھے۔ میرا مطلب  
 ہے جو گندہ مر چکا ہے۔“

”ہمارے ملک میں ایک کہادت ہے۔ جسے رب لاکھ  
 اُسے کون باکھے۔ موت اور زندگی خلیکے ہاتھ میں ہے۔ میں بڑے  
 گیا تھا۔ یہ ایک لمبی کہانی۔“

”نہیں۔ میں نہیں مان سکتی۔“ آہستہ آہستہ کوفہ کا اپنے  
 حواس پر قابو ہوتا جا رہا تھا جو گندہ کی عمر پانچ سال پہلے چالیس  
 کے لگ بھگ تھی۔ اور تم بچپن سے کم نہیں۔“

”تم جو گندہ کے بھائی ہو سکتے ہو۔ جو گندہ نہیں۔“  
 زاہد نے پھر فرخندہ لگا کر کہا۔

”جب انسان موت کے مونہ سے واپس آتا ہے جب  
 اسے پانچ سال انتہائی عجیبوں میں گزارنے پر تہم میں تو اس  
 کی عمر کے سال ہیمنوں میں گزرنے لگتے ہیں۔ ڈاڈنگ کوفہ اگر تم  
 مجھے وقت دو تو میں بتاؤں گی کہانی سنا سکتا ہوں۔ اس کے بعد  
 یقین کرنے یا نہ کرنے کا فیصلہ تمہارے ہاتھ ہے۔“

”کوفہ کچھ دیر اس کو غور سے دیکھتی رہی۔ پھر بولی۔“  
 ”اچھا سناؤ۔“

”دیکھا میں کمری پر بیٹھ سکتا ہوں۔“  
 ”بیٹھ جاؤ۔“

”وہ یہ کہہ کر وہ آگے بڑھی اور کین کا دھانہ اندر سے بند کر کے  
 واپس باہر کی طرف آگے آئے ہوئے بولی۔“

”آل راسٹ اب سناؤ۔“  
 ”تم نے دھانہ بند کیوں کیا۔ کیا تم اب بھی خوفزدہ ہو۔“

”نہیں دیکھ کر خوفزدہ ہو گئی ہوں۔“  
 ”لیکن اب تم ڈاڈنگ کو قتل نہیں ہو۔ اب تو بڑنگالی حکومت  
 کا نہیں خوف نہیں۔“

”ڈرنے کے لئے ابھی بہت سی چیزیں ہوتی ہیں۔ ہر حال  
 تم پہلے اپنی کہانی سناؤ۔“

”زاہد اس کو اپنی فرضی کہانی سناتے لگا کہانی سناتے  
 ہوئے زاہد نے غلطی کوفہ کے چہرے پر نہیں اور وہ محسوس کر رہا تھا  
 کہ آہستہ آہستہ کوفہ کے شکوک ختم ہوتے جا رہے تھے۔ آخر جب





”یہاں آؤ۔“  
زابد واپس گیا۔ کوفہ نے کین کا دروازہ پھرا کر سے  
بند کر دیا۔

”آل رائٹ تم جیت گئے۔“  
”گویا تم مجھے سب کچھ بتانے کو تیار ہو۔“ زابد نے سر ت  
بھرے بغیر کہا۔  
”مجھے کچھ معلوم نہیں۔ لیکن شاید میں تمہیں ایک ایسا نام  
بتا سکوں جو تمہاری مدد کر سکے۔ تم ایسا کرو کل پانچ بجے میرے  
مکان پر آ جاؤ۔“

”کھال۔“  
کوفہ نے اپنے پرس میں سے ایک کانڈو نکال کر اس کی  
جانب بڑھا دیا۔ کانڈو نے کرنا بد لولا۔  
”کل پانچ بجے، ہی کیوں۔ صبح با دوپہر کو کیوں نہیں؟“  
”میں یہاں دو بجے تک ڈانس کرتی ہوں۔ تین بجے  
تک گھر پہنچتی ہوں اور تقریباً چار بجے تک سوئی ہوں۔ آپس  
لے بارہ ایک بجے سے پہلے اچھ نہیں بھلتی۔ نہاتے دھوئے  
کھانا وغیرہ کھاتے تین بجے جاتے ہیں۔“  
”اوکے۔“ زابد نے کاروبیب میں رکھتے ہوئے کہا۔

”کل پانچ بجے۔“  
”کل پانچ بجے۔“ کوفہ نے اس کے الفاظ دہرائے۔  
زابد پھر واپس چل دیا۔ وہ کیبن کا دروازہ کھل گیا  
تھا کہ کوفہ نے کہا۔  
”جنگ نہ رہے۔“

”ہاں۔“ زابد نے سر ہٹا کر کہا۔  
”پلیز جی کر نل۔“  
زابد نے ایک قہقہہ دگا کر کہا۔

”تم ضرورت سے زیادہ خوفزدہ ہو ڈار رنگ۔ مجھے تو  
یہاں کوئی جانتا بھی نہیں۔ میں تو جگہ نہیں ہوں۔ دنیا جانتی  
ہے کہ جگہ نہ رہ چکا ہے۔“  
یہ کہہ کر وہ باہر نکل گیا۔

ہاں میں پہنچ کر سے روزنا کا خیال آیا۔ روزنا ادھر کس  
کاساتھی جا چکے تھے۔  
وہ ٹیل پر آ کر بیٹھ گیا۔ چند منٹ بعد وہی سراسر کھڑکی کو  
آواز میں لولا۔  
”ملاقات ہو گئی سر۔“

”ہاں۔“ اس نے سر ہٹا کر کہا۔ پھر رونکی میز کی جانب اشارہ  
کر کے کہا: ”اسی جیز پر ایک عورت اور ایک مرد بیٹھ گئے۔“  
”وہ تو چلے گئے۔“

”وہ تو میں بھی دیکھ رہا ہوں۔ کیا تمہارے مستقل خریدار  
ہیں۔“  
”کبھی کبھی آتے رہتے ہیں۔“  
”تم ان کو جانتے ہو۔“  
”نہیں۔ مگر۔۔۔“

پیر سے نے جان کو جو کرنا جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔  
”دھمک کر گیا۔“ اس نے پوچھا۔  
”چھوڑ دیتے سر۔ اس بات کا شاید آپ سے تعلق نہیں؟“  
زابد سمجھ گیا کہ وہ کچھ رو بہ چاہتا ہے اس نے اس سے  
دس روپے کے برابر نوٹ نکال کر اس کو دے دیے ہوئے کہا۔  
”میں ان دونوں کے بارے میں سب کچھ جانتا چاہتا  
ہوں۔“

پیر سے نے نوٹ سٹی میں لے کر گیا۔  
”کیا آپ پولیس والے ہیں؟“  
”کیا میں پولیس والا نظر آتا ہوں۔ میں نے اس روٹی کو  
کبیں دیکھا ہے اس نے مجھے اس کی ذات میں دلچسپی ہو گئی ہے۔“  
پیر سے نے ادھر ادھر دیکھا، پھر آواز دبا کر بولا۔

”جب آپ اس کو کوفہ سے ملنے گئے تھے۔ اس قبل والے  
صاحب نے ہلا کر کچھ سے کہا تھا کہ میں کوفہ سے ملنا چاہتا ہوں؟“  
زابد نے چونک کر پوچھا۔

”کیا ان کو بہتہ تھا کہ میں اس کو کوفہ سے ملنے گیا ہوں؟“  
”جی نہیں۔“  
”پھر کیا ہوا۔“

”چونکہ آپ ان سے ملنے گئے تھے اس لئے میں کوئی شور  
میں گیا، کچھ دیکھ مارا ہا پھر ان سے کہہ دیا۔  
”س کوفہ اپنی بی بی، اس وقت کوئی ان کے ساتھ ہے  
اور وہ بہت ہمدردی بات کر رہی ہیں۔ پھر کسی وقت مل سکیں  
گی۔“

”پھر۔۔۔ ان پر کیا اثر ہوا۔“  
”کچھ نہیں، مگر وہ کچھ اچھا کر رہا گیا۔“  
زابد سوچ میں پڑ گیا۔ کیا یہ محض افغان تھا کہ روزنا اس  
کاساتھی اس وقت کوفہ سے ملنا چاہتا تھا یا انہیں کسی قسم کا شک  
ہو گیا تھا۔

روئل کے وہ الفاظ اس کے ذہن میں گونجنے لگے۔  
 ”اوہ اس آدمی کی شکل جو گذرے کے کتنی مل رہی تھی“

اس سے شبناخت کے بعد کوٹا سے ملنے کی خواہش  
 کیا ماضی اتفاقی تھی؟ کوٹا خوفزدہ تھی۔ وہ کوئی نام بتانے کو تیار  
 نہیں؟ آخر وہ کس سے اور کبوں خوفزدہ تھی؟  
 رونا کا سانس لی کوٹا تھا۔ کیا وہ بیرے کے جواب کے  
 بعد اٹھ کر گیا تھا اور اس نے کوری ڈوڈی کے کمرے پر کھڑکی کی  
 باتیں سنی تھیں۔

یہ تمام خیالات اس کے ذہن میں آدھے منٹ میں گزر  
 گئے۔ اور اس نے بیرے سے آخری سوال کیا۔  
 ”کیا میرے جانے کے بعد وہ عورت یا اس کا ساتھی  
 اسے کچھ کوری ڈوڈی میں گئے تھے؟“  
 ”سوری یہ مجھے معلوم نہیں۔“ بیرے نے جواب دیا۔  
 ”میرا دل پر دم روٹ ہو گیا تھا۔“  
 لہذا وہ دل میں ہلکی سی غلٹس لے کر وہاں سے اٹھ گیا۔

ایک سے دیرمانے درجہ کے ہوٹل میں لہذا جگہ لیش کے  
 نام سے شہر اچھا تھا۔ کاؤنٹر سے جانی لے کر وہ اپنے کمرے میں  
 گیا۔ دوڑنے میں رک کر اس نے ایک نظر دیکھا۔  
 سب کچھ ٹھیک تھا۔ میکان اس کی شروع سے ہی احتیاط  
 برتنے کی علامت تھی۔  
 اس نے اپنا اٹیچی کیس کھولا۔ اٹیچی میں اوپر ہی دو کتابیں  
 رکھی تھیں۔ دونوں کتاب ایک دوسرے پر کرکڑی کی شکل میں لکھی  
 تھیں۔

اس نے جیب سے قلم نکالا جس پر نیٹی میٹر کے نشان  
 بھی بنے ہوئے تھے۔ قلم سے اس دونوں کتابوں کے درمیان  
 زاویہ کوٹا پایا۔

اس کا دل تیزی سے اچھلا  
 زاویہ میں فرق تھا۔

اس کا مطلب تھا اس کی غیر موجودگی میں کسی نے جڑی  
 احتیاط سے کتابوں کو جھونکا تھا، یعنی کسی نے تلاشی لی تھی۔  
 تلاشی لینے والا کوئی تربیت یافتہ اور تجربہ کار شخص تھا۔ اس  
 نے ہر جگہ کوٹا کی جگہ رکھنے کو شخص کی تھی۔ اسے صرف یہ  
 پتہ نہیں تھا کہ لہذا کتابوں کو ایک زاویہ پر لٹائی گئی تھی۔  
 کیونکہ اسے یقین تھا غلط تلاشی لینے والا کتابوں کو لڑائی پوزیشن

میں رکھنے کی کوشش تو کرے گا تاہم ناچنے کا سال اس کے  
 ذہن میں نہیں آئے گا۔

وہ آنکھ پر پٹی باندھ کر جاتا اور فون اٹھا کر پڑھتا رہتا۔  
 ”میں کمرہ نمبر ۳ سے جگہ لیش بول رہا ہوں۔ کیا میرے  
 پیچھے کوئی میرے کمرے میں آیا تھا؟“  
 ”نوسرے ملک نے جواب دیا۔

”ہوٹل کا کوئی نوکر صفائی کرنے نہیں آیا تھا۔“  
 ”نوسر۔ ہمارے ہوٹل میں صفائی صبح صبح کی جاتی ہے۔“  
 لہذا ہونے فون رکھ دیا۔ اٹیچی سے آنکھیں شیشہ نکال کر  
 دروازے کے تانے کو دیکھنے لگا۔

”تاہم پر کسی قسم کے نشانات نہیں تھے۔ اس کا مطلب  
 تھا تلاشی لینے والا جانی سے تالا کھول کر آیا تھا۔“ اس نے  
 جلدی سے ٹھوم کر دیکھا بالکونی کی طرف والا دروازہ کھلا ہوا تھا۔  
 وہ تیز چلتا ہوا بالکونی میں آیا اور اپنے دونوں طرف بالکونیاں  
 تھیں اور دونوں سے کوئی آدمی بہت آسانی سے اس کے  
 کی بالکونی میں آسکتا تھا۔ لہذا ہونے جڑا کر خود سے کہا۔

”اب تو پڑھ رہے ہوتے جا رہے ہو، خود دروازہ اس لاپرواہی  
 کی سزا میں تم قتل بھی ہو سکتے ہو۔“  
 بالکونی کا دروازہ بند کر کے اس نے لباس تبدیل کیا اور  
 سونے کے لئے بیٹ بکرا جیت کی بات یہ تھی کہ اس کو آواز آئے  
 تین دن ہو چکے تھے۔ پھر آج ہی کسی نے اس کے کمرے کی تلاشی  
 کیوں لی؟ آج کیا خاص بات ہوئی؟  
 بس سوچتے سوچتے اسے نیند آگئی۔

دوسرے دن سارا دن وہ تھہر میں بے مقصد گزرتا  
 رہا وہ ہر کوا اس نے ایک مفاتیح اخبار کو فون کیا۔ جواب ملنے  
 پر اس نے کہا۔

”کیا میں کسی مفاتیحی رپورٹر سے بات کر سکتا ہوں؟“  
 چند لمحوں بعد ہی ایک مردانہ آواز نے کہا۔  
 ”جیک اسپیکنگ“  
 ”کیا آپ مفاتیحی رپورٹر ہیں؟“ جیک نے سوال کیا۔  
 ”جیف رپورٹر ہوں۔“  
 ”مجھے ایک لہذا رپورٹر کی تلاش ہے۔ جو چند سال  
 پہلے ایک ہندوستانی اخبار لایٹ ایشیا نیوز کی نمائندہ تھیں“  
 ”آپ کا مطلب مس رونا سے ہے؟“  
 ”ہاں۔ ہاں مس رونا“

”وہ اب بھی ایسی اخبار کی نمائندہ ہیں“

”یہاں کہاں رہتی ہیں؟“

”ہوٹل ”لائبلا“ میں انہوں نے پورا فلیٹ لے رکھا ہے“

”اوسکے خلیفہ کیو؟“

”کہا میں پوچھ سکتا ہوں، کون صاحب بول رہے ہیں؟“

جواب میں زاہد نے فون لکھ دیا۔

✱

چچیکے باپ بچے وہ کونسا مکان پر پہنچا۔ کونسا کا فلیٹ

تیسری منزل پر تھا عمارت پرانی تھی۔ زینے میں بلب تک نہیں تھے

لفٹ بھی نہیں تھی۔ زینے سے تیسری منزل پر پہنچا ایک دروازے

پر کوئی نام کی تختی لگی ہوئی تھی۔ اس نے دروازے پر ہلکی گھنٹی

کا بزن دیا۔

اندھ کیس ”بزرگ“ بچنے کی آواز سنائی دی۔ کیس دروازے

پر کھڑی نہ آیا اس نے وقفہ دے کر گھنٹی بجائی۔

دو تین بار گھنٹی بجانے پر بھی جواب نہ ملا تو زاہد کا ہاتھ

ٹھنکا۔ اس نے دروازے کا ہیڈنل کھارک دیکھا۔ دروازہ کھلا

تھا۔ ہیڈنل گھوم گیا۔

دروازہ بند کر کے اس نے پھر دیکھا ”کونسا کونسا“

جب کوئی جواب نہ ملا تو جلدی سے سامنے والے

دروازے کی طرف بڑھا۔ دوسرا کمرہ خواب گاہ تھا اور وہ خالی

پڑا تھا۔

اس نے باغیچہ روم کے قریب جا کر دیکھا۔ باغیچہ روم کا

دروازہ بھی کھلا تھا۔ اور خالی تھا۔

اب اسے یقین ہو گیا کونسا کسی کام سے چلی گئی ہے۔ وہ

صوفے پر بیٹھ کر انتظار کرنے لگا۔ بہتر پر کچھ رسالے پڑے تھے۔

وہ رسالوں کی ورق گردانی کرنے لگا۔

نہ جانے کتنی دیر بعد اسے پیاس لگی۔ اس نے گھر کی

دیکھی۔ اس کو پیسے ہوئے آدھا گھنٹہ گزر چکا تھا۔

کسے میں پانی کا کوئی انتظام نہیں تھا۔ باہر واپس کرے

میں ایک اور دروازہ تھا۔ اس نے سوچا تھا کہ وہ دروازہ شاید

براہ راست فلیٹ میں کھلتا ہوگا۔ پانی کا کوئی انتظام نہ دیکھ کر

وہ سمجھ گیا کہ وہ دروازہ باہر کی خانہ ہوگا اس نے دروازہ کھولا۔

پہلی نظر اس کی سامنے رکھے ہوئے فرنیچر پر پڑی اور دوسری

نظر وہاں تک گئی۔

وہاں تا جیکس نہ ہیں سے چارٹ مٹھی نہیں۔

زاہد کے دل نے ایک جھٹکا کھایا نظروں میں آنچوں کے

ساتھ ساتھ چھت تک گئیں۔ چھت میں ایک ہک تھا۔ ہک

میں ایک رسی تھی جس میں کونسا کی گردن تھی۔

چند لمحوں کے لئے زاہد بت بن کر رہ گیا۔ پھر اس نے

جلدی سے آگے بڑھ کر کونسا کی گردن ہک کو چھو کر دیکھا۔

وہ ہر ہک کی طرح سخت تھی۔ اس کا مطلب تھا اس کو

مرے آٹھ دس گھنٹوں سے زیادہ بوجھنے تھے۔

ٹٹانگوں کے نیچے ایک اونچا اسٹیل میڑھا پڑا تھا جس کے

ایک پاسے سے دھانگے سے ایک بڑا بندا تھا جو کسی ڈائری

کا جیٹا ہوا ورق تھا اس پر لکھا تھا۔

”نہیں۔ نہیں۔ اب مجھ سے برداشت نہیں ہو سکتا صبر

کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔“

زاہد کو یقین تھا کہ یہ کونسا کی تحریروں کی۔

ساتھ ہی اسے یہ بھی یقین تھا کہ کونسا نے خود کشی نہیں

کی اس کو قتل کیا گیا تھا۔ اور شاید کونسا کو ڈائری لکھنے کی عادت تھی

اس کی ڈائری سے یہ ورق پھاڑ کر اسٹیل سے باندھ دیا گیا تھا

تاکہ یہ خود کشی معلوم ہو۔

✱

ایسے رات کی گھنٹے وہ کمرے میں سہتا رہا۔

کونسا کی موت سے شہر میں ہلچل مچ گئی تھی۔ واقعی کسی راز کا علم

تھا۔ اسی لئے وہ خوفزدہ تھی۔ شاید چراتے خول بصورت دلوں کی

یاد سے وہ جذباتی ہو گئی اور اس کو لازماً بتانے کو تیار ہو گئی اور نتیجہ

میں اس کی آواز ہمیشہ کے لئے ختم کر دی گئی۔

ایک بار پھر وہ رونا کے ساتھ ہی کے بارے میں سوچنے لگا۔

رونانے کا تھا۔ ”برا آدمی جو گندہ سے کتنا مناس ہے“

”ممکن ہے وہ بچپان گیا ہو کہ وہ جو گندہ رہی ہے۔ ممکن ہے

اسی لئے وہ کونسا سے مل کر اسے وارننگ دینا چاہتا ہو“

اس آدی کے بارے میں مجھے چھان بین کرنا ہوگی اس نے

سوچا،

لیکن اس آدمی کے بارے میں چھان بین کرنے سے پہلے

اس نے قصہ سنا میں جا کر تحقیق کرنے کا فیصلہ کیا۔ جہاں اصل

جو گندہ کو گزندہ کر کے گولی ماری گئی تھی۔

.....

تیسرے دن وہ قصہ سنا میں تھا۔ یہ آج بھی غریب بستی

تھی، ملا حلقہ اور کسٹول کی بستی۔ سارے قصہ میں ایک ہوٹل تھا۔

بہت معمولی۔ اسے پتہ تھا کہ موزا میں ہی کرنل فوسا کو آبائی مکان

نہ۔ فوسا کے حیدرستان جانے کے بعد پڑھانگ لیسوں نے اس

یہ قہقہہ کر رہا تھا۔

گول ماردی تھی۔

”اوہ گاڈ“، سوال بولا۔ اب مجھے یاد آیا جب ان کو گولی ماری گئی تھی۔ انہی دنوں پرنسز کا بیول نے ایک ہندوستانی جاسوس پکڑا تھا جو پیرا شوٹ سے کودا تھا۔

پھر سران نے ناہد کو مخاطب کر کے کہا۔  
”یہ تقریباً پانچ سال پہلے کی بات ہے سر۔ ہمارے قہقہہ میں ہمیشہ امن و رشتہ تھا۔ یہاں کبھی کوئی ہنگامہ نہیں ہوا تھا۔ لیکن ایک روز ایک نیک یہاں جا رہا تھا اور کوں بن لکڑ کر رہا تھا۔ آئے۔ انہوں نے سارے قہقہہ میں قہقہہ لگا دیا۔ اور مشرق و فساد کے مکان پر قہقہہ کر دیا۔ مشرق و فساد ایک بہت بڑے انقلابی لیڈر تھے۔ پرنسز کی حکومت نے ان کے سرورس ہزار ہارسی ڈالر کا انعام رکھا تھا۔ اس لئے ہندوستان چلے گئے تھے۔“

”اب وہ کہاں ہیں؟“ ناہد نے سوال کیا۔  
”آجکل وہ آفرما میں رہتے ہیں اور کرنل کے عہدہ پر ہیں۔“  
”اچھا پھر کیا ہوا۔“ فردا انھیں سے متنبہ۔ کہاں تڑپ رہے

دلچسپ ہے۔“  
”بس کیا ہوا تھا۔ تین روز اس قہقہہ میں گرفتار رہا۔ پھر وہ ہندوستانی جاسوس پیرا شوٹ سے کودا۔ سپاہیوں نے اس کو زمین پر قدم رکھتے ہی پکڑ لیا۔ بعد میں یہاں یہ افواہ عام ہوئی کہ اس ہندوستانی جاسوس کے ساتھ غلامی کی گئی تھی۔ وہ یہاں انقلابیوں کی مدد کو آئے۔ آئے۔ کسی انقلابی نے ہی اس کی تجویز کی تھی۔ اس کے بعد کچھ بھول دیا گیا۔ ایک ہفتہ تک اس جاسوس سے پرنسز کی کوچہ گچھ کرتے رہے۔ انقلابی پارٹی کے بہت سے لوگ انہوں نے پھرتے اور پھر سب کو گولی مار دیا۔“

”آپ کے ماموں بھی ان کو گولی میں شامل تھے۔ مجھے افسوس ہے سر۔“

”اوہ اب افسوس کرنے سے کچھ حاصل نہیں۔“ ناہد نے کہا۔ ”ان کو مرے پانچ سال گزر چکے ہیں۔ دل کے زخموں کے لئے وقت سب سے بڑا دشمن ہے۔ میں اپنے ماموں کے آخری دنوں کے حالات جانتا جا رہا ہوں۔ کہا آپ ان کو فانی طور پر جانتے تھے۔“

”فوسر۔ میں فانی طور پر ان کو نہیں جانتا تھا۔“  
”کیا ان کا کوئی دوست تھا۔“  
”ناری نے آدھی صدی تک دوست نہ کیے۔“  
”ناریاں جے گوئل ان کے بارے میں بتا سکا۔“

”ناریاں جے گوئل کا نام“ جان فانی نے پوچھا جو فانی زبان میں ”جنت“ کے معنوں میں استعمال ہوتا تھا۔ پوئل کو ادھیٹر کا ایک چوڑا چلا تھا۔ مرکا نام سخاں اور عورت کا نام تاک تھا۔ پوئل کی حالت سے پتہ چلتا تھا کہ کبھی کبھی دوسرے کوئی مسافر نکلتا تھا اس سے دونوں میاں بیوی اپنے اپنے اور پوئل کے اخراجات ملتے تھے یہی وجہ تھی کہ ناہد جیسے ایک صاف مغربی آدمی کو کچھ گران کی باتیں کھل نہیں اودھا انہوں نے ناہد کا اس طرح غیر مقدم کیا جیسے وہ اس ملک کا وزیر اعظم ہو۔  
دونوں میاں بیوی نے اس کے لئے مل کر کوہ صاف کیا۔  
بستر پر ایک دھلی جاوری بچھا دی۔ پھر ناری نے کہا۔  
”کیا آپ کھانا بھی کھائیں گے سر۔“  
”کھانا نہیں کھاؤں گا تو کھانا جاؤں گا۔“ ناہد نے مسکرا کر کہا۔

”تو بس آپ کے لئے اپنے ہاتھوں سے کھانا بناؤں گی۔“  
”ناری پوجن آواز میں اس طرح بولی جیسے پوئل میں دس پندہ یاد دہی ملازم ہوں۔“  
ناہد ان دونوں کو دوست بنانا چاہتا تھا۔ اسے یقین تھا سوال اور ناری قہقہہ کی دانی ہوں گے۔ یہاں کا کوئی نا اعلان کی آنکھوں اور کانوں سے نہ جانتا ہوگا۔

جن دنوں کرنل فوسا نو بندہ سخاں میں تھا۔ اس نے یہی بنایا تھا کہ اس کے مکان میں ان دنوں سب لوگ انقلابی پارٹی کے ممبر ہیں۔ خاص طور پر وہ اپنے باغبان کا ذکر کرتا تھا جو مغربی تھی تھا لیکن انقلابی پارٹی میں اہم مقام رکھتا تھا۔ بعد میں اس کو پرنسز کا بیول نے گولی ماردی تھی۔

رات کے کھانے کے بعد ناری نے خاص طور پر کافی بنائی۔ ناہد نے سوال کو بڑھا سگریٹ بھی پیش کی اور کافی پیئے ہوئے بولا۔  
”میرا اس قہقہہ سے بہت پرانا تعلق ہے۔“

”اچھا۔“ سوال نے سگریٹ کا کش لگاتے ہوئے کہا۔  
”آپ یہاں کبھی رہ چکے ہیں۔“  
”نہیں۔ میرے ماموں مسٹر ساگا یہاں رہتے تھے۔ وہ باغبان تھے۔“

سوال اور ناری کے ملتے بریل پڑ گئے۔ پھر ناری نے اچانک چپک کر کہا۔  
”اوہ سوال تم بھول گئے۔ مسٹر ساگا کرنل فوسا کی کچھ بڑی تھے۔ وہ انڈی گروڈ جنت کے ممبر تھے اور پرنسز کا بیول۔“

”گوگل کون ہے؟“

”وہ مشرق وسطیٰ کے مکان کا جو کہلا ہے جس زمانے میں یہاں انقلابیوں کو گولیاں مار کر جا رہی تھیں اس وقت یہ کہلا تھا۔ آپ کے سامان اور گوگل دونوں ہی کو کچھ کے سرورٹ کو آرڈر میں رہتے تھے۔“

”ابھی بات ہے میں کل گوگل سے جا کر ملوں گا۔“  
”آپ کل بھی رہیں گے۔“ سلمان نے مسرت سے بھرے لبوں میں کہا۔

”ہاں۔ میں کل اور بھر دوں گا۔“

”ویری گڈ سرور۔ ویری گڈ۔“

دو دن کی تنگدستی آدنی کا تصور کر کے دونوں میاں بیوی کی آنکھوں میں چمک پیدا ہو گئی۔

✽

گوگل چھوٹ سے سبھی اپنا باری قدر چڑا کر ایک بڑھا شخص تھا جب زائد فوسال کی کوکھی میں داخل ہوا۔ گوگل نے کہاں چیرنا تھا۔ زائد نے غریب پرہیز کر کے ہنسا کر کہا۔

”کوکھی بہت خوبصورت ہے۔“

گوگل کا ہاتھ ٹوک گیا۔ اس نے گھور کر زائد کی طرف دیکھا اور بولا۔

”کون ہو تم؟ کیا تمہیں یہ پتہ نہیں یہ پڑا ہوٹ پر لڑی ہے؟“  
”مجھے معلوم ہے مشرق گوگل۔ میں ایک اخباری رپورٹر ہوں اور انقلاب پر ایک کتاب لکھ رہا ہوں۔ مجھے پتہ چلا ہے کہ انقلاب سے پہلے اس کو کچھ ہی سبکی تھی اور اسے کچھ نہیں سمجھتے تھے۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ اس کو کچھ کے چرانے اور تم ہو اس لئے میں تم سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔“

”مجھے کچھ معلوم نہیں۔ گوگل نے غصا کر کہا۔

”میں تمہاری یادداشت تازہ کر سکتا ہوں۔ پانچ سال پہلے اچانک یہاں کر فوٹو لگا تھا۔ تین دن کر فوٹو لگا رہا۔ پھر ایک ہندوستانی جاسوس پیر شوٹ سے کوہا تھا۔ لیکن پڑنگا لے پاہیوں کو پہلے سے معلوم تھا اس لئے وہ جاسوس کے استقبال کے لئے اس جگہ موجود تھے جہاں وہ کوہا تھا۔

ایک ہفتہ بعد اس جاسوس کو پندرہ بیس باغیل کے ساتھ گولی مار دی گئی۔“

گوگل نے کلبازی کا دستہ اپنے کوٹھے سے دیکھا کر کہا۔

”اب انقلاب آچکا ہے پڑنگا لے جا چکے ہیں اس لئے مرنے مرنے اٹھانے سے کہا فائدہ؟“

”تاؤ نہیں اس طرح لکھی جاتی ہیں گوگل۔ مشہور یہ تھا کہ اس ہندوستانی جاسوس اور اس زمانے کے کئی اہم لیڈروں کو قتل کرانے میں کسی انقلابی جماعت کے ممبر کا ہی ہاتھ تھا۔ کوئی غدار انقلابی جماعت میں تھا۔“

”ہو گا۔ گوگل نے لڑا رہی سے کہا۔

”کیا کسی وقت بھی اس شذر کا نام کھل کر سامنے نہیں آیا؟“  
”اگر کیا تھا تو مجھے معلوم نہیں۔“

”میں نے سنا ہے یہاں ایک باغبان ساگان نام کا تھا اسے بھی پڑنگا لے نے گولی مار دی تھی۔“

”ہاں تھا۔“

”کیا وہ بھی انقلابی جماعت کا ممبر تھا۔“  
”ہاں۔“

”پڑنگا لے سپاہیوں کو ایس پڑنگا کیسے پوچھتا تھا۔“

”مجھے کیا معلوم۔“

”کیا تم پر بھی پڑنگا لے نے کبھی شبہ کیا تھا؟“

”کیوں کرتے۔ میں ایک سیدھا سادا جو کیا رہوں؟“

”تم سے پڑنگا لے کو باتیں کرتے تو ضرور سنا ہوگا۔“

”میں گوگل کی باتیں چوری چوری نہیں سنتا۔“

”لیکن تم وہیں آدمی ہو گوگل۔ کچھ تو مجھے پانچ سال پہلے کے واقعات کے بارے میں بتا سکتے ہو۔“

گوگل کی آنکھیں چھوٹی پڑ گئیں اس نے زائد کو گھورتے ہوئے کہا۔

”تم آؤنا میں شہید فوسال کے کیوں نہیں ملتے۔“

”شہید فوسال کون ہے؟“

”میں نے سنا ہے انقلابیوں میں اس کا حکم ہی چلتا تھا۔“

”کیا وہ اب بھی آؤنا میں ہے؟“

”وہاں ہے۔“

”وہ کہاں رہتا ہے؟“

”یہ مجھے معلوم نہیں۔ اب تم جاؤ میرا وقت منت خراب کرو۔“

مجبوراً زائد واپس چل دیا۔ کچھ دیر آنے کے بعد اس نے گھوم کر دیکھا۔ گوگل کو کچھ کی طرف جا رہا تھا۔

”کیا کسی کو فون کرنے گیا ہے؟“ زائد نے سر جا کر گوگل کا رویہ بڑا عجیب تھا۔ شروع سے اس کا نام نہ تھا تھا تھا۔

بوتل واپس آکر اس نے سلمان ان سے پوچھا۔

دو گھنٹے تک بے مقصد سرکول ریگوسٹار رہا۔  
اب اس کا تعاقب کرنے والا کوئی نہیں تھا یا کوئی بہت ہی چالاک شخص تھا جس کو وہ ہرچان نہیں پایا تھا۔  
دو گھنٹے بعد اس نے ایک اور دیہاتی درجے کے ہوٹل میں کمرہ کرایا۔ سامان رکھ کر غسل کیا۔ اور لباس وغیرہ تبدیل کر کے بیچے آیا۔

کاؤنٹر ملک کو چابی دیتے ہوئے بولا۔  
”کیا آپ کو معلوم ہے ڈاکٹر شیخا کو کہاں رہتے ہیں؟“  
”جی ہاں۔ برنی روڈ پر ان کا مطب ہے۔ مگر وہ اس وقت نہیں ملیں گے۔“  
”پھر کس وقت ملیں گے؟“  
”وہ صبح چھ بجے سے کر چار بجے تک مطب میں بیٹھے ہیں۔“

”میں نے سنا ہے وہ شہر میں بڑے مقبول ڈاکٹر ہیں۔“  
”دیس سر۔ لوگ ان کو دیوتا مانتے ہیں۔ غریبوں کے عیوہ ہندو ہیں۔“  
”دو تھینکس“ زاد نے جواب دیا، اور کھانا کھانے کے لئے ہوٹل کے ڈائننگ ہال کی طرف چل دیا۔

✽  
ڈاکٹر شیخا کو کے مطب میں بڑی لمبی لائن میں بول کی لگی ہوئی تھی۔ زاد اپنے ساتھ کتاب لے گیا تھا۔ وہ بھی لائن میں بیٹھ گیا۔ ادا عیذان سے کتاب پڑھنے لگا۔ تین بجے کے قریب اس کا نمبر آیا۔ ادویر عمر زس نے وہ تنگ روم میں آکر کہا۔  
”اگلا مریض۔“

زاد اٹھ کھڑا ہوا۔ اور زرس کے ساتھ دوسرے کمرے میں داخل ہوا۔ دیننگ روم اور ڈاکٹر کے کمرے کے درمیان ایک کمرہ تھا۔ جس میں زرس بیٹھتی تھی۔  
زرس نے ڈاکٹر کے کمرے کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔  
”آپ کو پانچ منٹ انتظار کرنا ہوگا۔ ڈاکٹر صاحب میرے امرا کر نے پر سبچو چراؤ کا کافی لے رہے تھے، انہیں پین کر نے کو کبھی نہیں ملتا۔“

یہ کہہ کر زرس نے کمرے کا دروازہ بند کر دیا اور وہ ڈاکٹر کے کمرے میں اکیلہ رہ گیا۔ کمرہ کافی تر تھا۔ ایک الماری میں سوجی کے آلات جتنگے تھے۔ ایک کونے میں لمبی میز رکھی تھی۔ دو الماریوں میں کتابیں تھیں۔

ڈاکٹر کی میز بہت لمبی چوڑی تھی جس پر قلمدان، پینل لمپ

”کیا مسٹر فرسٹا کو کتھی میں ان دنوں کوئی رہنما ہے؟“  
”کوئی بھی نہیں۔ صرف گوگل۔ سوان نے جواب دیا۔“  
”تم نے کبھی ایک شخص شیخا کو کا نام سنا ہے؟“  
”شیخا کو۔ سالانہ سوچتے ہوئے کہا۔ ڈاکٹر شیخا کو تو نہیں۔“

”شاید وہی۔ کون ہے وہ؟“  
”وہ آفہ ناک سب سے مشہور ڈاکٹر ہے۔ بہت رحمدل اور مہربان ڈاکٹر جو فریجول کا علاج مفت کرتا ہے اور خدا نے اس کے ہاتھ میں شفا دی ہے، اس کے دواخانے پر مریضوں کی لمبی لائن لگی رہتی ہے۔“  
”کیا کبھی اس شخص کا انقلابی جماعت سے تعلق تھا؟“  
”اگر سنا تو مجھے معلوم نہیں۔“  
زاد خاموش ہو گیا۔  
دوسرے دن وہ واپس چل دیا۔

آدونا میں اس نے ایک سیکرٹ ٹھکانہ گاڑی کر نے پر لے لی تھی۔ موزا سے کوئی دس میل فاصلے کے بعد ایک سیکرٹ ٹھکانہ گاڑی کچھ دیر اس کے پیچھے چلتی رہی۔ پھر اس سے آگے نکل گئی۔

گاڑی اس کے قریب سے گزی تو اس نے دیکھا اس کار کی اگلی سیٹوں پر دو آدمی بیٹھے تھے۔  
ان میں سے ایک شخص کا چہرہ دیکھ کر زاد کو جرت ہوئی۔  
کیونکہ گزشتہ اڑسالیس گھنٹے میں وہ اس چہرے کو تین بار دیکھ چکا تھا۔

آدونا میں جس دن اس کو کون سے ملنا تھا اور وہ دن میں بے مقصد یا نازوں میں محوم رہا تھا تو اس نے اس چہرے کو دیکھا تھا۔ اور اب جب وہ موزا سے واپس آتا تھا۔ زاد کے ہونٹوں پر سبکدوشی دھڑکتی۔  
اس کا مطلب تھا اس کے آئے ہوئے کو خوفزدہ ہو گیا تھا اور لڑی لئے اس کی ننگائی کی جان ہی تھی۔

اب سوال یہ تھا کہ وہ کون سا سرار شخص تھا۔  
کیا ڈاکٹر شیخا کو؟  
آدونا واپس پہنچ کر اس نے ہوٹل تبدیل کرنے کا فیصلہ کیا۔

ہوٹل سے سامان لے کر اس نے گاڑی جیس رکھا اور وہ

بیربر ویت اور ایک الیش ٹرسے دکھاتا۔ چاندی کا الیش ٹرسے  
آدھے چاندی شکل میں "آدھا چاند" زاد نے دل ہی دل میں  
سوچا اور الیش ٹرسے اٹھا کر دیکھا۔ الیش ٹرسے کے پہلو میں ایک  
چمک بھرا ہوا تھا۔

"محبت اور غلوں کے ساتھ آدھے چاند کی خدمت میں"  
ف

زبان کا دل، جھل جڑاؤ ڈاکٹر شفیقاؤ آدھا چاند تھا۔ اور ف  
سے مراد فوساؤ ہو سکتی تھی بات سمجھ میں آئی تھی۔ فوساؤ کے  
ہندوستان چلے جانے کے بعد آدھا چاند ہی انقلابوں کا دشمن  
تھا۔ ایک لیڈر نے دوسرے لیڈر کا عقیدت کا تحفہ دیا تھا۔ کسی  
زمانے میں "آدھا چاند" ایک پراسرار شخص تھا۔ جس کی شناخت  
زندگوئوں کے علاوہ کسی کو معلوم نہیں تھی، آزادی ملنے کے بعد اس  
کو چھپانے کی ضرورت نہیں تھی۔ لیکن اس کے باوجود ہم لوگ  
نہیں جانتے تھے کہ آدھا چاند کون تھا۔ یا کون ہے۔

پھر اسے کرنل فوساؤ کے وہ الفاظ یاد آئے جس نے  
جگندر سے رخصت کے وقت کہے تھے۔ یہ الفاظ فائل میں موجود  
تھے۔ فوساؤ نے کہا تھا۔

"آزما میں آدھا چاند تنہا ہی ہر طرح مدد کرے  
گا۔ اسے تنہا رہے ہر اثر سے کوئی نہ کی اطلاع  
دے دی گئی ہے۔ آدھے چاند پر تم اسی طرح  
بھروسہ کر کے جو جس طرح اپنے جرنل کو بار بار  
بے چارے جگندر نے اسی طرح بھروسہ کیا اور مارا گیا۔  
اور اس کا قاتل ان دو آدمیوں میں سے ایک تھا۔ کرنل فوساؤ یا  
ڈاکٹر شفیقاؤ جبکہ ان میں سے ایک اب گورنمنٹ میں اہم عہدہ پر  
تھا اور دوسرا عوام میں ویٹا مانا جاتا تھا۔

زاد کی نظر میں کتاؤں کی الماری پر رکھی تھیں۔ لیکن ان  
کتاؤں کا کوئی مقصد نہیں تھا سراسر کاغذ پر لکھے سرچ سے  
گم تھا۔

ایک تدمول کی جانب سنائی دی اور ایک آواز نہ کہا۔  
"سودھی مجھے دیر ہو گئی ہے"

زاد تیزی سے لوٹ کی ابڑی پر گھوما اور ڈاکٹر شفیقاؤ کو  
ایک تار گیا ایک بار پھر اس کا دل اچھل کر صحتی میں آ گیا تھا۔

ڈاکٹر شفیقاؤ وہی خوبصورت مرد تھا جو ناست کلب میں  
لڑانے کے ساتھ تھا۔

"تشریف رکھئے۔ ڈاکٹر نے اپنی گڑی پر بیٹھے ہوئے  
اس سے کہا۔

وہ مریض والی گڑی پر بیٹھ گیا۔  
"کیا تشریف ہے آپ کو؟ ڈاکٹر نے پوچھا۔  
"میں گڑی میں درد مند ہے" زاد نے جھوٹ بولا۔  
"کب سے"

"دو سال سے"

"ایکس سے کرا رہا ہے"

"جی ہاں۔ ایکسر سے صاف ہے"

"درد پور سے مریض ہوتا ہے"

"جی ہاں" زاد نے جواب دیا۔ پھر الیش ٹرسے کی جانب

اشارہ کر کے کہا۔

"ڈاکٹر صاحب۔ آپ کی الیش ٹرسے بہت خوبصورت ہے

بالکل آدھے چاند کی طرح"

ڈاکٹر نے اس کی تشریفوں سے دیکھا۔ پھر مسکرا کر بولا۔

"جیسے ایک دوست نے تحفہ دیا تھا"

"مجھے یاد آیا کسی زمانے میں یہاں آدھے چاند نام کی

ایک انقلابی جماعت تھی، کہا، لڑکی کی یاد آ رہی ہے۔

ڈاکٹر نے پھر اس کو گھور کر دیکھا اور بولا۔

"آدھا چاند کی کوئی تنظیم نہیں تھی۔ بلکہ تنظیم کے ایک فرد

کا کوڈ نام تھا۔"

"وہ آدمی یقیناً بہت ذہین اور بہادر ہوگا۔ ہر شخص بڑی

عزت سے اس کا نام لیتا تھا۔"

ڈاکٹر نے مسکرا کر کہا۔

"کیا آپ سیاست پر بحث کرنے کے لئے تشریف لائے

ہیں؟"

"جی نہیں۔ میں تو اپنا سر دکھانے آیا ہوں۔ میرے بہت

سے دوستوں کا خیال ہے کہ میرا سر خالی ہے اس لئے درد مند

ہے۔"

"آپ کا سر ضرورت سے زیادہ بھرا ہوا معلوم ہوتا ہے۔

خالی سر میں کبھی درد نہیں ہوتا۔ کیا آپ نے کسی خون ٹیٹ کر لیا ہے؟"

زاد نے ایک گہرا سانس لے کر کہا۔ "ڈاکٹر لوگ تو ہر خون

چوس چکے ہیں۔ پچھلے دو سال میں کم از کم ایک سو ٹیٹ میں کر لیا

ہوں اور اپنی مثال انسانی سے بچائی ہوئی ہیں جو تنہا ہی رقم ضائع

کر چکا ہوں۔ لیکن سر درد ہے کہ کھوئے ہوئے دیکھ کے کی طرح جانے

کا نام ہی نہیں لیتا۔"

مگر کبھی بچپن میں سر درد ہوا ہے؟

"جی ہاں کبھی کبھی ہے"



کچھ وقفہ کے بعد دروازہ کھلا۔ رونکا کا وہ فلو میسی دیکھ چکا تھا اور ناسٹ کلب میں غصہ سمجھی دیکھ چکا تھا۔ اسی کی طرف تیس سال پہلے جی ٹی ٹی کی بھی تنگ اڑیں تھیں۔ دیکھتی تھی۔ دروازہ کھولتے ہوئے رونکا نے کہا۔

”کون ہیں آپ کیا...“

پھر الفاظ اس کے حق میں پھنس کر رہ گئے، ادا نکلیں پھیل کر لاپہ کے چکر پر چر گئیں۔ کچھ دیر تک وہ بچہ کے مجھے طرح سناکت کھڑی اس کو دیکھتی رہی۔ پھر خزاں نے اپنے حواس پر قابو پا کر کہا۔

”کون ہیں آپ؟“

”پلیئر کیا تم غمے اندر نے کو نہیں کہوں گے، رونکا نے دیکھا ہے ہت گئی۔ زاپہ نے اندر داخل ہو کر دروازہ بند کر دیا اور منہ کر لیا۔

”کیا تمہارا خیال ہے اس زمانے میں معجزے نہیں ہوتے؟“

”مجھے ہے؟ رونکا کے منہ سے نکلا۔ نہیں نہیں یہ ناممکن ہے تم جو گندہ نہیں ہو سکتے۔“

”کیا اس نے کہ زمانے نے مجھے دقت سے پہلے بڑھا کر کیا اس نے کہ یہ پانچ مل لاکھ میرے لیے چھ بتیں اٹھانے ہوئے گزر رہا ہے۔“

”تو۔ تو کیا تم سچ جو گندہ ہو؟“

”میری آغوش میں آ کر دیکھو دارنگ۔ میرے دل کی دھڑکن کو دیکھو جواب بھی صاف نہ ہارے لئے دھڑکتا ہے۔“

”اچانک رونکا آنکھوں میں آنسو بھر گئے۔ وہ باہر بھاگا کر چلی۔ زاپہ نے بھی باہر پھیلا دیں۔ رونکا اس سے چٹکا روٹنے لگی۔

”اوہ جو گندہ۔ جو گندہ بڑا۔ کیا یہ سچ ہے کہ تم زندہ ہو میں تو کبھی سوچ بھی نہ سکتی تھی۔ کیونکہ...“

”مجھے معلوم ہے۔ زاپہ نے اس کی کمر تھپکتے ہوئے۔“

”مجھے معلوم ہے، سب کو یہی یقین تھا کہ میں پرکھا بول کی گم کا نشانہ بن چکا ہوں اور واقعی انہوں نے اپنی دانست میں مجھے غم نہ کر دیا تھا۔ تین گویاں میرے سینے میں لگی تھیں۔“

”سہ گویاں کو میری زندگی منظور تھی۔ ہماری لاشوں کو سمندر میں پھینک دیا گیا تھا، میرا لقمہ قیام بہوش جبراً ایک سافراہ والوں کو نظر گیا۔ انہوں نے مجھے سمندر کے نکال لیا اور وہ علاج کیا۔“

”کیا کسی خاص جگہ پر رہا ہوتا ہے؟“

”جی نہیں سارے سر میں۔“

”کیا اس شخصیت کو پے کچھ دیں اس کا معائنہ کرنا رہا۔“

پھر رولا۔

”کیا آپ اپنی ملال کی کہانی میں سے سبائی ہوئی رقم کا کچھ ادھرتہ اپنی صحت کے لئے خرچ کر سکتے ہیں؟“

”جی ہاں، کیوں نہیں، جاں ہے تو جہاں ہے۔“

”تو آپ کو کچھ ٹیسٹ کرانے ہوں گے۔ میں تم کو دیتا ہوں؟“

”اس کا مطلب ہے آپ مجھے دوا بتائیں وہیں گے؟“

”ایک دوا بھی تم کو دیتا ہوں۔ اس دوا میں آپ دوا دوا

لیتے رہیں۔“

”ڈاکٹر! تم مجھے لگا تو زاپہ نہ کہا۔“

”ڈاکٹر صاحب کی جنگ آزادی کے دوران آپ کا بھی انتقال جماعت سے کوئی تعلق رہا ہے؟“

”ڈاکٹر! تم مجھے مجھے سنا تھا دیکھا۔“

”جنگ آزادی کے زمانے میں کوئی وطن پرست شہری کیا

نہ تھا جس نے کسی نہ کسی طرح اس جنگ میں حصہ نہ لیا ہو؟“

”بہت سے فلاحی تھے۔“ لاپہ نے اس کے چکر پر

نظریں جماتے ہوئے کہا۔ ”جن کی وجہ سے بہت سے انقلابی

ہمارے گاہیوں کی گولیوں کا نشانہ بنے۔“

”جی ہاں۔ فلاحی تھے اور فلاحی ملک میں پیدا ہونے

ہیں۔“

”کیا آزادی ملنے کے بعد ان غلاموں کو سزا دی گئی؟“

”ڈاکٹر! نہ لاکھوں کی چٹا کر کہا۔“

”مجھے معلوم نہیں۔ میرا سیاست سے کیا واسطہ آپ کچھ

رہے ہیں۔ روزانہ کتنے مریض مجھے دیکھتے پڑتے ہیں۔“

”یہ کہہ کر وہ پھر فریادیں لگے۔“

پھر

کاؤنٹر پر اس نے پوچھا۔

”کیا اس روزانہ کے کس پر ہیں؟“

”نہیں سر۔ ابھی آٹھ گھنٹہ پہلے آئی ہیں۔“

”سناٹے لگے، پھر رونکا کا نام پوچھا ہوا تھا۔ اس نے اسے

کہہ کر معلوم کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئی۔“

”دوسری منزل کے کہہ کر نمبر ۱۲ پر اس نے دستک دی۔“

”کون ہے؟“ اندر سے ایک انسانی آواز نہ کہا۔

”روزانہ کھول کر دیکھ لو۔“ اس نے جواب دیا۔

”اگر اس کی وجہ ہے۔“

”کیا وجہ ہے؟“

”میں ابھی دنیا کی نظر میں مردہ ہوں۔ آؤ نا میں تمہاری عہدت ہو جس پر میں اپنا راز ظاہر کر رہا ہوں۔ تم مانتی ہو میں مری مردوں میں کام کرتا تھا۔“

”ہاں۔“

”میں اپنے فکر کی طرف سے ہی ایک کبیر کا کام کرنے آیا ہوں اس لئے تم سے درخواست کرتا ہوں کہ کسی نے مجھ پر بارے میں ذکر نہ کرنا جتنی کہ اپنے ہونے والے شوہر سے کبھی نہیں کیا تم وعدہ کر سکتی ہو۔“

”میں وعدہ کرتی ہوں۔ جس راز لا زمیر سے سینے میں رہے گا لیکن جو گندہ نہیں اب ایسے خطرناک کاموں میں حصہ نہیں لینا چاہیے۔“

”نہیں۔ اب موت میرے لئے ایک معمولی چیز ہے۔ تم نے ابھی تک یہ نہیں بتایا کہ وہ کون خوش نصیب ہے جس کا رازنگ جس نے میری حاکم کی ہے۔“

”تمہاری جگہ کوئی نہیں بے سکتا جو گندہ و شیفاؤ مجھ سے اس قدر محبت کرتا ہے کہ میں اس کا دل توڑ کر سے دیکھ دیتا نہیں چاہتی۔“

”اوہ، اس کا نام شیفاؤ ہے۔“

”ہاں کیوں۔ کیا تم اسے جانتے ہو؟“

”عجیب بات ہے، اس آدمی کی مجھے تلاش ہے اس کا نام بھی شیفاؤ ہے۔ اس نے رونا کے چہرے پر نظر دے جھٹے ہوئے کہا۔“

”میرا شیفاؤ ڈاکٹر ہے؟ رونا نے کہا۔“

”وہ کبھی ڈاکٹر ہی ہے جس سے فیے کاہ ہے۔“

”کیا تم اس سے مل چکے ہو؟ رونا کے چہرے پر ایک لمحہ کے آثار تھے۔“

”نہیں۔ ابھی تک نہیں۔“

”تم اس کے کیوں ملنا چاہتے ہو۔“

”اس لئے کہ وہ بہت جڑ آدمی ہے۔“

”یہ نا ممکن ہے۔ ساری دنیا جانتی ہے کہ ڈاکٹر شیفاؤ بہت شریف آدمی ہے۔ لوگ اس کی دیوتاؤں جیسی عزت کرتے ہیں۔“

”مگر اس کے کرم راکھت شوں جیسے ہیں۔ جنگ آنلائی میں اس نے غدار کی کر کے سینکڑوں بے گناہوں کو قتل کر لیا ہے۔“

”پھر تم پانچ سال سے کہاں تھے؟“

”انڈیشیا میں۔ حادثے سے میری یادداشت چلی گئی تھی۔“

”جو گندہ تم زندہ ہو۔“

”میں جانتا ہوں رونا۔ جب سے میری یادداشت لوٹی ہے۔ میں بھی تم سے ملنے کو تیار تھا مجھے یقین تھا مجھے مرے کچھ کریم اس عہد میں کسی سے شادی کرنی چاہی۔“

”رونا کے چہرے کا رنگ ایک دم پیلا پڑ گیا۔ وہ زائد کی اغوش سے نکل کر کھڑکی میں جا کھڑی ہوئی اور پس کی جانب دیکھنے ہوئے لی۔“

”جو گندہ فرض کرو، میں نے واقعی کسی سے شادی کر لی ہے۔“

”تو میں بھی تم سے شکایت نہیں کروں گا رونا۔“

”وہ بلی، اور اس کے چہرے پر غور سے جھانکے ہوئے لڑائی اور اگر میں یہ کہوں کہ میں بہت جلد کسی سے شادی کرنے والی ہوں۔“

”تو کسی میں اعتراض نہیں کروں گا، زیادہ سے جواب دیا۔ لیکن ایک بات ضرور پوچھوں گا۔“

”کیا؟“

”کیا تمہیں اس مرد سے محبت ہے؟“

”ہاں۔ رونا نے نظریں جھکا کر کہا۔“ مجھے اس مرد سے محبت ہے۔ اگرچہ انہی نہیں ظنی تم سے بھی اور ہے۔ لیکن تمہارا بعد اگر میں نے کسی مرد کو چاہا ہے تو وہ ہے۔ وہ جبر شریف ہے۔“

”وہ مجھ سے ایسی ہی محبت کرتا ہے جیسی تم کرتے ہو۔ ہم دونوں شادی کا فیصلہ کر چکے ہیں۔ آؤ نا کی اعلیٰ سوسائٹی میں ہر شخص جانتا ہے کہ ہم دونوں کی شادی ہونے والی ہے۔ میں نے رونا کا چہرہ ہونے کی درخواست بھی دے دی ہے۔“

”مجھے خوشی ہے رونا تم شادی کر رہی ہو۔ میں تمہارے راستے میں آنے کی کوشش نہیں کروں گا۔ جہاں طور پر میں زندہ ہوں۔ مگر اندر سے مر چکا ہوں، اس لئے تم میری خبر نہ کرو۔“

”اچھا یہ بتاؤ کیا تم آؤ نا میری تلاش میں آئے تھے اور ہاں اب مجھے یاد آیا، چار پانچ دن پہلے میں نے تمہیں ایک نائٹ گھب میں دیکھا تھا۔“

”شاید دیکھا ہو گا۔“

”اوہ جو گندہ تم چار پانچ دن سے یہاں ہو۔ اور مجھے راج ملنے لگے ہو۔“

”صرف ایک بار ہاتھ روم گیا تھا“  
 زاہد نے دل ہی دل میں کب ”ہاتھ روم گیا تھا یا کوئی  
 ڈور میں کوئی کے دروازے سے لگ کر ان کی بائیں سر رہا تھا“  
 اس کو کسی سوچ میں دیکھ کر دندنے پوچھا۔

”کیوں تم یہ سوال کیوں پوچھ رہے ہو؟“  
 ”بس شیفا کو کے بارے میں جانتا چاہتا ہوں؟“  
 ”تو کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ تم اس سے خود جا کر ملو؟“

”نہیں۔ ابھی میں کسی سے نہیں ملنا چاہتا۔ میں تم سے  
 کہہ چکا ہوں کہ ابھی تمہارے سوا کسی کو معلوم نہیں میں زندہ ہوں“  
 ”تمہارے کیا خیال ہے شیفا کو نہیں پہچان لے گا۔ اور  
 اگر پہچان بھی لے گا تو اس کو تمہارے معاملات کی بارگاہ ہوگی؟“  
 ”ابھی نہیں۔“ زاہد نے اپنا کپ ختم کر کے رکھ دیا اور اٹھنے  
 ہوئے بولا۔ ”اچھا اب میں چلوں گا۔“

”انتہی جلدی۔“

”میرا یہاں زیادہ دیر رہنا ٹھیک نہیں۔ کم از کم ڈاکٹر  
 شیفا کو سے میں یہاں نہیں ملنا چاہتا۔“

”بھرا ب تم مجھ سے کب ملو گے؟“  
 زاہد نے سوچ کر کہا۔

”کل کیسا رہے گا۔“  
 ”کل کس وقت؟“

”رات کا کھانا کل ختم میرے ساتھ کھاؤ۔“  
 ”اوکے کہاں۔“

”ہوٹل ختم خود دیناؤ۔“  
 ”ہوٹل کو ملبس یہاں کے کھانوں کے لئے مشہور ہے؟“

”آل رات کل رات سات بجے ہم ہوٹل کو ملبس میں  
 ملیں گے۔“

رونا اس کو دروازے تک چھوڑنے آئی اور اس کے  
 گلے میں بائیں ڈال کر اس کے ہوٹل کو چھوڑنے ہوئے بولی۔

”جو کن رن ہم چاہو تو میں شیفا کو کو چھوڑ سکتی ہوں؟“  
 ”نہیں رونا۔ میں خود غرض نہیں ہوں۔ ہر انسان پر کچھ

سوشل ذمہ داریاں بھی ہوتی ہیں۔ اتنے جو کچھ مجھے فردہ مجھ کر  
 کیا ہے اس لئے اب میں تمہاری ایک ترتیب میں آئی ہوئی ہوں

میں گڑبڑ نہیں کروں گا۔ میں یہ کیس ختم ہوتے ہی اپنے ملک  
 واپس چلا جاؤں گا۔“

”ختم مجھے بے دغا تو نہیں سمجھو گے ڈاکٹر؟“  
 ”ہرگز نہیں۔“ زاہد نے اس کا ہاتھ چوم کر کہا۔ ”اچھا

اور پرتگالیوں سے کروڑوں روپیہ چور ہے۔ میں نے سنا ہے  
 آجکل وہ کس خون آلود دولت کا کچھ حصہ غریب لوگوں پر خرچ  
 کر کے دیوتا بنا ہوا ہے۔“

”نہیں۔“ رونا نے سرسراہٹ ہوئی آواز میں کہا۔ ”نہیں  
 جو گندہ تمہاری اطلاع غلط ہے۔ نہیں دھمکا ہوا ہے۔ ڈاکٹر  
 شیفا کو فرشتہ ہے۔ جنگ آزادی کا ہیرو ہے۔ آدھا چاند کے  
 بارے میں تم کسی سے بھی پوچھ سکتے ہو۔“

”مجھے پوچھنے کی ضرورت نہیں۔“ زاہد نے آگے بڑھ کر ایک  
 کرسی پر بیٹھنے سے کہا۔ ”میں جانتا ہوں۔ وہ شیطان ہے کیا تم  
 مجھے ایک کپ کافی کئے بھی نہیں پوچھو گی رونا؟“

”اوه ہاں۔ میں تو بھول گئی۔“  
 یہ کہہ کر وہ فون بردہ کافی لئے آ کر روہنے لگی۔

”کچھ دیر دونوں خاموشی سے کافی پی رہے۔ پھر رونے  
 اس کے چہرے پر غم ظن جھانٹے ہوئے کہا۔“

”جو گندہ نہیں شیفا کو کے بارے میں ضرور غلط اطلاع  
 ملی ہے میں چاہتی ہوں کہ ایک بار تم اس سے ملو نہیں خود اپنے  
 چل جائے گا کہ وہ کتنا شریف اور نیک آدمی ہے۔“

زاہد نے اس کی بات کا جواب دینے کی بجائے خود ہی  
 سوال کیا۔

”کیا ختم کوئی کو جانتی نہیں؟“  
 ”اوه۔ کوئی تو مر جی ہے۔ اس نے خودکشی کر لی ہے۔“

”تم اسے جانتی تھیں؟“ اس نے اپنا سوال دہرایا۔  
 ”ہاں۔“

”کس طرح؟“  
 ”ایک بار شیفا کو نے اس سے میرا تعارف کرایا تھا۔“

”جس روز تم نے مجھے کب میں دیکھا تھا اس رات شیفا کو  
 تمہارے ساتھ تھا۔“

”ہاں۔“  
 ”وہ کونسا ہے اس رات ملنا چاہتا تھا۔“

”ہاں، مگر برے نے بتایا کہ کون کے پاس پہلے سے کوئی  
 آدمی ہے۔“

”کہا نہیں معلوم ہے کونسا کے پاس وہ کون مرد تھا؟“  
 ”نہیں۔“

”کیا اس دوران میں کسی وقت شیفا کو مجھ کر کہیں  
 گیا تھا۔“

”اوسے سر۔“  
 زاہد اپنے کسک کی طرف چل دیا۔

”ہوئی کو لبس کے دو حصے تھے۔ ایک حصہ باہر کی جانب  
 اوپر اڑ رہا تھا۔ دوسرے حصہ کافی ہاؤس کی طرح کام آتا تھا۔ کھانا  
 اندر عمارت والے حصے میں دیا جاتا تھا۔ سات بجے زاہد بیٹھا تو  
 اس نے رونکا کو باہر والے حصے میں بیٹھا پایا۔ وہ بھی اس کے پاس  
 جا کر بیٹھ گیا اور لولا۔  
 ”کیوں یہاں کیوں بیٹھی ہو؟“  
 ”مجھے کسی کا انتظار ہے،“ رونکا نے مسکرا کر کہا۔  
 ”کس کا؟“  
 ”ڈاکٹر شیفا لولا۔“  
 ”ڈاکٹر شیفا لولا؟“ وہ چونک پڑا۔ ”میں نے تم سے

کہا تھا۔“  
 رونکا نے اس کی بات کاٹ کر کہا۔  
 ”سوئی ڈیڑھ۔ میں جاتی تھی کہ تم شیفا لولا سے کبھی ملنے  
 نہیں جاؤ گے۔ اور جب تک اس سے ملو گے نہیں اس کے  
 بارے میں ابھی رائے نہیں بدلو گے۔ اس نے میں نے اس کو بھی  
 بتایا ہے۔ مجھے کرو میں تمہارے بارے میں اس کو کچھ نہیں بتاؤں  
 گی۔ میں تمہارا کوئی خفیہ نام اس کو بتا دوں گی۔“  
 ”دیسے میں یہاں جگہ لیش کے نام سے پھل رہا ہوں؟“  
 ”بس تو میں اسے تمہارا نام جگہ لیش ہی بتا دوں گی؟“  
 زاہد کو ڈاکٹر شیفا لولا سے ملنے کا کوئی ڈر نہیں تھا۔ وہ  
 صرف یہ سوچ رہا تھا کہ شیفا لولا اس کو کیجئے ہی یہ جان لے گا اس  
 نے رونکا کو بتایا نہیں تھا کہ وہ شیفا لولا سے مل چکا ہے۔ اس نے  
 رونکا کے دل میں اس کے بارے میں شبہ پیدا ہو سکتا ہے لیکن  
 اب وہ شیفا لولا سے ملنے پر مجبور ہو چکا تھا۔ اب وہ واپس بھی نہیں  
 جانا چاہتا تھا۔

”آل رٹ؟“ اس نے دل ہی دل میں خود سے کہا۔ ”جو  
 ہو گا دیکھا جائے گا۔“  
 ”تم نے اس کو کب تک آنے کا وقت دیا ہے؟“ زاہد  
 نے پوچھا۔

”ساتھ سات بجے کا۔“  
 ”بس تو ہم دقت گزارنے کو کافی دنگے بیٹے ہیں۔“  
 زاہد نے کہا۔  
 ”نہیں۔ میں کچھ نہیں سیدھی گی مجھ کو مرے گی۔ تم اپنے

”میں چلتا ہوں، شب بخیر۔“  
 ”شب بخیر دارلنگ،“ رونکا نے جواب دیا اور زاہد کرے  
 کے باہر نکل گیا۔

دوسرے منٹ بعد ہی زاہد کو احساس ہو گیا کہ اس کا تعاقب  
 جابر ہا تھا۔  
 وہ کچھ دیر بیٹھ کر کون ریگھو منا رہا۔ وہ چران تھا کہ کوئی  
 ن کے بعد پھر کیوں اس کا تعاقب کیا جا رہا ہے۔  
 ”کیا شیفا لولا رونکا کی سحرانی کرتا ہے؟“  
 اس نے آخر گاڑی سینا کے سامنے کا پارک میں روک  
 لی، اور نرکریڈیل ہی ایک طرف کو چل دیا۔ تقریباً پندرہ منٹ  
 بعد سے پتہ چل گیا کہ سیاہ اور کوٹ میں ایک شخص اس کا  
 تعاقب کر رہا تھا۔

رات ہونے لگی تھی۔ وہ تیز چلتا ہوا ایک موٹر بوٹ بچا اور  
 بس تنوں کی آڑ میں چھپ کر کھڑ ہو گیا۔  
 چند منٹ بعد ہی اس کا تعاقب کرنے والا تیز رفتار آگیا  
 اور موٹر بچا دیا۔ ٹرک کراؤ اور دھڑکچا پھر لری تیزی سے آگے بڑھنا  
 لگیا۔ جب وہ قریب سے گزرا تو زاہد نے اس کو پہچان لیا۔  
 یہ وہی شخص تھا جس کو قریب موزلے آتے ہوئے اس  
 نے دیکھا تھا اس کا مطلب تھا کسی کو احساس ہو گیا تھا کہ وہ کون  
 ہے اور کس شخص کے لئے آتا آیا ہے۔ زاہد جانتا تھا جب  
 کس کس غدار کو یہ احساس ہے کہ وہ محفوظ ہے۔ اس وقت تک  
 سے کوئی خطرہ نہیں ہے لیکن جس روز اسے احساس ہو گیا کہ اس  
 مار کھٹنے والا ہے پھر وہ زاہد کو قتل کرنے کے لئے اپنی ہر کوشش  
 لگائے گا۔

چونکہ تعاقب کرنے والا جاکچا تھا اس لئے زاہد تنوں کی  
 رے سے نکل کر واپس اپنی کار کی طرف چل دیا۔  
 آدھے گھنٹے بعد اس نے اپنے ختم ہو جانے کے سامنے  
 آڑی روک دی۔ اندر داخل ہوا۔ ٹرک نے اس کی چابی کا ڈنڈہ روک  
 لگی تو اس نے بچھا۔

”میر کوئی پیغام؟“  
 ”کوئی نہیں سر۔“  
 ”کوئی ملنے آیا تھا؟“  
 ”نہیں۔“  
 ”اگر کوئی گمانے آئے تو فوراً میرے کمرے میں نہ بھیج دینا  
 بلکہ فون پر مجھ سے معلوم کر لینا۔“

”نہیں وہ ایک لڑکا ہے۔“

”تو کبھی نہیں۔“

”دونوں دن میں آئے ہیں۔ سات، آٹھ بجے تک چلے

جاتے ہیں۔“

”تم فکر نہ کرو۔“ زاہد نے اس کو تسلی دی۔ ”مجھے یقین ہے میں وقت بڑا سے کوئی ضروری کام آڑ لے رہا ہوں۔ ہاں سنا ہے کوئی فریضہ آگیا ہو گا اگر کسی نظر میں سوشل تعلقات کے مقابلے میں کسی کی زندگی بچانا زیادہ اہم ہوتا ہے۔“

”شاید تم جھجکے ہو۔“

”بس تو آؤ ہم کچھ دیر بیٹھتے ہیں۔“

آدھا گھنٹہ وہ بیٹھتے رہے اور ادھر ادھر کی باتیں کرتے رہے پھر رونے لگا۔

”اب میں واپس چلوں گی۔“

”تو جلد۔“

”تم مجھے اپنی گاڑی میں چھوڑ دو گے۔“

”یہ بھی کوئی شے کی بات ہے۔“ زاہد نے ہنس کر کہا۔

”کہنے کی بات اس لئے ہے کہ پہلے میں شیفا کو گھر

جانا چاہتی ہوں۔“

”اوہ۔“ زاہد کے منہ سے نکلا۔

”ہلینر چونکہ یہ کہتا ہے شیفا کو جسے میں محسوس کر رہی ہوں

”ہرگز نہیں۔“ زاہد نے جواب دیا۔ ”چلو گاڑی میں بیٹھو۔“

وہ خاموشی سے اگلی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ زاہد نے گاڑی

استارٹ کی۔ رونا اس کو راستہ بتاتی رہی اس کو ایک منگھڑا

مکان کے سامنے آکر رونا نے گاڑی ٹوکا دی۔ منگھڑے سامنے

لان بھی تھا اور اندر صرف ایک کرسی میں روشنی تھی۔

”اوہ شاید شہباز آگیا ہے۔“ رونا نے دلی آواز میں

کہا۔ پھر گاڑی سے اتر کر موہڑے سے ایک خاص انداز میں چلی نکلی۔

زاہد نے دلی دل میں کہا۔ ”تو دونوں میں سیٹی کے سنگ

بھی مقرر ہیں۔“

رونا نے کوئی بار سیٹی بجائی کوئی جواب نہ ملا۔ زاہد کی نظر

رونا کے چہرے پر پڑی۔ وہ محسوس کر رہا تھا۔ رونا کی آنکھوں کو یہ

فوج حتمی جا رہی تھی۔

اسے خود بھی اب الجھن ہونے لگی تھی۔ وہ سوچ رہا تھا

شیفا کو کیا یوں نہیں دیکھا ہے پتہ چل چکا تھا کہ رونا کے ساتھ

کون سا ہے کیا وہ جان بوجھ کر نہیں آیا تھا۔

رونا کی آواز نے اسے چونکا دیا۔ وہ کہہ ہی نہ سکتی۔

”لئے وہ کی شکار ہو۔“

”میں وہ کی نہیں بیٹا۔“ زاہد کے منہ سے نکل گیا۔

”مگر تم تو پتہ تھے۔“ رونا نے جرت سے کہا۔

”میرا مطلب ہے جب سے میں زخمی ہوا ہوں۔“

”نہ منع کر دیا ہے۔“ وقت گزارنے کے لئے تم مجھے یہ بتاؤ کہ اس

پانچ سال میں کیا کیا ہوا ہے۔“

رونا اس کو پانچ سال میں ہونے والی سیاسی تبدیلیوں

کے بارے میں بتاتی رہی۔ باتوں میں وقت کا پتہ بھی نہ چلا سکا

اس کو وقت کا احساس ہوا۔ اس نے گھڑی دیکھی اور چونک کر

بولی۔

”اسے آٹھ بج گئے اور شیفا کو نہیں آیا۔“

”کیا وہ وقت کا پابند نہیں ہے۔“

”خیر لے کے ضرورت نہیں وہ ڈاکٹر ہے۔ چلتے وقت کوئی

مربعین آگیا ہو گا۔“

اس نے محسوس کیا کہ رونا کے چہرے پر رنج و غم

پیدا ہو گئے تھے۔ اس کا مطلب تھا وہ شیفا کو سے بہت محبت

کرتی تھی۔

”تو مجھے تو رونا کی بی بی بی بڑھ گئی۔“

زاہد نے کہا۔

”اُسے ضرور کوئی اہم مصروفیت ہو گئی ہے۔ آؤ ہم اندر نکلا

کھاتے ہیں۔“

مجبوراً رونا اس کے ساتھ اندر ولے حصے میں چلی گئی۔

اور وہ لوگ کھانا منگا کر کھانے لگے۔ لیکن کھانے کے دوران رونا

کھوئی کھوئی سی رہی۔ کھانا ختم ہو گیا اور رونا نے کہا۔

”میری کھجور میں نہیں آتا کیا ہوا۔“

”تمہارے ذہن پر شیفا کو ہے۔“

”ہاں۔“

”کیا آدمی کو اچانک کوئی کام نہیں پڑ سکتا۔“

”وہ کم از کم مجھے فون کر کے اطلاع کر سکتا تھا۔ یہاں

ہوٹل میں فون ہے۔“ اچانک بیٹھو میں اس کو فون کر کے آئی ہو گی

وہ فون کرنے میں چلی گئی۔ واپس آئی تو اس کی الجھن بڑھ گئی

تھی۔

”دیکھا ہوا ہے۔“

”میں نے دو فون جگہ فون کر رہا۔ مگر پریمی اور مطلب

میں بھی۔ وہ کہیں نہیں ہے۔“

”کیا اس کے گھر پر کوئی نہیں ہے۔“

”بارہ بجے۔“

”سودی۔“

”کوئی بات نہیں بہتر ہے کہ تم پہلے غسل کرو۔ میں تمہارے لئے کچھ کھانے کو ادھر رکائی منگوواتا ہوں پھر ہم تفصیل سے بات کریں گے۔“

رونا خاموشی سے اٹھ کر غسل خانے میں چلی گئی۔ ناہنوں تھا کر دوسرے کوا کافی اور سینڈویچز کا آؤڈر بے لگا۔

آؤڈے کھتے بعد جب رونا کا کپ خالی ہو گیا آؤڈر ہٹا دیا۔

”آؤڈر لائٹ اب مجھے تڑاؤ۔“

رونا نے نظروں جھکا کر اپنے ناخنوں کو دیکھتے ہوئے کہا۔

”شفیقاؤ گزرتا کر رہا گیا ہے۔“

ناہن کا دل کئی بار دھڑکنے لگا ایک سانس بھول گیا۔ اس نے جیت سے کہا۔

”گزرتا ہو گیا۔“

”ہاں۔“

”کب۔“

”کل شام۔“

”کس جرم میں۔“

جواب میں رونا خاموشی سے اپنے ناخنوں کو دیکھتی رہی۔ دوبار اس نے کچھ بولنے کی کوشش کی۔ لیکن آواز نہ نکل سکی۔

”کہا ہوا۔“ تنائی کیوں نہیں کس جرم میں گزرتا کر رہا گیا ہے ڈاکٹر شفیقاؤ کو۔“

”غیر ملکی ایجنٹ ہونے کے جرم میں۔“

ناہن کو اپنے ذہن سے ایک بوجھ سنا آتا ہوا محسوس ہوا اس نے دل ہی دل میں کہا۔

تو ڈاکٹر شفیقاؤ اور کرنل فوسانو کے علاوہ کسی کو معلوم نہیں کہ بیچا ہے جو گزند کی موت کا سبب کیا تھا۔ بات صرف ابھی تھی۔ آدھا جاندار یعنی ڈاکٹر شفیقاؤ اور کرنل فوسانو کے علاوہ کسی کو معلوم نہیں تھا کہ جو گزند کس دن کس وقت کس جگہ پیرا میٹرٹ سے کسے دیا گیا۔

”میرا کام ختم ہوا۔“ اس نے خود سے کہا۔

دو دن تک نہیں پھر غور اس کے ذہن کے ایک کونے سے ایک آواز ابھری۔ یہ سب کچھ بہت آسانی سے ہو گیا ہے۔ بغیر کسی کوشش کے۔

سوال یہ تھا کہ اس کے آتے ہی کون کون کیوں قتل کر گیا؟ اس کا تعاقب کرنے والا کون تھا۔؟

دریں اسی وقت ڈاکٹر شفیقاؤ کو گزند کا گزرتا کر رہا گیا۔ وہ

”جو گزند گزرتا ہے وہ نہیں بھروسہ میں اندو کچھ کرائی ہوتی۔“ اس نے پرس سے جانی نکالی۔ اس کا مطلب تھا وہ شفیقاؤ کے گھروں کی مافی الرسی تھی۔ نالا کھول کر وہ اندر چلی گئی۔ تقریباً دس منٹ بعد واپس آئی تو ایسا سا جیسے وہ دوسرے گی۔

”اب کہا ہوتا ناہن نے پوچھا۔“

”وہ نہیں ہے۔“

”مگر اندر تو روشنی ہے۔“

”شاید کوئی بجلی کھلی چھوڑ گئی ہے۔“

”اس کا کوئی پیغام بھی نہیں۔“

”جہنیں۔“

وہ پھر کئی میں کہتا ہوں جہنیں پریشان ہونے کی ضرورت میں کبھی کسی انسان نہ جانتے ہوئے کسی کی ایسی جگہ چھین جاتا ہے جہاں سے پیچھا چھوڑنا مشکل ہو جاتا ہے۔ رونا نے گاڑی میں بیٹھتے ہوئے کہا۔ اب میں خوفزدہ ہوں جو گزند دے

”دیکھو۔“ کسی چیز سے۔“

”حالات سمجھو کہ میں کوئی گزند دے رہا ہوں وہ شفیقاؤ مجھے دینا ضرور کرتا۔“

”ہوسکتا ہے اس کا پیغام تمہارے ہوٹل پر آ رہا ہو۔“

”مجھ کو ان کر کے ایسا ہو۔“ جیلو مجھے ہوٹل میں بچاؤ دے ناہن نے پھر گاڑی اسٹارٹ کر دی۔

✽

دوسرے دن ناہن بارہ بجے کے قریب رونا سے ملنے گیا۔ رونا اپنے کمرے پر نہیں تھی البتہ ڈاکٹر بلیک پیغام اس کے لئے تھا۔ پیغام میں لکھا تھا۔

”میں نے ڈاکٹر مرگ سے کہہ دیا ہے کہ وہ

جہنیں جانی دے دیگا۔ میں ایک کام سے جلد ہی ہوں۔ تم کمرے پر میرا انتظار کرنا۔“

ناہن نے مرگ سے جانی لی اور اوپر کمرے میں جا کر انتظار کرنے لگا۔

رونا شام کو چھ بجے واپس آئی۔ ناہن اس بیچ میں سوتا رہا۔ کھانا اس نے کمرے پر ہی منگا کر کھایا تھا۔

رونا کی قمار کس کے چہرے پر پتہ چل رہا تھا کہ وہ بے حد تنگی ہوئی تھی اور بے پریشان تھی۔

”تم کب آئے تھے۔“ اس نے مری ہوئی آواز میں پوچھا۔

یہاں جو گندہ کے قاتل کی تلاش میں آیا ہوا تھا۔ جب آزاد کی ختم ہوئے پانچ سال گزر چکے ہیں۔ اس سے پہلے شیفا کو گرفتار کیوں نہیں کیا گیا؟  
اسی وقت کہول؟  
ایک ہزار سال کہول اویکیے اس کے ذہن میں گھومنے لگے۔

اس کو خاموش دیکھ کر دانا نے کہا۔

”سیکریٹ ہے“

”کیا سیکریٹ ہے؟“ اس نے چونک کر سوال کیا۔

”شیفا کو پرہیز لازم ہے۔ ایک لمبے لمبے ٹوک کر اس نے کہا۔

”ایک بہت بڑے دتے دارا فرنے مجھے یہ بات بتائی ہے۔“

ابھی اس کی گرفتاری کا راز چند افسروں کے علاوہ کسی کو معلوم

نہیں ہے۔ پھر چانک اس نے سر اٹھا کر غصے سے کہا۔ ”لیکن یہ

جھوٹ ہے۔ یہ الزام سراسر جھوٹ ہے۔ فرار کیس کسی کو غلام

ہوا ہے۔ شیفا کو ہمیشہ سے قوم پرست رہا ہے۔ وہ خدا کو یا

غیر ملکی جاسوس نہیں ہو سکتا۔“

”کامیاب غیر ملکی جاسوس وہی ہوتا ہے جس کے

قربانی دوست بھی ان پر شہرہ نہ کر سکیں۔“ زائد نے مشکوٰۃ کہا۔

”تم اس لئے یہ بات کہہ رہے ہو کہ پہلے تم اس کے خلاف

ایک رستے قائم کر چکے ہو۔ اگر تم اس سے ایک بار بھی مل لو تو تم

اس کی شرافت کے قائل ہو جاؤ۔“

”تم ایک بات سمجھ رہی ہو ڈارلنگ۔ نہیں تم کہول

نہیں۔ نہیں بلکہ تمہیں علم نہیں۔“

”پانچ سال پہلے جب میں یہاں باغیوں کی مدد کرنے

کے لئے پیرا شوٹ سے کودنا تھا اس لئے سے صرف چار آدمی

واقف تھے۔ جنرل گوما میرے حکم کا چیف۔ کرنل فاسانو جو

ان دنوں ہندوستان میں باغی لیڈر کی حیثیت سے پناہ گزین

تھا اور ہاف مول۔ یعنی آدھا چاند جس کی اصل شخصیت صرف

چند لوگ جانتے تھے۔

جب میں یہاں قصبہ منزل کے باہر پیرا شوٹ سے کودنا تو

پرتگالی پولیس میرے استقبال کے لئے موجود تھی۔ اور پرتگالی

پولیس نے دودن پہلے سے قصبہ منزل میں کرفو لگا دیا تھا۔ اس کا

مطلب تھا پرتگالی پولیس کو میرے آنے کی پہلے سے کسی نے

خبر کر دی تھی۔“

”ہاں۔“ رونانے سر ہلا کر کہا۔ ”یہاں یہ بات سب جانتے

ہیں کہ ایک ہندوستانی جو باغیوں کی مدد کرنے آیا تھا۔ کسی خدا کی

مخبری پر سیکرٹ کیا اوروں کی سے مار دیا گیا تھا۔“  
مخبری صحت یا سارا دہی کر سکتے تھے۔ زائد نے کہا۔ میں  
خود جرنل گوما کرنل فاسانو اور آدھا چاند۔ اب تم خود آواز  
کر سکتی ہو میں اور جرنل گوما ایسا نہیں کر سکتے تھے۔ فاسانو اس  
وقت ہندوستان میں تھا صرف آدھا چاند باقی رہ جاتا تھا۔  
خدا کی کرنے کے لئے اللہ مجھے یقین ہے قاتل شیفا کو آدھا چاند  
تھا۔“

رونان کا چہرہ بیلا ہل گیا۔ اس نے زائد کی آنکھوں میں دیکھتے

ہوئے کہا۔ ”جو گندہ میں گنتی ہوں ہر دو کسی جگہ زبردست دھوکا

ہے۔ میں کبھی یقین نہیں کر سکتی کہ شیفا کو ایسا کر سکتا ہے۔“

”اس لئے کہ شیفا کو سے تم محبت کرنے لگی ہو۔ اور جب

انسان کسی سے محبت کرنے لگتا ہے تو اس کی جراثیمال بھیجے

اجاثیاں معلوم ہونے لگتی ہیں۔“

”نہیں یہ بات نہیں ہے۔ میں تم سے صرف ایک درخواست

کرتی ہوں۔ پلینز جو گندہ صرف میری غلطی تم ایک بار شیفا کو سے مل

لو۔ مجھے یقین ہے اس سے بات کرنے کے بعد تمہیں اس کے

بے گناہی کا یقین ہو جائے گا۔“

زائد اس کو یہ سننا ناہنیں چاہتا تھا کہ وہ شیفا کو سے مل

چکا ہے لیکن حالات تو فتح کے خلاف رخ اختیار کر چکے تھے۔ اس

لئے اب وہ ایک بار پھر شیفا کو سے ملنا چاہتا تھا۔ اس لئے

اس نے کہا۔

”میں اس سے کس طرح مل سکتا ہوں۔ وہ کس جیل میں

ہے اور جب انفران نے اس کی گرفتاری کیا بھی لازماً رکھا ہوا

ہے تو وہ مجھ اس سے ملنے ہی کہول دیں گے۔“

”اس کے لئے میں کوشش کر سکتی ہوں۔ اگر میں نہیں

اس سے ملنے کی اجازت دوں تو کیا تم اس سے ملنے چلے جاؤ گے؟

”ہاں۔“

”اور اس کے بعد اگر نہیں یقین ہو گیا کہ شیفا کو بے گناہ

ہے تو تم اس کو اس الزام سے پہلے میں میری مدد کو گئے

بہر حال تمہارا تعلق سیکرٹ سروس سے ہے اور تم اس ملک کے

لئے ایک بار موت کے مونہ میں جا چکے ہو۔ اس لئے مجھے یقین

ہے یہاں کی سیکرٹ سروس کے لوگ نہیں ہر دو جانتے ہوں گے۔“

”میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ یہاں میں نے اپنا راز کسی کو

نہیں بتایا ہے۔ اس کے باوجود میں وعدہ کرتا ہوں کہ اگر مجھے اس

کی بے گناہی کا یقین ہو گیا تو میں حتی الامکان تمہاری مدد کر دوں گا۔“

رونان۔“

”اوہ نوہ کرنل نہیں نہیں پہچان سکتا۔ جب میں نہیں  
کلب میں دیکھ کر بھی نہیں پہچان سکی تو کوئی بھی نہیں پہچان سکتا  
”اوکے۔ تم کوئی ہو تو بلا جاؤں گا۔ مجھے کب جانا ہوگا“  
”کل صبح دس بجے۔“

”کہاں؟“  
”ايسس کی کوٹھی پر۔۔۔ یہ میں کاغذ پر لکھ دیتی ہوں“  
یہ کہہ کر رونائے ایک کاغذ پر بہت کچھ لکھ کر اس کے حوالے  
کر دیا۔

”کچھ دیر بعد نامہ چلنے لگا تو دروازے کے قریب آکر رونے  
نامہ کے گلے میں بائیں ڈال کر اس کا منہ جو تے ہوئے کہا۔  
”ڈیڑر تم مجھ سے خفا تو نہیں ہو۔“  
”کیوں میں خفا کیوں کروں گا۔“

”شاید اس لئے کہ میں شیدافلو کے لئے ضرورت سے زیادہ  
بے چین ہوں ہی ہوں۔“

”میں منہار سے جذبات اور منہاری پوزیشن کو سمجھ رہا ہوں  
رونما میں خود غرض نہیں ہوں“ میں جانتا ہوں تم مجھ سے محبت  
کرتی ہو۔ لیکن میں یہ بھی جانتا ہوں کہ شیدافلو کے لئے منہار ہی  
کیا محسوسات ہیں۔ تم بخیر نہ کرو۔ میرے دل میں شیدافلو کے لئے کوئی  
حسد یا جھین نہیں۔“

”تھینکس ڈیر۔“ رونائے اس کا منہ چوم لیا یہ کرنل  
سے ملنے کے بعد تم مجھے فون کرنا۔“

”زادہ فون کرنے کا وعدہ کر کے باہر نکلتا چاہتا تھا کہ اچانک  
ایک نیا خیال اس کے ذہن میں آیا۔ ايسس نے بیٹ کر کہا۔  
”رونایک بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔“  
”کہا بات؟“

”جب ڈاکٹر شیدافلو اس شہر کا ايسس تدر مشہور آدمی ہے اور  
سارا دن مرہبوں کی دیکھ بھال کرتا رہتا ہے تو اس پر شہر کیسے  
ہوا۔ ايسس کے خلاف غداری کا ثبوت کیسے ملا کیوں کہ کوئی ثبوت  
میلے بغیر شیدافلو کو گرفتار نہیں کیا جاسکتا تھا۔“

”میں کہہ چکی ہوں کہ ضرور کوئی معاملہ ہوا ہے۔ ویسے پرچ  
یہ سہہ کہ میزاول پہلے سے کہہ رہا تھا۔“  
”زادہ تم جیسے کہہ رہا تھا۔“

”کیوں۔“ کیا تم نے بھی کوئی عجیب بات محسوس کی تھی؟  
”عجیب بات یہ تھی کہ ايسس روز جب میں نے نہیں کلب  
میں دیکھا اور شیدافلو کو تباہ کن تم جو گھر کے مشعل ہو تو وہ سوچ  
میں چر گیا تھا ايسس کے بعد ہی ايسس نے اچانک کوفا سے ملنے کا

رونائے اعلیٰ ہان کا ایک گھر سانس لیا اور فون اپنی  
جانب سرکا کر پیر سے بزم رانے لگی۔

آدھے گھنٹے تک وہ مختلف لوگوں سے فون پر بات کرتی رہی  
آخر آدھے گھنٹے کے بعد اس نے فون رکھ کر کہا۔  
”تھینکس گاڈ سکام بنگیا۔“  
”کس طرح؟“

”وہ آخری فون میں نے یہاں کے فاب سار کو کیا تھا۔ وہ  
بہت بار سوچ آتی ہے۔ میں ایک بار اپنے اخبار میں اس کا ٹریلو  
چھاپ چکی ہوں۔ وہ شیدافلو کو بھی اچھی طرح جانتا ہے۔ اس نے  
مجھ سے کہا ہے کہ وہ ایسی کرنل فوسالو سے فون پر بات کر کے مجھے  
جواب دے گا۔“

”ايسس کا مطلب ہے کہ کرنل فوسالو بھی آج کل یہاں کا اہم  
آدمی ہے۔“

”مشہور ہے کہ وہ ان جلی جنس کا چیف ہے۔“  
”نم اسے ذاتی طور پر جانتی ہو۔“  
”ہاں گیتی بارمل جی ہوں۔ بہت شریف اور بااخلاق آدمی  
ہے۔“

”فاب سار کا ابھی جواب دیا۔“  
”ہاں کہا تو اس نے یہی ہے۔“ رونائے جواب دیا۔

”وہ دو فون انتظار کرنے لگی۔“  
”تقریباً بیس منٹ بعد فون کی کھٹی بجی۔“ رونایک دیر دلی  
زبان سے بات کرتی رہی۔ لیکن رونائی کھٹھولی چمک اور  
چمک کے رنگ سے زادہ نے اندازہ لگایا کہ فون فاب سار کا ہی  
ہے اور یہ کہ اسے کامیابی ہو گئی ہے۔

”فون رکھ کر رونائے زادہ سے مسرت بھری آواز میں کہا۔  
”کرنل فوسالو تم سے ملنے کو تیار ہو گیا ہے۔“  
”مجھے سے۔“ زادہ نے حیرت سے کہا۔

”ہاں۔ تم شیدافلو کے دوست کی حیثیت سے کرنل سے  
جا کر ملنا وہ نہیں جیل کے نام خط دے دیا۔ جیل نہیں شیدافلو  
سے ملوادے گا۔ شیدافلو اس وقت ہو رہا ہے مساکر جیل میں ہے۔“  
”زادہ سوچ میں پڑ گیا۔ اس نے پوچھا کہ کہیں وہ ايسس کو پرچ  
پر جو گھر نہ بھیجے۔“

”کیا سوچنے لگی۔“ اس کو فاموش دیکھ کر رونائے کہا۔  
”میں سوچ رہا ہوں اگر کرنل نے مجھے پہچان لیا تو مجرا ہو گا۔  
میں یہاں ایک خفیہ مشن پر آیا ہوں۔“



ارادہ کیا۔ لیکن کوفا معروف تھی۔

دوسرے دن وہ کوفا سے ملنے گیا۔ اسے ہمیشہ رات کو فرصت ملتی تھی۔ جب وہ کوفا کے فلیٹ پر پہنچا تو وہ مریض تھی۔ اس نے خودکشی کر لی تھی اور اسی رات شیفا کو نے مجھ سے کہا تھا۔  
”رونا کوفا خودکشی نہیں کر سکتی تھی۔“  
”مجھے بھی اطلاع مل چکی تھی اور پورے رات کی حیثیت میں خود کوفا کے فلیٹ پر گئی تھی۔“

”تم خواہ مخواہ اٹھ رہے ہو۔ میں خود اپنی آنکھوں سے خودکشی کے بارے میں دیکھ رہا ہوں۔“  
”خودکشی کے فوٹ جعلی ہو سکتے ہیں۔“ شیفا نے جواب دیا تھا۔

”میں نے بھی وہ فوٹ دیکھا تھا۔ وہ فائری کا بیٹا ہوا ورق معلوم ہوتا تھا۔ میں جانتا ہوں کہ کوفا بھی اپنی فائری لکھا کرتی تھی۔ اس کا تھوڑا سا کچھ لکھا تھا وہ کوفا بھی شخص کسی مایوسی کے موذ میں لکھ سکتا ہے۔ اگر اس کو خودکشی کر لی ہوتی تو وہ صاف مکتھی کی وہ خودکشی کر رہی ہے۔ اور خط کو اسٹول کے پاس سے نہ باندھتی۔“

”تو کیا تمہارا خیال ہے اس کو قتل کیا گیا ہے؟ میں نے شیفا کو سے پوچھا۔

”ہاں۔ بیلر ہی خیال ہے۔“

”اب اس پورے عرصے کو قتل کر کے کسی کو کیا مل سکتا تھا۔ میں نے اعتراض کیا۔ وہ دولت مند بھی نہیں تھی۔“  
”وہ انقلابی جماعت کی سسرال کا رکن نہ جی ہے۔ اس کے سینے میں بہت سے امراز تھے۔ قتل کی وجہ زنا ت اور دولت ہی نہیں ہوتی کچھ اور بھی ہو سکتی ہے۔ میں اس بارے میں اپنے طور پر تحقیق کروں گا۔“

اس شخص کو دوسرے دن شیفا کو چیکے سے کوفا کے فلیٹ میں داخل ہوا تھا اور اس کے سامان وغیرہ کی تلاشی لی تھی۔ اس رات وہ کافی پریشان نظر آتا تھا۔ اس نے مجھ سے کہا۔

”رونا میں بھی یقین نہیں کر سکتا کہ کوفا نے خودکشی کی ہے، انوکس تلاشی میں اس کے یہاں سے مجھ کچھ نہیں ملا۔ لیکن میں اپنی کوشش جاری رکھوں گا۔“

مجھے غور ہو کر اگرافعی کوفا کو قتل کیا گیا ہے تو قاتل پر پند نہیں کرے گا کہ اس کی موت کا راز کھلے اور جو کوئی اس لڑکے کو قتل کرنے کی کوشش کرے گا۔ قاتل اس کو بھی قتل کر دے گا۔ یہ

سیرجہ کر میں نے شیفا کو کو بہت کچھ پایا کہ وہ کوفا کو بھل جاسے لیکن کبھی کبھی وہ بہت حد تک جاگتا ہے۔ مجھے تو ہے اسی سلسلہ میں کسی نے شیفا کو پھنسا سکی کوشش نہ کی ہو۔ بات سمجھ میں آتی تھی۔ زیادہ سے سچا واقعہ یہ کوشش ہو سکتی ہے کہ شیفا نے کوفا کے بارے میں اپنی تحقیق جاری رکھی اور قاتل نے خوفزدہ ہو کر مجھے پھنسا دیا ہوا وہ بھی ہو سکتا تھا کہ خود شیفا نے ہماری باتیں سن کر کوفا کو قتل کر دیا ہو۔ اور دوسرے دن اطمینان سے یہ دیکھنے لگا ہو کہ وہ کوفا کی شان ایسا تو نہیں چھوٹا جس سے اس کا راز کھل سکے۔ زیادہ سے مزید کچھ کہنا مناسب نہ سمجھا۔ رونا کو قتل کی اور اب اس بھل دیا۔

”تھیک دس بجے وہ کرنل فوسا کو کو قتل کر چکا تھا۔ زیادہ کبھی کرنل فوسا کو سے نہیں ملا تھا صرف اس کی تصویریں دیکھ سکتے تھے۔“  
”مجھے کرنل صاحب سے ملنا ہے۔ انہوں نے مجھے بلایا تھا۔“

”اندر چلے جاؤ۔“ بہریدار نے کہا۔  
وہ کو قتل کے اندر داخل ہوا۔ پہلے کمرے میں ہی ایک چپراسی نما نوکر بیٹھا تھا زیادہ سے اس سے بھی کہا کہ کرنل صاحب نے مجھے بلایا ہے۔“  
”نوکر بڑھا گیا۔“ روٹ لہجہ آکر لولا۔  
”آئیے۔“

وہ نوکر کے ساتھ گیا۔ ایک لمبے سے کمرے کا دروازہ کھولے ہوئے نوکر نے کہا۔  
”اندر چلے آئیے۔“

زیادہ اندر داخل ہوا۔ کرنل فوسا کو ایک بھاری میز کے پیچھے بیٹھا کچھ لکھ رہا تھا اس نے آہٹ سن کر مڑا کر دیکھا۔ زیادہ نے سلام کیا۔ سلام کا جواب دے کر اس نے کہا۔

”لٹریچر رکھئے، صرف دو منٹ کی اجازت چاہتا ہوں۔“  
زیادہ بیٹھ گیا۔ کرنل کچھ دیکھتا رہا۔ کبھی کبھی وہ ترچھی نظروں سے زیادہ کو دیکھ لیتا تھا۔ زیادہ کو کیا کہہ گا کہ اس کے کمرے کو کھینے کی کوشش کر رہا ہے۔ آخر اس نے قلم رکھا۔ آٹھ گریز کے پیچھے سے گھوم کر آیا کمرے کے ایک کونے میں صرف بیٹھ لکھا تھا۔ اس نے معافی کے لئے ہاتھ بڑھا کر کہا۔

”آئیے اور صبر کرو۔“ بہریدار اطمینان سے باتیں کریں گے۔

زاد نے مصافحہ کر کے اس کا شکر ادا کیا۔ موصوفہ پر چٹھے کے بعد کرنل نے کہا۔

”تو آپ تو اب سدا کے دوست ہیں“

”دوست تو نہیں۔ وہ میرے کرم فرما ہیں“

”انہوں نے فون پر مجھ سے کہا تھا کہ آپ کسی اہم سلسلہ میں مجھ سے ملنا چاہتے ہیں۔“

”جی ہاں۔“

”تو فرمائیے کیا بات ہے۔“

”میرے ایک دوست گرفتار ہو گئے ہیں۔ جیل میں ان سے ملنے کی اجازت نہیں مل رہی ہے۔ آپ کی سفارش چاہتا ہوں۔“

”ہاں۔“

کرنل کے سامنے پرل ہو گئے۔ انہی نے کہا۔

”کیا آپ کے دوست نے کوئی جرم کیا تھا۔“

”جی نہیں۔ میرے دوست بہت شریف اور باعزت آدمی ہیں۔ میرا بال ہے کسی مسئلے میں ان کو گرفتار کیا گیا ہے۔“

”کیا نام ہے آپ کے دوست کا۔“

”ڈاکٹر شفیق۔ آپ ان کو ضرور جانتے ہوں گے۔ وہ شہر کے بہت مشہور ڈاکٹر ہیں۔ غرب و لوگ تو ان کو دیکھنا سانسے ہیں۔“

”ہاں، میں نے ان کا نام سنا ہے۔ یہ کرنل نے کہا۔“

زاد نے دل ہی دل میں کہا۔

”صفت نام سنا ہے۔ جبکہ جو گندہ کی طرح شدہ پلٹ کے مطابق خوسا تو ادا چاند کا دوست تھا۔“

بلند آواز سے میں نے کہا۔

”پھر تو آپ یقیناً جانتے ہوں گے کہ وہ کتنے نیک اور شریف آدمی ہیں۔“

”نیکی اور شرافت کا تعلق دل سے ہوتا ہے مگر کیا نام بتایا تھا آپ نے اپنا۔“

”جنگدیش مر۔“

”مہندوستانی ہیں آپ۔“ اس بار کرنل نے اس کو گھوڑ کر دیکھا اور زاہد کا دل کئی دھڑکیں ایک ساتھ تھک گیا۔

”جی ہاں۔“

”آپ ڈاکٹر شفیق کو کیسے جانتے ہیں۔“

”میں پرنس روم کا سناٹہ ہوں اور گشت آتا رہتا ہوں۔ عرصے سے سینے کے ایک مرض میں مبتلا تھا ڈاکٹر شفیق کے علاج سے ٹھیک ہو گیا اس کے بعد ان سے دوستی ہو گئی۔“

میں آپ سے کہہ رہا تھا کہ شرافت اور نیکی کا تعلق دل سے ہوتا ہے۔ بظاہر غریبوں کے برے ہمدرد، برے خدائرس لوگ اندرونی طور پر کچھ نہیں کرتے۔ اس کا تبہ آپ کو بھی ہوگا

میں ایسے کئی امثالوں اور بیک مارکٹ کرنے والوں کے نام بتا سکتا ہوں جو اپنے اپنے علاقے میں برے رحصل، نیک اور خدائرس مشہور ہیں۔ وہ روزخیرت کرنے میں مندر نوٹے ہیں

کسی ضرورت مند کو اپنے در سے خالی نہیں دیتے۔ لیکن راولوں کو کالا دھندلا کرتے ہیں۔“

”میر کی رائے آپ سے مختلف ہے۔“

”گوڈ آپ کا خیال ہے ڈاکٹر شفیق کو بھی اسکا بیک مارکٹ ہوگا۔“

”کیا شہر ہیں۔“

”ان پر کیا الزام لگا رہا ہے۔“ کرنل نے پوچھا۔

”یہ مجھے معلوم نہیں۔ ابھی تو باقاعدہ طور پر ان کی گرفتاری کا بھی اعلان نہیں کیا گیا کرنل نے پوچھتے ہوئے کہا۔“

”اگر وہ بے گناہ ہیں تو آپ کو ہماری عدالتوں پر مصروف رکھنا چاہیے وہ انصاف کو دیں گی۔“

”مجھے یقین ہے عدالت انصاف کرے گی۔ میں صرف ان سے ملنے کی اجازت چاہتا ہوں۔“

”کیوں۔“ کرنل نے زاہد کے چہرے پر نظر میں جھانک کر کہا۔

”آپ کیوں ان سے ملنا چاہتے ہیں۔“

اس سوال پر زاہد چکر گیا۔ پھر اس نے بات بنا دی۔

”آپ جانتے ہیں سر ریجمنٹ اور تکلیف میں وقت کسی دوست کا سہارا ہی دل کو بڑی گھار سے بندھاتا ہے۔ ڈاکٹر شفیق جیسے باعزت شخص کے لئے یہ حادثہ جان بوجھ کر ثابت ہو سکتا ہے

میں ان سے مل کر ان کو قتل کر دینا چاہتا ہوں کہ وہ گھر میں نہیں ان کے دوست اپنی موجود ہیں۔ اس کے علاوہ میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ وہ اپنا ڈیٹس کس طرح کرنا چاہتے ہیں۔ کس کو یہ کہہ کرنا چاہتے ہیں۔ اپنی گناہی میں کیا ہوتا ہے کہ

کرنل کچھ دیر سوچتا رہا پھر بولا۔

”آل رائٹ مگر جنگدیش۔ آپ رات کو فونکے مجھ سے آکر ملئے۔ میں دیکھتا ہوں کہ میں آپ کے لئے کیا کر سکتا ہوں۔“

”میں شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھ پر اتنا قیمتی وقت ضائع کیا ہے۔“

”اوہ۔“ کچھ نہیں۔ یہ کہہ کر کرنل میز کی طرف چلا گیا۔

زاہد اتر گیا۔

کا ڈرائیور ان کے ایک دوست کو لینے کے لئے ابھی مسکرا رہا ہے کرنل صاحب نے مجھ سے کہا تھا آپ جایں تو ان کے گاڑی میں چلے جائیں۔

زائد کو یہ موقع غنیمت نظر آیا اس نے سوچا۔ میری گاڑی خراب ہے اگر اسی وقت ملاقات ہو سکتی ہے تو کل کا دن ضائع کرنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ چنانچہ وہ فوراً تیار ہو گیا۔ اس نے مسرت بھری آواز میں کہا۔

”اوہ مہاشام۔ میں کرنل صاحب کی عزائم کا شکر ادا نہیں کر سکتا، پلینز میری جانب سے ان کا بہت بہت شکریہ ادا کر دیجئے۔“

”تو آپ ان کی گاڑی سے جانا چاہتے ہیں؟“

”جی ہاں۔“

”اوکے میں آپ کو ڈرائیور کے پاس بھیجا دوں گی ہوں گا یہ کہہ کر عورت نے گھنٹی بجائی۔ چیرا کی آیا تو اس نے کہا۔“ ان صاحب کو ڈرائیور کے پاس لے جاؤ اور اس سے کہو کہ کرنل صاحب نے کہا ہے کہ ان کو اپنے ساتھ مسکرا لیاؤ۔“

”بہت اچھا۔“ چیرا کی نے آہستہ آہستہ صاحب میرے ساتھ آئیے۔

زائد نے عورت کا پھر شکریہ ادا کیا اور چیرا کی کے ساتھ چل دیا۔

کرنل کا ڈرائیور صورت شکل سے شریف آدمی نہیں لگتا تھا۔ بڑی بڑی خونخوار آنکھیں تھیں چہرہ پر گھنی مونچھیں تھیں اور کئی زخموں کے نشان تھے جن سے پتہ چلتا تھا کہ اس نے کافی پٹری میٹھی زندگی گزاری ہے۔

کرنل کا بیٹا مہاشام سن کر ڈرائیور نے کہا۔

”آپ گاڑی میں قنٹرولیف رکھیے۔ ہم ابھی پانچ منٹ ہیں چل رہے ہیں۔“

زائد گاڑی میں پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔

دس منٹ بعد وہ چل پڑے۔ بازو سے گزرے تو زائد کو خیال آیا کہ وہ روٹو کو بتائے۔ اس نے ڈرائیور سے کہا۔

پلینز فلا گاڑی کسی ہبلک فون کے سامنے دو منٹ کے لئے روک لیں۔ ہمیں ایک فون کرنا چاہتا ہوں۔“

ڈرائیور نے سر ہلا دیا اور ایک پوسٹ آفس کے سامنے جا کر

گاڑی روک دی۔ یہاں ہبلک فون موجود تھا۔ زائد ہڈا کر فون پر

گیا اور دونا کے ہونل کا نمبر ملا۔ فوراً ہی آپریشن شروع ہو گیا۔

”ہوٹل لاہور۔“

دوپہر کو کھانے پر اس نے دونا کو بتایا کہ کرنل نے اس کو رات کو بلا یا ہے۔

”دونا نے کہا۔“ کیا وہ اجازت نامہ دلا دے گا۔“

”کچھ کہا نہیں جا سکتا۔ زائد نے جواب دیا۔“

”تو رات کو دوس بجے جاؤ گے۔ وہاں سے میرے

یہاں آنا۔ اگر میں نہ ہوں تو ٹھیک سے چابی لے کر میرا انتظار

کر لینا۔“

”اچھا۔“ زائد نے سر ہلا دیا۔

سڑھے آٹھ بجے زائد اپنے ہونل سے چلا۔ یہی ہونل کے

گیرج سے انہی کر کے کی کاڑھ لکھے ہی اسے پتہ چلا کہ ایک پہلے

میں سے ہونا نکل گئی تھی۔

پٹرول پمپ وہاں سے کافی دور تھا اور کرنل سے ملنے

کا وقت نو بجے مقرر تھا۔ اس لئے اس نے اس گاڑی پھر گیرج میں لے

دی اور جگہ کی کے کرنل سے ملنے چل دیا۔

نو بجے پھر وہی چیرا کی ملا۔ وہ زائد کو دیکھ کر ایک چھوٹے

سے کمرے میں لے گیا اندر اس کو بٹھانے پر اسے ہوا۔

”یہاں بیٹھے۔ میں کرنل صاحب کا اطلاع کرنا ہوں۔“

تقریباً بیس منٹ انتظار کے بعد ایک عرصہ بعد عورت

کمرے میں داخل ہوئی اور بولی۔

”آپ ہی مسٹر میڈیکلش ہیں۔“

”جی ہاں۔“

”کرنل صاحب کے کچھ جہان آگئے ہیں۔ انہوں نے بہت

بہت محنت چاہی ہے۔“

اس کا مطلب تھا کرنل اس کی مدد کرنے کو تیار نہیں تھا۔

انسان جو کہ عورت اپنا پرس کھول کر کچھ نکالنے لگی تھی۔ پھر اس

نے ایک بند لفافہ پرس سے نکال کر کہا۔

”میں ان کی سکرٹری ہوں۔ کرنل صاحب نے آپ کا

کام کر دیا ہے اس لفافے میں جیلر کے نام خط ہے۔ آپ اپنے

دوست سے جا کر مل سکتے ہیں۔“

”اوہ تعجب تک۔“ زائد نے لفافہ لیتے ہوئے کہا۔

”کرنل صاحب کا میری جانب سے بہت بہت شکریہ ادا کر دیجئے۔“

”آپ چاہیں تو ابھی اپنے دوست سے مل سکتے ہیں۔“

”ابھی۔“ زائد نے حیرت سے کہا۔

”جی ہاں۔ مسکرا یہاں سے مشکل سے ساتھ ٹھہر دو۔“

ہے۔ ایک گھنٹہ کا راستہ ہے۔ اتفاق سے کرنل صاحب کا

کئی باتیں ایک ساتھ اس کے ذہن میں گھوم گئیں۔  
لنٹ کا وقت ہے اور وہ ڈیڑھ گھنٹے کے ساتھ اکیلے ہے۔

اور ڈیڑھ گھنٹے فوساؤ کا آدمی ہے۔

اور کرنل فاساؤ نے اس کو اپنی گاڑی میں سارے ملنے کی  
دعوت دی ہے۔ اچانک ڈیڑھ گھنٹے کے ایک جھٹکے سے دروازہ کھول  
دیا اور اس کا جسم باہر کی جانب جھکا۔

ایک سیکنڈ کے ایک لاکھویں حصے میں زیادہ بھگیا کر بھا  
ہو رہا ہے۔

لاشعوری طور پر اس نے دروازہ کھول کر باہر جھلائی۔  
لگا دی اس کا جسم رفتار کے زور میں دائرہ سائبانا سوار لینک  
کے اوپر سے گزر کر دیوار کی طرف گرتے لگا۔

کار نے اچانک رینک پر ٹھکرائی اور اچھل کر وہ بھی دبیا  
میں گری۔ ڈیڑھ گھنٹے کی کار سے نکل کر وہ پانی میں گر اٹھا۔

کار بھاری کھٹی سیلے وہ گری اور پانی کا ایک فوڈہ سا کس  
نے چھال دیا۔ پھر سیلے ڈیڑھ گھنٹے پانی میں گرا اور پھر ناپاک جسم  
تھنڈے پانی کی تہ میں چھٹیا چلا گیا۔

چند لمحوں کے لئے زیادہ سا جسم سس ہو کر رہ گیا اور اسے  
1۔ پتہ ہاتھ پاؤں میں من بھر کے محسوس ہونے لگے۔ اس نے اکثر  
شکنا تھا کہ اچانک تھنڈے پانی میں کودنے سے ناخوشی طور پر  
جسم مفلوج ہو جاتا ہے۔ اس صورت میں اچھے اچھے تیراک  
ڈوب کر مر جاتے ہیں۔ زیادہ کے جسم میں خوف کی پھر بری دھڑ  
گئی، اور اس کی پھر بری نے اس کے جسم میں زندگی کی ہر دھڑائی۔  
اس کے پاؤں تیرے چھوئے۔ اس نے پاؤں زمین  
پر رکھتے ہی جسم کو اچھلا اور سطح پر اتر گیا۔

چند ہاتھ مارنے کے بعد ہی اس نے دیکھا کہ ڈیڑھ گھنٹے  
نہ صلیے پر تیر رہا تھا۔ زیادہ کے ہاتھ پاؤں اب اچھی طرح کام کر رہے  
تھے۔ پانی اگرچہ بھرپور تھا لیکن بہت کم کے اس سے غلط نہ لگا یا۔  
اور اس نے اندر ہی اندر تیرتا ہوا ڈیڑھ گھنٹے کے قریب پہنچ گیا۔ ڈیڑھ گھنٹے  
کو دیکھ کر گھر گیا۔ وہ تیزی سے ہاتھ ملکا کر کنارے کی طرف بڑھنے  
لگا۔ زیادہ نے فوراً ایک ہاتھ سے اس کی ٹانگ پر پکڑی اور دوسرے  
ہاتھ سے ناک بند کر کے پانی میں چھٹیا چلا گیا۔

زیادہ چارونٹ تک اپنا سانس روک سکتا تھا۔ عام آدمی  
جس نے سانس روک کے کی مشق نہ کی ہو مشکل سے ڈیڑھ دو منٹ  
سانس روک سکتا ہے۔ جب زیادہ کو اپنے سینے میں آگ سی گئی  
دس ہونے لگی۔ وہ پانی کی سطح پر اُبھرا۔ ڈیڑھ گھنٹے بدھوش

”ہیلین ڈیوڈس رونا کے کسے سے کنکشی ملا دیجئے“  
”کچھ دیر گھنٹی بجتی رہی تو مرنے کے خون آبر پڑنے لگا۔“

”مس رونا کسے بر نہیں ہیں۔“

”اوکے تو ان کو ایک پیغام دے دیجئے“

”کیا پیغام ہے۔“

”ان سے کہیے کہ مٹر جگدیش کا فون آیا تھا۔ کرنل صاحب  
نے سفارشی خط سے دیہاے اور میں اسی دفتر سے مل گیا ہوں۔  
صبح کو ان سے ملوں گا۔“

”اوکے سر۔“

”ہیلین پیغام ضرور دے دیجئے یہ بہت ضروری ہے۔“

”آپ فکریہ کریں سر پیغام ان کو اتنے ہی مل جائے گا۔“

لہذا واپس گاڑی میں آگیا اور کار پھر چل پڑی۔

عقبے نمائش سے زیادہ محسوس ہوا کہ ڈیڑھ گھنٹے  
کو عجیب نظروں سے دیکھنے میں بار بار دیکھنا تھا۔

اچانک ڈیڑھ گھنٹے کی طرح گیا اور اس نے سب سے  
پھر زیادہ دیکھا۔

پھر وہ سب سے بچا لے لگا۔ اسی سیٹی کے دوران زیادہ محسوس  
کیا کہ اس کا داہنا ہاتھ دروازے کے پینل پر لپکا۔

آفتاب سے سینے کا زاویہ اس طرح تھا کہ وہ اسے ڈیڑھ  
کے ہاتھ کی حرکت محسوس ہو گئی تھی۔

پھر اس نے دروازے کا کھٹکا کھٹکنے کی آواز سنی۔  
ڈیڑھ گھنٹے اپنے ناخوشی جانب کا دروازہ کھولا تھا۔

کیوں۔ جب کہ گاڑی کی تقریباً پچاس کلومیٹر کی رفتار سے  
جا رہی تھی۔

تیز گاڑی میں دروازہ کھلا رہنا خطرناک ہوتا ہے پھر  
اس نے دروازہ کیوں کھولا تھا۔

اسی وقت گاڑی ایک موڑ پر گھوم کر ایک بے پل ہائی ویل  
کے نیچے دبیا بہر رہا تھا۔ اور لینک مشکل سے دوڑت ہوئی تھی  
زیادہ کے سارے جسم میں تناؤ سا پیدا ہو گیا۔ اس کی چھٹی  
جس نے اسے کسی نامعلوم خطرے کا سگنل دیا۔

لاشعوری طور پر آہستہ سے ہاتھ جھکا کر اس نے بھی داہنی  
طرف کا دروازہ کھول دیا اور پینل ہاتھ میں چھانے رہا۔

گاڑی کی رفتار اس سے پل سے گزرتی رہی۔ پل بہت  
لمبا تھا۔ لیکن پل پر پہنچ کر ڈیڑھ گھنٹے کی رفتار اور تیز کر دی تھی  
جب کہ پل پر اصولاً اس کو رفتار کم کرنی چاہیے تھی۔

ہو چکا تھا۔

سے گرم گرم نمونہ جیسی کوئی چیز اس کی جانب بڑھا کر ہوا۔

”لو اس کو پی لو“

نہایت کپکپاتے ہوئے وہ ایک گھونٹ پیئے ہوئے کہا۔

”میں آپ کا یہ احسان کبھی نہیں بھولوں گا“

”انسان کو کسی نے بنا گیا ہے کہ دوسرے انسانوں کے

کام آئے۔“ بدھ سکھوں نے مشکرا کر جواب دیا۔ ”کہا تم مجھے ہو“

”نہیں شکریہ“

”بس تو یہ کرتے ہیں آگ کے پاس سوجاؤ۔“

تو وہ یہ کرنا نہ کہہ سکا ہی تھا جیسے اس کے بدن میں نئے

سرسے سے زندگی کی آہستہ آہستہ گنتی ہو۔ وہ تازہ دم محسوس کرنے

لگا۔ جھوٹا سا کہہ الاؤ کی وجہ سے گرم تھا۔ سکھوں کا خطہ چلا گیا۔ ناہ

وہیں سر کے نیچے ایک اینٹ رکھ کر بیٹ گیا اور چند منٹ بعد ہی

گہرے خراشے لیئے نکلا۔

صبح کو چار بجے اس کی آنکھ کھلی۔ سکھوں کا بھی کہیں

پتہ نہیں تھا۔ وہ سوچنے لگا کہ اسے کیا کرنا چاہیے۔

کسی وجہ سے کرنل فوساؤ اس کی جان کا دشمن ہو گیا تھا۔

اب اگر کرنل کو یہ پتہ چل گیا کہ وہ مرا نہیں، تب تک اسے تو دوسری بار

وہ اس کو قتل کرنے کے لئے اپنی پوری کوشش صرف کر دے

گا۔ اس کے ساتھ ہی ڈاکٹر شیفاو سے بھی اس کا ملنا بہت

جزوری ہو گیا تھا۔

ساری باتیں سوچ کر ایک تجویز اس کے ذہن میں آ گئی۔

وہ آٹھ گھنٹے قیدوں سے اس کمرے میں گیا جس میں

اس کے گیلے کپڑے تھے تھے۔ وہ کپڑے ابھی تک پھیلے تھے۔ اس نے

اپنے دائرہ روف پر اس میں سے ایک کاغذ نکال لکھا۔

مہاراج

میں آپ کے کپڑے لئے جا رہا ہوں۔ ان کپڑوں

کے معاوضہ کے طور پر کچھ روپیے چھوڑے جا رہا

ہوں۔ کیونکہ ان کی جگہ ضرورت ہے۔ آپ کی وجہ

سے جو کام رات مجھے پہنچا ہے۔ اس کا اجر آپ

کو خدایٰ دے سکتا ہے۔“

اس تصویر کے ساتھ اس نے تقریباً دو سو روپے کے مقامی

نوٹ اینٹ کے پچھے دبا دیئے اور آٹھ گھنٹے چل دیا۔

آدھا گھنٹہ چلنے کے بعد اس کو ایک ترک جانا نظر آیا۔ اس

نے اپنے دیگر ترک کو روکا اور اس سے پوچھا۔

اس سے ڈانٹا ہو کر وہ ہیں چھوڑ دیا اور خود ساحل کی طرف

نہرنے لگا۔ ڈانٹا ہو کر یہ سوسن جسمانی کی تہذیب میں پھیلا ہوا تھا۔

اسے اب ڈانٹا ہو کر کچھ بچنے کی ضرورت نہیں تھی۔ ڈانٹا ہو کر

پیشہ و فانی تھا جس کی خدمات تو سوائے اس کے کوئی کر سکتے

تھے حاصل کی جیتیں۔ اگر اتفاق سے وہ ڈانٹا ہو کر ہاتھی حرکت

نہ کیجے بلنا تو وہ گاڑی کے اندر ہی بند رہا کی تہذیب میں پھیلا ہوا تھا۔

پھر اس کی موت یقینی تھی۔ ڈانٹا ہو کر یہ کھال کے کیکر بنا تھا۔ اسی

نے اس نے تیز رفتاری سے کارخانہ دار سا موٹر خود دہانی میں پھیلا ناگ

لگا دی تھی۔

لیکن سوال یہ تھا کہ کرنل فوساؤ اس کو کبوں قتل کرنا چاہتا

تھا۔ کیوں ایک اجنبی شخص کی جان لینا چاہتا تھا۔

کیا ڈاکٹر فوساؤ نے اس کو جو گنہگار کے بطور پہچان لیا تھا؟

ساحل پر پہنچ کر ناہ بہت دیر تک ریت پر لیٹا رہا اور

سائنس دوست کرنا دہا اور بائیں سوچتا رہا۔ پھر اس کو ٹھٹھانے

لگی۔ وہ آٹھ گھنٹہ ایک طرف چل دیا۔ سردی سے اس کے دانت جھنکے

لگے تو اس نے دوڑنا شروع کر دیا۔

آخر سے ایک لٹی کے اشارہ نظر آئے۔ یہ کوئی چھوٹا سا گاؤں

تھا۔ گاؤں کے باہر اسی سے ایک چھوٹا سا اندر نظر آیا۔ مندر

میں رتی تھی۔ اس نے دوڑنا ہٹا دیا، کچھ دیر بعد ایک بدھ

سکھوں نے دوڑنا کھولا۔

ناہ ڈانٹا کی زبان بول سکتا تھا۔ اس نے مقامی زبان

میں کہا۔

”میر کی کارہا میں تو ب گئی ہے۔ میں مشکل سے پہاڑوں

سردی سے میرا جسم سن ہو گیا ہے۔“

”اندرا جاؤ۔“ سکھوں نے کہا۔

اندرا ایک چوڑے پر ہاتھ باندھ رکھا تھا چوڑے

کے آگے آگ کا لالہ جل رہا تھا۔

”آگ کے سامنے جھکو“ سکھوں نے کہا۔ ”میں نہ ہارے

لئے کپڑے لانا ہوں۔“

تھوڑی دیر بعد ہی وہ اس کے لئے کپڑے رنگ کا لبا

چھڑا اور ایک کپڑے کر لیا۔ اور کپڑے اس کو دے کر چلا۔

”ہمارے کپڑے میں جاکر کپڑے بدل لو۔ اپنے کپڑے

پھوڑ کر پھیلا دو۔“

ناہ نے دوسرے کپڑے میں جاکر کپڑے بدلے۔ اپنے

کپڑے پھوڑ کر پھیلا کر وہ ہندو منٹ بعد باہر نکلا تو سکھوں ایک دار

”اگر تم مساکر کی طرف جارہے ہو تو مجھے وہاں چھوڑ دو۔“  
”بیٹھ جاؤ۔“

وہ ترک میں بیٹھ گیا۔

آدمے گھٹنے بعد ترک نے اس کو مساکر کے ایک چوڑے پر چھوڑ دیا۔ زاہد نے انکر برس روپے کے نوٹ ڈباؤنکل جانب بڑھ گئے۔ ڈباؤنر نے مسکرا کر کہا۔

”مہاراج، کبھی کبھی کوئی ٹیک کام ہمیں بھی کرنے دیا جائے۔“  
زاہد کے ہاتھوں پر مسکراہٹ دکھائی۔ اس نے شکر ادا کر کے روپے جیب میں رکھ لئے۔

اب ساڑھے پانچ بج رہے تھے۔

مختصر سی تلاش کے بعد ہی اسے ایک ریسٹوران مل گیا۔ وہ ناشتہ کرنے اور وقت گزارنے کے لئے ریسٹوران میں گھس گیا۔

﴿﴾

صبح آٹھ بجے اس نے جیل کو کرنل فوسلو کا خط دیا جو اس کے وائپر ف پر اس میں محفوظ تھا۔ جیلر نے ایک نظر اس کو دیکھ کر ایک سپاہی کو بلا کر کہا۔

”ان کو تیشی ڈاکٹر شیفا لو سے ملا دو۔ مہاراج کو تنہائی میں بات کرنے دینا۔“

سپاہی نے ادب و حقیقت سے کہا۔

”آئیے مہاراج۔“

لاہ اس کے ساتھ چل دیا۔ شیفا لو ابھی مقدمہ نہیں چل رہا تھا۔ اس لئے وہ حالات میں تھا۔ لیکن ہلک ٹھلک لوٹھری میں بند تھا جس کا دو واہرہ سلاخوں کا تھا۔ وہ کوٹھری کے سامنے بیٹھ کر زاہد سے دیکھا ڈاکٹر شیفا لو اس کی جانب سے پیچھے کئے سلاخوں کی کھڑکی سے سوج طلوع ہونے کا منظر دیکھ رہا تھا۔ سپاہی نے کہا۔

”ڈاکٹر شیفا لو کوئی آپ سے ملنے آیا ہے۔“

ڈاکٹر شیفا لو نے ایک بار گھوم کر اس کی جانب دیکھا۔ اس کا چہرہ ہلکا تھا اور آنکھوں میں عجیب سی چمک تھی۔ اور پھر اس کی جانب سے پیچھے کر کے باہر کی طرف دیکھنے لگا۔ سپاہی ان کو چھوڑ کر چلا گیا تھا۔ زاہد نے کہا۔

”ڈاکٹر شیفا لو۔ میں آپ کا دوست ہوں۔“

ڈاکٹر شیفا لو خاموش کھڑا رہا۔

دو ڈاکٹر شیفا لو مجھے رونانے بھیجا ہے۔“

ڈاکٹر شیفا بھی خاموش کھڑا رہا۔ زاہد نے پھر اپنا جملہ دہرایا۔  
”ڈاکٹر شیفا لو۔ پلیز مجھے رنجھور و سرکھو مجھے رونانے بھولانے“

ڈاکٹر نے اس کی جانب گھوم کر دیکھ بھر جواب دیا۔  
”میں کسی رونا کو نہیں جانتا۔“

”رونا بھائی۔ جو ایسٹ ایشیا مائیکری ریور ہے۔“

”میں اس نام کی کسی عورت کو نہیں جانتا ڈاکٹر نے اسی

طرح کی بھاری اور پوچھل آواز میں جواب دیا۔

زاہد سوچ میں پڑ گیا کہ وہ رونا کو بیچانے سے کیوں انکار کر رہا ہے۔ پھر فوراً ہی اس کو خیال آیا کہ شیفا لو غدا کی کے قریب ہی گرفتار ہوا ہے۔ اس لئے وہ کسی کو اپنی دوستی نبال کر کے پھینکنا نہیں چاہتا۔

”ڈاکٹر شیفا لو یہ زاہد نے پھر کہا۔ آپ کسی کو جانتے ہوں یا نہ جانتے ہوں رونا اور اس ہی آپ کی مدد کر سکتے ہیں کیونکہ آپ کی گرفتاری کے بارے میں اعلان نہیں کیا گیا۔ رونا کو کچھ طرح بہت چل گیا تھا کہ آپ کو غدا کی کے قریب میں گرفتار کر لیا گیا ہے۔ ڈاکٹر شیفا بھی خاموش رہا۔ زاہد سمجھ رہا تھا کہ ڈاکٹر شیفا لو اس کو پولیس کا آدمی سمجھ رہا ہے جس کی باتوں میں لگا لگا کر کے دل کا زار جلتے آیا ہے۔

”ڈاکٹر شیفا لو یہ زاہد نے کہا۔ میں نہیں پھینکنا کے لئے نہیں آیا ہوں۔“

”کون ہو تم؟ ڈاکٹر نے انہی پوچھل آواز میں سوال کیا۔

”میری طرف دیکھئے۔ مجھے یقین ہے آپ مجھے پہچان

لیں گے۔ میں آپ سے مرلیض کے طور پر مل چکا ہوں۔“

”ایک ڈاکٹر کے پاس دن میں سیکڑوں مرلیض آتے ہیں۔“

ڈاکٹر نے جواب دیا۔ وہ ہر ایک کو یاد نہیں رکھ سکتا۔

”آل رائٹ۔ اتنا کہتا دو کیا کوئی آپ کا دوست ایسا ہے

جسے میں آپ کی گرفتاری کی خبر پہنچا دوں اور وہ آپ کے مفاد کے

کی پیروی کر سکے۔“

”میرا کوئی دوست نہیں۔“

مجھ پر ملو زاہد کے دل میں ڈاکٹر کی عزت بڑھتی جا رہی تھی

وہ اپنے کسی دوست کو اپنا دوست نہ کر سکتا۔ میں قاتل نہیں

چاہتا تھا۔ زاہد کو یقین ہونا چاہا کہ ڈاکٹر کو سازش میں

پھنسا یا گیا ہے۔ لیکن اصل بات ڈاکٹر ہی بتا سکتا تھا اور ڈاکٹر

زبان کھولنے کو تیار نہیں تھا۔

اچانک اس کو یاد آیا کہ ڈاکٹر کو ناکی موت پر قتل کا شبہ تھا

اس نے سلاخوں سے مونہہ لگا کر ملکی آواز میں کہا۔

”ڈاکٹر شیفا لو مجھے یقین ہے کوئی نے خود کوئی نہیں کی اس

کا ہے۔ میں نے سب سے پہلے اس کی لاش باؤنچانے

میں تنگی ہوئی دیکھی تھی۔ کیونکہ میرا اس سے ملاقات کا وقت مقرر تھا۔

اس بار شیفا کو اس کی جانب گھوما اور کچھ دیر اس کے چہرے کو گھور کر بولا۔

”کون ہو تم۔“

”میں جو کوئی بھی ہوں آپ مجھ پر بھروسہ کر سکتے ہیں؟“

”میں کسی پر بھروسہ نہیں کر سکتا۔“

ناہنے نے ڈاکٹر کا اعتماد حاصل کرنے کے لئے دوسرا پانسہ پھینکا۔ اس نے کہا۔

”آپ کو یاد ہوگا چند روز پہلے آپ نائٹ کلب میں بیٹھے تھے۔ وہاں آپ کے ساتھ تھی، آپ کو فیسے ملنا چاہتے تھے لیکن کوئی پاس کوئی دوسرا شخص تھا، اس لئے وہ آپ کو وقت نہیں دے سکی تھی۔“

”وہ آدمی میں تھا۔ اس وقت میں کوئی سے بات کر رہا تھا اور اس سے پہلے وہاں ایک آدمی کی جانب اشارہ کر کے کہا تھا۔“

”یہ آدمی جو گندہ سے کتنا ملتا ہے“ جس پر آپ نے کہا تھا۔ ”دنیا میں بہت سے جہتے ملتے جلتے ہوتے ہیں۔“

”لیکن وہاں سے مجھے صحیح پہچانا تھا؟“

”جی ہاں۔ میں جو گندہ ہوں۔“

”لیکن۔ لیکن تمہیں تو پرنسنگاہوں نے گولی مار دی تھی۔“

”میں بچ گیا تھا۔ ناہنے نے جواب دیا اور جو گندہ کے کچھنے کی فریضہ کہانی سنائی۔

”آج بار شیفا کوئی آنکھوں میں پھٹی بازیز چمک رہا ہوں اس نے پوچھا۔

”تم یہاں کس تاریخ کو پیراشوٹ سے کودے تھے؟“

”سہارا بوسہ کو۔“

”وہی میں ہمارا کون آدمی تھا؟“

”فوسالو۔“

”یہاں ہمیں کس سے رابطہ قائم کرنا تھا؟“

”آدھے چاند سے۔“

”اوہ۔ اس کے منہ سے نکلا۔“

”اور آدھا چاند آپ تھے۔“ ناہنے نے کہا۔

”ہاں۔“ ڈاکٹر شیفا نے سر ہلا کر کہا۔ ”لیکن تم جانتے ہو کہ ۱۳ فروری کو کیا ہوا؟“

”میں نہیں۔“

”معلوم تو مجھے بھی نہیں۔ ہم لوگ ان دنوں نامہ برکوزوں کے ذریعے پیغام بھیجتے تھے۔ ٹرانسپیر استعمال کرنا خطرناک تھا۔

برابر کے ملک انڈونیشیا میں ہمارا ایک اکیٹ سادہ ٹرانسپیر سے دلی میں فوسالو سے رابطہ رکھتا تھا۔ ہمیں آپ کے آنے کی اطلاع مل چکی تھی۔ پروگرام کے مطابق میں فوسالو سے دس

میل دور ایک گاؤں میں ایک ہفتہ پہلے چلا گیا تھا۔

۱۴ نومبر کو جاپانک ہمیں پتہ چلا کہ موزا میں پرنسنگاہوں نے

کرنیونگاہا ہے۔ میں سمجھ گیا کہ کچھ گڑبڑ ہو گئی ہے۔ انہیں شاید

ہمارے پروگرام کا پتہ چل گیا ہے۔ میں نے نامہ برکوزوں کے

ذریعے کئی پیغام بھیجے کہ آپ کو بھیجے کہ پروگرام ملتوی کر دیا جائے۔

لیکن شاید ہمارے کچھ پڑھنے لکھنے اور پیغام نہیں پہنچ سکا۔

جواب میں ہمیں کوئی پیغام نہیں ملا۔

موزا کے چاروں طرف چار چار میل تک سخت پہرہ لگایا

گیا۔ جس جگہ آپ کو گونا تھا، وہ جگہ بھی کرینو کی مدد میں آئی تھی۔

ہم نے ان لوگوں کی توجہ آپ کی جانب سے تانے کے لئے

ایک قریبی ٹیل کوڈا سنا میٹ سے آزاد کیا۔ لیکن پرنسنگاہوں نے

اس جگہ سے جنبش تک نہ کی۔ اس وقت ہماری اتنی طاقت

نہیں تھی کہ پرنسنگاہوں کا مقابلہ کر سکیں، اس لئے ہم مجبور ہو گئے

بعد میں ہمیں پتہ چلا کہ پرنسنگاہوں نے آپ کو گرفتار کر لیا ہے۔ پھر

ایک ہفتہ بعد پتہ چلا کہ آپ کو گولی مار دی گئی ہے۔ ہمیں خاص

طور پر مجھے آپ کی موت کا بڑا فاسوس ہوا تھا۔ لیکن ہر ایک

جنگ لڑ رہے تھے اور جنگ میں اپنے عزیزوں اور دوستوں

کی قربانی دینی ہی پڑتی ہے۔“

”لیکن یہ بات یقینی تھی کہ آپ کے ساتھ دھوکا ہوا تھا۔ ہماری

پارٹی کے ساتھ کسی نے فساد کی کتنی پرنسنگاہوں کو پہلے سے

ہمارے پروگرام کا علم تھا اور ہمارے بہت سے ممبران کا ان کو پتہ

تھا۔ ان سب کو گرفتار کر لیا گیا۔ میں صحتہ اس لئے بچ گیا کہ میں

آپ کو لینے کے لئے اس گاؤں میں چلا گیا تھا۔“

ناہنے نے اس کے چہرے پر نظریں جماتے ہوئے کہا۔

”مگر آپ نہ اندازہ لگایا تھا کہ فساد کون تھا؟“

”نہیں۔ ہم کوئی اندازہ نہیں لگا سکے تھے۔“

”اور اب۔ آج۔“

”کوکے فوسانوکے بارے میں تحقیق کی کی۔ اسی لئے آپ اس عل کو فوسے ملنا چاہتے تھے۔ پھر جب آپ کو پتہ چلا کہ کو فاسے مکان میں بھی ہوتی پانی پانی گئی تو آپ کو یقین ہو گیا کہ کو فاسے نقل کیا گیا ہے آپ سمجھ گئے کہ دشمن پریشیا ہو گیا ہے اور چونکہ آپ جنگ آگاہ کے سپاہی تھے۔ آپ بڑول نہیں تھے۔ آپ نے اپنی زندگی کی پرواہ نہ کرتے ہوئے معاملے کی اصل نہایت پیچیدگی کو شریش شروع کر دی۔“

”جیتے میں آپ پر غلامی کا الزام لگا کر آپ کو گرفتار کر لیا گیا۔“  
”کیا کٹر شیفاؤں نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔“

”آپ نے عجیب اندازہ لگایا۔ اس پرنگالی کے بہانے ایک باغبان کو گرفتار کیا، وہ بھی ہمارا آدمی تھا۔ مجھے پتہ چلا تھا کہ وہ باغبان آج کل مساکر میں رہتا ہے۔ میں نے یہ سب سے ملنے آیا تھا میں اس سے مل کر گرفتار کیا گیا۔“  
”اے باغبان! آپ کو تصدیق ہو گئی کہ اصل غلام فوسانوکے جو اچکل کرل کے عہد ہے براورسلک کی ایلی میں کلاچیف بنا ہوا ہے۔“

”ہاں۔“

”اس کا مطلب ہے کہ کل فاساوان سب لوگوں کو نظر رکھتا تھا جن کے بارے میں اسے شبہ ہو سکتا تھا کہ وہ اس کے لئے خطرناک ہو سکتے ہیں۔“

”حالات سے تو ہمیں پتہ چلتا ہے۔“

”آپ پر الزام کیا لگایا گیا ہے۔“

”ابھی تک چارج شیٹ نہیں آئی ہے۔ لیکن مجھے یقین ہے فوسانوکے سیکرٹریٹ ہزاروں آدمی ایسی سازش تیار کر رہے ہیں جس کا کوئی ہو سکے ورنہ وہ ہم پر آسانی سے ہاتھ نہ ڈالتا۔“  
”آپ نے خود کو بے گناہ ثابت کرنے کے سلسلہ میں کیا پروگرام ہے۔“

”ابھی کیا بتا سکتا ہوں جب تک مجھے الزام کا پتہ نہ چلے میں کہا سوچ سکتا ہوں۔ دیکھ میں جانتا ہوں کہ میری ساری کوششیں ریکارڈ ثابت ہوں گی۔ فوسانوکے غارتشات کر دے گا۔ اور مجھے گولی مار دی جائے گی۔ اس لئے میں اپنے دوستوں کو خود سے دور رکھنا چاہتا ہوں، تاکہ ان پر کوئی آپریشن نہ آئے۔ آپ رونا کے کہہ دیں کہ مجھے بھول جائے، رونا ایک تباہی دہاں ہے۔ لیکن اس سے کہہ دینا کہ میں زندگی کے آخری سانس تک اس سے محبت کرتا رہا ہوں گا۔“

”آپ خیر کریں، ناہائے کہا۔ میں اور رونا معاملے

”آج۔“ ڈاکٹر نے ایک ہزار سانس لے کر کہا۔ ہاں آج میں ایک شخص کی جانب انگلی اٹھا سکتا ہوں۔ لیکن انہیں آج میں کی پوزیشن اتنی اونیسی ہے۔ میں ڈیکارگوئی بھی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔

”کون ہے وہ۔“ میں نے سوال کیا۔  
”ڈاکٹر بہت آسان انداز میں سر ہلاتے لگا۔ اس نے پھر پوٹھ فائنل میں دبایا تھا۔ وہ کسی گہری سوچ میں پڑ گیا تھا۔“

”کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد اس نے خود ہی کھنا شروع کیا۔“

”آلادی کی جدوجہد کے دوران ہم نے کو فاسے کی ڈیوٹی ایک پرنگالی شخص پر لگا رکھی تھی۔ یہ شخص ایک برس میں تھا۔ لیکن ہمارا خیال تھا وہ خفیہ پولیس کا آدمی تھا۔ کو فاسے کی داشتہ کے بطور اس کے ساتھ راہیں گزارا تھی۔ یہ شخص اکثر باغیاں دیکارتا تھا جس میں مقامی لوگ اور پرنگالی لوگ شامل ہوتے تھے۔ کو فاسے کی ڈیوٹی یہ تھی کہ وہ ہر آئے جانے والے پر نظر رکھے۔“

”آلادی کے ملنے کے بعد جب جلاوطن قوم پرست واپس آ گئے۔ اور ان بہادروں کے فوٹو اخبارات میں چھپے تو ایک دن کو فاسے نے مجھے بتایا کہ جلاوطن قوم پرستوں میں سے ایک شخص کو فوٹو اس نے پہچان لیا ہے۔ وہ کئی بار اس پرنگالی کے مہال دعوت پر آیا ہے۔ جس آدمی کا نام کو فاسے بتا ہوا تھا جڑا تھا کہ مجھے یقین نہیں آیا پھر ایک روز کو فاسے اس کو ترک پر دیکر مجھے یہ کہا کہ وہ قسم کھاتا کہ کتنی ہے یہ شخص اس پرنگالی کے مہال آتا تھا اور وہ دونوں اکثر بند کسے میں باتیں کرتے تھے۔ مجھے پھر بھی۔“

”زائد اس بات کا شکرت کرتے ہوئے کہا۔“

”وہ شخص کرل فوسانوکے۔“  
”ڈاکٹر شیفاؤں نے چونکہ کراؤر دھڑکتے ہوئے کہا۔“  
”آپ کو اس طرح نام نہیں لینا چاہیے۔ وہ شخص ہم سب کو تباہ کر دے گا اور ہم اس کا کچھ نہیں کر سکتے۔“  
”زائد اس بات کو نظر انداز کر کے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا۔“

”اس کا مطلب ہے میرا خیال صحیح ہے، ناہائے کہا۔“  
”دیکھ میں پھر کتنا ہوں اس کو ختم کر دیجئے۔“  
”آپ پہلے سے اس بارے میں چھان بین کر رہے تھے۔ پھر جب اس روز نامٹ کلب میں رونے لگا کہ آدمی جو گنڈر سے کتنا ملتا تھا ہے تو آپ کو پھیلے دن یاد آئے۔“



کچھ ضرور کریں گے۔

”میں اس کا مشورہ نہیں دوں گا۔“

”آپ یقین رکھیے اگر اس سلسلہ میں مجھے کرنل فوسا کو نوٹس بھیج کر پڑاؤ میں دیرینہ نہیں کروں گا۔“  
یہ کہہ کر زاہد واپس چل دیا۔

زاہد جانتا تھا کہ فوسا فونے رونما کی نگرانی پر بھی کسی کو ضرور مقرر کر رکھا ہوگا۔ یہ سن کر انکس اس کی جانب سے وہ مزہ بٹلنے ہو چکا ہوگا۔ اسے یقین ہو گیا ہوگا کہ ڈائریجنر نے اس کو نوٹس کر دیا ہوگا۔ اس نے زاہد سے فی الحال غصہ رہنے میں ہی فائدہ سمجھا۔ اس نے جیل سے واپس آکر زاہد سے ایک آپ کا کچھ سامان خریدا اور اپنے چہرے میں کچھ تبدیلیاں کیں۔ پھر شام کی گاڑی سے واپس آکر اپنا بیوتھ گیا۔

ترہن میں اس نے شام کا اخبار خریدا تو اس میں خبر درج تھی کہ ایک کاروباریں گڑبڑی اور ڈیپوٹر گر گیا۔  
ساتھ ہی ایک اور آدمی کی لاش بھی مساکر کے ایک نلاب میں پائے جانے کی اطلاع تھی جس کی شناخت ابھی نہیں ہو سکتی تھی۔  
”یہ باغبان کی لاش ہو سکتی ہے، زاہد نے سوچا۔ فوسا کوئی کام اور ڈیپوٹر سے ڈالادتی نہیں۔“

رات کو نوٹس وہ پھیل لایا میں داخل ہوا تو اس نے دیکھا رونما کی لاش میں بیٹھی تھی۔ زاہد اس کے قریب گیا اور بازو ہلاتا۔  
”رونما مجھے پہلے سے کی کوشش مت کرنا۔ بلکہ اس طرح کی اداکاری کرنا جیسے میں تم سے کچھ چندہ مانگنے آیا ہوں۔ یہاں کچھ روپیہ میرے ہاتھ پر رکھو پھر جب میں انکار میں سر بلاؤں تو مجھے اپنے ساتھ کرے جس چٹکی دعوت دینا۔“

رونما کے ہونٹ چہرے پر چمکے۔ اس نے جلدی سے پرس سے ایک روپیہ نکال کر اس کو دیا۔ زاہد نے آواز بلند کر کے مقامی زبان میں کہا۔

”خدا کے نام پر صرف ایک روپیہ۔“

”اب اس وقت میرے پاس یہی ہے مہاراج۔“ رونما نے کہا۔ البتہ اگر آپ میرے کمرے تک چل سکیں تو۔۔۔

زاہد اس کے ساتھ چل دیا۔ اسے یقین تھا اگر فوسا کو کوئی آدمی رونما کی نگرانی کر رہا ہے تو وہ یہ نہیں پہچان سکتا کہ گرو سے کمرے میں کون ہے۔

کو نہیں نہیں بیچو۔ گے۔ رونما کے ہاتھ میں پریس کی طاقت ہے۔ ہم دونوں مل کر پورے ملک میں جگہ جگہ دنیا میں بکھا ہوا بیچیں گے۔“  
”کوئی فائدہ نہ ہوگا، ڈاکٹر نے مایوسی سے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”آپ لوگ زیادہ قیام میں گے تو فوسا کو آپ کو بھی مروا دے گا۔“

”وہ مجھے ایک بار قتل کرنے کی کوشش کر چکا ہے، زاہد نے مسکرا کر کہا۔“  
”کب۔“

”آج رات ہی۔“  
زاہد نے پوری کہانی ڈاکٹر کو سنائی۔ ڈاکٹر نے کہانی سن کر حیرت سے کہا۔

”اس کا مطلب ہے اس نے آپ کو پہچان لیا ہے۔“  
”میرا خیال ہے نہیں۔ اس نے مجھے پہچانا نہیں ہے۔“  
کیونکہ اس سے میری ملاقات صرف ایک بار جنرل فوسا کے قتل میں ہوئی ہے۔ وہ بات جو گندہ کے قاتل میں درج تھی۔ اس کے علاوہ ہم جب کسی شخص سے ایک عرصے کے بعد ملتے ہیں تو ہماری آنکھوں میں پہچاننے کی ایک خاص چمک پیدا ہوتی ہے میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ فوسا تو مجھے پہچانا نہیں تھا۔“

”پھر اس نے آپ کو قتل کرنے کی کوشش کیوں کی؟“  
”میرا خیال ہے کہ فوسا کو احتیاط کے لحاظ سے قتل کرنے کی آپ کی اور شاید آپ کی وجہ سے رونما کی بھی نگرانی کرنا رہا ہے۔ وہ کوئی ایک اس جڑنگالی کے ساتھ دیکھ چکا ہوگا۔ اس نے دیکھا کہ اچانک ایک اجنبی شخص آکر پہلے کو فوسا سے ملا پھر آپ سے ملا۔ اور پھر رونما سے ہو سکتا ہے اس کے پاس اس نے میری اور کوئی کچھ باتیں سن لی ہوں۔ ہو سکتا ہے محض آپ کی وجہ سے اس نے کوئی کام کر دیا ہو۔ پھر جب آپ کی گرفتاری کے بعد میں اس کے پاس سفارش کے لئے پہنچا تو وہ سمجھ گیا کہ میں آپ کا ساتھی ہوں چنانچہ اس نے مجھے بھی قتل کرنے کی کوشش کی اور میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ ایک دو روز میں اس باغبان کی لاش بھی مل جائے گی یا اس کو بھی کسی غارتی کے جرم میں گرفتار کر لیا جائے گا۔“

”بات سمجھ میں آئی ہے۔ ڈاکٹر شفیق کو نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ پھر پہلی بار اس کے چہرے پر مسکراہٹ آئی اور اس نے کہا۔“  
”آپ وہیں ہیں مہر جو گندہ۔“  
”نکلے۔“ اچھا اب میں چلوں گا۔ آپ نکلے کریں ہم کچھ نہ

”کیا اس نے یہ بتایا تھا کہ میں اس سے جا کر ملا تھا؟“  
 ”ہاں۔ اور اس نے بتایا کہ اس نے نہیں سنبھالا تو سے ملاقات کا اعجاز نامہ دے دیا تھا۔“  
 ”یہ نہیں بتایا کہ اس نے مجھے اپنی گاڑی اور ڈرائیور بھی پیش کیا تھا؟“

”یہ نہیں بتایا۔“

”اچھا خیر بناؤ، تمہارے درمیان کیا کیا باتیں ہوئیں؟“  
 ”میں نے اس سے کہا کہ ڈاکٹر شعیفہ کو کوہ جاتا ہوگا۔ وہ مشہور انقلابی آدمی تھا۔“  
 ”تو کیا وہ ایک دوست کی مدد نہیں کرے گا؟“  
 ”پھر اس نے کہا جواب دیا۔ ناہد نے پوچھا۔

اس نے کہا: ”میں روانہ ہوں نہ بوقوف ہوں نہ بزدل اور نہ دوست فراموش ہوں۔ شعیفہ کو میرا بھی دوست ہے۔ اس کی گرفتاری کی خبر سننے ہی میں اس کو گرفتار کرنے والے فخر سے ملا تھا۔ پھر میں ہوم منسٹر سے جا کر ملا۔ ہوم منسٹر نے اس کے خلاف جو الزام لگا بائیس کوٹن کریم سے دو کھچے کھڑے ہو گئے اور اس کے بعد جو ثبوت اس کے خلاف دکھایا گیا اس سے میری دیان بند ہو گئی۔ میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ شعیفہ کو خدا ہوگا۔ شعیفہ کو ہزاروں قوم پرستوں کا قاتل ہوگا۔“  
 ”وہ کیا الزام تھا کہ اس نے نہیں بتایا، ناہد نے سوال کیا۔

”ہاں۔ وہ الزام تم ستون کے نو شاید حیرت سے مہوش ہو جاؤ گے۔ بقول فوسا ہوم منسٹر نے اس کو ایک خط دکھایا تھا۔ یہ خط پانچ سال پہلے پرنٹنگ ایوں کے ایک سیاسی قیدی نے دوسرے قیدی کو دیا تھا۔ جس قیدی نے خط دیا تھا اس کو بعد میں گولی مار دی گئی اور جس قیدی کو خط دیا گیا تھا اس کو پرنٹنگ ایوں نے پرنٹنگ ایوں کے پانچ سال بعد قتل کر دیا تھا۔ وہاں اسے پانچ سال کی سزا ہوئی تھی۔ پانچ سال بعد قتل کر دیا تھا۔ اپنے وطن آیا تھا اور اس نے مرمانے والے سیاسی قیدی کا خط ہوم منسٹر کو بھیج دیا اس خط میں صاف لکھا ہے کہ: ”آدمی جاندار انقلابی جماعت کا غلام ہے اس کی بخیر پر وہ پیدا کیا ہے اور دوسرے انقلابی بچہ سے گئے ہیں۔“

وہ شخص کون تھا جس نے یہ خط لکھا تھا۔ ناہد نے سوال کیا۔

”وہ تمہارے جو گندہ۔“ ناہد نے اس کے چہرے پر نفرت سے جھک کر کہا۔

”کسک میں پہنچ کر فوسا نے دروازہ کھٹکے کہا۔“  
 ”اب تم مجھے بتاؤ کہ تم کہاں قابض ہو گئے تھے؟“  
 ”میں ڈاکٹر شعیفہ کو سے مل کر رہا ہوں۔“  
 ”ہج۔“ اس کا چہرہ یکایک کھل اٹھا۔ پھر نے کیا فیصلہ کیا۔

”میں تم سے متعلق ہو گیا ہوں۔ ڈاکٹر واقعی شریف آدمی ہے وہ غدار نہیں ہو سکتا۔“

”اوہ گاڈ۔“ ٹیفکس۔“ ناہد نے مسرت سے بے ہوشی میں کہا۔  
 ”اب تم مجھے تفصیل سے کہہ دیجئے۔“

ناہد نے اس کو نہ صرف سے آخر تک کہانی کا لفظ بلفظ سنایا کہ جب ناہد نے اس کے دریا میں گرے گا اور شعیفہ کو موت سے روکنا کی کوششیں پھیل گئیں۔ ناہد نے کوشش ہو کر فوسا نے ایک گہرا سانس لے کر کہا۔

”نواب یہ بات یقینی ہے کہ کرنل فوسا وہ خدا تھا جس نے بہت سے قوم پرستوں کو گولی کا نشانہ بنوایا اور غنہاری موت کا بھی وقتے دیا تھا۔“

”ہاں اب اس میں کسی شک کی گنجائش نہیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اب ہم ڈاکٹر شعیفہ کو کس کے چنگل سے کیسے بچائیں۔ وہ ملک کے حکمران شیلی جنس کا چیف ہے۔ شعیفہ کو کے خلاف وہ ایسا ثبوت پیش کرے گا کہ جعلی ہونے کے باوجود اس کو چیلنج کرنا مشکل ہوگا۔“

”رونا نے مسک کر کہا۔“  
 ”مجھے معلوم ہے وہ شعیفہ کو کے خلاف کیا جرم لگا رہا تھا ہے اور کیا ثبوت پیش کرنا چاہتا ہے؟“

”نہیں کیسے معلوم ہوا۔ ناہد نے چونک کر کہا۔“  
 ”میں بھی ہاتھ پر ہاتھ رکھے نہیں جی۔“ رچ میں بھی کرنل فوسا سے ملے تھے۔

”تم ملی نہیں۔ ناہد نے حیرت سے کہا۔ پھر اس نے تم سے کہا کہ۔“

”میں اس سے شعیفہ کو کی میٹنگ کی حیثیت سے ملی تھی۔ پہلے تو اس نے مجھ سے ہنارے بارے میں پوچھا تھا۔“

”میرے بارے میں کیا پوچھا تھا۔“  
 ”میری کہ کیا میں شعیفہ کو کے ایک دوست ہو گیا تھا۔“

”بارے میں جانتی ہوں۔“ جگدیش شریف آدمی ”میں نے کہہ دیا کہ ہاں جانتی ہوں۔ جگدیش شریف آدمی ہے۔ وہ ابھی اندہ نیٹ بیاسے آیا ہے۔“

آ رہی تھیں۔

وہ اگلے دروازے میں چلا گیا۔ یہ وہی کمرہ تھا جس میں کرنل سے اس کی ملاقات ہوئی تھی۔ باہر ٹال میں جہان جیسے تھے زاہد نے جہان کا کردیکھا۔ بیس کے قریب جہان تھے۔

زاہد کرنل کی خواب گاہ میں داخل ہوا۔ اندر اندر جہان تھا۔ اس نے کرسی کھڑکی کے پیچھے چلی لی۔ اور پیچھے گھٹنا کر بیٹھ گیا۔

باہر باہر سنا تھا تھا، اسب جہان جا چکے تھے کرنل فوسا نے اندر داخل ہو کر کمرے کا دروازہ بند کیا۔ پھر بیٹھ بیٹھا ہوا پٹا اور ہاتھ سے سویرے تلاش کر کے مین دوادیا۔

روشنی سے زاہد کی آنکھیں چکا چوند ہو گئیں۔ بڑی بڑک فوسا کو چھٹی پھٹی آنکھوں سے اس کو دیکھتا رہا۔ پھر ہلا۔

”کون ہو تم۔“

”تمہاری یادداشت بہت کمزور ہے کرنل۔ اسی ہی تو میں شیفا کو سے ملنے کا اجازت نامہ لینے آیا تھا۔“

کرنل کا چہرہ ایک دم سیلا چڑ گیا۔ اس نے بھلائے ہوئے کہا۔

”تم۔ مگر تم تو۔۔۔“

”میں ڈوب کر مچا تھا اسی لئے نہیں حیرت ہے۔ فوسر میں اتنی آسانی سے مرنے والا نہیں۔ تمہارا ڈرائیو خط ناک مزو بخدا چلا گیا نہیں تھا۔ دریا سے جولا ش گاڑی کے ساتھ ملی ہے یہی کہ نہیں۔“

”میں سمجھا نہیں تم کیا کہہ رہے ہو۔ جلتے ہو میں نہیں گرفتار کر سکتا ہوں۔“

”جب تک میرے ہاتھ میں رہے مجھے کوئی گرفتار نہیں کر سکتا۔ زاہد نے ہنس بول دکھائے ہوئے کہا۔

”آخر تم کیا کہتے ہو۔“

”ڈاکٹر شیفا کو میرا دوست ہے میں اس کے خلاف استدلال کئے جانے والا وہ خط دیکھنا چاہتا ہوں جو کسی ہندوستانی جاسوس نے مرنے سے پہلے لکھا تھا۔“

”تمہیں یہ بات کیسے معلوم ہوئی۔“

”اس وقت سوال یہ کہ ہا ہوں کرنل ادب میں وہ خط دیکھنا چاہتا ہوں۔“

”وہ خط تو میں ہوم منسٹر کو دے چکا ہوں۔“

”کیا واقعی وہ خط تم ہوم منسٹر کو بھیج چکے ہو۔“

”میں انہی بوقوف نہیں تھا کہ اسے اپنے پاس رکھتا۔ اسی ڈاکٹر شاہر نے شیفا کو گرفتار کیا ہے۔“

”جا بھوت ہے کہ وہ خط جعلی نہیں۔“

”ہیں۔“ زاہد نے چمک کر کہا۔

”ہاں کرنل فوسا کو جسے تمہارا ہے کہ وہ ایک ہندوستانی جاسوس نے لکھ کر اپنے ساتھی قہدی کو دیا تھا۔ جس کا نام جگندہ تھا۔ جس کو پانچ سال پہلے ایک بلان کے تحت قہر موزا کے پاس پیراشوٹ سے گودنا تھا اس آدمی اور پروگرام کے مطابق صرف کرنل فوسا کو علم تھا یا دھما چاند کو۔ فوسا کو ان دونوں ہندوستان میں تھا۔“

”چنانچہ اس خط کی بنا پر ڈاکٹر شیفا کو گرفتار کر لیا ہے۔ اور چونکہ دنیا کی نظروں میں تم میرے جیسے ہو اس لئے اب اس خط کے اصلی یا نقلی ہونے کو کوئی حیلہ نہیں کر سکتا۔“

”اوہ۔“ زاہد نے آنکھیں پھیل کر کہا۔ اب تو مجھے پتہ چل رہا ہے کہ ہونا پڑے گا۔“

”نہیں جو گندہ میں نہیں ایسا نہیں کر سکتے دول گی۔ وہ اپنی دانست میں دوبارہ نہیں قتل کرنے کی کوشش کر چکا ہے۔“

”میرے ذہن میں ایک بلان ہے۔ اگر دشمنی سے میرا بلان ناکام رہا تو تم میرا جان اخبارات میں چھپوا سکتی ہو۔ اس طرح کم از کم ہم شیفا کو مرنے سے بچا لیں گے۔“

”تمہارا بلان کیا ہے۔“

”اس کے بارے میں ابھی میں نہیں بتا سکتا۔ کل شام کو بتاؤں گا۔“

✽

زاہد سو ادس نیچے اپنے ہوٹل پہنچا۔ آدھے گھنٹے میں اس نے کچھ تیار کیا کیں اور سو اکیارہ نیچے اس نے جیسی کرنل فوسا کو کی کو کھتی تھے کچھ فاصلے پر روک دی۔

کرنل کی کو کھتی کے باہر دس بارہ کاری کھڑی تھیں۔ اس کا مطلب تھا اندر کوئی بات ہی نہ تھی۔

زاہد نے پوری کو کھتی کا ایک چکر کاٹا۔ پھر پھیل طرف حرکت کر سوچنے لگا کو کھتی کے اندر کاش کیا ہو سکتا ہے۔

کچھ دیر سوچ کر زاہد ایک کھڑکی کے قریب جاس کر کے کھڑکی کھلی تھی اس میں اندر جہان تھا۔ چونکہ کرنل تھی اس لئے پہرہ دار سلسلے والے گیسٹ رہی تھا۔ اس نے کھڑکی کا شیشہ کاٹ کر بڑی آسانی سے اندر کی چٹنی کھول دی اور دیکھ کر میں گود گیا۔

پیشل چارچ کی روشنی سے بہت جلا کہ یہ کرنل کے مطاعا رہا کچھ غیظہم کا کہہ تھا۔ دروازہ کھل کر اس نے باہر جہان کا ایک چھوٹا سا کوری ڈور زانی پڑا تھا۔ سامنے ہی ایک اور دروازہ تھا۔ کو کھتی کے اگلے حیلے سے لوگوں کے قہقہوں کی اور باتیں کرنے کی آواز تبت

”اب نہ کہا جانتے ہو،“  
”کچھ نہیں۔ میں واپس جا رہا ہوں۔ اگر تم عقلمند ہو تو تم  
جلتے ہو کہ کس طرح قانون، مقدمہ اور بدنامی کی موت سے بچ  
سکتے ہو۔“  
”یہ کہہ کر زاہد بڑے اطمینان سے کھڑکی پر چڑھا اور دوسری  
طرف کو دیکھا۔“

”آدھے گھنٹہ بعد جھانپیں ہیں چھپے زاہد کو کرنل کی خبر لگا  
سے گولی چلنے کی آواز سنائی دی۔“

تیسرے دن کے اخبارات میں کرنل فوسلو کی غارتی اور  
خودکشی کی خبر چھپی ہوئی تھی۔ ڈاکٹر شفیقا کو چھوڑ دیا گیا تھا۔  
تیسرے دن ہی روزنامے آنکھوں میں آنسو بہ کر گیا۔  
”جوگندہ۔ تمہاری وجہ سے ڈاکٹر شفیقا تو پیسے ہیں“  
”مس رونا۔“ زاہد نے مسکرا کر کہا۔ ”آپ کو ڈاکٹر شفیقا  
مبارک ہوں۔“

”مس رونا، رونا نے حیرت سے کہا۔  
”ہاں مس رونا۔ زاہد نے پھر مسکرا کر جواب دیا۔ اور  
جیب سے اپنا پاسپورٹ نکال کر اس کی جانب جڑھا دیا۔  
رونا نے پاسپورٹ پر نام دیکھا پھر اس کی جانب حیرت  
سے دیکھا۔“

”یہ جیسے چہرے پر مسکرا رہا ہے۔“  
”اوہ گا۔“ رونا نے انکھیں میچا کر کہا۔ ”تم جوگندہ نہیں  
ہو۔“

”نہیں۔“ زاہد نے سر کو خم کر کے کہا۔ ”میرا نام کرنل زاہد  
ہے۔ جوگندہ۔ بیچارہ پانچ سال پہلے بدگامیوں کی گولی سے  
مر چکا ہے۔“  
”یہ سن کر رونا کی آنکھیں چھلک پڑیں۔“



”کوئی اس خط کو جعلی ثابت کر کے دکھائے۔ اس کا کھنچا ہوا  
چاہے۔“  
”لکھنے والا کون تھا؟“ زاہد نے پوچھا۔

”ایک ہندوستانی جوگندہ۔“  
”تم اس کے کبھی ملے ہو؟“  
”کئی بار ہندوستان میں۔ بلکہ سچ تو یہ ہے تو میں نے اس  
کا ایک پلان کے تحت بھیجا تھا۔“  
”اے افغانی ساجیدوں کو گرفتار کرانے کی عرض ہے۔“  
”اے شکر کر گیا۔“

”کدما مطلب۔“ کرنل فوسلو نے چونک کر کہا۔  
زاہد گری سے اٹھا اور کچھ کاغذات اس کی جانب بڑھا کر کہا  
”کرنل فریاد دیکھ لو۔“  
”یہ ہندوستانی سیکرٹ سروس کے ہر ایک کاغذات تھے  
نہیں زاہد! اس وقت کا تو جوگندہ (ن کاغذات میں اس کا نام  
نہیں درج تھا۔“

”کرنل کے چہرے پر اب بھی الجھن کے آثار تھے۔ اس نے  
کاغذات لئے چند لمحوں کا غلط کو دیکھا۔ اس کے چہرے نے  
لڑکے کی طرح چہرے سات رنگ بدلے۔ آخر میں سفید پڑ گیا۔ پھر سر  
تھک کر گرا۔“

”ت۔ تم۔ جوگندہ ہو۔“  
”ہوں۔ میں اپنے کاغذات بھیج کر کو بھیج چکا ہوں یا زاہد  
جوگندہ دلا۔ اور اپنا یہ بیان بھی کہ میں زندہ ہوں اور یہ کہ میں  
کسی کو خط نہیں دیا تھا۔ اور یہ کہ ڈاکٹر شفیقا نہیں ہے  
میں ہوں۔ تم نے مجھے آزادنا بھیج کر ہنگامی حکومت کو اطلاع دی تھی  
میں نے مجھے قتل کرایا تھا۔ تم نے ہزاروں انقلابیوں کی بھڑکی  
اور ہنگامی انقلابیوں کی گولیوں کا نشانہ بنایا ہے کرنل فوسلو تم  
نہیں تھے جو ایک ہنگامی زرنس میں کے گھر جا کر اس کو ہلاک  
کر دو۔ جس وقت تک مجھے دیکھ کر اس کا اس پر ہنگامی کی  
دشمنہ تھی اس لئے تم نے اس کو قتل کر دیا اس کے بعد  
اب میں شفیقا کے دوست کی حیثیت سے تم سے ملنے آیا تو تم  
نے مجھے قتل کرانے کی سازش کی۔ اور یہ ہی نہیں، اپنے اس  
بلان کی ایک ایک نقل میں نے آزادنا ہندوستان اور دنیا کے  
کئی بڑے بڑے ملکوں میں بھیجے والے اخباروں کو بھیج دی ہے  
کرنل فوسلو کی آنکھیں دہشت سے پھیل چکی تھیں۔ وہ  
بھلے کی طرح کھڑا زاہد کو دیکھ رہا تھا۔ آخر تیری دیر کے بعد اس  
کا چہرہ زار کر رہے خود سے کہا۔“



## نانا جیسو

مخلون میں حبس نہ لینے والی بیوی پرستی جب نوخیز کلیوں کو  
مسلی دیتی ہے تو کبھی کبھی بڑے بڑے طوفانِ جہنم لیتے ہیں

قاتل قتل بھی کرتے، اور پھر خود ہکا اپنی جاسوسی بھی ہے نا عجیب بات  
پانچ سال پہلے ہونیوالی قتل اور فرار کی ہونیامی واردات کا شلخنا  
قد و قدر پر سسپنس اور کینٹال زاہد کا چوکنا دینے  
رُوب آپ کو بھی چسکا دے گا،

قصہ شوالی کے چوٹے سے اسٹیج پر گاڑی رکی چند  
مسافر اترے، ایک شخص کا نہرے رحمت  
ایک بیک دکھاتے اترے، اس کی عتریں برسی کے لگ بھگ ہوئی  
لباقد، ساٹولا رنگ، ماتھے پر باتیں جانب کسی پرانے رقم کا ایک  
لباسا نشان، داڑھی دو دن کی بڑھی ہوئی لگ رہی تھی اس نے  
پیت نام پر اتر کر ادھر ادھر دیکھا ایک گہرا سانس یا پیسے پرائی  
یادوں نے اس کے اندر الہی چا دی ہو۔ پھر آہستہ آہستہ دروازے  
کی طرف بڑھ گیا۔

قصہ شوالی کہنے کو رحمت قصہ تھا لیکن اس کی آبادی ڈیڑھ  
لاکھ ہو چکی تھی۔ پہاڑی کے دامن میں آباد تھا۔ شوالی سے کہنا ہے  
پر ہی پہاڑی میں کچھ قدرتی گچھائیں تھیں اور کچھ پرنے مندر دیا نہ

ہوئے تھے۔ جن میں سب تراشی کے بہترین نمونے تھے یہ چنبر  
دریافت ہوئے سے پہلے قصہ شوالی کی آبادی رحمت میں ہزار تھی  
بیس سال کے مقررے سے یہی پر آبادی ڈیڑھ لاکھ ہو چکی تھی کیا  
یہ قصہ دنیا بھر کے سیاحوں کی توجہ کا مرکز بن گیا تھا۔ بیس سال  
کا شوالی دیکھنے والا کوئی شخص اپنی آنکھوں پر یقین نہیں کر سکتا تھا  
ایک سیدھا سادھا پرسکون قصہ بیس سال کے مقررے میں آیا  
ماڈرن شہر میں تبدیل ہو سکتا ہے۔ بیس سال پہلے قصہ میں صدر  
دو ہوئی تھے، جو پرانے زمانے کی سڑاقوں کی یاد دلاتے تھے لکھا  
کے دو تین دھلے تھے۔ لیکن اب شوالی میں ایک پانچ ستارہ  
تھے۔ دو چار ستارہ اور چھ تین ستارہ ہوئی تھے، اس کے علاوہ

”آپ تو ستر زنجیں ہیں؟“  
”تم نے ٹھیک پہچانا؟“ زنجیں نے مسکاکر کہا۔ ”لیکن تمہیں اس سے کیا، میں کون ہوں۔ تم اپنا کام کرو۔“  
باربر اپنا کام کرنے لگا۔ زنجیں ادھ ٹھکی آنکھوں سے شیشے میں اس کو کام کرتے دیکھتا رہا۔ باربر اس کو پہچان کر کچھ زور سے ہو گیا تھا۔

آدھے گھنٹے بعد زنجیں واپس ہوئی پہنچا اور نہادھو کر ہوٹل کے بار میں آ بیٹھا۔ بار میں ایک پیگ لے کر وہ ایک کونے والی یز پر چلا گیا۔ کچھ دیر بیٹھا سوچتا رہا۔ ایک سگریٹ سلگائی گلاس کو دوڑیں بار منے سے لگا یا اور پھر دکھ دیا۔

تقریباً آدھے گھنٹے بعد دوبارے تھکے شخص بار میں داخل ہوئے۔ ان دونوں کی صورتوں سے پتہ چل رہا تھا۔ یا تو وہ پولیس والے تھے یا فتنے کے ان کو دیکھ کر زنجیں کے ہوشوں پر سگنا دوڑ گئی۔ باہر کے کونے میں پیگ فون لگا ہوا تھا۔ وہ آٹھ کڑواں کی طرف چلا گیا۔ اور دروازے کی طرف سے پیچھ کر کے ایک برقعہ لٹا دوسری طرف سے فون اٹھا لیا گیا تو اس نے سگنا ڈال کر کہا۔

”بیش چنڈا ڈیکٹ؟“  
”بول رہا ہوں“ جواب ملا۔

”میرا نام زنجیں آج ہے“ آج ہی میں خوابی آیا ہوں، اندھ ہوئی نالندہ میں ٹھہرا ہوا ہوں۔ مجھے شک ہے کہ پولیس میں شبہ ہیں مجھے گرفتار کر لیا جاتا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ ایک گھنٹہ بعد پولیس اسٹیشن پہنچ جائیں اور اگر پولیس والے مجھے کسی جیل خرم کے الزام میں گرفتار کریں تو آپ میری ضمانت کرائیں۔ آپ کی جو بھی نیس ہوگی اور کردی جائے گی؟

کچھ دیر خاموش رہی پھر وکیل نے کہا۔

”کیا تم نے کوئی جرم کیا ہے؟“

”نہیں۔ لیکن پولیس کو یہ شک ہے کہ پانچ سال پہلے میں نے کسی کو قتل کیا تھا؟“

”مگر تم بے گناہ ہو؟“

”اگر میں بے گناہ نہ ہوتا تو پانچ سال بعد واپس اس شہر میں نہ آتا۔ اور آپ تو قبل مجرموں کو عدالت سے چھڑانے میں ماہر ہیں۔ وکیل صاحب! لیکن میں تو پھر بے گناہ ہوں۔ آپ اپنی نیس کی نگہ نہ کریں، مگر ناچکی نیس لے گی؟“

کچھ دیر کے وقفے کے بعد وکیل نے کہا۔ ”اوکے۔ تم چاہتے ہو ایک گھنٹہ تک میں پولیس جیل کارڈ جا کر تمہارے بارے میں دریافت کر دوں اور اگر پولیس نے نہیں گرفتار کر لیا جو تو تمہاری ضمانت کراؤں؟“

”خوبصورت لیسٹور ان تھے، ذات کلب تھے جن میں سے وائس ہوتے تھے۔ کھیل کھاتے۔ بہت سے گھوڑوں پر سوار بھی ہوتا تھا۔ بڑے مالدارن دنیا کی کوئی ایسی بڑی نہ تھی جو اس سے سادے تصدیق نہ آگئی ہو۔“  
”جو شخص میں سے اترا تھا وہ اسٹیشن سے باہر آیا، چکی میں ان کو کہہ کر اس نے جوہل آواز میں کہا۔

”ہوٹل نالندہ چلو؟“

شیکی چل پڑی تو اس نے سیٹ پر ذرا پھیل کر پورا گہرا

سلیا اور بولا۔

”پانچ سال میں شہر کافی بدل گیا ہے۔“

”آپ یہاں پانچ سال بعد آئے ہیں؟“

”ہاں۔“

”آپ نے ٹھیک کہا ہے، شہر واقعی بدل گیا ہے۔ کافی ترقی ملے ہے شہر میں اب یہاں بڑے بڑے خرم ہوتے ہیں۔ ہر چیز الٹا لٹا جاتی ہے۔ عورت، پرجس، کوکین۔“ کے قاتل نہ کی جی جی میں پھیر ہونا چاہیے۔ ہر چیز آپ کو مل سکتی ہے؟

مسافر نے انھیں بند کر لیں، کوئی جواب نہ دیا۔ ڈرائیو نے غب نما شیشے میں اس کی بند آنکھیں دیکھ کر کئی ساری توجہ ڈرائیو نگ

لگا دی۔

شیکی ایک جھٹکے سے رکی تو مسافر نے آنکھیں کھول دیں گاڑی ہول کے پونچ میں کھڑی تھی، نیچے آ کر اس کے لایہ ادا کیا۔ اپنا بلب اٹھانے کا ڈنٹر پگیا اور ایک کوہ الگا بلورک نے جیٹراس کے سامنے کر دیا۔ مسافر نے اپنا نام کہا۔

”زنجیں آج ہے؟“

وہ کمرے کے چابی لے کر اپنے کمرے میں گیا۔ جب کمرے میں لے کر وہ ہوٹل سے باہر آیا۔ سامنے ہی ایک بار بنگا دوکان تھی، دوکان اس وقت خالی تھی۔ وہ کرسی پر جا کر بیٹھ گیا۔ بار برس نے اچھا۔

”شہر ماہال؟“

”دو فوں۔“ زنجیں آج ہے نے جواب دیا۔

بار بر نے پکڑا اس کے سینے پر پھیل کر کالریں پھنسا یا شیشے میں

ال کا چہرہ دیکھتے ہوئے بولا۔

”ایسا لگتا ہے کہ پچھلے آپ کو کہیں دیکھا ہے؟“

”ہوں دیکھا ہوگا؟“ زنجیں نے بھاری جوہل آواز میں کہا۔

پانچ سال پہلے میں نہیں رہتا تھا؟

”ہے رام۔“ اچانک باربر کے منہ سے نکلا اور حیرت سے

اس کی آنکھیں کھیل گئیں۔ ”وہ بولا۔“

نہی ان؟

”بھیک ہے میں پہنچ جاؤں گا“

نرنجن آدھ رات کے فون دکھ دیا۔ مگھم کر دیکھا وہ دونوں غنیمت  
شکل کے آدنی بار کا ڈنٹر کے اسٹول پر بیٹھے باہر سے باتیں کر رہے  
تھے۔ نرنجن نے اپنا گلاس دیں میز پر پھیر ڈر دیا اور بار کا ڈنٹر پر کیا۔  
قریب پہنچنے پر اس نے ان میں سے ایک شخص کو باہر سے کہتے سنا۔  
”اس کا نام نرنجن آدھ رات ہے۔ اس کے ہاتھ پر ڈم کا نشان  
ہے۔ وہ اس ہوسٹل میں پھرا ہوا ہے۔ کا ڈنٹر ٹوک لے جانا ہے کہ  
ابھی کچھ دیر پہلے وہ باہر آیا تھا“

باہر سے جواب دینے سے پہلے نرنجن ان دونوں کے برابر  
دلے اسٹول پر جا بیٹھا اور بولا۔

”میرا خیال ہے کہ شاید آپ کو میری تلاش ہے؟“

”نرنجن، آپ کو اس کی طرف دیکھنا ہے؟“  
”ہاں، کچھ اور اس کو بہت سے دیکھتے تھے۔ پھر ان میں سے  
ادھیر عمر دلے شخص نے کہا۔“

”تم یا تو بہت اچنی ہو نرنجن یا...“

اس نے اپنا جملہ ادھور اسی پھیر دیا۔ نرنجن مسکراتے ہوئے  
بولا۔

”آپ حضرات مجھے جانتے ہیں لیکن ابھی تک آپ نے اپنا  
تعارف نہیں کرایا“

ادھیر عمر دلے شخص نے کہا: میرا نام انیسٹر سنگرام ہے  
اور یہ میرے ساتھ سب انیسٹر گلاٹھی ہیں۔ تمہیں جگہ ساتھ  
پولیس اسٹیشن چلنا ہو گا؟

”کیا آپ کے پاس میری گرفتاری کا وارنٹ ہے؟“ نرنجن  
نے لا پر دہائی سے سوال کیا۔

”وارنٹ کی ضرورت نہیں۔ مجھے یہ قانونی حق حاصل ہے کہ  
تک گلاٹھی شخص کو جرم کے خیمہ میں پوچھنا کہ لے پولیس اسٹیشن جلا  
سکتا ہوں۔“

سب انیسٹر گلاٹھی بولا: ”وہی تم جانتے ہو نرنجن، تم قابل  
ہو۔ میں اس وقت سادہ کپڑوں میں ہوں مگر میری جیب میں براد  
ہے۔ اگر تم نے مجھ سے کسی کوئی کی تو تم پر گولی چلا کر مجھے غشی ہو گی۔“  
”مجھے بھاگنے کی کیا ضرورت ہے۔“ نرنجن نے کندھوں  
کو آچکا کر کہا۔

”پچھلے سال پہلے تم نے بھاگ گئے تھے۔“  
”یہ باتیں کرنے کی جگہ نہیں۔“ انیسٹر سنگرام بولا ”تم شرافت  
سے ہمارے ساتھ چل رہے ہو نرنجن۔“

”اوکے شریف آؤ۔ تمہارے ساتھ چل رہا ہوں۔“

یہ کہہ کر نرنجن کھڑا ہو گیا۔ دونوں پولیس والے اس  
دائیں بائیں اس کے ارد گرد پولیس اسٹیشن آگئے۔  
پولیس اسٹیشن کے ایک کمرے میں پہنچ کر نرنجن نے  
”کیا اب میں پوچھ سکتا ہوں کہ آپ ٹوک مجھے یہاں  
لائے ہیں؟“

جواب میں سب انیسٹر گلاٹھی نے اٹھنے اٹھنے کا ملنا ملنا  
کے منہ پر مار کر کہا: ”بڑا بھولا بھلا ہے، جیسے کچھ معلوم ہی نہیں  
نرنجن کی دونوں ہاتھیں کسی گنیں ایک بار ایسا لگا جیسے  
ابھی اٹھ کر گلاٹھی پر حملہ کرنے کا سگر اس نے خود پر قابو رکھتے  
انیسٹر سنگرام سے کہا۔“

”کیا اب میں نہیں کوئی فٹ نہیں دم۔ اترم ٹوک مجھ  
سمجھتے ہو تو باقاعدہ گرفتار کر دو جرم ثابت کر دو اور عدالت سے سزا دو  
اس طرح مارنے کا نہیں کوئی حق نہیں۔“

گلاٹھی نے پھر ایک موٹی سی گالی دی اور گھونسنے بنکر نرنجن  
طرف بڑھا تو انیسٹر سنگرام نے کہا: ”نہیں، گلاٹھی کی کی ضرورت نہیں  
یہ بہت جلاک جنت ہے۔ ہم اس کو ابھی اس کے جرم کا ثبوت دکھا  
ہیں اور پھر اس کو بند کر دیتے ہیں۔“

گلاٹھی بڑا کر ٹوک گیا۔ انیسٹر سنگرام نے فون اٹھا کر ایک  
نمبر دیا اور کسی سے کہا۔

”پہرہ بند پولیس مسٹر قادر کے قاتل کی فائل فوراً بھیج دو  
یہ کہہ کر اس نے فون رکھ دیا پھر نرنجن سے بولا۔

”میں واقعی حیران ہوں نرنجن کہ تم شرابی داپس کیوں نہ  
نرنجن نے مسکرا کر کہا: ”حیران ہونا اچھی بات ہے اس لیے  
اس سے گردے مضبوط ہوتے ہیں۔ اس نے حیران ہوتے رہو۔“

گلاٹھی نے غصہ کر کہا: ”انیسٹر آپ اسے برداشت کر سہ  
ہیں۔ اگر تم قانون کے ساتھ اسی طرح شرافت سے ٹوک آتے رہے  
تو پھر نوکری کو چھوٹے۔“

انیسٹر سنگرام نے نرنجن کو خفیہ نظروں سے گھورتے ہوئے کہا  
”تم فکر نہ کرو گلاٹھی۔ فائل آنے دو ابھی اس کی ساری شرافت  
نکل جائے گی۔“

وہ اخطار کرنے لگے۔ دس منٹ بعد ایک سپاہی ایک ٹا  
ان کو دسے گیا۔ انیسٹر نے فائل کھولی۔ اندر بہت سے کاغذات کے  
ساتھ کئی فوٹو بھی تھے۔ ایک رپورٹ کا نوٹو تھا اور ایک فوٹو بہت  
 واضح کسی آنکھوں کے نشانات تھے۔ انیسٹر سنگرام نے آنکھوں  
نے نشانات کا فوٹو اٹھا کر نرنجن کو دکھاتے ہوئے کہا۔

”یہ تہااری موت کا پرانا۔ تم اب نہیں بچ سکتے۔“

”نشانات نہیں چھائی کے تھے ہر پہچانے کو کوئی نہیں؟“

انگلیوں کے نشان دوبارہ نہیں آجاتے تم یہ ٹیڑھو ڈر نہیں جاسکتے۔  
 ہم سائے کی طرح ہمارے ساتھ رہیں گے اور جیسے ہی تھاری ،  
 انگلیوں کے نشان واپس آجائیں گے ہم قیاس گزرنار کے عدالت  
 میں پیش کر دیں گے۔ یقین کرو اب ہمیں بھانسی کے پھندے سے  
 کوئی نہیں بچا سکتا۔

نرنگین نے سسکا کر کہا۔ جب تک میری انگلیوں کے نشان  
 واپس نہیں آتے آپ مجھے گزرنار نہیں کر سکتے۔  
 ”اےں جب تک کے لئے تم آزاد ہو۔“

”نہیں انشیکر، گلاٹھی بولا۔ اس کو آزاد چھوڑنا نہ ہوگا۔  
 ہم اس کے کپڑوں سے جس کی یا کوئین برآمد کر کے اس کو گزرنار کے پیش  
 کوئی نافرمان نہیں۔ انشیکر سگرم نے کہا۔ یہ ضمانت پر  
 چھوٹ جائے گا۔“

گلاٹھی صاحب۔ نرنگین بولا۔ تم تو کیا، تھارا باپ بھی  
 مجھے گزرنار نہیں کر سکتا۔

یہ جلد نرنگین نے جان بوجھ کر کہا تھا۔ وہ اسے غصہ دلانا  
 چاہتا تھا۔ گلاٹھی نے جو اس کے طائفہ لہا تھا۔ وہ اسے اس کا  
 سبق سکھانا چاہتا تھا۔ اس کی قوت کے مطابق گلاٹھی کا چہرہ  
 سے سرخ ہو گیا۔ میز پر ایک دول رکھا تھا گلاٹھی نے وہ تھا گزرنار  
 کے ساتھ پر مارا۔ نرنگین نے اپنی بار اس کا ہاتھ روکنے کی کوشش  
 نہیں کی اگرچہ جوت سے اس کا سر جھٹکا گیا گلاٹھی نے دوسری بار  
 پھر اس پر حملہ کیا تو اس بار نرنگین کا جسم بجلی کی طرح کر سی سے جھلا  
 اس نے ایک ہاتھ سے دلو روک کر دوسرے ہاتھ کا گھونٹا گلاٹھی  
 کے پیٹ میں مارا۔ گلاٹھی نے گلاٹھی کے پیٹ میں مارا تو اس نے  
 اپنا گھٹنا اس کے منہ پر مارا گلاٹھی کے حلق سے کھنکھرتی چیخ نکلی وہ  
 بچپن کو دھجے کی طرف گرا اور وہیں پڑا رہ گیا۔ یہ سب کچھ اتنی جلدی  
 ہو گیا کہ انشیکر سگرم کچھ نہ کر سکا۔ وہ حیرت سے ثبت بنا دیکھتا رہا  
 تھا۔ گلاٹھی کے گلے پر نرنگین پھر کر سی پر چڑھا گیا اور وہاں نکلا  
 کرتا ہے مانتے پر ابھرتے ہوئے گھر سے کوہلاتے ہوئے بولا۔  
 ”انشیکر سگرم کیا آپ کا قانون یہی کہتا ہے کہ ایک بے گناہ  
 کو بے وجہ لہا جاتے۔“

”تم نے ایک انشیکر کو لہا ہے۔ سگرم نے غصہ سے کہا۔  
 ”جب تک تم مجھ پر جرم ثابت نہیں کر دیتے میں ایک شرین  
 شہری ہوں اور کسی دوسرے انشیکر کو بے حق نہیں پہنچا کر وہ کسی شرین  
 شہری کو گالی دے یا اس پر حملہ کرے۔ تھارے سامنے انشیکر گلاٹھی  
 نے پہلے بے وجہ میرے منہ پر ٹھانچا مارا پھر اس دول سے مجھ پر  
 نوا کیا جس نے خود کو بھانسنے کے لئے اس پر حملہ کر لیا ہے۔ اب اگر تم

”وہ کیسے تم نرنگین نے پھر اس کی لاپرواہی سے کہا۔  
 ”ابھی بتا جاؤں؟ انشیکر سگرم نے جواب دیا۔ پھر میز کی  
 نئے روشنائی کا ایک پیڈ نکالا ایک صاف کاغذ یا اپنی کر سی سے  
 گزرنار کے دس آیا اور بولا۔ ”جانتے ہو یہ نشان کون سے ہیں؟“  
 ایک ایک قومی ہی بنا رہے جو نرنگین نے سسکا کر کہا۔ اس لئے تم یہ  
 لپٹاؤ کو کسی انگلیوں کے نشان ہیں۔“

”یہ نشان اےں دیوالور سے ہیں جس سے ہاتھ سال پہلے تم  
 ماہی کی مصرقار کو قتل کیا تھا۔“  
 ”اےں۔“ نرنگین بولا۔ تو آپ دیکھ کر حل کا ازام لگاتا چاہتے

”حیرت، الزام نہیں۔ یہ ثبوت بھی ہے۔ یہ ایک ثبوت ہے۔  
 دوسرا ثبوت ابھی حاصل کرنا ہوں۔ تو اس پیڈ پر انگلیاں دکھا کر  
 کاغذ پر اپنی انگلیوں کے نشان دو۔“  
 انشیکر سگرم نے خود ہی اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کی انگلیاں پیڈ  
 لڑیں پھر سادہ کاغذ پر انگلیوں کے نشان آگے۔

وہ سمجھا کہ شاید ہاتھ مل جانے سے انگلیوں کے نشان صاف  
 بن آسکے ہوں۔ اس لئے اس نے دوبارہ اس کی انگلیاں روشنائی  
 کے پیڈ پر رکھ کر پھر پڑی احتیاط سے کاغذ پر انگلیوں کو رکھ کر دیا۔  
 نرنگین نے ہاتھ اٹھا یا تو اس بار پھر کاغذ پر حیرت انگلیوں  
 ہوجتے آئے۔ نشانوں کی کیر کئی داکئی۔ اس بار انشیکر سگرم کے  
 ہرے پچھ ابھی اور کچھ حیرت پہلی گئی اس نے نرنگین کی گلاٹھی پکڑ کر  
 فیر دیا گیا۔

نرنگین کی انگلیاں دیکھ کر سگرم کی انگلیوں حیرت سے پھول گئیں  
 اس کی انگلیوں پر واقعی کوئی نشان نہیں تھا۔ کوئی گزرنار نہیں  
 تھا۔ یہاں لگتا جیسے نرنگین نے اپنی انگلیوں کے نشان گیس سے  
 ہیں۔ ساری انگلیاں چٹکی چٹکی تھیں۔

انشیکر سگرم کا کچھ عزیز یعنی ملاز میں اس کی انگلیوں کو دیکھتا رہا  
 اس کا ہاتھ چھو کر بولا۔

”تو یہ بات ہے، تم اس لئے واپس آئے ہو۔ تم نے اپنی  
 جھلم کے نشان کسی طرح گھس لئے ہیں، تم سمجھتے ہو جب تک انگلیوں  
 کے نشان نہیں گئے تم جیسے گزرنار نہیں کر سکتے۔ تم پر مقدمہ نہیں  
 لگ سکتے۔ ہمیں جرم ثابت نہیں کر سکتے۔ لیکن تم غلطی پر ہو نرنگین۔  
 نہیں ابھی یہ نہیں کہ جرائم کی دنیا میں کئی بار عزم اس طرح کے تجربے  
 لگتے ہیں۔ اپنی انگلیوں کے نشان گھس کر بچاؤ سے کچھ کر صاف  
 لگے ہیں لیکن تم نہیں۔ شاید یہ نہیں کہ یہ نشان بھی نہیں جاتے ابھی  
 لئے گھس دیے ہیں۔ چار چار دن میں یہ نشان پھر ابھر آتے گئے،  
 ابھی ہے ابھی ہم جیسے گزرنار نہیں کر سکتے۔ لیکن جب تک تھارے



مجھے جرم سمجھتے ہو تو انپکٹر پر حملہ کرنے کے جرم میں مجھے گرفتار کر سکتے ہو۔ میرا وکیل تم سے نمٹ لے گا۔  
ابھی دقت دروازے میں ایک شخص کالا کوٹ پہنے اندر داخل ہوا اور دولا۔

”کیا میں اندر آ سکتا ہوں؟“

”مگر تم نے اس کو حیرت سے دیکھ کر کہا۔ سر سر ہمیشہ ایڈوکیٹ آپ کیسے آئے؟“

”تم نہیں جو؟“ وکیل نے نہیں سے کہا۔

”یہ۔“ وکیل ہیں۔ ”وکیل نے انپکٹر سے کہا۔ مجھے پتہ چلا ہے کہ آپ میرے موکل کو بے وجہ گرفتار کر کے لاتے ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ آپ نے ان کو کسی جرم میں گرفتار کیا ہے؟“  
”ہم نے ان کو گرفتار نہیں کیا تھا۔ شبہ میں یہاں لائے تھے۔ لیکن انہوں نے سب انپکٹر کو مار کر بے ہوش کر دیا۔“

”نہیں نے اپنے ماتھے پر سے رد مال ہٹاتے ہوئے کہا۔  
”انپکٹر اگر آپ قانون کے محافظ ہیں اور ایمان دار ہیں تو قسم کھا کر میرے وکیل کو بتائیے کہ حملہ پہلے کس نے کیا تھا۔ آپ کے سب انپکٹر نے یا میں نے؟“

”غیر قانونی ہے؟“ وکیل نے کہا۔ ”آپ قانوناً کسی مزم کو مار پیٹ نہیں کر سکتے۔ آپ صرف ان پر الزام لگا کر ان کو گرفتار کر سکتے ہیں۔ عدالت سے ان کی ضمانت کرنا میرا کام ہے۔ بتائیے آپ انہیں کس جرم میں گرفتار کر رہے ہیں؟“

”انپکٹر سڑکا اے میں ہو گیا۔ اس نے کہا۔“ میں انہیں کسی جرم میں گرفتار نہیں کر رہا ہوں۔ آپ ان کو اپنے ساتھ لے جا سکتے ہیں۔ لیکن نہیں یاد رکھو تم اب یہ شہر چھوڑ کر نہیں جاؤ گے، یقین رکھو پولیس سامنے کی طرح تہہ راہ بچھا کرے گی۔“

”میں یاد رکھوں گا۔“ نہیں نے اٹھتے ہوئے کہا۔ آیتے وکیل صاحب اب ہم چلتے ہیں؟“

وکیل ہمیشہ چند رنے اپنی بیس کی کاٹی سوئی رقم بٹوسے میں رکھ کر کہا۔

”اب تم مجھے بتاؤ کہ قصہ کیا ہے؟“

”نہیں نے سگریٹ کا کٹل لیتے ہوئے کہا۔ یہاں سے باغ سال پہلے کی بات ہے وکیل صاحب۔ یہاں نصب شرابی میں ایک پولیس پر مشنٹ مسٹر قادر کا تھل ہوا تھا۔ لاش کے پاس ایک دیوار لٹا تھا۔ پولیس کے بیان کے مطابق کے قاتل قتل کے شہر چھوڑ گیا تھا۔ پولیس کا خیال ہے کہ قاتل انیشل بک کا یہ خون پی تھا جس کا نام نہیں تھا۔“

”ادھم دی نہیں جو؟“ وکیل نے حیرت سے سوال کیا۔  
”ہاں۔“  
”پولیس نے تمہیں پہچان لیا تھا اس نے وہ ہمیں گرفتار لے گئے تھے۔“

”ہاں۔“

”پھر چھوڑ دیوں دیا؟“

اس نے ان کے پاس سے نہات انہی کوئی شہرت ان کے پاس اس دیوار پر رہنے انگلیوں کے نشانات کے نوٹ کر جن سے مسٹر قادر کو قتل کیا گیا تھا۔ پولیس کو یقین ہے وہ میری کے نشان ہیں۔ وہ میری انگلیوں کے نشانات۔ بس کمران نشان سے لانا چاہتے تھے۔ لیکن ایسا نہیں ہو سکا۔

”یعنی تہہ راہی انگلیوں کے نشان نہیں ملے۔“  
”نہیں نے اپنے دونوں ہاتھ اس کے سامنے پھیلا کر۔“  
”آپ خود دیکھ سکتے ہیں نشان کیسے مل سکتے ہیں۔“  
وکیل نے اس کی چٹکی اور بے نشان انگلیاں دیکھ کر کہہ دیا۔  
”مائی گاڈ مسٹر نہیں یہ تم نے اپنی انگلیوں کو کیا کیا۔“  
ایک نشان بھی باقی نہیں رہا۔

”نہیں نے مسکرا کر کہا۔ ایک بار غلطی سے میں نے ہاتھوں سے تپتے ہوئے لوسہ کی ایک چادر پھڑکی تھی۔ فوراً نے اپنے ہاتھ پیچھے لئے لیکن اتنی ہی دیر میں میری انگلیوں کا لوسہ کی اس چادر سے چپک کر رہ گئی تھی۔ اس کے بعد میں ہسپتال میں رہا ہسپتال سے باہر نکلا تو انگلیاں ایسی تھیں۔ ڈاکٹروں کا خیال ہے کہ اب یہ نشان واپس نہیں آئیں گے۔“  
”اسی لئے تم واپس آ گئے ہو۔ نہیں یقین ہو گیا ہے۔“  
اب تہہ راہی انگلیوں پر نشان کبھی واپس نہ آئیں گے اور ان نہیں ہوں گے تو پولیس نہیں قاتل ثابت نہ کر سکے گی۔

”نظر سمجھ لے دو، بیچ بات یہ ہے کہ میں نے مسٹر قادر قاتل نہیں تھا۔ اور اب میں اصل قاتل کو تلاش کر کے قانون کے ماتھے پر لکھوں گا۔“  
وکیل نے اس بات پر اعتبار نہ کرتے ہوئے کہا۔  
”تھے تو اس وقت ہی کیوں بھاگے تھے؟“

”اس لئے کہ اس وقت اگر میں یہاں رہ جاتا تو واقعی نا پولیس مجھے پھانسی کے پھندے تک پہنچا دیتی ہوتی۔ اس دیوار واقعی میری انگلیوں کے تھے لیکن قاتل میں نے نہیں کیا تھا کسی دیوی ہوشیار کی سے میرے دیوار سے قتل کر کے دو دیواروں کے ڈال دیا تھا۔“  
”نہیں نے اس کے پاس دیواروں کو رہنا تھا۔“

پہنا ہوں۔ ضرورت پڑنے پر تم مجھے فون کر سکتے ہو۔

”اور کے، دیکھ صاحب۔ شکریہ“  
 نرنگن نے اچھٹاٹھایا۔ دیکھ چلا گیا۔ نرنگن کی نظروں دیکھ  
 سے بہت کراہیں بیٹھے دوسرے لوگوں پر عین نواس کے ہونٹوں  
 پر نوک بکراہٹ تھیل گئی۔  
 انہیں کھڑے ہونا دعوہ پورا کیا تھا۔ پولیس کا ایک سادہ پوش

جاسوس باریں اس کی بنگالی کے لئے ہبٹھا تھا۔

نرنگن صبح کو نہادھو کر ناشتہ کئے کمرے سے باہر نکلا تو اس  
 نے دیکھا کہ وہی ڈور کے آخری سرے پر ایک شخص کرسی بٹھاتے ہبٹھا  
 تھا۔ وہ زینے سے ہو کر تھنگ ہل میں آیا تو وہ آدمی بھی اس کیساتھ  
 ساتھ آیا اور کچھ نامیے پر دوسری میز پر بیٹھ گیا۔ نرنگن سمجھ گیا کہ وہ  
 پولیس کا آدمی ہے۔ انہیں سڑک گام کوئی خطرہ مول نہیں لے رہا تھا اس  
 نے واقعی چوبیس گھنٹے کے لئے اس کی بنگالی کا پورا بندوبست کر دیا تھا۔  
 میز پر صبح کا دیکھ اخبار پڑھا تھا۔ اس نے ناشتہ کا آرڈر دیا،  
 اور اخبار پڑھنے لگا۔ دوسرے صبح پر ایک غریبی تھی۔

”فین اور قتل کا دم پانچ سال بعد واپس آگیا۔“

انگلیوں کے نشان و ہونے کی وجہ سے پولیس اس کو گرفتار  
 نہیں کر سکی۔ نیچے غریبی تفصیل درج تھی:

نرنگن آج پانچ سال پہلے بس نے فیشن بک میں  
 بیس لاکھ کا فین کیا تھا۔ اور بعد میں بیس پونڈ  
 سسر تادو قتل کر کے فرار ہو گیا تھا واپس شوالی  
 آگیا ہے۔ پولیس انہیں سڑک گام نے اسے پہچانتے  
 ہی گرفتار کر لیا کیوں کہ سہ سڑک فٹ پولیس کی لاش  
 کے پاس جو رویا ہوا تھا اس پر نرنگن کی انگلیوں کے  
 نشانات موجود تھے قتل کے جرم میں وہی نشان  
 نرنگن کے خلاف ثبوت تھے۔ لیکن چونکہ نرنگن قتل  
 کے فوراً بعد غائب ہو گیا تھا اس لئے پولیس اس کو  
 گرفتار نہیں کر سکی تھی۔ انہیں سڑک گام نے شوالی پہنچتے  
 ہی گرفتار کر لیا اور قتل کے ثبوت کے طور پر اس کی  
 انگلیوں کے نشانات لینا چاہے تو چڑچلا نرنگن  
 نے ہی حرج اپنی انگلیوں کے نشانات ختم کر دیے  
 ہیں۔

لوگوں کو حیرت ہے کہ مرم نرنگن واپس کیوں آیا جب کہ  
 اسے معلوم تھا کہ شوالی پہنچتے ہی اسے گرفتار کر لیا جائے گا۔ نرنگن  
 کے واپس ہونے سے بہت سے سوال پیدا ہوئے ہیں۔ مثلاً:  
 کیا واقعی نرنگن نہیں اور قتل کا جرم ہے؟

”اسی پلی تادو صاحب کے قتل سے ایک سال پہلے ہی  
 ایک ٹوٹنے کی کوشش کی گئی۔ اس کے بعد سے یہاں کے  
 بے بنگوں میں بنگوں کی جانب سے ٹراپنگیل نے اپنی درازیں  
 لور کھٹے شروع کر دیے تھے۔ میرا پورا بھی میری میز کی درازیں  
 میں رہتا تھا۔“  
 ”تو پھر سڑتھا۔“ کہیں نے تنہا کیا تھا۔“

”بہی معلوم کرنے کے لئے تو میں یہاں آیا ہوں۔“

”کیا تمہیں کسی پر شبہ ہے؟“

”ابھی کسی پر نہیں۔“

”آل رات! تو مجھے اب کیا کرنا ہوگا؟“

”کچھ نہیں۔ اب تم مستقل طور پر میرے دیکھ چکے ہو۔“

”یہ تو گلا بھی اپنا بدلہ آسانے کے لئے مجھے کسی کیس میں پھانسانے کی  
 شل کرے۔ ایسا موقع آیا تو میں تمہیں تھک دوں گا۔“

”مگر کم از کم ایک بات میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ انہیں سڑک گام  
 بیان دار شخص ہے۔“

”ہر گز نہیں۔ نرنگن نے گاندھوں کو اچھا کر کہا۔“

”تم آج ہی شوالی آئے ہو۔“

”ہاں، آج بانگ بکے۔“

”اور سات بجے نہیں پولیس پکڑ کرے گی۔ یہ کیسے ہو پولیس

وہاں سے آنے کا کیسے پر تھلا۔“

”میں شیو کرانے گیا تھا۔ نرنگن نے مسکرا کر کہا۔“ بار برنے

مجھے پہچان لیا۔ اسی نے پولیس کو اطلاع دی ہوگی۔“

”تو گویا تمہیں پہلے سے پر شک تھا کہ بار بر پولیس کو اطلاع  
 کر دے گا۔“

”جی ہاں۔“

”اس میں شک نہیں کہ تم آدمی بہت ذہین ہو سڑ نرنگن،

لیکن میں سمجھتا ہوں انہیں سڑک گام پر تم نے حکم کر کے سمجھداری کا

ثبوت نہیں دیا۔ پولیس دے پر پولیس دے پر خطرناک ہوتے ہیں خاص ہٹ

ہٹ گلا بھی کے اسے میں مشہور ہے کہ وہ کو برا سانپ سے زیادہ

خطرناک ہے۔“

”میں گلا بھی کو سمجھا لیا ہوں گا۔ تم صرف قانونی طور پر مجھے

پکارتے رہو۔“

”بشریک تم کوئی جرم نہ کرو۔“

”حکم نہ کرو۔ میں کوئی جرم نہیں کروں گا اور اگر کبھی مجھے

قانون توڑنا بھی پڑا تو اسے ثبوت نہیں چھوڑوں گا کہ پولیس مجھ پر

گیس بنا سکے۔“

”اچھی بات ہے۔“ دیکھ نے اچھے ہوئے کہا۔ ”اب میں

اگر وہ مجرم تھا تو وہ واپس کیوں آگیا ہے؟ کیا موت اس لئے  
کو کسی طرح وہ انگلیوں کے نشانات مٹانے میں کامیاب ہو گیا ہے  
اور اسے پتہ ہے کہ اب نشانات کبھی نہیں ابھر سکیں گے۔  
یا عزم نہیں ہے کہ وہ تھا اور اس لیے اس قتل کے  
پیچھے کوئی بڑی سازش کام کر رہی تھی۔ لیکن ہے نہیں اب اپنی  
جے این ای ثابت کرنے آیا جو۔

بہر حال فی الحال تو پولیس نے نہیں کو گرفتار کرنے یا اس پر  
مقدمہ چلانے پر مجبور ہے۔ اب دیکھنا ہے کہ پولیس پانچ سال پہلے  
ہوئے اس جرم کی تحقیقات کس طرح سلجھاتی ہے۔  
خبر پڑھ کر زمین کے ہونٹوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔ اسی  
وقت میرا ناشتہ بھی لے آیا تھا۔ اس لئے وہ ناشتہ کرنے میں مصروف  
ہو گیا۔ ناشتہ کر کے وہ کچھ۔ برادری جیٹھا سوچا۔ پولیس کا جاسوس  
کچھ نہ ملے پر چیخا اس کی خزانگی کرتا رہا۔ نو بجے کے قریب زمین اٹھا  
اور پولیس جاسوس کے پاس جا کر بولا۔

”تم ایک لے چور ہو رہے ہوں گے۔ اس لئے میرے ساتھ ہی  
چلے چلو۔ میں وقت گزارنے کے لئے کمانا کافی ڈکس میں جا رہا ہوں۔“  
اسی شخص نے گھور کر زمین کی طرف دیکھا اور غصے سے بولا  
”جہنم میں جاؤ۔“  
”بہادری مرضی؟“ زمین نے کانٹے سے اچکا کر کہا اور ہڈیوں سے  
باہر چل دیا۔

چند منٹ بعد ہی پولیس کا جاسوس باہر نکلا اور کچھ فاصلہ  
دے کر اس کی لپیٹھا کرنے لگا۔  
زمین دکانوں کی شور مچا رہا تھا۔ وہاں آہستہ آہستہ چلتا رہا۔  
دو بار وہ دکانوں میں جا گھسنا۔ پولیس کا جاسوس باہر نشا دہن کرتا رہا۔  
ایک بار وہ تدم اٹھا ہوا ایک موٹر پہنچا۔ اس موٹر کے بعد چرام  
تھا۔ وہ جلدی سے ایک زینے میں گھس گیا۔ اس نے زینے کا  
دروازہ بند کر لیا۔ دو منٹ بعد ہی پولیس کا جاسوس تیز چلتا ہوا آیا۔  
موٹر پر ڈک کر کچھ دیر بعد اوپر دیکھتا رہا پھر بڑبڑاتا ہوا ایک  
طرف کو تیزی سے چل گیا۔ اس نے جاتے ہی جاتے اس سے کہنا

”اچھا۔“  
جاسوس سے پیچھا چھوڑ کر وہ انگلیوں سے ٹوکوں پر گھونٹے  
لگا۔ ایک گھنٹہ وہ بے مقصد اور ڈھوڑ گھومتا رہا۔ ایک گھنٹہ بعد  
اسے شہر مل گیا کہ اس کا ٹھکانہ درست تھا۔ انٹرنیٹ سسٹم واقعی  
بے وقوف نہیں تھا اس نے اس کی نگرانی پر موت اس آئین کوئی  
نہیں لگا تھا جیسے لکھ کر ڈور سے پڑھ لیا جاتا تھا کہ وہ پولیس کا جاسوس  
ہے۔ ایک اور شخص بھی اس کی نگرانی کرتا تھا۔ انٹرنیٹ سسٹم کو یقین تھا کہ  
کو زمین اپنے پیچھا کرنے والے کو کچھ دینے کی کوشش کرے گا اور ایک

بائیں ہاتھ کو بوجھ کر زمین پر پڑے گا۔  
انٹرنیٹ سسٹم کو یہ پتہ نہیں تھا کہ زمین آتا ہے تو قوت نہیں ملتا  
جتنا وہ کچھ دلتا تھا۔ یہ ماننے کے بعد کہ ایک اور آدمی اس کا پیچھا کر رہا  
ہے۔ زمین نے اس سے بھی پیچھا چھوڑا۔ انا زیادہ مشکل ثابت نہ ہوا۔  
وہ مسٹر پر کھڑا ہو گیا۔ ایک گز دہری ہوئی چھٹی کو روک کر زمین  
بیٹھ کر بولا۔

”سید سے چلے چلو۔ اور ذرا تیز چلو۔“  
”ٹھیک ہے۔“ زمین نے غصہ ناشیہ میں سے ایک بار اس کا  
جانب حیرت سے دیکھا اور گاڑی کی رفتار کو جھڑکی۔ زمین نے سرگرم  
دیکھا تو پیچھا کرنے والا دوسری ٹھیکسی میں پیچھا رہا تھا۔  
”ہاں روڑ پر چلو۔“ زمین بولا۔

”ذرا تیز نہ گاڑی ہاں روڑ پر موڑی۔ یہ مسٹر شوالی کی کپڑوں  
سے زیادہ مصروف مسٹر کچھ۔ شہر کا سب سے بڑا شاہجہان مسٹر کی  
پر تھا۔ آگے موڑ آنے لگا تو زمین نے جیب سے دلی کا نوٹ نکال  
کر اگلی سیٹ پر ڈالتے ہوئے کہا۔  
”یہ تہنا کر رہے۔ روڑ پر گاڑی کی رفتار ڈراما دیکھ کے لے  
کر کے پھر اس کی تیزی سے آگے بڑھ جانا۔“  
”ذرا تیز نہ ایک باہر مسٹر کچھ۔ ٹھیکسی میں مسٹر کی  
دیکھا پھر اس کا نوٹ دیکھ کر آہستہ سے سر ہلایا۔ کیوں کہ مسٹر کی  
حالت چار روپے بنا تھا۔

”موڑ آیا تو زمین ٹھیکسی کا دروازہ کھول کر تیار ہو گیا۔ جیسے ہی موٹر  
کا گھٹھی اور رفتار شہر ہوئی۔ ٹھیکسی سے اتر کر اس نے دروازہ بند  
کر دیا اور پولی سے ایک دکان میں گھس گیا۔ دو منٹ بعد ہی دروازہ  
ٹھیکسی میں سے گزرتا۔ وہ ایک منٹ انتظار کر کے زمین نے ایک  
ٹھیکسی کو روکا اور اس میں بیٹھ کر بولا۔  
”کئی لاٹریری چلو۔“

پندرہ منٹ بعد وہ کئی لاٹریری میں داخل ہوا۔ اس منٹ  
لاٹریری کے پاس پہنچ کر اس نے پوچھا۔  
”کیا آپ روزنامہ اخبارات کا ریکارڈ بھی رکھتے ہیں؟“  
”جی ہاں۔“

”میں پانچ سال پرانے فال دیکھنا چاہتا ہوں۔“  
”لوں اخبارات کے۔“ اور سرے اخبارات کے۔  
”لوں اخبارات کے۔“  
”کوئی پولیس سینٹر میں چلے جائیے۔ وہ سامنے زینے کا  
نیچے سے راستہ ہے۔“

زمین نے مسٹر کو ادھار کیا اور پولیس سینٹر میں پہنچ گیا شاید یہاں  
پہلے آدمی تھا جو پولیس سینٹر میں آیا تھا۔ دھڑکی لگائی

کے دروازے کے بالکل سامنے ایک جگہ ٹھہر کر ایک فٹ کے فاصلے پر دو نشان بنھ کر تھے جیسے اس جگہ کسی نے کنیاں رکھ کر بیچے جانا تھا۔  
 کچھ دیر وہیں کھڑا رہ کر پھر واپس چل دیا۔

بڑی داپس پہنچے ہی سب سے پہلے اس کی نظر انسپکٹر سنگرام پر پڑی وہ لاڈلی سی بیٹھا انبار پڑھ رہا تھا۔ زمین نے اس کے قریب جا کر کہا۔  
 "گڈ ایننگ انسپکٹر"

انسپکٹر سنگرام نے اخبار ہٹا کر اس کی طرف دیکھا اور مڑا کر بولا۔  
 "تم۔"

"سوری، مجھے قہارے دونوں آدمیوں کو جکڑ دینا پڑا۔"  
 "اس کے باوجود تم مجھ سے نہیں بچ سکتے۔" انسپکٹر نے انہیں پش کر کہا۔  
 "میں نے شہر سے باہر جانے والے راستے پر ناک بندی کر رکھی ہے"

زمین نے سسکا کر کہا۔ "انسپکٹر سنگرام اگر میں شہر چھوڑا جاؤں گا تو تم مجھے روک نہیں سکو گے۔ میں تم سے محبت پر جانا جاتا ہوں کہ ابھی میرا یہاں سے جانے کا کوئی ارادہ نہیں اور اگر تم میری زبان پر کچھ دوسرے کڑو نہیں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ میں اپنی اطلاع کے بغیر شمالی سے نہیں جاؤں گا۔ اگر مجھے پولیس سے پہنچ کر جہانگاہ ہو تا تو میں آتا ہی کیوں؟"  
 سنگرام کچھ دیر اس کو گھورتا رہا پھر اٹھ جھپٹے ہوئے بولا۔  
 "تم یہاں کیوں آتے ہو؟"

"تم پولیس کا تھیرہ ہو۔ ذہن اور ایماندار شخص ہو۔ کیا تم انعام دہ نہیں دیکھ سکتے کہ میں یہاں پانچ سال بعد کیوں واپس آیا ہوں؟"  
 "میں جانتا ہوں تم اس لئے واپس آئے ہو کہ تم اپنی انگلیوں کے نشانات سامنے میں کیا اب ہو گئے ہوا اور تمہیں یہ غلطی ہو چکی ہے کہ اب نشانات واپس نہیں آتے گئے۔"  
 "یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ میں بے گناہ ہوں اور اب اپنی بے گناہی کے ثبوت تلاش کرنے آیا ہوں۔"

"اگر تم بے گناہ ہوئے تو اس وقت فراز رہے۔ پھر مکر دیوا پور پہنچا کی انگلیوں کے نشانات موجود تھے۔"

فرزاد اور جب میں میری بیک کی دراز میں رہتا تھا اس لئے اس پر میری انگلیوں کے نشانات ہونا نقب کی بات نہیں تھا میرا کرنے کا۔ لاہور میں ایسے علاقے ہیں جہاں دشمنی نہیں رہتی۔ وہ تھیں۔ ٹریک بہت کم تھا۔ وہ بچے اس کے نزدیک ہی نہیں کھیل سکتے تھے۔ زمین انگوٹھی نے رمل تھا کہ ایک کچھڑا کھٹا ہوا اس کے پاس آگیا۔

میں امدادوں پر ہی گر کر جیس ہی پہنچیں۔ امدادے دو تین امدادوں کے پانچ سال پرانے نکلے۔ پہلے ان کی گرمات کی پھر امدادوں کو پھینچ دیا گیا۔

آخر اسے وہ خبر مل گئی کہ اسے تلاش بھی ان امدادوں میں ایک ہی ہونے والے ہیں اور پھر ٹھنڈ پولیس سٹرٹار کے پاس میں تفصیل حالات درج تھے۔

نہروں کے مطابق واقعات ہوتے تھے وہ اس طرح تھے۔ زمین آج اور ٹی وی میں گری دوستی بھی کیا کھانا تھا کہ دو لوگ ایک دوسرے سے محبت کر سکتے تھے مٹی بیک کے جڑیلے بڑے سر پر ہمارا کیڑی تھی جس کی جب سے وہ بیک کے خاص کھانوں تک پہنچ سکتی تھی، یادہ کھانے ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جا سکتی تھی۔

ایک بار شہر سٹر پر ہمارے دیکھا کہ کئی دو کھانے کے کرسینہ میں رکھے جا رہی تھی۔ ان کھانوں سے مٹی کی کوئی تعلق نہیں ہو سکتا تھا۔ شہر بیک کرٹس گزرا۔ انہوں نے ایک دروازہ کھانوں کی پڑا لکی تو حساب میں کوہ جڑ مسکری کی۔ چنانچہ انہوں نے فرار اختیار طور پر چاروں کو کاڈشٹ کی عدالت حاصل کی اور ان کھانوں کو ایک ایک بیک پتہ چیک کے بعد پتہ چلا کہ بیک سے جس لاکھ روپے نہیں ہو چکا ہے۔

زمین ان دنوں چھٹی پر گیا ہوا تھا۔ شہر سٹر پر ہمارے کئی سے پرچھا کہ وہ ان کھانوں کو کہاں لے گئی تھی۔ مٹی نے نایا کر زمین کو انڈس سے رکھے ٹھکانا رہتا تھا۔ چنانچہ اسے زمین پر پورا پورا دوسرا تھا۔ اسے وہ سوچ کر اسے بیک کے کسی کام کیلئے ہی ضرورت ہوئی۔ کھانے اس کو پہنچا دیا کرتی تھی۔

مینجورے جب میں لاکھ کا مین دیکھا تو پھر ٹھنڈ پولیس کو سدا واقعہ بتایا۔ اس کی سٹرٹار نے تحقیق شروع کر دی کیچھوہ زمین کے خلاف کوئی ثبوت حاصل کرنے کے بعد ہی زمین کو گرفتار کرنا چاہتے تھے۔ پھر زمین آگیا اور اسے پہلے لیا کہ اس کے جرم کا راز کھل گیا ہے تحقیق چاروں سٹرٹار کو رہے تھے اس لئے اس نے سٹرٹار کو قتل کر دیا اور فرار ہو گیا۔ زمین کے ذہن کے بعد مٹی نے بھی بیک کی ڈکری چھوڑ دی، کیچھوہ پر اپنا پھیلنے لگی تھی کہ وہ بھی اس جرم میں زمین کی سڑیک تھی۔ بعد میں مٹی کو گلوٹی کے ساتھ دیکھا جانے لگا اور پھر ایک دن مٹی بھی شولی چھوڑ کر مٹی گئی۔

پانچ گھنٹہ زمین نے اخبار دیکھے میں لگاتے کچھ اور دشمنی نے کس۔ چھ مٹی پر شیکے ہمارا۔ پانچ گھنٹے مسلسل پھرتے رہنے سے اس کو تھکان سمجھنے لگی تھی۔ لاہور کی سے باہر مگر وہ جیسے کا ڈشٹ ضروری ہی تلاش کے بعد ہی اسے وہ مقامات مل گئے۔ جت کی وہ توقع کر رہا تھا۔ سٹرٹار محبت سے کوئی ڈیڑھ گز اونچی تھی۔ لاہور۔

زنجب کو شاید اپنا بچپن یاد کیا۔ وہ جلدی سے کھنڈا اٹھانے کے لئے جھکا  
اسی حرکت نے اس کی زندگی بچائی۔

کوئی چیز اس کے بالوں کو چھوتے ہوئے شہد کی مکھی کی طرح  
بھنسناتی ہوتی نہ لگتی۔ پھر اس نے اپنے پیچھے کھٹک کی آواز سنائی۔  
دیوار اس سے صرف دو فٹ پیچھے تھی۔ دیوار کی اینٹ سے کوہن سی  
آؤ کر اس کی گردن پر گر گئی۔ اس نے حیرت سے جھٹ کر دیوار کی جانب  
دیکھا۔ دوسرے ہی لمحے اس نے خود کو نیچے گر ادا کیا۔

ابب بار بھر دیوار میں کوئی چیز اگر لگی اور پھر اینٹ کے ٹکڑے  
اڑے۔

دونوں بچے حیرت سے دیکھنے لگے کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ ان  
بے چاروں کو کیا پتہ تھا کہ سلسلے کی بند بگ سے واقعی دو گویاں  
چلائی گئی تھیں۔

زنجب نے اپنے گڑ گڑا ہوا ڈر دیا۔ پھر جلدی سے جھکا جھکا تری  
سے دوڑنے لگا۔ دونوں بچے حیرت سے اسے دیکھنے لگے۔ وہ بچے۔  
شاید یہ آدمی پاگل ہو گیا ہے۔

دبا چلک کاتے ہوئے زنجب اس بلڈنگ کے پچھلے دروازے  
تک پہنچا جہاں بری کے سلسلے تھے۔ یہ پانچ منزل مرعات تھی۔ گولی  
اسی منزل سے چلائی جا سکتی تھی۔ وہ پچھلے دروازے سے اندر داخل ہوا۔  
لبے کوری ڈور سے گزرتے ہوئے دروازے تک آیا اور دروازے پر ایک  
چوکی پر کھڑا تھا۔ زنجب نے اس سے پوچھا۔

”کیا ابھی ایک صاحب نیلا اور لباسا کبس نے گر گئے ہیں؟“  
”ہاں۔“ چوکی دار بولا۔ ”ان کے پاس ایک بوسا کالا کبس تھا؟“  
”نہیں کچھ گیا کبس میں داخل کھول کر رکھی ہوگی۔ وہ جانتا تھا۔“  
اس کے لائبریری آئے کے پر دو گرام کے بارے میں کسی کو علم نہیں تھا پھر  
بھی اس پر کسی نے دو گویاں چلائی تھیں۔ یہ کیسے ممکن ہوا؟

اس کے سوال کا ایک ہی جواب تھا۔ اس کا چیمبرم پولیس  
کے دو آدمی ہی نہیں کر رہے تھے بلکہ کوئی تیسرا شخص بھی اس کی نگرانی  
کر رہا تھا جس کا تعلق پولیس سے نہیں تھا اور جو پولیس کے جاسوسوں  
سے زیادہ چالاک تھا۔ وہ اس کا پیچھا کرتے ہوئے لائبریری میں چلا  
آیا اور جب وہ لائبریری میں پرانے اخبارات کی کتب خانہ میں چلا گیا۔ تو  
تغائب کرنے والا سمجھ گیا کہ وہ یہاں کیوں آیا ہے۔

یہ سوچتے ہوئے زنجب عمارت کی چھت پر پہنچا اور اس سٹیر  
پر غصے سے دیکھنے لگا جہاں لائبریری کے سامنے تھی۔

دیوار پر راسخ ہونے والے پتھر نے خوب سہا تھا۔ دروازوں میں چھوٹے  
کو جا سکتا تھا تاکہ اس پر بری انگلیوں کے نشانات پولیس کو مل جائیں  
اور اس کو گرفتار ہو جاوے۔  
”منہی تہاری محبوبہ تھی؟ کیا نہیں معلوم ہے منہی کہاں۔“

انسپیکٹر نے پوچھا۔

”مجھے معلوم نہیں وہ کہاں گئی۔ تمہارے جانے کے بعد اس  
نے بگ سے نوکری چھوڑ دی تھی اور گولی کے ساتھ رہنے لگی تھی۔“  
”زنجب نے اٹھتے ہوئے کہا۔“ انسپیکٹر میں اب سے کوئی رعایت  
نہیں مانگا صرف یہ بتانا چاہتا ہوں کہ یہ منہی کونسی پانچواں منزل کا وقت  
خارج کر گئے۔“

یہ کہہ کر زنجب جواب کا اظہار کرتے بغیر اپنے کمرے کی طرف چلا

ایک گھنٹہ بعد زنجب اپنے کمرے سے نیچے آیا تو اس نے دیکھا،  
انسپیکٹر سنگرام پاس کا کوئی آدمی وہاں نہیں تھا۔ لائی میں بہت سے  
فون لگے ہوئے تھے۔ اس نے ڈارکٹری میں ایک نمبر دیکھ کر نمبر لکھا۔  
”خبر تیز پورٹر۔“

”آپ کے یہاں ایک رپورٹر مسٹر لاگو ہیں، کیا وہ اس وقت  
ہیں۔؟“

”ایک منٹ انتظار کیجئے۔“  
”کچھ دیر انتظار کرنے کے بعد ایک مردانہ آواز نے کہا۔

”لاگو اسپیکنگ۔“  
”مسٹر لاگو میں زنجب آہو جو بول رہا ہوں، مجھے امید ہے کہ  
تم مجھے جیسے ہی سنو گے۔“

”تم۔“ جواب ملا۔ ”تمہارے بارے میں خبر پڑھ کر میں تو کھچا  
تھا انسپیکٹر سنگرام کو کوئی دھوکہ دے گیا ہے۔“

”دھوکہ نہیں، میں واقعی زنجب ہوں اور تم سے ملنا چاہتا ہوں۔“  
”کیوں ملنا چاہتے ہو؟“  
”میں پرانے دوست مل نہیں سکتے۔“

”لیکن تم میرے دوست نہیں، وطن ثابت ہو سکتے ہو۔“  
”تو پھر ایک رپورٹر کی حیثیت سے تم مجھ سے مل سکتے ہو مثلاً  
میں تمہیں ایسی خبر سناسکوں جو تمہارے ایڈیٹر کی نظر میں تمہاری اہمیت  
بڑھا سکے یا

”تم اس وقت کہاں ہو؟“  
”ہوٹل نائرا کے بار میں۔“

”اوکے، آؤ گھنٹہ بعد میری جھٹی ہوگی میں پہنچ رہا ہوں۔“  
”میں انتظار کروں گا۔ یہ کہہ کر زنجب نے فون رکھ دیا۔

”خفیہ آؤ سے خفیہ جہتہ، مردہ اب ادھیر عمر آدمی بارے  
دروازے میں داخل ہوا۔ اس نے دروازے میں دنگ کر دیکھا۔ پھر  
زنجب کو بچان کر اس کے قریب آیا اور اس کی گھنچ کر بیٹھے ہوئے بولا،  
”مجھے یقین نہیں آ رہا کہ یہ تم ہو۔“  
”مجھے دیکھ کر بھی، زنجب نے مسکراتے ہوئے کہا۔“ تم کچھ بول

”زنگین نے اس کو جو میں گھٹے میں گھٹسے ہوئے سارے واقعات تفصیل سے بتا دیے۔ لاگو حیرت سے ستارہ زنگین خاموش ہوا تو وہ بولا۔

”اپنے دستکرام پر حرکت نہیں کر سکتا تھا اور میری اصلاحات کے مطابق سب انکسٹرکٹور بھی اسی وقت ہسپتال میں ہے۔ تم نے اس کی خاصی مرمت کر دی ہے اور اپنا ایک بہترین دھن بنایا ہے۔“  
”مجھے گلو کی پرکھ نہیں اور اس کا ماننا ہوں پولیس مجھے قتل کرنے کی کوشش نہیں کر سکتی تھی۔ اب تم بتاؤ پھر مجھ پر حملہ کرنے والا کون ہو سکتا ہے۔ صاف ظاہر ہے جس نے مجھ پر گولیاں چلائی تھیں۔ میرا وجود اس کے لئے خطرہ ہے۔ اسے میرے واپس آنے کی توقع نہیں تھی۔ میرے اچانک واپس آنے سے وہ بکھو گیا ہے۔“  
”یہ واقعی دل چسپ بات ہے۔“ لاگو بولا۔

”اچھا ایک بات اور ایمان داری سے بتا دو لاگو۔ کیا تم سچ بے سمجھے ہو کہ میں نے غبن کیا تھا اور اپنی بی تاؤ کو قتل کیا تھا۔“  
”پہلے سمجھتا تھا۔ لیکن جب غبنی گلو کی کے ساتھ رہنے لگی تو مجھے کچھ شک ہو کہ شاید تم نے غبن کیا ہو۔ شاید تم کسی سازش کا شکار ہوئے ہو اور اب قہارے اچانک واپس آجائے سے میرے اس شک کو اور قوت پت ہے کہ شاید تم بے گناہ ہو۔“

”ٹھیک کر! اب یہ بتاؤ غبنی کہاں ہے کیوں کہ حقیقت یہ کہ میں ایک زبردست سازش کا شکار ہوا تھا اور غبنی ہی اس سازش کے بارے میں مجھ پر ہاتھ پڑھا۔“

”تمہارے وارے بعد دو پڑھ دو پڑھنے غبنی گلو کی کی داشتہ کی حیثیت سے اس کی کو کچھ پر رہا ہے۔ پھر ایک دن وہ بھی اچانک غائب ہو گئی۔ اب تو اگر غبنی کے بارے میں کوئی بتا سکتا ہے تو گلو کی ہی بتا سکتا ہے۔“

زنگین کچھ دیر سوچتا رہا پھر مگر یہ ملگاتے ہوئے بولا۔  
”اگر وہی دو سال پہلے ایک حادثہ ہو گیا تھا جس سے میرے سر میں سخت جوت آئی تھی۔ جب سے میرے جوت لگی ہے میں۔“  
”تو اس حادثے نے تمہیں کچھ سال پہلے کے کچھ باتیں بری یادداشت میں گڑھ ہو رہے ہیں۔ کیا تم مجھے ان دنوں کی پوری کہانی سناسکتے ہو۔ جب میں نے وہ غبن اور قتل کیا۔ میرا مطلب مرث۔ غبن اور قتل کے واقعات سے نہیں بلکہ اس خبر کے پورے حالات سے ہے۔ یہاں کے شوٹل اور سیا کی حالات سے۔ کہیں کہیں جہاں تک مجھے یاد ہے اس وقت شمال میں ٹاٹ کلب قبر خانے اور عمارت ملنے اتنے زیادہ نہیں تھے جتنے اب ہیں۔ اس وقت تک دو غن کلب کھلے تھے۔“

”خوارو نے ان کے حالات بھی لکھا تھا۔ تم مجھے اپنے کہانی اس طرح سناتے جیسے کسی اچھی کو سناتے ہو۔“  
139

”پانچ سال کا عمر اور ملنے کی مصیبتیں انسان میں بہت سی تبدیلیاں پیدا کر دیتی ہیں مشر لاگو۔“

”میں حیران ہوں کہ تم واپس کیوں آئے ہو۔“  
”تمہارے خیال میں کیوں واپس آ سکتا ہوں۔“  
”اگر ستر گرام کا بیان سچ ہے تو تم نے اپنی انگلیوں کے نشانات

مٹا دیے ہیں۔“  
زنگین نے اس کی بات کاٹ کر کہا۔ ”یہ ایک وجہ ہو سکتی ہے اس کے علاوہ بھی تو کوئی وجہ ہو سکتی ہے۔“  
”کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ تم بے گناہ اور اب پانچ سال بعد اپنی بے گناہی ثابت کر لے آئے ہو۔“  
”کیا یہ ممکن نہیں۔“

”میں تمہاری بات پر پھر دہرہ نہیں کر سکتا۔ تم نے دوست ہو کر مجھے دھوکا دیا۔ تم نے میری محبوبہ غبنی کو مجھ سے چھینا۔“  
”لیکن میں نے سنا ہے میرے جانے کے بعد غبنی گلو کی کیساتھ رہنے لگی تھی۔ کیا اس سے یہ ثابت نہیں ہو جاتا کہ غبنی کسی کی بھی وفادار نہیں تھی۔ نہ تمہاری نہ میری۔ کیا تم بخول گئے۔ اس نے مجھ پر الزام لگایا تھا کہ میں اس سے وہ کھاتے سلگاتا تھا جن میں میرا پھیر لگتی تھی۔“  
”اسی لئے میں نے سنا چلا اپنا ہوں۔“ لاگو بولا۔ ”تمہارے وار ہونے کے بعد جب غبنی نے گلو کی کے ساتھ رہنا شروع کر دیا۔ ایک سمجھ گیا تھا وہ اچھی لڑکی نہیں تھی۔ لیکن میرے پہلے تم وہ مر سناؤ جہم مجھے سنا چاہتے تھے۔“  
”پہلے یہ بتاؤ تم کیا چاہتے۔“  
”وہی۔“

زنگین نے اس کیلئے دھکی دھکی دی۔ وہ سکی لگی تو زنگین بولا۔  
”تمہارے خیال میں پانچ سال کے بعد واپس آئے میں میرے لئے کیا خطرہ ہو سکتا ہے۔“  
”گزناری۔ مقدر اور مزائے موت۔ کیا تم بخول گئے۔“  
”تم نے ایس پانی دار کو قتل کیا تھا۔“  
”گو یا میں قانون کا مجرم تھا کہ بنگ کا۔“

”ہاں۔“  
”چر بہار سے کیا۔“  
”مہم خننے کے اندر مجھ پر قاتلہ حملہ کرنے والا کون ہو سکتا ہے۔ کسی کو میری موت سے فائدہ پہنچ سکتا ہے۔“  
”قاتلہ نہ حملہ۔“ لاگو نے ایک گھونٹ پیتے ہوئے حیرت سے  
”ہاں قاتلہ نہ۔“  
”کب۔ کیسے۔ مجھے تفصیل سے بتاؤ۔“

تھا یعنی جوار خانے اور قبضہ خانے جلاتا تھا اسی دوران ایک سیاسی لیڈر کا قتل ہو گیا۔ یہ کیورنٹ لیڈر تھا۔ قتل میں گنگولی کا ہاتھ تھا۔ کیورنٹ اس کی جان کے چھ پر گئے۔ گنگولی اپنی جان بچا کر شوالی آ گیا۔ اس وقت گنگولی کے پاس زیادہ ذخیرہ نہیں تھا۔ اس نے پہلے یہاں ایک چھوٹا سا ریستوران کھولا اور اس میں جوان لڑکیاں بیروں کی جگہ رکھیں۔ سال بھر بعد ہی ایسا لگا جیسے اس کے پاس اچانک یہیں سے بڑی رقم آگئی ہو اور اس نے چھ بیٹے کے اندر چار ہاتھ کھب اور دو بوٹل کھول لئے۔

”یہ کب کی بات ہے؟“

”تمہارے طبقہ والے کہیں سے سال بھر پہلے کی بات ہے۔ تو کیا ممکن نہیں کہ وہ بین ورل میں نے نہ کیا ہو بلکہ میں نے کیا ہو کیا یہ ممکن نہیں کہ یہ ساری سازش خفیہ اور گنگولی کی ہو۔ تم جلد سے بروسر سے غائب ہونے کے لئے خود اچھڑائی دے گی جس کی ڈگری چھوڑی تھی اور گنگولی کے ساتھ رہنے لگی تھی۔“

”میں خود کی بار اس بارے میں سوچ چکا ہوں۔ لیکن انٹرن گنگولی اب اس پورے شہر کا بے ناچ بادشاہ ہے۔ شہر کے تمام غنڈے اور قاتل اس کے غلام ہیں، تمام سرکاری انسر اس کے غنڈہ دار ہیں۔ اب اس کے خلاف ایک انتظامی سڑ سے نکلنا سرت کو صحت دینا ہے۔ گنگولی اب آکر شہر کا مالک ہے۔“

”نرنگین نے تمہیں اس کو ریزر پر آگے بھجے ہوئے کہا۔ لگتا مگر اس سازش میں شریک تھا تو چاہے وہ کتنا ہی بڑا آدمی کیوں نہ ہو گیا ہو میں اس سے اپنا بدلہ لے کر رہوں گا۔“

”یہ بات آئی آسان نہیں بنتی تم کہہ رہے ہو۔“

”یہ تو وقت بتائے گا، کیا تمہارے پاس گنگولی کا کوئی ڈیڑھ ہوگا۔“

”یہاں تو نہیں دفتر کے ریکارڈ میں ہو سکتا ہے۔“

”اور تمہی کا۔“

”وہ بھی مل جائے گا۔ میں تو نوٹو کا کی کر دے۔“

”یہ بعد میں بتاؤں گا۔ کیا تم مجھے ابھی وہ فوٹو دے سکتے ہیں۔“

”اگلے دن میں دفتر چلنا ہوگا۔“

”میں تیار ہوں۔“

”ایک بات میری سمجھ میں نہیں آئی نرنگین۔“

”وہ کیا۔“

”تم ناقابل یقین حد تک بدل گئے ہو۔“

”وہ کیسے۔“

”جی انواز سے تم داہن آئے ہو۔ اور جس طرح گنگولی سے گھر

لینے کی بات کر رہے ہو اس سے چرچا بنے گا کہ تمہارے بیٹے میں دل نہیں رہے گا۔ اس لیے انہیں اپنی زندگی کی ذرا بھی پروا نہیں۔“

لاگوئے ایک گھنٹہ میں دہسکی لاگاس خالی کرتے ہوئے تھا، ”تم شیک کیے ہو گزشتہ بیس سال میں شمالی حیرت انگیز زندگی کے ساتھ بلا ہے۔ بیس سال پہلے یہاں کی آبادی صرف بیس ہزار تھی۔ اب ڈیڑھ لاکھ ہے۔“ بیس سال پہلے یہاں کے لوگ سادہ زندگی گزارتے تھے۔ کوئی ایکسٹیل نہیں ہوتا تھا۔ اب یہاں کے بھولے لوگ کیوں نہ بد وقت پر جیسنرل سٹی نے بیٹھیلی چڑی عورتیں اس ملک کی چڑی میں جو چاہوں سکتا ہے۔ یہاں کے کئی بوٹوں میں ہزاروں کوٹوں کا جڑا ہوتا ہے۔ ایک طرح سے پورا شہر مافیا قسم کی جماعت کے قابو میں آچکا ہے؟

”مافیا۔“ نرنگین نے حیرت سے کہا۔

”ہاں۔ تم نے اس کی انباروں اور نادلوں میں بٹھا ہوگا کہ وہاں سنڈکیٹ نام کی ایک جماعت ہے جو سارے ملک میں شراب خانے قہر خانے اور جڑا خانے ملائی ہے۔ ان کے لئے کسی کو قتل کرنا یا معمولی کام ہے باطل دہی حالات آج کل شمالی کے ہیں۔ یہاں بھی ہونڈ دھار قتل ہونے لگے۔ جیسنرل۔ انیم اور کوئین کی تجارت عام ہے۔ ہر بوٹل میں عورتیں لی سکتی ہیں۔“

”اور پولیس کچھ نہیں کرتی۔“

”رو پیہ اور سیاست دو چیزیں ایسی ہیں جس نے آج سماجی نظام کو تباہ کر دیا ہے۔ دولت کی ریل تیل ہوا روسیائی لیڈر اور سرکاری انسر سب کو خریدنا سکتا ہے۔“

”لیکن مشہور ہے کہ سب سے سگرم بہت اچھا ایماندار انسر ہے۔“

”ایک چاہنا ڈ کوئین چھوڑ سکتا نرنگین۔ جہاں ساری مشینری

مجھ بھی ہو وہاں ایک صبیح بوزہ کیا کر سکتا ہے۔“

”تمہارے خیال میں سنڈکیٹ قسم کی اس تنظیم کے پیچھے کس کا

ہاتھ ہو سکتا ہے۔“

”شہر کے تین چوتھائی کمپوں اور جوار خانوں کا مالک گنگولی ہے۔“

”یہی مجھے شک تھا۔“ نرنگین نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ ”یعنی

میرے جانے کے بعد اس کی داختر بن کر رہی تھی۔“

”ہاں۔“

جب گنگولی پہلی بار اس شہر میں آیا تھا تو وہ آزاد دولت مند اور

خاقت درویش تھا۔ کیا تم گنگولی کے بارے میں تفصیل سے مجھے کچھ بتا

سکتے ہو؟

لاگوئے ایک بار پھر اپنا گلاس خالی کر کے کہا۔ ”میرے لئے

دہسکی اور گلاس۔“

نرنگین نے اس کے لئے دہسکی اور گلاس دی۔

تیسرے ٹیک سے چکی لینے ہوئے لاگوئے بولا،

گنگولی ملک کا شریفینہ بر معاش تھا۔ وہاں وہ بھی کا۔

• ایک سب سے بڑا کون ہے؟

• وہی مسٹر پرہیزگار جو تہا سے سامنے تھا۔

• کیا ایک نے میرے خلاف پولیس کو کس دے دیا تھا؟

• نہیں۔ لیکن پرنسٹنٹ قادی پرہیزگار کی درخواست پر کسی کی

تفتیش کر دیا تھا۔ تہا کے خلاف قین کا کس نہیں مل سکا تھا،

اس لیے پولیس نے تہا کے خلاف مقدمہ درج نہیں کیا تھا۔ لیکن

جب قادی کو قتل کر دیا گیا اور دوا اور پرہیزگاری انگلیوں کے نشانات ملے

۔ ساتھ ہی تم چھاپک غائب ہو گئے اور کئی دنوں کے بعد واپس آئے

اس سے وہ کھانے چکاتے رہتے تھے قسب کو یقین ہو گیا کہ تم

نے کیا تھا اور شاہ پرنسٹنٹ قادی کو تہا کے خلاف کوئی بہت مل

گیا تھا جس کا آپس بھی تہا مل گیا۔ چنانچہ تم نے مسٹر قادی کو قتل کیا، ادا

فرار ہو گئے۔ یہ کون کہا کرتے ہیں؟

• مسٹر قادی کے شہزادوں میں سے اب کوئی ہے؟

• ایک لڑکا ہے وہ انگلیوں میں پڑھ رہا ہے۔ یہاں مسرت

ان کی جہودہ جیتی ہے؟

• کہاں پر؟

• لاگوئے اس کا پتہ بتا دیا جو زمین نے لوٹ کر لیا، پھر لڑکا

• کیا تم میری ایک مدد کر سکتے ہو؟

• کیا؟

• کسی بھی طرح غلطی کے بارے میں معلومات حاصل کر سکتے ہو

مجھے یقین ہے غلطی کی تو میری بے گناہی کا ثبوت مل جائے گا؟

• جب سے وہ گلوٹی کے ساتھ رہنے لگی تھی۔ مجھے اس سے

نفرت ہو گئی تھی اور میں نے اس بارے میں سوچنا چھوڑ دیا تھا۔ اب

میں عدالت حاصل کرنے کی کوشش کر رہا ہوں؟

• تھیکس۔

• کچھ دیر بعد وہ ڈھار کے دفتر پہنچ گئے۔ وہاں آدھ گھنٹہ

رہ کر زمین تصویریں دیکھنا رہا۔ پھر لاگوئے سے زحمت ہو کر واپس

ہو گیا۔

• ایک میں زیادہ بھیر بھاڑ نہیں تھی۔ زمین نے خزانچی کی کھولی

پر جا کر کہا۔

• میں بڑی غیر مسر پرہیزگار سے منہا تھا ہوں؟

• وہ اندھا بائیں جانب دوسرے کمرے میں بیٹھے ہیں؟

• زمین اندر داخل ہوا۔ دوسرے کمرے پر غیر کے نام کی گلی تھی

اسی اندر دروازہ کھٹکھٹا۔ اندر سے فوراً جواب ملا۔

• کم ان؟

• زمین اندر داخل ہوا، غیر پرہیزگار میں پرہیزگار کچھ کا مذاق دیکھ

میں سے منہا ہے کہ تم نے سب انگلیوں کو بہت مارا ہے۔ تم میں

ابھی اتنی ہمت اور بہادری کہاں سے آگئی۔ جب تم یہاں رہتے

تھے تو تم ایسے بہادر نہیں تھے۔ بلکہ تم اپنے دوستوں میں بزدل،

مشہور تھے۔

• زمین نے گھبرائے میں جواب دیا۔ وقت انسان کو بہت بھکا

دیتا ہے مگر پانچ سال میں میں کون کون حالات سے گزرا ہوں۔

• میرا بھی دل جانتا ہے۔ ایک روز میں نے سوچا کہ اگر کب تک میں

موجود ہوں گی زندگی گزارا ہوں گا۔ ایسے بزدل بن کر جینے سے کیا

حاصل چنانچہ میں نے فیصلہ کر لیا کہ میں زمانے سے غم کوں گا۔ اب اگر

جیوں گا تو مردوں کی طرح روز روتے روتے جان سے دوں گا؟

• کچھ بھی ہو۔ لاگوئے کی کیرکری پر تبدیلی عیب اور ناقابل یقین

ہے۔ بہر حال، چلو چلتے ہیں؟

• زمین نے اٹھتے ہوئے کہا۔ ایک بات اور بتاؤ؟

• کیا؟

• میں دونوں گلوٹی یہاں آیا تھا۔ پرنسٹنٹ پولیس کیا کر

رہے تھے؟

• میرا مطلب ہے کیا انہیں پتہ نہیں تھا کہ گلوٹی کلکتے کا ایک

مفرد نمبر ہے۔

• پرنسٹنٹ قادی ایک اور قابل شخص تھے۔ جب گلوٹی نے

پہلا کب یہاں کھولا تھا، اسی وقت سے قادی صاحب کی مانت

خروج کر دی تھی۔ لیکن گلوٹی بہت چالاک شخص تھا۔ وہ قانون سے بچکر

کام کرنے کا فن جانتا تھا۔ پھر بھی پرنسٹنٹ نے گلوٹی کو تین دنوں سے دیا

کہ اس نے کوئی غیر قانونی کارروائی کیا تو وہ اس کو سزا دی میں نہیں رہنے دیتے؟

• اور گلوٹی پر بے شرم پر قادی صاحب کی موت کے بعد چلیا؟

• ہاں۔ تم نے مجھے ابھی تک ایک بات نہیں بتائی زمین؟

• کیا۔

• تم ابھی کہیں فرار ہو گئے تھے۔ اگر تم نے گناہ تھے تو مقدمہ

لا سکتے تھے؟

• تم ابھی کہہ چکے ہو، میں بزدل تھا، میں حالات سے دو گیا تھا؟

• نہاد کی انگلیوں کے نشانات کیسے مٹ گئے؟

• میں نے غلطی سے تھے ہوتے تھے کہ قادی کو بھڑکایا تھا۔ وہ

تنا گرم تھا کہ چند سیکنڈ میں ہی میرے ہاتھوں کی کھال اسی گرم چادر

سے چپک گئی۔ اس کے بعد جب زخم بھرے تو نشان مٹ چکے

تھے۔

• دونوں باتیں کرتے ہوئے ہول سے باہر آ گئے۔ باہر کر زمین

نے ایک میکی کی اور انجا بڑا پوٹر کے دفتر چلے گیا۔ گاڑی میں بیٹھی

زمین نے پوچھا۔



زینن نے ذرا اگے جھٹکے ہوئے کہا۔

”غیر صاحب بات ذرا ایمان دار کیسے بتائیے؟“

”پوچھو۔“

”کیا بھی آپ کے ذہن میں یہ خیال پیدا نہیں ہوا کہ مجھے سلاش کا شکار بنایا گیا ہو، یہ بھی تو ممکن ہے نفی نے جھوٹ بولا ہو؟“

”ایمان دار کی بات یہ ہے کہ یہ خیال میرے ذہن میں پیدا ہوا تھا ہی نہیں میں براہ راست ہنزہ شہریت قادری سے مارا گیا تھا میں جانتا

ہا تھا تھا کہ اصل واقعات کیا ہیں، لیکن جب نادار صاحب قتل کر دیے گئے تباردار اور لالہ لاش کے پاس ملا اور تم فرار ہو گئے تو مجھے بھی یقین ہو گیا

کہ تم نے ہی نہیں کیا تھا اور تم نے ہی قتل کیا تھا۔“

”کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ نفی نے ہنس کی کوئی کیوں چھوڑ دی تھی۔؟“

”یہ میرے لئے دوسرا معرہ ہے بلکہ بیچ پوچھو تو نفی جب نوکری چھوڑ کر اس بدعاشی مگھر کی کے ساتھ رہنے لگی تو ایک بار پھر میں نے

سوچا تھا کہ کہیں یہ نفی کی سلاش نہ ہو، مگر تمہارے فرار اور تبار کی گھبروں کے نشانات دیکھ کر پوچھنے کی وجہ سے مجھے ہر بار اپنا خیال بدل دیتا ہوں۔“

”اور اب آپ کیا سمجھتے ہیں؟“

”اب۔“ ”یہ مجھ کے خیال ہنزہ چلائے ہوئے کہا۔“ ”اب جا چکا جس طرح تم آتے ہو اس سے تو یہی ثابت ہو سکتا ہے کہ تم بے گناہ ہو۔“

”تھیکس۔“ ”زینن ایمان دار کہنا اس لئے کہ کہا، کیا آپ نفی کے بارے میں مجھے کچھ بتا سکتے ہیں؟“

”نفی بھی اتنی ہی طرح غائب ہو گئی تھی شاید تمہارے جانے کے ایک دو روز بعد ہنزہ بندر سے وہ بھی شوالی سے ہی تھی۔“

”بلکہ اس وقت بہت سے لوگوں نے یہ بھی سوچا تھا کہ شاید پیپے سے ٹنڈر پر درگام کے مطابق نفی تمہارے پاس پہنچی ہو۔“

”مجھے جرم ثابت کر کے وہ میرے پاس کیسے جا سکتی تھی؟“

”یہ تو کوئی کا خیال تھا۔“

”اس کے بعد نفی کبھی شوالی نہیں آئی۔“

”نہیں۔“

”کیا آپ وہ کیس اب پریس کو دینے کے بارے میں سوچتے ہیں؟“

”نہیں۔“ ”میں نے ذرا اگے جھٹکے ہوئے کہا۔“

”غیر صاحب بات ذرا ایمان دار کیسے بتائیے؟“

”پوچھو۔“

”کیا بھی آپ کے ذہن میں یہ خیال پیدا نہیں ہوا کہ مجھے سلاش کا شکار بنایا گیا ہو، یہ بھی تو ممکن ہے نفی نے جھوٹ بولا ہو؟“

”ایمان دار کی بات یہ ہے کہ یہ خیال میرے ذہن میں پیدا ہوا تھا ہی نہیں میں براہ راست ہنزہ شہریت قادری سے مارا گیا تھا میں جانتا

ہا تھا تھا کہ اصل واقعات کیا ہیں، لیکن جب نادار صاحب قتل کر دیے گئے تباردار اور لالہ لاش کے پاس ملا اور تم فرار ہو گئے تو مجھے بھی یقین ہو گیا

کہ تم نے ہی نہیں کیا تھا اور تم نے ہی قتل کیا تھا۔“

”کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ نفی نے ہنس کی کوئی کیوں چھوڑ دی تھی۔؟“

”یہ میرے لئے دوسرا معرہ ہے بلکہ بیچ پوچھو تو نفی جب نوکری چھوڑ کر اس بدعاشی مگھر کی کے ساتھ رہنے لگی تو ایک بار پھر میں نے

سوچا تھا کہ کہیں یہ نفی کی سلاش نہ ہو، مگر تمہارے فرار اور تبار کی گھبروں کے نشانات دیکھ کر پوچھنے کی وجہ سے مجھے ہر بار اپنا خیال بدل دیتا ہوں۔“

”اور اب آپ کیا سمجھتے ہیں؟“

”اب۔“ ”یہ مجھ کے خیال ہنزہ چلائے ہوئے کہا۔“

”اب جا چکا جس طرح تم آتے ہو اس سے تو یہی ثابت ہو سکتا ہے کہ تم بے گناہ ہو۔“

”تھیکس۔“ ”زینن ایمان دار کہنا اس لئے کہ کہا، کیا آپ نفی کے بارے میں مجھے کچھ بتا سکتے ہیں؟“

”نفی بھی اتنی ہی طرح غائب ہو گئی تھی شاید تمہارے جانے کے ایک دو روز بعد ہنزہ بندر سے وہ بھی شوالی سے ہی تھی۔“

”بلکہ اس وقت بہت سے لوگوں نے یہ بھی سوچا تھا کہ شاید پیپے سے ٹنڈر پر درگام کے مطابق نفی تمہارے پاس پہنچی ہو۔“

”مجھے جرم ثابت کر کے وہ میرے پاس کیسے جا سکتی تھی؟“

”یہ تو کوئی کا خیال تھا۔“

”اس کے بعد نفی کبھی شوالی نہیں آئی۔“



”بیگم قادرہ نے نرنجن سے سوال یہ بھی کیا۔“

”جی ہاں!“

”کیا میں آپ کے خیریت لے سکتا ہوں؟“

”مزدور نہ آئے۔“ بیگم قادرہ نے راستہ چھوڑتے ہوئے کہا۔

وہ اندر داخل ہوا۔ بیگم قادرہ کی عمر پچاس کے لگ بھگ تھی

پھر سے ادا کی شکیلی تھی لیکن انداز میں نکلت دیا تھا۔

ڈرائنگ روم میں پہنچ کر بیگم قادرہ نے کہا۔

”بیٹھے۔“

”بچے اپنا تعارف کراؤں، میرا نام نرنجن ہے۔“

”مجھے معلوم ہے۔“

”نرنجن کے چہرے پر حیرت کے آثار پھیل گئے۔ اس نے کہا

”آپ کو معلوم ہے۔ آپ نے مجھے پہچان لیا؟“

”آپ کا چہرہ میں ایسے بخوبی کئی ہوں۔“

”اوہ۔“ پھر نوآپ بہت بڑے دل کی عزت ہیں خاتون۔

یہ جلتے ہوئے بھی کہ پھر نوآپ کے شوہر کے قتل کا الزام ہے۔ آپ

نے مجھے اپنے مکان میں داخل ہونے کی اجازت دے دی۔“

بیگم قادرہ نے انھیں بند کر کے ایک گہرا سانس لیا اور بھیسر

لیے تیں۔ ”اس بات کو اپنی ساری فکر کے ہیں۔“

”پھر بھی مجھے پہچان کر آپ پر کوئی رد عمل نہیں ہوا۔“

”مجھ پر کیا رد عمل ہونا چاہیے تھا؟“ بیگم قادرہ نے سوال کیا۔

”مجھ پر کچھ بھی الزام ہے کہ میں نے آپ کے شوہر کو قتل

کیا تھا؟“

”کیا تم نے قتل کیا تھا؟“ بیگم قادرہ نے عیب سوال کیا۔

”نہیں یہ میں بالکل ایمان داری سے کہہ رہا ہوں۔ میں نے

قتل نہیں کیا تھا۔“

”تو پھر مجھ پر کسی قسم کا رد عمل کیوں ہوتا؟“

”لیکن آپ کو تو یہی معلوم تھا کہ میں نے۔۔۔“

بیگم قادرہ نے اس کی بات کاٹ کر کہا ”میرے نرنجن، میں نے

کبھی یہ نہیں سوچا کہ آپ نے میرے شوہر کو قتل کیا تھا۔“

ایک بار پھر نرنجن کے چہرے پر حیرت کے آثار پھیل گئے۔

اس نے کہا۔

”آپ مجھے قاتل نہیں سمجھتیں۔“

”نہیں۔“

”بیگم قادرہ، اگر آپ کو یہ معلوم تھا کہ میں بے گناہ ہوں تو آپ

بہت سوں کو اپنا بیان دے سکتی تھیں۔“

”میں یقیناً بیان دے سکتی تھی، لیکن جب تک میں اس پتے

پر پہنچی رہی ہوں تو آپ نہیں ہو سکتے اس وقت تک آپ

”میں جانے لے گئے وہاں نہیں آیا ہوں گنگولی۔“

گنگولی کا سر کسی سے مل گیا۔ وہ جلدی سے کسی سے اٹھنا چاہتا

تھا کہ نرنجن نے دوسرا گھوسل کے پیٹ میں مارا۔ گنگولی تکلیف سے

دوسرا ہوا تو نرنجن نے اس کے سر پر ہاتھ مارا جس سے گنگولی کا سر نیزے

مکوا اور وہ بھی نیزے کے نیچے لڑکھ گیا۔

صوت پر بیٹھے راجو نے جھلاٹک لگائی۔ نرنجن ہوشیار تھا۔

اس نے ایک ہانگ اٹھا کر راجو کے پیٹ میں مارا۔ راجو لڑائی میں

ماہر معلوم ہوتا تھا اس نے نرنجن کی ہانگ پڑ کر مردہ جھکا دیا۔

نرنجن کا پیٹ تھلا بازی کھانا ہاں میرا گر۔

نرنجن نے اٹھنے میں بائبل دیر نہیں لگائی۔ اب اس کو صرف

ڈسٹ کر ایک ہی شخص سے مقابلہ کرنا رہ گیا تھا۔ اس نے دوسری ہانگ

مار کر اپنی ہانگ چھوڑ دی۔ راجو نے پیچھے گرتے گرتے اپنا دیوار کھال کر

ناظر کیا۔ نرنجن نے خود کو نیزے کے نیچے گرا لیا۔ گنگولی اس کے کان سے کو

چھوٹی ہوئی گڑ گئی۔ اس کے ساتھ ہی میری بہت سی چیزیں گریں۔

ان میں ایک شیشے کا پیپر دیٹ بھی تھا۔

نرنجن نے وہی پیپر دیٹ راجو کے سر پر مارا۔ اس کا تاشا بالکل

صحیح نہیں تھا۔ لیکن راجو دوبارہ فائر کرنے کے لئے میری آڑ سے نکل

کر سر اٹھا اور ہاتھ کا پیپر دیٹ اس سے ٹکرایا اور وہ پھر گر پڑا۔ اس

چوٹ سے وہ چکر اٹھا۔ اس کو سنبھالنے میں دیر لگ گئی۔ نرنجن کے لئے

اتنا وقت کافی تھا۔ اس نے کبھی کی پھر پرتی سے تھک کر راجو پر دو تین

گھڑی پھینکی کے دانے اور راجو بے ہوش ہو کر مرنے سے نیچے گر پڑا۔

کمرے میں اب جا رہے ہوش جسم پڑے تھے۔ نرنجن نے کمرے

ہر کانس درست کیا۔ کمرے کی خفین خفین کی اور دروازہ کھل

باہر نکل گیا۔ پہلے کمرے میں بھی خوب صورت لڑکی نے اس کو دیکھ کر

مسکراتے ہوئے پر بھاگا۔

”کچے مانات ہوگی۔“

”بہت اچھی طرح۔“ نرنجن نے مسکرا کر کہا ”میرے گنگولی نے کہا

ہے کہ ابھی آدھ گھنٹہ فون کر کے اس کو پھر شرب نہ کیا جائے کی کالوں

آئے تو آپ مال دیکھتے۔“

”اڈکے۔“ لڑکی بولی۔

نرنجن باہر کی طرف چل دیا۔

اس ہنگ کی دوسری منزل پر مرحوم میں بی قادر کا مکان تھا۔ اس

وقت رات کے نو بجے تھے۔ نرنجن کو اسید بھی کہ قادری کی پوری اچھا سوتی

نہیں ہوگی۔ مکان میں روشنی دیکھ کر اس نے ایٹان کا سانس لیا۔

جیسی کاکا اب ادا کر کے اس نے کھٹی بھائی۔ ادھیڑ مگر ایک عورت

دروازہ کھولا۔

میں چائے بناؤں گی کوئی لکھی ہوئی، میں ان کی آواز سن  
جی تھی۔ فون پر پہلے انہوں نے جیو کہا، پھر ملے، کوئی اپنے گھر گئی  
اجنبی بات ہے میں آدھے گھنٹہ میں دفتر پہنچ رہا ہوں، آپس بہن لگنے  
کی ضرورت نہیں، مائے گشتے بعد دفتر میں آجاتا  
میں چلے بنا کر لائی۔ وہ گرمی سڑک میں تھی۔ سناہے کوئی  
بجے ڈر لگا، میں نے ان کو اس قدر غرور نہ بھی نہیں دیکھا تھا۔ میں نے پڑھا  
"کوئی خطرے کی قربات نہیں"

"نہیں اسی کوئی بات نہیں، انہوں نے ہنس کر جواب دیا،  
مجھے عرصے سے ایک ٹبرت کی تلاش تھی۔ وہ ٹبرت آج مجھے مل گیا ہے کہ  
شہر میں کسی سادش ہو رہی ہے۔ جم نگہ نہ کرو۔ میں رات کو نووی بجے  
ملک واپس آ جاؤں گا"

"میں نے پوچھا کیا اس سادش کا تعلق اس خط سے ہے؟  
جواب: ہاں۔ اس خط سے بھی اس کا تعلق ہے، ہاں ہندو سے ہے  
اس کے بعد وہ چلے گئے تھے۔ پھر میں نے ان کو زندہ نہیں  
دیکھا۔ نو بجے ایک پھر گھٹی نے فون کر کے مجھے بتایا کہ وہ قتل کر دیے  
گئے ہیں"

"کیا انہوں نے وہ ہم پر نہ فائدہ یہاں کھلا دیا تھا۔" زرنجن  
نے سوال کیا۔  
"نہیں"

"آپ نے اس لفافے کے بارے میں پولیس کو بتایا تھا؟  
"ہاں ایک پھر منگوا کر میں نے بتایا تھا، لیکن ایک پھر کو وہ لفافہ  
نہیں ملا، یہی ان کے دفتر میں کوئی ایسی چیز ملی جس سے شہر میں  
ہونے والی کسی قسم کی سادش کی طرف اشارہ ملتا  
"آپ نے ایک پھر کو وہ لفافہ بھی بتائی تھی جو آپ کے بعد آپ  
کے شوہر کے درمیان چھٹی"

"ہاں بتائی تھی، لیکن دوسرے روز سی یہ ٹبرت مل گیا تھا کہ  
رجو اور پاپ کی انگلیوں کے نشانات ہیں، اس سے یقین کر لیا گیا  
تھا کہ حمل آپ کے کیل ہے؟  
"کیا آپ کوئی اندازہ لگا سکتی ہیں کہ آپ کے شوہر کی قسم کی  
سادش کی جانب سے ٹکر نہ تھے؟"

"ایک بار انہوں نے کہا تھا کہ اس شہر میں ایسا قسم کی ایک  
جماعت زور پکڑتی جا رہی ہے؟  
"کیا آپ کو اطلاع ہے کہ آپ کے شوہر کی موت کا مجھے بے حد  
نوک ہے، اور آپ کو خیال درست ہے کہ میں ان تو قتل نہیں کیا تھا، یہی  
میں نے یقین کیا تھا؟  
"پھر آپ فراہم کر رہے تھے؟"

یہاں سے فرار ہو چکے تھے اور آپ کے فرار سے پولیس نے یقین کر لیا تھی  
کہ قتل آپ نے ہی کیا ہے۔ سچ بات یہ ہے کہ میں خود نہیں کھد سکی۔  
اگر آپ نے قتل نہیں کیا تھا تو آپ فراہم کر رہے تھے؟  
زرنجن نے مسکاکر کہا۔ "ایک لمبی کہانی ہے۔ اگر آپ جانت  
دیں تو میں بیچہ جاؤں، آپ نے یہ بتا کر کہ آپ مجھے قاتل نہیں  
سمجھتیں، مجھے حیرت میں ڈال دیا ہے۔ میں آپ سے بہت ہی بات کرنا  
چاہتا ہوں"

"کثرت رکھتے۔ آپ چائے بنا چاہیں تو میں چائے بنا دلاؤں  
"اگر میری بے لکھی گریں، دگر سے تو اس وقت داعی چائے  
کی خواہش ہوئی ہے؟  
"بجگ قادر چائے بنائے چلی گئی۔

چائے آگئی تو چائے پیتے ہوئے زرنجن نے سوال کیا۔  
"بجگ قادر، کیا میں پوچھ سکتا ہوں۔ آپ مجھے بے گناہ کہوں  
سمجھتے ہیں؟"

"میں اپنے شوہر کے بہت سے معاملات کے بارے میں ملتی  
تھی۔ ان دنوں وہ ایک ایسی کی تحقیقات کر رہے تھے۔ بنانا اس کی  
کی بات یہ ہے کہ جب آپ پڑھیں گا الزام لگا تھا تو میری اسے شوہر سے  
بات ہوئی تھی، انہوں نے مجھ سے کہا تھا کہ مجھے شین کے کسی کی پڑاؤں  
نہ مجھے ایک اور بات ہے، شہر میں اس وقت غنڈہ گردی بڑھتی جا رہی  
ہے اور ایک زبردست سادش ہو رہی ہے، اگر اس سادش کو بروقت  
دروک لگا تو اس شہر میں شریعت لوگوں کا جیواں بچا دے گا؟  
زرنجن نے دل چاہی لیتے ہوئے سوال کیا۔ "کیا اس سلسلہ میں،  
انہوں نے کسی کا نام بھی لیا تھا؟"

"نہیں نام تو نہیں دیا تھا، البتہ ایک ایک لفافہ انہوں نے مجھے  
دکھا تھا۔ یہ لفافہ ایک جیسے لفافے میں آکا تھا، اس کے ساتھ صرف،  
ایک خط تھا۔ اندر کا لفافہ مہر بند تھا۔ خط میں لکھا تھا۔  
"اگر میں قتل ہو جاؤں تو آپ یہ لفافہ کھول کر دیکھئے۔ آپ  
سے درخواست ہے کہ اس سے پہلے لفافہ نہ کھولتے؟"

میرے شوہر پہلے تو اس لفافہ کو کھولتے تھے مگر انہوں نے وہ  
لفافہ اپنی بخوری میں رکھ دیا تھا۔ پھر جس دن وہ قتل ہوئے اس روز  
فلم کو وہ بہت خوش میں بھرے ہوئے آئے اور مجھ سے ملے۔

"شناخت اب کچھ ہونے والا ہے۔ مجھے ایک بہت اہم ٹبرت  
ملا ہے۔ مجھے یقین ہے اب اس سادش کا راز کھل جائے گا؟  
یہ کہتے ہوئے انہوں نے بخوری سے وہی لفافہ نکالا تھا اور  
اپنی جیب میں رکھ لیا تھا۔ پھر مجھ سے کہا تھا۔

"میں تمہیں چائے بنا دو۔ میں ذرا دفتر جاؤں گا؟"

لڑانے ہوتے تنگ آگے ہوں۔ اور اب یہ فیصلہ کر کے آیا ہوں یا  
فری شہر میں پہلے کی طرح باہر سے زندگی گزارنے کا یا ان غریبوں  
سے لڑنا اور ہر جاہل کا جہنم نے آپ کے شہر کو قتل کر کے  
مجھے پھسلنے کی کوشش کی تھی؟  
یہ کہہ کر زمین اٹھ کھڑا ہوا اور بولا۔ ”اچھا اب میں اجازت  
چاہوں گا۔“

بیگم صاحب نے اٹھتے ہوئے کہا۔ ”خدا کرے آپ اپنے  
ارادوں میں کامیاب ہو سکیں۔ میری دعا میں آپ کے ساتھ ہیں۔“  
”بس مجھے دعاؤں کی ہی ضرورت ہے۔ شکریہ۔“  
یہ کہہ کر وہ واپس چل دیا۔

زمین اپنے مہل واپس آیا۔ پہلے وہ بار میں گیا تو اس نے  
دیکھا اور فوراً گرا کر اسے مہل پر تنہا بیٹھا تھا۔ لاگنے لے گا کہ دیکھتی رہا  
لاگڑا۔ یہ زمین اس کے سامنے کرسی پر بیٹھ گیا تو لاگڑا۔  
”تم کہاں تھے؟ میں کئی گھنٹوں سے انتظار کر رہا ہوں۔“  
”تمہارے لئے دو دل چپ خبریں ہیں۔“  
”وہ کیا ہے؟“

”پہلی خبر تو یہ ہے کہ گنگولی سے میری ملاقات ہو گئی ہے بلکہ  
ایک طرح سے اعلان جنگ ہو گیا ہے۔“  
”وہ کیسے ہے؟“

زمین نے تفصیل سے سارے واقعات بتائے۔ سب کچھ  
سننے کے بعد لاگڑا نے فکرمند بیچ میں کہا۔ ”یہ اچھا نہیں ہوا۔ اب  
شہر کے سارے غنڈے تمہارے دشمن ہو جائیں گے اور گنگولی کا  
اشارہ ہاتھ ہی سب تمہیں قتل کرنے کی کوشش میں لگ جائیں گے۔“  
”میرا خیال ہے گنگولی ایسا نہیں کرے گا۔“  
”کیوں نہیں کرے گا؟“

”اس لئے کہ گنگولی جانتا ہے۔ پولیس بھی میری تلاش میں ہے  
اسے معلوم ہو چکا ہے کہ میری انگلیوں پر نشان نہیں رہے۔ لیکن وہ  
بھی ایک مہتر مہتر کام کی طرح یقین رکھتا ہے کہ میری انگلیوں کے نشانات  
ابھر آئیں گے۔ اگر وہ زمین ہے تو یہ کوشش کرے گا کہ میں اب بھاگ  
کر باہر آؤں گا جب میری انگلیوں کے نشانات ابھر آئیں تو اسے پتہ چلے  
گفتار کرے اور مجھے پر اس کی تادار کے قتل کا مقدمہ چلے گا۔“  
”لیکن تم نے اس کی بے عزتی کی ہے اسے اور اسے۔“

”گنگولی کے لئے میرے عزتی نہیں۔ وہ جانتا ہے دشمن کو ہمیشہ  
کے لئے ختم کرنے کے لئے مار بھی کھانی پڑتی ہے۔ اسی طرح میں وہ  
اس شہر پر بڑی طرح چھا چکا ہے اس لئے وہ خود کو محفوظ سمجھتا ہے  
بے یقین ہے کہ وہ جب چاہے مجھے قتل کر سکتا ہے۔ مگر وہ ایسا  
نہیں کرے گا۔“

”اس لئے کہ میں بھی اس سازش سے ڈر گیا تھا۔“  
”آپ کا مطلب ہے آپ کو بھی پتہ تھا کہ شہر میں کوئی زبردست  
سازش ہو رہی ہے؟“

”جب مجھ پر یقین کا الزام لگا اس وقت مجھے پتہ لگا تھا کہ شہر  
میں واقعی سنگین قسم کی ایک جماعت کام کر رہی ہے۔ میں اس  
سازش کا پتہ نہیں کر سکتا تھا۔ اگر اس وقت میں یہاں رہ جاتا تو  
پولیس مجھے گرفتار کر لیتی۔ میرے خلاف کوئی چشم دید گواہ تو نہیں تھا لیکن  
دوسری طرف میں میرے خلاف اتنی مکمل تحقیق کر چکا تھا کہ مجھے پھانسی کی سزا پائی  
لازمی تھی۔ اس لئے میں ڈر کر بھاگ گیا تھا۔“  
”پھر اب کیوں آئے ہیں آپ؟“

”اپنا بدل لینے۔ اس سازش کو ختم کرنے۔“  
”کیا اب آپ ایسا کر سکتے ہیں؟“  
”کم از کم کوشش ضرور کر سکتا ہوں۔“

”میں نے انہیں آپ کے بارے میں خبر پڑھی تھی۔ مجھے  
یہ بھی معلوم ہے کہ میرے شہر پر شکست درست۔ ان کے انتقال  
کے بعد اس شہر میں غریب گروہی بڑھ گئی ہے۔ انیم، کوکین اور چرس  
اب یہاں عام ملنے لگے ہیں۔ نئی نسل کو تباہ کیا جا رہا ہے۔ سنگین  
زوروں پر ہے۔ کیوں کہ ہماری سرحدیں اب اسے فتح ہو چکی ہیں۔“  
”میں نے سنا ہے کہ پولیس اس ادارہ عوام میں عام ملتی ہیں۔  
ہول میں جوار عام ہوتا ہے اور پولیس کچھ بھی نہیں کرتی۔“

”یہ سب صحیح ہے۔ میں نے کہا۔ شمالی اب میں سال بولتا  
تصدیق نہیں دے گا۔ مگر ان شہر میں گیا ہے۔ پولیس اس سے کچھ نہیں کر سکتی  
کو تمام بڑے بڑے افراد کی تحویل بندھی ہوئی ہیں اور جڑا کر لیا جا رہا  
ہوئے ہیں یا ان کے رہائش گاہوں کے راستے میں رکاوٹ بن گئے ہیں۔ ان کو  
آپ کے شہر کی طرح قتل کر دیا جاتا ہے۔ میں کل ہی پرانے اخبارات  
دیکھ رہا تھا پہلے پانچ سال میں یہاں پچھ پولیس فائرنگ ہو چکی تھی۔  
مجھے یقین ہے کہ وہ ایمان دار پولیس افسر ہوں گے جنہوں نے اس  
فیصلیاتی حمایت کے سامنے جھکنے سے انکار کر دیا ہو گا۔“

”میرا خیال تھا ان پکڑ سکران ایمان دار شخص ہے میرے شہر  
بھی ان پکڑ سکران پر بہت بھروسہ کرتے تھے۔“

”ان پکڑ سکران یقیناً ایمان دار ہے۔ لیکن وہ ذہین شخص بھی  
ہے۔ وہ جانتا ہے کہ وہ اکیلا کچھ نہیں کر سکتا۔ اس لئے وہ سنگینیت  
کی جانب سے انہیں بند رکھے ہوئے ہے ان کے معاملے میں کوئی  
نہیں آگاتا۔“

”تو آپ اکیلے کیا کر سکتے ہیں؟“  
زمین نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ”مجھے کبھی ایک حقیر چور تھی  
تھی کی سوت کا سب بن جاتی ہے۔ میں ایک مغرور عزم کی زندگی

”کیا تم یہ کام کر سکتے ہو؟“  
 ”ہاں۔۔۔ لیکن اس میں وقت لگے گا۔“  
 ”تو کوشش کرو۔“  
 ”اچھی بات ہے میں کل کوشش کر لیا گا۔“  
 ”نئی کے بارے میں کچھ پتہ چلا؟“

”نہیں۔۔۔ کل سے میں اس بارے میں سوچ رہا ہوں۔“ اپنے  
 طور پر میں نے ایک نظریہ قائم کیا ہے جو تمہاری آج کی اطلاعات  
 سے بھی ملتا ہے۔“

”دیکھئے۔۔۔“  
 ”اب مجھے یقین ہوتا ہمارا یہ کہ نئی ضرورت سے ہی اس لاش  
 میں شریک تھی۔ پہلے برا خیال تھا کہ تم نے نئی کو مجھ سے چھپا ہے،  
 لیکن اب مجھے یقین آگیا کہ نئی نے کسی سازش کے تحت ہی مجھ سے  
 تعلقات توڑ کر تم سے دوستی کی تھی۔ تم چوگرہک سے کام کرتے تھے  
 اور گنگولی کو ایک ایسے اچھوتے شخص کی ضرورت تھی۔ جسے وہ قادر مطلق  
 کے قتل کا طرہ نہایت کرا سکے۔ اس نے نئی سے تم سے دوستی کی تھی۔  
 وہ ایک تیرہ سو دو بجے نہیں جن شکار کھیل رہا تھا۔ جسکے سے میں  
 لاکھ روپیہ حاصل ہوا۔ قادر صاحب جیادائیں غم ہوا۔ اور تم پر  
 الزام آگیا۔“

”تم ٹھیک کہتے ہو۔ یہ بات مجھ میں آتی ہے۔ لیکن کسی حوال  
 سے ہے پھر نئی کہاں گئی؟“

”نئی یا تو اپنا حصہ کارو پر لے کر کہیں چلی گئی ہے تم جانتے  
 ہو یہاں اس کا کوئی رشتہ دار نہیں تھا۔ یا پھر غن سے گنگولی نے  
 اس کو بھی قتل کر دیا ہو۔ گنگولی آنا ہے وہ وقت نہیں تھا کہ ایک عورت  
 کو اپنے اور برہادی کو لیتا ہے وہ جانتا تھا کہ نئی اس کی دشمن ہو گئی تو  
 کسی وقت بھی اس کا راز فاش کر سکتی ہے۔“

”اگر اس نے نئی کو قتل کر دیا ہے تو یہ میرے لئے بڑا ہولناک۔  
 کیوں کہ میں اس کو تیس ہونے پر مجبور کر سکتا تھا۔“  
 ”میری رشتے میرے کہ تمہیں اب یہ ہول چوڑ دینا چاہیے؟“  
 لاگو ہوا۔

”کیوں؟“

”اس کے بھائی گنگولی چین سے نہیں بیٹھے گا۔ اگر وہ تمہیں  
 قتل نہیں کرنا چاہے گا تو اپنے خنڈوں سے تمہاری ایسی حالت  
 بناسکا ہے کہ تم چار چھ بیٹے ہسپتال میں پڑے رہو۔ اس طرح  
 اس کے دونوں مقصد مل جو چاہیں گے۔ ایک طرح تم ہمارے بھی ہوجاؤ گے  
 اور اس طرح سے میں اس کے خیال کے مطابق تمہاری انگلیوں کے نشان  
 بھی واضح ہوجائیں گے۔“

”نئی نے مسکرا کر جواب دیا۔ میں گنگولی اس کے خنڈوں سے

”تم بھول رہے ہو، تم پر ایک بار قادر حملہ ہو چکا ہے۔“  
 ”اس حملہ سے مجھے بھی لہجہ میں ڈال دیا ہے۔ گنگولی انہی ہڈی  
 پر کھلانے والا آدمی نہیں ہے۔ برا خیال ہے وہ کسی ایسے شخص نے  
 کیا ہے، جس کو ڈر ہے کہ اگر میں زندہ رہا تو اس کا راز بھی کھلے گا،  
 اس لئے اس نے مجھے قتل کرنے کی کوشش کی تھی۔“

”لاگو نے کچھ سوچ کر کہا۔“ اچھا دوسری خبر کیا ہے؟“  
 ”دوسری خبر یہ ہے کہ میں اس بی بی قادر کی بیوہ سے مل کر انہی  
 اور تمہیں یہ سن کر حیرت ہوئی کہ ہم قادر بھی مجھے اپنے غم پر کاف  
 نہیں سمجھتیں۔“

”تمہارا مطلب ہے ہم قادر کو کسی اور شخص پر قتل کا شہ ہے۔“  
 ”ہاں۔۔۔“  
 ”کس پر؟“

”ہم انہیں معلوم نہیں۔ کیسی یہ انہیں یقین ہے کہ اس قاتل  
 نہیں تھا۔ اچھا یہ تاؤ تم نے کبھی سنوئی ہم کے کسی نزدیک عورت کے  
 بارے میں سنا ہے۔“  
 ”سنوئی۔۔۔ لاگو نے ماتھے پر ہل ڈال کر سوچنے ہوئے کہا۔  
 ”میں سنوئی۔۔۔ انہوں نے مجھے بھی معلوم نہیں دہر دہ  
 با عورت۔“

”تم نے یہ نام کس سے سنا ہے؟“  
 ”ہم قادر سے۔“ یہ کہہ کر نئی نے ہم قادر سے اپنی پوری  
 گفتگو تفصیل سے لاگو کرنا دی۔ اس بار لاگو نے سچی بجا کر کہا،

”یہ تو صحیح معاد پر ہے ہوتا جا رہا ہے۔“  
 ”اب بتاؤ۔۔۔ نئی بولا۔“ تم نے کبھی سنوئی کا نام سنا ہے؟“  
 لاگو نے اپنے ماتھے پر انگلیاں مارنے ہوئے کہا۔ ”نام بہت  
 عام ہے لیکن ذہن میں گھٹی سی جیبتی ہے۔ کہیں یہ نام سنا ہو ہے  
 لیکن کہاں۔“ یہ یاد نہیں آ رہا۔

”تو فیئر یاد کرنے کی کوشش کرو۔ یہ ہیں مل جلتے تو بہت  
 سے راز کھل سکتے ہیں۔ ہم قادر کے بیان کے مطابق اس مرد یا عورت  
 نے قادر کو خنڈ کھا تھا کہ اس کا لفظ اس کے مرنے کے بعد کھولا جائے۔“  
 لاگو نے سوچتے ہوئے کہا۔ ”اور تم کہتے ہو قاتل دالے دن  
 قادر صاحب نے وہ لفظ تجھ سے نکالا تھا۔“

”ہاں۔۔۔“

”اس کا مطلب ہے کہ لیکن دالے یا دالی کی موت کی اطلاع  
 اپنی قادر کو ملی تھی۔ اکی لے انہوں نے وہ لفظ نکالا تھا۔“  
 ”یہ بھی ممکن ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ انہیں کوئی اور ہم  
 ثروت لا جو میں کا تعلق سنوئی سے ہو۔“

”پھر تو میں ان دنوں کے اعلانات اور پولیس دیکھا رہی ہوں۔“  
 ”جہاں میں کوئی ہوگی۔“

خفروہ نہیں ہیں، لاگوئیں اپنی مخالفت کرنا چاہتا ہوں؟  
 ”پانچ سال ہیں تمہیں حج بدل گئے ہوں مگر،“ پانچ سال پہلے  
 والا زرخین لڑنے لڑتا رہتا تھا، یہ کہہ کر لاگوئے اٹھتے ہوئے  
 کہا، ”اچھا اب میں جیت ہوں۔ کل میں پولیس رہکاروں اور خاندان  
 کے نام کی سنسٹر میں نام تلاش کرنے کی کوشش کریں گا اور رات کو تم  
 سے ملوں گا۔“

”اوئے بھیکس،“ زرخین نے ہاتھ لگا کر کہا۔ اس کے بعد لاگوئے کی  
 رات کو ایک گھنٹہ بیٹھ کر زرخین کا غنڈا پہنسی لفظ نکلتا رہا،  
 صبح کو دوشی گرام آفس گیا اور کراڈ لاک کو دے کر بولا۔  
 ”میں شلی گرام دینا چاہتا ہوں؟“  
 لاک نے شلی گرام کا مضمون پڑھ کر کہا۔  
 ”یہ کیا مضمون ہے۔ رات۔ کھٹ پٹ۔ جڑوڑ۔“

”م۔ سوچو۔“  
 ”زرخین نے مسکرا کر کہا۔ یہ مجمعے کے الفاظ ہیں۔“  
 ”مجھے کے الفاظ۔“ لاک نے حیرت سے کہا۔  
 ”اے ایک ادبی مجمعے کے الفاظ ہیں جس کے سناریوں سے  
 حاصل کئے ہیں اور اپنے دوست کو بھیج رہا ہوں وہ میرے نام سے جو  
 بھر کر داخل کر دے گا۔“  
 لاک کی سمجھ میں نہ آیا۔ اس نے کاندھ اٹھا کر الفاظ کا  
 لگا کر قہر پاتا ہی، زرخین نے رقم ادا کر دی اور شلی گرام کی سیر  
 کے لئے واپس چل دیا۔

وہ دن زرخین نے پھر لاہور میں ہی گزارا۔ اس دن وہ تمام رات  
 اخبارات میں مشورے، چمٹاؤں، کتاب، اخبار کی بہت سی خبروں میں کئی  
 مشورے کا نام آیا، ان خبروں کا تعلق شولہ کے ان واقعات سے نہیں تھا۔  
 شام تک وہ ٹھک گیا تو واپس چل دیا۔ اس دن لاہور میں سے  
 نکلنے سے پہلے وہ واڑے بڑے بڑے گروہ دیکھ کر سانسے والی ڈھنگ کو غصے  
 دیکھتا رہا۔ جب ادھر جھپٹ پر کوئی حرکت نظر نہ آئی تو وہ ایک طرف کو  
 چل دیا کچھ دور جا کر کسی اسے شکیں نہ تھیں۔

ایک کافی دوس کے سامنے اس نے شکیں رکوائی۔ کراہ ادا کر کے  
 اندر چلا گیا اور کافی منگ کر چنے لگا۔ کافی پیتے ہوئے وہ تمام واقعات پر  
 غور کرتا رہا وہ اپنے خیالات میں اس قدر گھبرا گیا کہ اسے وقت کا پتہ بھی  
 نہ چلا۔ وہ جگمگاتی بریچہ، وہ چمکتا تو اس نے دیکھا باہر اندھیرا پھیل  
 چکا تھا۔ وہ جلدی سے اٹھا۔ کافی کا بل دیا اور کافی دوس سے ہار گیا۔  
 یہ کافی دوس ایک پرنس کا لونی ہی تھا۔ ذلیلہ بھیڑ بھاری نہیں  
 تھی وہ مرکب پر کھڑا شکیں کا انتظار کرتا تھا کہ بجائے کدھر سے دو آدمی  
 نکل کر اس کے دائیں بائیں آکر کھڑے ہوئے اور بولے۔

”شکیں کا انتظار رہے؟“  
 ”نرخین کی جیسی جس نے کہا۔“ خفروہ نے کہا۔ اس نے دونوں جانب  
 باری باری دیکھا، پھر بولا۔  
 ”اے۔“  
 ”ہمارے پاس کار ہے چلو، ہم تمہیں پہنچا سکتے ہیں۔“  
 ”شکر۔ میں پیدل چلا جاؤں۔“  
 یہ کہہ کر وہ آگے قدم بڑھا اچھا ہاتھ کا ان میں سے ایک نے کہا،  
 ”نرخین ہم دونوں کی جیسی ہیں وہ لاگوئیں اور رولروں کے  
 ڈھچرے پر بھاری انگلیاں ہیں۔ اگر تم مرا چاہتے ہو تو میں اعتراض نہیں  
 اور اگر زندہ رہنا چاہتے ہو تو غامضی سے ہمارے ساتھ چلو۔ وہ سامنے  
 مرکب کے پارٹی گاڑی کھڑی ہے۔“  
 ”نرخین نے پھر دونوں کو دیکھ کر حیرت بھری آواز سے کہا۔  
 ”میں تو آپ لوگوں کو جانتا بھی نہیں؟“  
 ”لیکن ہم نہیں جانتے ہیں۔“  
 ”تم مجھے کہاں لے جانا چاہتے ہو؟“  
 ”یہ نہیں پتہ چل جائے گا۔ آگے چلو۔“  
 ”اگر تم گنگوئی کے آدمی ہو۔“  
 ”شٹ اپ۔ زندگی چاہتے ہو تو غامضی سے آگے بڑھو۔“  
 ”نرخین نے ادھر ادھر دیکھا۔ وہ دونوں پیشہ ورانہ معلوم ہوتے  
 تھے اس وقت ان کی بات سامنے میں ہی بھلائی تھی۔ اس لئے وہ آگے  
 چل دیا۔  
 کار میں ڈرائیور کی جگہ ایک تیسرا شخص بیٹھا تھا۔ اس نے اسٹین  
 اشارت کر دیا۔ ان دونوں میں سے ایک نے دروازہ کھول کر زرخین سے  
 کہا۔ ”بھجھو۔“  
 ”نرخین کار میں بیٹھ گیا۔ ایک شخص اس کے ساتھ بیٹھ گیا۔ دوسرا  
 شخص گھوم کر آیا اور دوسرے دروازے سے کھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔  
 بین گاڑی میں بھی وہ دونوں اس کے دائیں بائیں ہی رہے۔ ڈرائیور نے  
 کارا اشارت کر دی اور بچھا۔  
 ”تم نے اس کی کاشی کی؟“  
 ”ابھی نہیں۔ تم چلے رہو۔“  
 ”تم اچھے ہو، یہ خطرناک شخص ہے۔ پہلے اس کی کاشی کرو۔“  
 دونوں نے دونوں طرف سے زرخین کی کاشی کی اس کی جیب  
 میں کچھ نہیں تھا۔ تلاش لینے کے بعد ان میں سے ایک نے کہا۔ اس کے  
 پاس کچھ نہیں۔“  
 گاڑی ایک دیران مرکب پر آگئی تھی۔ زرخین سوچ رہا تھا کہ  
 یہ لوگ کون ہو سکتے ہیں اور ان کو کہاں لے جا رہے ہیں۔ ایک اسے  
 ایسا لگا جیسے اس کے سر پہ زخموں کا پڑا ہو۔ ایک بار نظر لی کے سامنے  
 جلیبی کی جگہ پھر وہ اندھیرے میں ڈوبتا چلا گیا۔ اسے احساس بھی نہ ہوا کہ  
 148

کے منہ سے ایک گھٹی ہوئی تیرج نکلی۔ اور وہ منہ کے بل زمین پر ہٹی کر پڑا۔  
"کیا ہوا۔۔۔ جو ہانگیں بٹھا سہے ہوتے تھے۔ اس نے کہا۔

زمین نے ایک جھجکے سے دونوں ہانگیں چھو کر اس کے پیٹ میں داخل وہ پیچھے ہٹتا ہوا اپنے منہ سے ساتھی سے جاٹھ لیا۔ اور وہ دونوں گڑھے زمین نے پھرتی سے سر اٹے دسے آدی کی لاش اپنے اوپر سے ہٹائی اور اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

جھجکے پڑے ہوئے شخص نے اپنا روبرو نکال لیا اور ناکریا۔ اسی وقت بدستھی سے اس کا دوسرا ساتھی بھی منجبل کر کھڑا ہو گیا اور گولی اس کی کمر میں لگی وہ دوسری بار فوج مار کر اپنے ساتھی پر گر پڑا۔ زمین نے جھلاٹک ٹھٹائی۔ کار کا ڈھیر اور لاشیں لٹک رہی تھیں۔ وہ ڈھیر کی سیٹ پر بیٹھ گیا اور انکھن اشارت کر کے اس نے ایک سیلٹر ادا کیا۔ گاڑی کے آگے بڑھتے ہی دو تین فائر اور ہوتے۔ لیکن کوئی گولی پہنچے نہ نہ نہ سکی۔ آخر گاڑی میں دو تو پھر آگئی۔

اب وہ غمزدار تھا۔

زمین اس ذات ہوئی مانند ہمیں گیا بلکہ اس نے ایک دوسرے بونٹ بن فرمائی ہم سے ایک کروہب کر آیا۔ سنے ہوئی کے تے کرتے ہیں پہنچ کر اس نے پہلے بونٹ مانند فی فغان کر کے ٹکڑے سے پھینکا۔  
"میں زمین بولی رہا ہوں۔ کیا کوئی مجھے پوچھنے آیا تھا؟

"فرس۔" جواب ملا۔

اس کے بعد اس نے بار بار کلکشن ہانکا۔ بارین نے رمیزاٹھا یا تو اس نے کہا۔

"ہاں میں ایک صاحب سسر لاگو شاید بیٹھے ہوں گے۔ وہ "نیزر پرور" اخبار کے رپورٹر ہیں۔ ذرا ان کو بلا دو۔"

پھر دیر بعد فون پر لاگو کی آواز سنائی دی۔

"زمین۔ تم اس وقت کہاں ہو؟

"میں اس وقت ہوں۔" اسپر اس میں ہوں۔ تم فوراً ہاں اُجھاؤ۔ میں روم نمبر ۲ میں تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔"

"تم کہاں کی کر رہے ہو؟

"میں یہاں آؤ گے تو بتا دوں گا؟

"اچھا میں پہنچ رہا ہوں۔"

بہنیں منٹ بعد دروازے پر دستک ہوئی تو زمین نے پوچھا۔  
"کون ہے؟"

"لاگو۔"

زمین نے اپنا چاقو کھول کر ہاتھ میں لیا اور دروازہ ایک جھجکے سے کھول کر دروازے کی آڑ میں ہو گیا۔

لاگو اندر داخل ہوا اور زمین کے ہاتھ میں چاقو دیکھ کر بولا۔

"خیریت تو ہے؟"

دونوں غصوں میں سے ایک نے اپنے زپلاؤ کا دستہ اس کے سر پر مار کر اسے بے ہوش کیا تھا۔

نبانہ کتنی دیر بعد زمین کو ہوش آیا تو اس کا سر درد سے پشما جلد تھا۔ وہ کبھی چھٹی ہی جگہ نہیں پھنسا ہوا تھا اور اس کا جسم مسلسل ملتا تھا۔ پہلے تو اس کی کھجکیں نہ آئی کہ وہ کہاں ہے پھر دیر سے دیر سے یادداشت کام کرنے لگی تو اسے یاد آئی کہ وہ آڈی اسے پکڑ کر کار میں لائے تھے اور ان کیسے کسی ایک نے اس کے سر پر کچھ مار کر اسے بے ہوش کر دیا تھا اور اب وہ اسی کار میں کھلی سیٹوں کے درمیان پڑا تھا۔ فوراً ہی ایک آواز نے اس کی تصدیق بھی کر دی۔  
"میں یہاں کار روک ہو۔ یہاں اس کو نقل کر کے ہم کھنڈیں ڈال دیں گے۔"

"میں کہا گیا ہے کہ لاش کا پتہ نہیں ملنا چاہیے۔" یہ ذرا اندکی آواز تھی۔

"یہ باطل دیران جگہ ہے۔ یہاں کھنڈیں کچھ دن لاش پڑی رہے گی تو جھجکی جادو کھا جائیں گے اور پتہ نہیں ملے گا۔  
گاڑی ایک دھچکے کے ساتھ رک گئی۔ زمین سوچنے لگا،  
"تو یہ لوگ مجھے قتل کرنے کے لئے لائے ہیں؟"

یہ سوچ کر وہ سر کی تکلیف بھول گیا۔ اس کا سر آہستہ آہستہ اپنی ہڈی کی طرف سرکنے لگا۔ انکھیلوں نے پٹلی کو چھوا۔ تو اسے کچھ اٹینان ہوا۔ دمیں رپڑ پیڑ سے چاقو بندھا ہوا تھا۔ اس نے آہستہ سے چاقو نکال کر ہاتھ میں لے لیا۔

گاڑی رکنے کے بعد دونوں غصے سے اتر گئے تھے۔ پھر اہر سے ایک نے کہا۔

"اس کو کھینچ کر باہر نکالو۔"

دو ہاتھوں نے اس کے کانوں کو پکڑ لیا اور اس کو کھینچنے لگے۔ زمین بے ہوش بنارہا۔ اس کا چاقو ایک بین دبانے پر کھل جاتا تھا۔ اس نے چاقو اپنے ہاتھ میں چھپا رکھا تھا۔ کھینچنے دسنے سے اسے باہر کھینچ کر زمینی پر ڈال دیا اور سیدھے گھر سے ہوتے ہوئے بولا۔  
"اس کو کیسے قتل کریں؟"

"گولی مٹانے کرنے کی ضرورت نہیں۔ گلا گھڑت کر دو۔" ایک نے کہا۔  
"تو اس کو آٹھاؤ۔ تم ہانگیں پھونکو۔ کھنڈ کے پاس مار کر اس کو نیچے ڈال دیں گے۔"

اب زمین تیار ہو گیا۔ ایک نے اس کی ہانگیں پکڑیں۔ دوسرا جیسے ہی اس کے بازو پھرنے کے لئے جھکا۔ زمین کا چاقو ڈالا ہاتھ تیزی سے حرکت میں آیا۔ ایک کے گلے سے کھنڈ کے ساتھ چاقو کا پھل کھل گیا۔ زمین نے پورا پھل سر اٹے گھر سے ہوتے ہوئے شعلیں کھینچنے میں تیار ہو گیا۔



"فی الحال تو ہے۔ یہ مرث احتیاط تھی، کوئی شخص بڑی مزیدگی سے مجھے راستے سے ہٹانے کی کوشش میں لگا ہوا ہے۔"  
"لنگولی ہوگا۔ تم نے اس سے اعلان جنگ کر کے بہت بڑی غلطی کی ہے۔"

"نہیں، وہ لنگولی کے آدمی نہیں ہو سکتے۔"  
"ہوا کی پہلے مجھے تفصیل سے بتاؤ۔"  
"نہیں نے سارے واقعات تفصیل سے لاگو کو بتائے سب کچھ سنے کے بعد لاگو حیرت سے بولا۔"

"ان میں سے دوسرے ہیں اور ایک ابھی زندہ ہے۔"  
"ہاں۔ ان کی گاڑی تک بڑی سیسٹن کے سامنے چھوڑ آیا ہوں؟"  
"وہ یقیناً لنگولی کے غصے سے ہوں گے۔"  
"یہی تو میں تصدیق کرنا چاہتا ہوں کہ وہ لنگولی کے آدمی تھے یا کسی اور کے۔"

"یہ کیسے تصدیق ہو سکتی ہے؟"  
"نہیں نے سگریٹ سٹگائے ہوئے سوال کیا۔ تمہارے انیکٹر سگرم سے تعلقات کیسے ہیں؟"  
"بڑے نہیں۔"

"میں چاہتا ہوں کہ انیکٹر سگرم کو فون کر کے بتا دو کہ وہ لاشیں دل روڈ پر پڑی ہیں۔"  
"وہ؟ نہیں پوچھے گا کہ مجھے ان لاشوں کے بارے میں کیسے پتہ چلا؟"

"نہیں کچھ دیر سوچا کہ پھر بلا آل راست یہ اطلاع میں سگرم کو دے دیتا ہوں کہ وہ لاشیں پڑی ہیں۔"  
"تم واقعی ہو۔ وہ سب سے پہلے ہمیں خبر میں گرفتار کرے گا، وہ تو چاہتا ہی ہے کہ کوئی بہانہ ملے اور وہ ہمیں گرفتار کرے۔"

"میں اس کو بتانا نہیں بتاؤں گا۔ تم نام طور پر فون کر دوں گا جب گھنٹہ بعد تم انیکٹر کو فون کر کے یہ معلوم کرو کہ کس نے اسے کون تھے یا وہاں ہر کے غصے سے یا کسی دوسرے شہر سے بلائے گئے تھے۔"

"انیکٹر مجھ سے یہ نہیں پوچھے گا کہ مجھے لاشوں کے بارے میں کیسے معلوم ہوا۔"  
"تم کہہ سکتے ہو کہ کسی گناہم شخص نے اخبار کے دفتر کو فون کر کے لاشوں کے بارے میں بتایا ہے۔"

"لاگو حیرت سے نہ نہیں کا چہرہ دیکھنے لگا۔"  
"کیا دیکھ رہے ہو؟" نہ نہیں نے حیرت سے پوچھا۔  
"دیکھ رہوں کہ تم میں انہی تبدیلیاں کیسے لگی ہیں۔ پہلے سب پہلے کا نہ نہیں کم از کم اتنا ذہین اور بہادر شخص نہیں تھا۔"

"نہ نہیں نے مسکرا کر کہا۔" میں نے پانچ سال میں اپنی پوری جہالت بول دی ہے۔ غیر یہ تم بتاؤ۔ کیا انیکٹر نہیں ان لاشوں کی شناخت بنا سکتا ہے؟"

"میرا خیال ہے بتا دینا چاہیے۔"  
"تو میں فون کر کے آتا ہوں۔"  
"کہاں سے فون کر کے آتے ہو؟ لاگو نے حیرت سے کہا۔"

"فون تو رکھا ہے۔"  
"سگرم! پولیس آفیسر ہے۔ میں نے اسے اپنا نام نہ بتایا تو وہ یقیناً مجھے سے معلوم کرے گا کہ فون کہاں سے کیا گیا ہے۔ ہون کے سامنے ایک کافی ہاؤس ہے اس میں پبلک فون لگا ہے۔ میں وہاں سے فون کر کے آتا ہوں۔ تم مکرمت کر دو۔ ہون سے باہر جانے سے پہلے میں تمہارے لئے دو سیل بھی بھجوانا چاہوں گا تاکہ تم بورڈ ہو جاؤ۔"

"اوکے۔ تحریک ہو۔"  
"نہ نہیں ہون کے کا دفتر پر آیا۔ دو م سروس کو اپنے کمرے میں دو سیل بھیجے گا آرڈر دیا۔ پھر سڑک پارک کے سامنے والے کافی ہاؤس میں پہنچا۔ پبلک فون پر پولیس بھیجا اور کارڈ نمبر گھما کر اس نے آپریشن کر لیا۔"

"میں انیکٹر سگرم سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"  
"آجے منت انتظار کر کے بعد انیکٹر سگرم کی آواز سنانی دی۔"  
"انیکٹر سگرم اسپیکنگ؟"

"انیکٹر۔ میں ایک حادثے کی اطلاع دینا چاہتا ہوں۔ ملی روڈ پر شہر سے تقریباً بیس میل دور دو لاشیں پڑی ہیں۔ ان میں سے ایک چاقو سے راجے، دوسرا پولیو اورے۔ آپ وہ لاشیں اٹھالیں۔"

"آپ کون پوچھ رہے ہیں؟"۔ "انیکٹر نے سوال کرنا شروع کیا تھا کہ نہ نہیں نے فون رکھ دیا۔ جلدی سے کافی ہاؤس سے باہر آیا۔ کچھ دور وہ سڑک پر چلا کہ پھر سڑک پارک کے واپس آیا اور ہون کے پیچھے دروازے سے داخل ہو کر اندر آگیا۔ کمرے میں پہنچا تو اس نے دیکھا، لاگو دیکھنے میں مصروف تھا۔"

"تم نے فون کر دیا؟ لاگو نے پوچھا۔"  
"ہاں۔" نہ نہیں نے جواب دیا۔ اور آگے بڑھ کر کھڑکی کھول دی پھر پردہ سر کا اس کی آڑ سے چھپے دیکھنے لگا۔"  
"باہر کیا دیکھ رہے ہو؟"

"ذرا سا انتظار کر دو۔ ابھی تماشہ دکھانا ہوں۔"  
"ہاں پانچ منٹ بعد نہ نہیں نے سر گھما کر لاگو سے کہا،"  
"اب یہاں آکر دیکھو۔"  
"لاگو اٹھ کر گیا۔ در کھڑکی سے باہر جھانکتے ہوئے بولا۔"  
"کیا دیکھو؟"

اس کے بارے میں تم سب کچھ جانتے ہو، وہ تہاڑی محبوبہ روٹی ہے۔  
" لیکن پہلے وہ تہاڑی محبوبہ تھی۔ تہاڑی اس سے ملاقات  
کیسے ہوئی؟ "

" میری اس ملاقات بیکس تہاڑی ہوئی تھی۔ بیکس میں میرا  
اکاؤنٹ تھا۔ کئی کے بیکس میں لڑکھونے کے دو بیٹے کے لہری بیک  
میں ڈاکا چڑا تھا۔ بیٹیں یاد ہوگا، اس ڈاکے کے بعد ہی منبر پر بیٹا  
نے خزا بچوں کے پاس ریفر فور کھوئے تھے۔ چھ بیٹے دو بیڑی دوست  
ہی، میں بھٹا مارا کہ وہ مجھ سے جنت کرنے لگی ہے۔ لیکن پھر کچھ پڑ  
چلا کہ وہ تم سے بھی اس طرح لٹی ہے، لکھریج ہے کہ کچھ سات، آہ  
بعد اس نے دھیرے دھیرے مجھ سے منہ چھوڑ دیا اور سارے بیکس میں  
یہ خبر مشہور ہو گئی کہ تم غنی سے شادی کرنے والے ہو۔ "

" زنجیں نے اچانک دونوں دستوں سے اٹھائیں اور اس  
کے چہرے سے تکلیف کے انداز کی برہم ہونے لگی۔ لاگو نے حیرت سے  
دیکھا۔ "

" کیا ہوا؟ "

" میں نے نہیں بتایا تھا کہ ایک بار میرا بیکس ڈاکا تھا جس  
سے میں چند روپے لٹی تھی جب سے کچھ بھی اچانک ایسا ہوتا ہے  
جیسے میرے دل میں دھماکا ہوا ہو۔ دو کی تیر تیس سال سے مجھ میں  
دور جاتی ہیں، مجھے سے بری یادداشت پر بھی اثر پڑا ہے۔ بہت سی  
باقی میں بھول جاتا ہوں۔ اب یہ مجھے بالکل یاد نہیں کہ کئی سے میری  
محبت یہ یاد دلاتی کیسے شروع ہوئی یا وہ شوالی میں کہاں رہتی تھی؟ "

" یہاں ایک بے لگب گیت ڈاکس میں لڑتی تھی۔ خود کو وہ  
دور دور کی رہنے والی بتاتی تھی، کبھی کبھی اس کے ال باپ بیکس میں  
ہی لگے تھے اور اس نے ایک اٹھ اٹھرم میں پرورش پائی تھی؟  
" یہاں وہ لگولگی کے آنے کے سبب بعد اُنکی بھی یا پہلے  
آئی تھی؟ "

" یہ تو مجھے یاد نہیں اس بات کو اربع سال گذر چکے ہیں۔ تم یہ  
سوال کیوں پوچھ رہے ہو؟ "

" یوں ہی پوچھ رہا تھا۔ مجھے حیرت مرث ہے کہ وہ کسی دلی  
تھی جس نے پہلے تم سے جنت کا کھیل کھیلنا، پھر مجھ سے، آخر میں لگولگی  
کے ساتھ رہنے کی اور پھر اچانک غائب ہو گئی؟ "

" تم آج وہ کسی کیوں نہیں بی رہے۔ "

" میرے پیٹ میں تکلیف ہے، ان گفتگوں نے مجھے بے ہوش کر کے  
بری کافی مرث کی ہے؟ "

" تہاڑی ملاقات کے سبب میں لگولگی کا کھیل خراب ہو گیا ہے  
وہ بہت کیر فطرت پائیس افسر ہے، تم نے اسے اسے اپنا بدلہ لینے  
دیتے ہیں سے نہیں بیٹھے گا؟ "

" دیکھو وہ ملنے کافی ڈاکس ہے، جس سے میں نے فن کیا ہے؟  
" اس میں دیکھنے کی کیا بات ہے؟ "

" کافی ڈاکس کے دروازے پر تم سب کھڑی دیکھ رہے ہو؟  
" ہاں۔ "

" بیکس کی جیب ہے۔ ابھی آئی ہے؟ "

" کیوں؟ "

" تم اچھی ہو؟ میں نے کہا تھا نا گناہ فن ہے ہی انکسٹرکٹ گرام  
اچھی بچ سے فن غیر معلوم کرنے کی کوشش کرے گا۔ اس نے وہی کیا اور  
غیر معلوم ہوتے ہی ایک سب انکسٹرکٹ کوشش کیلئے یہاں بھیج دیا۔ اب  
وہ لوگ اندر بیٹھے لوگوں سے پوچھ رہے ہوں گے کچھ دیکھیں کہ منٹ میں  
پاک فن سے کس کس نے فن کیا ہے۔ اب تم سوچا اگر میں یہاں  
سے فن کرتا تو کیا ہوتا؟ "

" لاگو نے زنجیں کے چہرے پر تلخی جاکر سرسرا رہے ہوئے پھر  
میں کہا۔ "

" کون ہو تم۔ تم زنجیں نہیں ہو سکتے؟ "

" زنجیں نے ایک ہنسنے لگا کہا، " کیا نہیں ایک بیکس میں رہی  
نشہ ہو گیا ہے لاگو؟ "

" مجھے نشہ نہیں ہوا لیکن جس ڈھنگ سے تم کام کر رہے ہو،  
جس طرح کی تم لا جاکہ متعل کرنے جو میں طرح آگے کی باتیں سوچتے  
ہو زنجیں ایسا نہیں کر سکتا تھا اگر وہ اتنا ماضی مند اور بہادر ہوتا تو نہ  
اس سادگی کا شکار ہوتا یہاں سے ڈر کر بھاگتا؟  
" میں زنجیں ہوں۔ غور سے دیکھو۔ مجھے پہچانو؟ "

" تہاڑی صورت زنجیں سے مل رہی ہے۔ لیکن اس دنیا میں  
بڑی بڑی عیب باتیں ہوتی ہیں۔ تم زنجیں کے ہم شکل بھی ہو سکتے ہو۔  
اس کے جزو ان بھائی بھی ہو سکتے ہو۔ اصل شناخت انگلیوں کے،  
نشانات سے ہو سکتی تھی۔ وہ تہاڑی انگلیوں پر پائی نہیں رہے۔ میرا  
خیال ہے تم اس دنیا کے سب سے زیادہ پرہیزگار شخص ہو؟ "

" اس پر زنجیں نے ایک ہنسنے لگا کہا، " تم سب کچھ نشہ ہو گیا  
ہے لاگو، اگر میں زنجیں نہ ہوتا تو مجھے یہاں کے واقعات کا پتہ کیسے چلتا  
اور میں کیوں یہاں آتا، کیوں اپنی جان کا خطرہ مول لیتا؟  
لاگو نے سر ہلاتے ہوئے کہا، " کچھ مجھ میں نہیں آتا، ایسا لگتا  
ہے یا تم بہت پرہیزگار ہو یا پھر میں اب عقل کھو چکے ہوں؟  
یہ کہہ کر وہ ہنسنے لگا اور گلاں اٹھا کر ایک ہی سانس  
میں پڑا، اس جزو کی۔ "

" کر پر لاگو کے مقابل بیٹھے ہوئے زنجیں نے کہا۔  
" لاگو آج تم مجھے غنی کے بارے میں تفصیل سے بتاؤ؟  
" غنی کے بارے میں کیا باتوں پر لاگو حیرت سے رہے۔ "

دو دروازوں کی گولی سے۔ دونوں کی میٹوں میں ریلواری موجود تھے۔ ان سے کوئی فائر نہیں ہوا۔ اس سے ظاہر ہے کہ وہ کوئی شریف آدمی نہیں ہیں ایسا لگتا ہے کسی سے باقاعدہ طرزی ہوئی ہے چاہے کسی نے ان پر حملہ کیا ہے۔ وہ حملے کے لیے تیار نہیں تھے۔  
”تھیکس“ انسپکٹر فی ایمل اتنا کہتا ہے۔  
یہ کہہ کر انہوں نے فون رکھ دیا۔

لاگو نے آخری ٹیکس بناتے ہوئے کہا۔ ”گو یا اب یہ بات یقینی ہو گئی کہ دو میٹوں مقامی غنڈے نہیں ہیں۔“  
”جی میرا اندازہ۔“ تھیکس نے زمین سے ہنسنے کہا۔  
”تو بہتر تھیوری ہے کہ یہ غنڈے گنگولی کے نہیں تھے۔“  
”نہیں۔۔۔“  
”پھر کسی کے ہو سکتے ہیں۔“

”جی میں کیا بتا سکتا ہوں۔ میں تو صرف اتنا جانتا ہوں کہ شہر میں کوئی شخص ایسا ہے جو میرے پھانسی پانچے کا ہتھیار نہیں کر سکتا جو فوری طور پر مجھے مدد دیکھنا چاہتا ہے۔ اس شخص نے یا اس کے آدمی نے مجھ پر داخل سے گولی چلائی تھی ایک بار ناکام اور دوسری بار اس نے تین پشیموری قاتل بھیج دیے۔“

”یہ بھی تو ہو سکتا ہے گنگولی نے باہر کھڑے جا کر تین قاتل کرانے کی کوشش کی جو تاکہ لوہے کی پرشک زد کرے۔“  
”یہ بات گنگولی کے لیے کھڑے خلاف ہوگی۔ گنگولی اس وقت شہر کے تانوں اور بدعاشوں کا بے تاج بادشاہ ہے۔ میں ابھی اس کیسے غلط نہیں بنا ہوں۔ اس نے وہاں بھی مجھے خود قتل کرنے کی کوشش نہیں کرے گا۔“

”تو کیا تیار ہو گئی اور بھی دشمن اس شہر میں تھا۔“  
”کم از کم ایک دشمن تو ضرور ہے۔“  
”کون۔۔۔؟“  
”مخفی۔۔۔“

”مخفی۔۔۔“ لاگو نے حیرت سے کہا۔  
”مخفی سے بڑا دشمن برا کون ہو سکتا ہے۔ تو۔۔۔“  
”مخفی کا الزام لگایا۔“  
”جی وجہ سے ہی اس کی قاتل صاحب کے قتل کا الزام مجھ پر آیا۔“

”لیکن مخفی اس شہر میں نہیں ہے۔“  
”یہ تو یقین سے کہہ سکتے ہو۔“  
”اگر وہ یہاں ہوئی تو پانچ سال میں بھی تو نظر آتی؛  
”یہ سائنس کا زمانہ ہے لاگو۔ اگر تباہی سے پاس رہو یہ موت تم پر بھی شفقت نہیں کر سکتی۔“  
”یہ کیسے۔۔۔؟“

”مجھے اس کی پتلا نہیں۔ اسے تم ذرا انہیں سرنگام کوفن کرو اور ان لاشوں کے پاس میں جاننے کی کوشش کرو۔“  
”ابھی نہیں۔ اگر وہ خود لاشیں لینے گیا ہوگا تو ابھی تو ایک ہی نہیں ہوگا۔ اس کے بعد وہاں حرازدہ کی باتوں میں لگ گئے۔ تقریباً ڈیڑھ گھنٹے بعد زمین کے دو بارہ کہنے پر لاگو نے پورے اسٹیشن فون کیا انسپکٹر سرنگام اس وقت موجود تھا۔ لاگو نے کہا۔  
”انسپکٹر میں میوزیئم پر ڈراخار کارپورٹریبل رہا ہوں۔“

”کہنے سڑا کو کیا بات ہے۔“  
”پتہ چلا ہے کہ آج شہر میں دو قتل ہوئے ہیں۔ ہمارے ڈیڑھ پر کسی جگہ پورے کولاشیں لی ہیں۔“  
”آپ کو کیسے پتہ چلا۔“

”پورے ڈیڑھ میٹوں انسپکٹر صاحب شہر کی حالت کی خبر رکھنا میری ذمہ داری ہے۔ دیکھ ایک گنگام فون کے ذریعے معلوم ہوا ہے۔“  
”گنگام فون کال۔“ انسپکٹر کی آواز میں حیرت تھی۔  
”جی ہاں۔ میں دفینے بیٹھا تھا کہ ایک فون آیا۔ کسی نے بتایا کہ ان دو ڈیڑھ کو قتل ہوئے ہیں۔ پورے ابھی ابھی لاشیں ملانی ہے میں نے تم پر پھانسی فون کرنے والے نے فون بند کر دیا۔ کیا کوئی آپ کو دو لاشیں لی ہیں۔ میں تصدیق کرنا چاہتا ہوں۔“

”ہاں لاشیں لی ہیں۔“ اس انسپکٹر کی آواز گھبراتی تھی۔  
”مرنے والوں کے بارے میں کچھ بتا سکتے ہیں۔“  
”ابھی کچھ نہیں۔“  
”کیا ان کے جسموں پر کوئی ایسی چیز نہیں جس سے شناخت ہو سکے۔“  
”نہیں۔“

”شریف آدمی ہیں یا بدعاش۔“  
”صورت سے شریف نہیں لگتے۔“  
”پھر تو آپ کو ان کو جانتا چلیجے۔ شہر کا کونسا ایسا بدعاش ہے جسے آپ نہ جانتے ہوں۔“

”لگتا ہے وہ اس شہر کے آدمی ہی نہیں۔ بدعاش انہیں اسلئے سمجھ رہا ہوں کہ دو لاشیں ہاں رہا اور تھے۔ میں نے ان ریلواریوں کے قبر حیک کرانے ہیں۔ یہاں رجسٹری آفس ہیں۔ ان کے لئے ریلواریوں کی کسی کے نام ہیں اس کا مطلب ہے وہ یا تو بیرون شہر کے۔ یا وہاں یا پھر کسی دوسرے شہر میں ان کا لائنس ہو۔ میں وہ قبر نام برتے شہروں کو دار لائنس سے بھرا رہا ہوں۔“

”اس کا مطلب ہے وہ دونوں کسی دوسرے شہر کے آدمی تھے۔“  
”یہاں ہی لگتا ہے۔“  
”تجلی کی وجہ کیا ہو سکتی ہے، کیا ان کو مارنے کی کوشش کی گئی ہے۔“  
”اندازہ آپ خود لگا لیجئے۔ ان کیسے ایک چانور سے مرانے۔“

دوسرے دن ناشتے قاریاں ہو کر اس نے منی فون ڈی کرکڑی  
میں مسز ڈی سوزا کا نام تلاش کیا۔ دینی دیو ملنے میں صرف ایک  
بی مسز ڈی سوزا تھی۔ زمین کے فون پر یہ ایک عورت ہے۔

”آپ دی مسز ڈی سوزا ہیں۔ جو پلے ایک گیسٹ رکھتی ہیں۔“  
”ہی۔“

”کیا آپ مردوں کو بھی پلے ایک گیسٹ رکھتی ہیں؟“  
”ہی۔“

”مجھے ایک کمرے کی تلاش ہے۔ میں دو ماہ کا کرایہ اور کھانے  
پینے کا خرچہ اچھا دس دے سکتا ہوں۔“

”تم شمالی سے باہر کا بنے واسے ہو؟“  
”ہی۔“ میں کہنے والا تھا کہ اسے فوراً خیال آیا کہ  
مسز ڈی سوزا شاید مجھے پہچانی ہوگی۔ ہو سکتا ہے اس نے منی کے ساتھ  
مجھے دیکھا ہو۔ یہ سوچ کر اس نے جواب دیا۔

”میں باپ کے سال بعد اس شہر میں آیا ہوں۔“  
”یہاں کسی کو جانتا ہے؟“

”نیوز رپورٹر اخبار کے رپورٹر مسٹر لاگویری مہمانت دے سکتے ہیں۔“  
”اے کے ایچ۔“

زمین نے ٹیکو پر ادا کر کے فون بند کر دیا۔

زمین نے فون الٹ دے کر وہ چھوڑ دیا۔ اور اپنا ٹی کیس اٹھا  
کر چل دیا۔ ٹیکسی میں بیٹھ کر وہ دیر بازار میں گھومتا رہا وہ دیکھا  
چاہتا تھا اس کا نقاب ہو رہے یا نہیں۔

اسے حیرت ہوئی کہ اس کا نقاب نہیں کیا جا رہا تھا۔ یا  
نقاب کرنے والا نہ جانتا کہ زمین اس کا پہچان نہیں سکتا۔

آج کل نے ڈرائیو کر مسز ڈی سوزا کا پتہ بتایا۔ ٹیکسی اسے  
چھوڑ کر منی کی ٹرانس نے روانے کی فنی بجائی۔ ایک گھنٹے کے آکر

دروازہ کھولا۔ زمین نے کہا۔

”مسز ڈی سوزا ہیں۔“

”جی ہاں ایسے۔“

وہ جس کے ساتھ اندر داخل ہوا۔ کافی خوبصورت مکان تھا ایک  
کمرے میں مسز ڈی سوزا بیٹھی تھی۔ مسز ڈی سوزا کی عمر پچیس کے لگ بھگ  
تھی۔ مگر وہ عورت کم تھی مگر کوٹنے والا زمین زیادہ تھی۔ جید مروتی  
بولتی تھی تو سانس دھونکی کی طرح چلتا تھا۔ ڈی سوزا نے اس کو دیکھتے  
دیکھا۔ پھر بولی۔

”تم وہی ہو جس نے فون کیا تھا۔“

زمین نے دلی ہی دلی میں کہا۔ ”اس کا مطلب ہے۔ ڈی سوزا

”ہاں ایک مسز ڈی کر کے۔ آج کی ایک ایک مسز ڈی سے چہرے  
پر اپنا معمولی بات ہے۔ اگر منی فون کی پارٹنر تھی تو لوٹ کی رقمیں  
سے اپنا حصے لے کر وہ جلی اور ایک ایک مسز ڈی کر کے پھر شہر میں آکر  
رہنے لگی۔“

”نہیں۔ وہ اس شہر کی رہنے والی نہیں تھی۔ پھر اس کو یہاں لانے  
کی کیا ضرورت تھی۔“

”میں صرف ایک نظر۔ پیش کر رہی ہوں۔ ہو سکتا ہے کہ وہ کسی  
دوسرے شہر میں جا چکی ہو۔ ہو سکتا ہے کہ منی فون نے اس کو قتل کر دیا ہو۔  
تا کہ لوٹ کی ساری دولت پر قبضہ کر کے اور ہو سکتا ہے وہاں شہر  
میں کسی دوسری شخصیت کے دل پہ رہی ہو۔ اگر وہ اس شہر میں آ  
تو میں یقین سے کہہ سکتا ہوں۔ کچھ بقا لاؤ۔ جس کرنے میں اس کا ہاتھ ہوگا۔  
پچیس سال بعد مجھے شہر میں دیکھ کر وہ کھلا کھلی ہوگی۔ اسے ڈر ہوگا کہ  
میں نے پہچان لیا تو پھر اس کی خیر نہیں ہوگی۔“

”اگر اسے سراہتے ہوئے کہا۔ یہ بات اگرچہ بہت عجیب ہے  
اور بہت ڈر کی ہے۔ پھر بھی سمجھ لائی ہے۔“

”تم نے سنوٹوں کے واسے میں پہچان لینا کی۔ زمین نے پہچان  
”ہاں، میں نے اعلیٰ کا سارا بکھر ڈیکھ ڈالا اپنے بہت سے  
دو عینوں سے فون کر کے پوچھ لیا۔ لیکن کوئی ایسے سنوٹوں کو نہیں جانتا  
جس کا تعلق پرام سے دبا ہو۔“

”نہیں یہاں کس کے یہاں ہے ایک گیسٹ رہتی تھی۔“

”پچیس یا پچیس رات۔“

”نہیں۔“

”یہاں دینی ویو پر ایک مسز ڈی سوزا رہتی ہے اس کے یہاں  
رہتی تھی۔“

”اچھی بات ہے۔ کیا تم وہاں کی اور پڑھتے؟“

”نہیں، ایس ایس بی پیروں گا۔“ لاگویری نے اٹھتے ہوئے کہا اب  
تم سے خدا ہو تو کہاں لوگ یہاں یا پھر ملتا رہیں۔“

”کیس بھی نہیں۔“

”کیا مطلب۔“

”مطلب یہ کہ میرا کسی ایک شک کے پرہیز خیر ہوگا۔“  
اس نے جب مجھے تم سے خدا ہو گا تو میں خود فون کروں گا۔“

”اور اگر مجھے تباہی ضرورت پڑی۔ میں اس کو مجھے منی پاس منوش  
کے واسے میں کچھ معلوم ہو جاتا ہے تو۔“

”میں نہیں دن میں ایک دو بار فون کروں گا۔“

”اگر راستہ گزرتا تھا۔“

”کہہ کر لا کر چلا گیا۔“

نے مجھے نہیں پہچانا، ملنا آواز سے اس نے جواب دیا۔

”جی ہاں، میں وہی ہوں!“

”صورت سے تو شریف لگتا ہے۔ تم ناشر، لٹی، ڈنر، سب

لے گا۔“

”جی ہاں، چاہے میں کہاؤں یا دکھاؤں، پے منٹ سب کی

کرلے گا۔“

”توجہ سوروپے میں دینا ہوگا، کھانے کا سینہ ہماری مرضی کے

موافقی سے گا۔ کبھی ہمارا خاص چیز کھانے کو چاہے تو ایک دن

پہنچاؤں گا۔“

”مجھے متلو ہے“ تو زمین نے جواب دیا، اور جیب سے پرس

نکال کر دوپے نکالتے ہوئے ہوا۔

”پانچ سال پہلے میری ایک دوست بھی یہاں رہتی تھی۔“

”کون۔“

”نئی۔“

”ہاں رہتی تھی۔“

وہ کس کمرے میں رہتی تھی، کیا وہی کمرہ مجھ میں رہتا ہے؟

”ہاں وہ کمرہ خالی ہے۔ کیا تم اس لڑکی کے بارے میں

سینٹی پیش ہے؟“

”متھوڑا سا ہوں، تو زمین نے مسکرا کر کہا اور ہزاروں ہیرا

کی میز پر رکھ کر کہا، ”لی اٹھا لے ہزارے کا چلے گا۔“

”چلیں گا، مزدی سوزانے فٹ اٹھاتے ہوئے کہا اور اس

وہ ہی کمرہ چلے گا۔“

”تھینکس۔“

مزدی سوزانے لڑکے سے کہا: صاب کا سامان اوپر ڈالو

کے۔“

لڑکا زمین کے ہاتھ سے انجی کیس لے کر آگے آگے چل دیا۔

کمرے میں پہنچ کر زمین سوچنے لگا، پانچ سال پہلے ہی اس

کمرے میں رہتی تھی، اس درمیان کھانے کتنے لوگ آکر اس کمرے میں

رہ چکے ہوں گے۔ لہذا اس کمرے کی صفائی ہو چکی ہوگی، اتنے عریں

غریب کے بعد کیا اس کمرے سے کوئی ایسی چیز مل سکتی ہے جس سے منی

کا پتہ چل سکے۔ اس کو یقین تھا کہ اس کمرے میں اب کچھ نہیں لی کھینکا

”سہر میں نے اس مکان میں آکر ہی کمرے میں رہنے کی خواہش

کیوں کی ہے۔ اس نے غور سے کہا، کیا یہ میری جھٹی جس کی داڑھی لگی

یا قدرت کا کوئی اتفاق ہے۔“

بہت دیر پہلے رہنے کے بعد وہ اٹھا، جڑی بے لذت ک

نے سارے کمرے کی تلاشی لی، دیواروں کو ٹھونکنے کر دیکھا، این پھرن

لا۔ آخر او اس ہو کر پھر لیٹ گیا۔

دو پہر کے قریب وہ بازار گیا اور لاگو کو فون کیا۔ لاگو نے اس

کی آواز پہچان کر کہا۔

”سوری زمین! ابھی سنٹوش یا منی کے بارے میں کوئی پتہ

نہیں چل سکا۔ پولیس کو وہ کارل گئی ہے جو عہد آوروں سے چھین کر

تم پولیس اسٹیشن کے باہر چھوڑ آئے تھے، قاتلوں نے وہ کار چرائی تھی

”قاتلوں نے نہیں، مقتولوں سے کہو، زمین نے سکا کر کہا۔“

”یہ مت بھولو، ان میں ایک ابھی باقی ہے اور اسے

قاتلوں کو شہر میں لانے والا بھی ابھی موجود ہے۔“

”آج رات میرا شہر کے قاتلوں میں چھوٹے کا پورا کام ہے۔“

”کیوں۔“

”میں نے سنا ہے کہ یہاں کے سارے کلب جن میں جوا کھیل

جاتا ہے، لگولی کی ملکیت ہیں۔“

”یہی مشہور ہے۔“

”اور ان جوا خالوں میں لڑکیاں بھی لٹی ہیں۔“

”ہاں۔“

”انگریز لگولی کے ساتھ کچھ دن رہی ہے تو کھن ہے ان

کلبوں کو چھاننے والے کارکنوں میں سے کوئی نئی سے بھی واقف ہو

یا سنٹوش نام کے کسی مرد یا عورت کو جانتا ہو۔“

”اس کا مطلب ہے تم اپنی موت کو دعوت دینا چاہتے ہو۔“

تم دو ایک سوالات پوچھو گے، لگولی کو پتہ چل جائے گا، اگر اسے

یہ احساس ہوگا کہ اب تم اس کے لئے خطرہ بنے جا رہے ہو تو پھر

تمہارے بھائی کے ختنے پر پہنچنے کا انتظار نہیں کرے گا۔ اس سے

پہلے ہی کہیں قتل کر دے گا۔“

زمین تو سنا چکا تھا، وہ کوئی دھت کرے۔ بہر حال ہی کر کش

جاری رکھو، میں اپنی کشش کرتا ہوں۔“

یہ کہہ کر زمین نے فون بند کر دیا، کچھ سوچ کر اس نے پولیس

سٹیشن کو راز سنا کر لاگو کو سگرم کا لگائی، لگا کچھ درافٹ پڑی آواز

فون پر سنائی دی تو زمین نے کہا۔

”میں زمین بول رہا ہوں انکسٹر صاحب۔“

”زمین تم اس وقت کہاں ہو۔ میں تم سے کچھ باتیں پوچھنا چاہتا

ہوں، فوراً پولیس اسٹیشن آجاؤ۔“

”مجھ سے کیا پوچھنا چاہتے ہیں آپ۔“

”کل دلاشیں نہیں ملی ہیں۔“

”قرآن لاشوں سے میرا کیا تعلق ہے۔“

”بہی میں جانا چاہتا ہوں کہ ان لاشوں سے تمہارا کوئی تعلق

ہے یا نہیں۔ تم شرافت سے یہاں آجاؤ، دروازہ میں نے نہیں لٹائی

کر یا تو پھر تم پولیس اسٹیشن سے باہر نہیں نکل سکو گے۔

”نہیں! انہیں کسی نہ کسی پہلے کے اس وقت تک جلیں میں بند کرنے  
 رہوں گا جب تک تہاری آنکھوں کے فشانات واضح طور پر نہیں گھبر  
 آتے اور نشان ابھیر آتے کے بعد تم جانتے ہو تہارا کیا انجام ہو گا!  
 زمین نے گھبر آکا زہی کہا۔ ایسٹروٹری نے سنا ہے اس  
 شہر میں ایک تم ہی ایمان دار نہیں افسر ہو!“

جسے —

۱۰۰

”اور تم سمجھ رہے ہو کہ اسی بی تار صاحب کا قاتل ہوں۔“

”ہاں۔ میرے ہاں ثبوت ہے۔“

”لیکن میں کہتا ہوں، ان کو میں نے قتل نہیں کیا۔ پانچ سال بعد میں اس لئے آیا ہوں کہ اصل قاتل کو ہتھارے حوالے کر کے اس سفر کو زندگی سے نکالتا ہوں۔ اس کے بعد اے ایمان دار لو! اس افسر کو فرمادیجئے کہ قاتل کو تلاش کرنے کا چانس دو۔ یہ تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ جب ہم اصل قاتل کو نہیں پکڑ سکتے تو اسے یہ شہر چھوڑ کر نہیں جاؤں گا۔ دوسری طرف کچھ دیر خاموشی رہی، پھر اس پکڑ بولا۔ اچھا یہ بتاؤ کہ جو دلاشیں میں نے تم سے منہا اس طرح کا قتل کیا تھا۔“

۴۰۰

توسو۔ جب سے میں شرابی ماہیں آیا ہوں، مجھ پر دوا کا فائدہ نہ عمل ہر جگہ ہے۔ ایک بار شرابی آنے کے چوبیس گھنٹے بعد ہی داخل کن گریں مجھ پر عذاب لگی تھیں۔ دوسری بار تین آدھریں نے مجھ پر عمل کیا وہ مجھے قتل کرنے اس جگہ لے گئے تھے جہاں سے تین لاکھ بی بی ہیں ان میں سے ایک میرے چاقو سے مارا، دوسرا اپنے ساتھی کو گولی کے سہنے، لگایا تھا جو مجھے قتل کرنے کے لئے چلی گئی تھیں۔ تیسرا جھگ گیا۔ بالکل سچ بات ہے۔“

”تو بھر تم پھنسی اسٹیشن آکر اپنا بیان لکھواؤ۔“

”ابھی نہیں۔ جو کوئی بھی مجھے قتل کرنا چاہتا ہے وہ پھر مسلہ کرے گا اور مجھے یقین ہے وہ قادر صاحب کا قاتل بھی ہے وہ میرے اہلیک آجائے تو بھلا گیا ہے۔ وہ اتنا بھی احتیاط کرنے کو تیار نہیں کہ میری انگلیوں کے نشان و افغ ہوں اور تم مجھے قانون کے مطابق پھانسی کے پھندے تک پہنچا دو۔ چنانچہ انسپکٹر مسٹر گرام اگر تم واقعی ایمان دار ہو اور قانون کے محاذ پر مجھ کو بے گناہ ثابت کرنے کا ایک جاسوس دو جو آدمی میرے ہیں ان کے ہاتھ ہیں اگر تم جھان بین کرو گے تو مجھے یقین ہے ثابت ہو جائے گا وہ میٹرو

فائل بننے میں جن کو خاص طور پر مجھے قتل کرنے کے لئے کسی دوسرے  
شہر سے بلایا گیا تھا وہ

یہ کہ وزیر خاموشی کے بعد حکمران نے کہا کہ آئی راستہ نہیں چلی  
تھیں ایک چاس دینے کو تیار ہوں۔ لیکن اگر اس گوشش میں تم  
قتل کر دیے گئے۔“

”تجربہ ایک دردِ سر کم ہو جائے گا۔ اگر میں فادو صاحب کا قاتل ہوں تو تجھارا قانون بھی کسے گا کیجئے قتل کر دے گا؟“

”لیکن ہمیں وقت کی ایک حد مقرر کرنی ہوگی۔ یہی ہمیشہ کے لئے نہیں کھلا پھرنے کی اجازت نہیں دے سکتا۔“

میرا خیال ہے اب زیادہ دقت نہیں لگے گا زیادہ سے زیادہ ایک مہینہ بعد شاید میں اصل قاتل تمہارے حوالے کر سکوں۔“

اور اگر ایک ہفتہ میں ایسا نہ ہو جائے

”تو میں خود کو بہت بڑے حوالے کر دوں گا۔“

”اے کے۔۔ میں نہیں ایک مہفتہ کی مہلت دیتا ہوں۔“

”اسی بہت کے ساتھ ہی کیا تم میرے ساتھ تعاون کر سکتے ہو۔“  
”کس طرح کا تعاون۔“

”مجھے اب تو نئی کی تلاش ہے جس نے مجھ پر بین کا الزام لگایا تھا۔ دوسرے مجھے منقوش نام کے غشی کی تلاش ہے۔ مجھے پتہ نہیں منقوش مرد ہے یا عورت۔ اگر ان دونوں کے بارے میں تم کسی دیرینے سے معلوم کر سکتو تو اصل سازش کا دار کھل جائے گا۔“

نئی تریاخ سلسلے لاپتہ ہے تمہارے فرار ہونے کے بعد  
 ہی وہ بھی غائب ہو گئی تھی۔

پولیس کو حیرت نہیں ہوئی تھی۔

”پولیس کو حیرت کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ اس نے کوئی جرم نہیں کیا تھا اسے بھر جھوٹے کالپورا اور اختیار تھا۔ یہ سنوٹوش کون ہے۔“  
 ”قادر صاحب کی بگم نہ بنیں ایک لفافے کے بارے میں بتایا تھا۔ سنوٹوش اسی لفافے پر لکھا تھا۔“

”اچھی بات ہے میں ان دونوں کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہوں“

”میں نہیں خود روزوں کر پاروں کا۔“

یہ کہہ کر زمین نے خون رلھ دیا۔

چار بجے نزعی جہز پوسٹ آفس گیا اور پوسٹ ماسٹر سے دریافت کیا۔

”میں اس شہر میں رہنا ہوں۔ میں نے آپ کی معرفت ایک  
 نبیؐ کو بھیجا تھا تو میں میرا نام ہے۔“

”ہیں۔۔۔ ہوسٹ ہاسٹ سے سر ہلاتے ہوئے کہا۔“ مشرزن نے  
پکے نام لکھا ہوا جلی گرام بہت عجیب ہے، مشرزن میں سمجھ نہیں سکا  
ان لفظوں میں کیا ربط ہے۔ جو مل۔ بات۔ فنا۔ چکنا  
دغیرہ وغیرہ۔“

نرین نے سکا کر کہا، ”دلی سے شیع ادبی مینے نکلتے ہیں۔ یہ  
اس مینے کے کافی الفاظ ہیں، جو ایک دوست نے مجھے بھیجے ہیں۔“  
تارے کے نرین سڑی سوزا کے مکان پر آئی اور اپنے  
کمرے میں پہنچ کر کاغذ قلم لے کر بیٹھ گیا۔ آدھے گھنٹہ بعد کاغذ پر  
ایک چھوٹا سا مضمون لکھا تھا،

”مشرزن کی گاری کلکتہ میں ٹھکری کی چوٹی پر ہی کا نام  
تھا وہ پہلے ٹھکری کی سیکرٹری تھی۔ ان کی سٹائی  
کے ایک پہلے بعد ہی ٹھکری کلکتہ چھوڑ کر بجنگ  
جی اور سنسٹون جی غائب ہو گئی۔ مروت پرے  
تو جو مل اسکا لی لارک ددم نمبر ۳ سے رابطہ  
قائم کیجئے۔“

نرین کی آنکھوں میں تیز چمک پیدا ہو گئی۔ اس نے وہ سالے  
کاغذات جلا کر اس کی خاک پالی میں بہا دیں۔ اس کے بعد اس نے  
ایک بار پھر اس کمرے کی تلاش یعنی مشرزن کی۔ اس بار اس نے کمرے  
کا ایک ایک اوج حصہ دیکھ ڈالا۔ ایک ڈیرہ گھنٹہ کی مسلسل تلاش  
کے باوجود کچھ ملا۔ وہ تلاشی سے فارغ ہو کر تھکا جھرا سوج رہا تھا،  
کہ کورنگے آکر کہا،

”آپ کھا کرے پر میں گئے یا ڈھنگ روم میں آئیں گے۔“

نرین نے چمک کر اس کی طرف دیکھا۔ پھر پوچھا،

”سڑی سوزا کہاں ہیں؟“

”وہ اپنے کمرے میں۔“

”میں کھانا سڑی سوزا کے ساتھ کھاؤں گا؟“

”ہر گز نہ کرو۔ سڑی سوزا کے کمرے میں آیا اور بولا۔

”سڑی سوزا کی ہم دوسرا آپ کے ساتھ کھا سکتے ہیں۔ ہم آپ سے

کچھ باتیں بھی کرنا چاہتے ہیں۔“

”اوہیں۔ تم ہمارے ساتھ ڈرکھاؤ، تم اپنے آدمی لگتے ہو، ہم

ایک دن ہی جی نہیں پسند کرنے لگا ہے۔“

”سڑی سوزا نے کھانا منگا لیا۔ کھانا کھاتے ہوئے نرین

نے پوچھا،

”سڑی سوزا اگر تیار ہے جہان اپنی کوئی قیمتی چیز حفاظت سے

دیکھنا چاہیں تو کہاں رکھ سکتے ہیں؟“

”وہ ہمارے سیف میں رکھے ہیں۔ ہمارا سیف بہت مضبوط ہے

اور اس میں ہر جگہ الیم میں لگا ہوا ہے۔“

”یعنی آپ کے یہاں کتنے دن رہی تھی؟ نرین نے پوچھا۔

”میں یاد نہیں۔ ایک ڈیڑھ سال تو ضرور رہا ہوگا۔“

”کبھی غلطی سے بھی آپ کی سیٹ میں کچھ رکھا تھا؟“

”ہم کو اب یاد نہیں۔“

”در اصل بات یہ ہے سڑی سوزا میرے کچھ اہم کاغذات غلطی کے

پاس تھے۔ میں نے اس کو پانچ سال پہلے اس نے دے دیے تھے کہ میں خوشی

سے باہر جانا چاہتا تھا۔ ہر گز نہیں مانی تھی کہ کاغذوں کا کوئی لفظ آپ

کے پاس رکھا ہو اور پھر آپ بھی بھول گئی ہوں اور وہ جاتے ہوئے وہ

لفظ بھول گئی ہو۔ وہ کاغذات دوسرے کے لئے بے کار ہیں لیکن میرے

لئے بہت اہم ہیں۔ میں وہ کاغذات حاصل کرنے کے لئے پانچ ہزار

لکھ روپیہ خرچ کر چکا ہوں۔“

”پانچ ہزار۔“ سڑی سوزا کی آنکھوں میں چمک پیدا ہو گئی

ٹھہر، ذرا جیس سوچنے دو۔ ہم سال میں ایک بار سیف میں صفائی

کرتے ہیں۔ ہمارا سیف میں ایک بند لفظ رکھا ہے، اس پر کچھ نہیں لکھا۔

ہم بھول گئے کو کس نے ہم کو دیا تھا، ہم اب ان دار ہیں۔ اس کو کھولا نہیں۔

ہم نے سوچا جب کسی کو یاد آئے گا پھر لفظ آکر لے جائے گا۔“

نرین کے چہرے پر کسی قدر ہوش کے آثار پیدا ہو گئے۔ اس نے

کھانا کھاتے کھاتے اچھ صاف کے عجیب سے پس نکالا اور پانچ ہزار

کے نوٹ نکال کر میز پر رکھتے ہوئے بولا۔

”سڑی سوزا اگر آپ مجھے وہ لفظ دے دیں تو یہ روپیہ آپ

کا ہے۔“

”لیکن اگر اس کا اصل ملک مانگئے آگیا تو ہم اس کو کہاں لے گئے؟“

”اگر وہ لفظ غلطی کا ہے تو اس میں ضرور میرے کاغذات ہوں گے

اگر وہ لفظ غلطی کا نہیں تو میں وہ لفظ آپ کو واپس کر دوں گا۔ دوسرا

موجود تو میں یہ روپیہ آپ کا ہوں گا۔“

”سڑی سوزا کی آنکھوں میں تیز چمک پیدا ہو گئی۔ وہ دوبارہ

سوچنے لگے۔“

”یہ تم بہت مال دار آدمی معلوم ہوتے ہو۔“

”مال داد تو نہیں، مگر میرے لئے ان کاغذات کی بہت قیمت ہے۔“

”ہم کو پہلے معلوم تھا کہ تم کی بڑے گھر کے آدمی ہو۔ تمہارے

چہرے سے شرافت چلتی تھی۔ اس لئے ہم نے یہی سوچا کہ ہمیں کمرہ دے

دیا تھا۔ تم کھانا کھاؤ، ہم ابھی لفظ ڈھونڈتے ہیں۔“

”کیا غلطی کے جانے کے بعد پوچس یہاں آئی تھی؟ نرین نے پوچھا

”نہیں تو۔“

”غلطی کے جانے کے بعد کوئی اور غیب واقعہ پیش آیا تھا؟“

”ہاں غلطی کے جانے کے بعد کوئی اور غیب واقعہ پیش آیا تھا۔“

”میرا اسلار فیر غراب رکھنے تھے؟“

کو یہ کس لئے رکھا ہے۔ اس لئے ہم نے اسی کو بول دیا۔  
یعنی نے ہمارے پاس کچھ نہیں رکھا، اگر اس نے رکھا ہے تو اس  
کو کھو کر وہ خود آکر تلے اس نے نہیں کیا دیتا تھا  
نہیں نے اس طرح سہارا پایا ہے وہ پوری طرح مطمئن ہو بھر نفاذ  
جیب میں رکھ کر لے لیا۔

”اچھا سڑی سوزا۔ اب صبح ناشتہ پر ملاقات ہوگی، اگر ناہٹ  
بہر کردہ اپنے کمرے کی آگیا۔

کہ اندر سے بند کر کے اس نے بہت احتیاط سے نفاذ کھولا  
سادہ کاغذ کی کچھ تہوں میں نفاذ پکڑ رکھے۔

نہیں تیسرے ناکت کلب میں چار چار روپے جوا، کھلانے  
والی شیشیوں پر مار چکا تھا۔ دولت شیشی پر کھڑے اسے دس منٹ ہی  
گزرے تھے کہ کسی نے اس کے کاندر سے پر ہاتھ رکھ دیا اس نے پٹ  
کر دیکھا۔ ایک اجنبی شخص نے مسکرا کر کہا۔

”آپ اپنا وقت ضائع کر رہے ہیں۔ شیشی سے آپ کبھی نہیں  
جیت سکتے۔ قسمت ہی اتنی ہی ہے تو دوسرے راستے اختیار کیجئے۔“

نہیں نے اس کے چہرے پر نظر کی جاتے ہوئے کہا۔ ”آپ  
کا مطلب ہے؟“

”ہاں۔“ ”تاہم اس انسان دماغ تو اسماعیل کر سکتا ہے۔“  
”کیا یہاں تلاش کی جاتی ہے۔ میں نے یہی سنا ہے کہ یہاں اس شخص نے بہت سے  
معزز اور دولت مندوں کیلئے آئے ہیں۔ آدمی بھلا ہر قورات کبر  
میں کھڑی کن کر رکھ سکتا ہے۔“

نہیں کا دماغ کچھ بڑی طرح کام کر رہا تھا۔ اس نے سوچا یہ  
وہ کو بھی ہو سکتا ہے اس کو کچھ اسنے کی چال ہو سکتی ہے۔

اس نے کانوں کو اُچکا کر کہا، ”آپ مجھ کو وہاں لے جاسکتے  
ہیں۔“ بڑی خوشی سے۔ ”آئیے تشریف لائیے۔“

نہیں اس کے ساتھ مل دیا کلب سے باہر آکر اس شخص نے  
ایک شیشی روٹی اور گارڈی میں بیٹھ کر ایک کلب کا نام بتایا، ”شیشی چل چکا  
دس منٹ بعد شیشی کئی کلب کے ساتھ جا کر رک گئی نہ نہیں  
نے شیشی کا گرایا۔ اگر اندر چلا تو اس شخص نے انکار کر دیا اور گرایا  
ہوئے بولا۔

”آپ کچھ دار آدمی ہیں۔ اس وقت تک کچھ گئے ہوں گے کہ  
میں ایکٹ ہوں۔ مجھے شیشیوں کو بہل تک لانے کا شیشی قتل ہے۔“

نہیں نے کوئی جواب نہ دیا۔  
کلب کے پہلے میں ایل بار تھا۔ بارے گزرتے ہوئے اس  
شخص نے کہا۔

چیز میرے ساتھ آئی ہے۔  
وہ ایک زینے کے ذریعے اوپر کی منزل پر پہنچا۔ زینے پر دو

”لوگر۔“ نہ نہیں نے میرے کہا۔  
”ہاں۔“ مدعا مل کو گولڈے سارا فخر توڑی لایا، جسے اندیشے  
مک جیتے کاٹ ڈالے۔

”یعنی کے مانے کے کئے دن بعد کی بات ہے۔“  
”جس رات وہ نہیں آئی اس سے آگے رات کی۔“

”کیا فیملی نے اپنے جانے کے بارے میں اسے کچھ کہا تھا۔“  
”نہیں کچھ نہیں۔ بس وہ اچانک غائب ہو گئی۔“

”اور اس کا سامان۔“  
”اس کا سامان چور لے گئے تھے۔“

”تو کیا آپ نے پولیس کو جوری کی اطلاع کی تھی۔“  
”ہاں کی تھی۔“ ایک انسپٹر آیا تھا۔ وہ گھڑ بھر ہار لے کر  
چلا گیا۔

”کیا وہ انسپٹر منگام تھا۔“  
”نہیں۔“ اس کا اسسٹنٹ تھا۔

”انسپٹر کو بھی۔“  
”ہاں، شاید یہی نام تھا۔“

”نہیں کی انھوں میں کچھ تھک پیدا ہو گئی تھی۔“ کچھ ختم ہو گیا تو اس  
نے ہاتھ دھر کر کہا۔

”کیا اس آپ کے ساتھ سیلف کے کمرے میں چل سکتا ہوں۔“  
”ہاں، ہاں آواز۔ تم شریف آدمی ہو تم سے کیا ڈر۔“ پھر ہانسی سین

میں کچھ ایل دولت نہیں ہے۔ ہم بیہ ہے پی انگ گیٹ رکھ کر پی پنا  
پیت بھرے ہیں۔

”بائیں کرتے ہوئے سڑی سوزا اپنے بیڑہ میں آئی۔ اس کی  
سیف دیوار سنٹ تھی۔ اس نے سیف کھولی کچھ دیر تلاش کرتی رہی پھر  
ایک چور نفاذ بند نکال کر بولی۔

”یہ ہے وہ نفاذ۔“  
نفاذ نے کانگ کان پر چکا تھا۔ اس پر کچھ بھی نہیں کھا تھا نہ نہیں  
نے نفاذ لیتے ہوئے کہا۔

”میں اپنے کمرے میں جا کر اس کے کاغذات دیکھتا ہوں، اگر اس  
میں میرے کاغذات ہوئے تو رکھ لوں گا۔“ وہ نفاذ بند کروں گا۔

”بتا رہے کاغذات نہ ہوئے تو وہ روپیہ پھر بھی ہمارا ہوگا۔“  
”میں سڑی سوزا وہ روپیہ اب آپ کا ہے۔“ ایک سیٹ اپ دیکھتے

کیا کسی کوئی اور شخص بھی، پوچھے آیا ہے کہ کسی آپ کے پاس کوئی پیسہ نہ  
رکھ گئی تھی یا نہیں۔“

”میں۔“ ایک بار ایک آدمی آیا تھا وہ خود کوغنی کا دوست بتاتا تھا  
اس نے کہا بھی کا خط آیا ہے۔ اس نے کھا ہے کہ وہ ایک چیز مایہ سے

اس کو رکھ گئے تھے۔ اس نفاذ کے بارے میں نہیں دیکھا ہی نہیں تھا



کو کیوں قتل کیا تھا۔ سنوٹوش نے اپنی مہربانی سے سادھو کے تہاڑی فطرت سے واقف ہو چکی تھی وہ جانتی تھی کہ اپنے سر پر چلی ہوئی کڑی باندھی پسند نہیں کرتے۔ تم ایسی تمام کمزور اور کمزور کو ختم کر دینے پر تمہارے اسے تم کو سمجھنے پر کہ کبھی تمہارے لئے خطرہ بن سکتی ہیں۔ سنوٹوش تمہاری اڑنٹریا پر کسی بونے کی دیکھ کر راز کو جانتی تھی۔ اسے اپنی جان کا خطرہ تھا اس لئے اس نے تمہارے خلاف تمام مثبت عمل کر کے ایک تمام لفاظی اس کی قیاد کو بھیج دیا تھا اور پھر شاید اس نے نہیں وارنٹ دینے کے لئے تیار ہوا مگر تم نے بھی اس کو قتل کرنے کی کوشش کی تو تم بھی دیکھ سکتے تھے۔ تم نے اپنے طور پر کوشش کی۔ پولیس میں سب انسپکٹر بھی تمہارا آدمی تھا۔ ان سے نہیں معلوم ہو گا کہ قیاد صاحب کو واقعی ایک لفاظی ہے۔ چنانچہ تم نے ایک برسرے کی شکار کھینے کا پروگرام بنایا۔ انسپکٹر کا بھی لے قیاد صاحب کو اس لفاظی کے اور تمہارے بارے میں کچھ راز بتا کر کہا کہ وہ اپنے دشمن ہیں انہیں تو دیکھو اور ثبوت پیش کر کے گا۔ ساتھ ہی اس نے کہا مگر وہ لفاظی بھی لیتے آئے۔ قیاد صاحب اپنے ایک ماتحت پر تو ہر دوسری دیکھتے تھے۔ اس لئے وہ لفاظی کے دفتر پہنچ گئے۔ جہاں شاید تم ان کے منظر تھے۔ جیسے مخالفت کے لئے جو راپور ایک سے لایا تھا تم نے وہ دیکھا۔ پہلے سے چڑا دیا تھا اس راپور سے تم نے قیاد صاحب کو قتل کیا تھا۔ پھر کئی عرصت سنوٹوش والا لفاظی کے قتل سے بدلے سے انسپکٹر کو بھی نے سارے ثبوت متاثر کر دہ راپور دہاں رکھ دیا۔ جس سے تم نے گولت چلائی تھی اور میں پریری انگلیوں کے نشانات موجود تھے۔ کیوں میں شک کی کہ وہ قیاد صاحب پر ہوا تھا۔

میں کیسے معلوم ہوا؟  
 "قیاد صاحب کی بیوی سے۔ لفاظی پر سنوٹوش نام لکھا تھا۔ میں نے کھتے میں اپنے دوست کو کچھ کہہ کر تمہارے بارے میں پچھان میں کرانی اور سنوٹوش کے بارے میں بھی پتہ چلا کہ کھتے چھوڑنے سے پہلے سنوٹوش نام کی ایک راز کو تم اپنی چوتھی بیوی بتاتے تھے۔"

گھوٹی نے کہا "تم مجھے حیران کر دیا ہے۔ زرنجن پانچ سال پہلے تم اتنے دہین تھے خائن بہادر۔ تم میں زبردست تبدیلی آئی۔ مگر انصاف سے تبدیلی اب بے کار ہے۔ کیوں کہ تمہاری زندگی کی انصافی رات ہے۔ اب تک جنہیں اس نے نظر انداز کر رہا تھا کہیں بھیجا جلد یاد دہرتم خود پھانسی پا جاؤ گے لیکن اب مجھے یقین ہو گیا کہ تم فخر بن گئے ہو۔ اس لئے آج رات نہیں تم کو ہر زوری ہے۔"

"ایک دل چپ بات بتاؤں؟ زرنجن بولا۔"

"ہاں۔"

"تم سمجھ رہے ہو کہ تمہارا رینٹ مجھے پھانسی کر لایا ہے۔"

جس نے کہہ کر اس خود تم سے ملے آیا ہوا؟

نہ صورت شخص کھڑے تھے۔ اس کے رہبر نے ان شخصوں سے کہا "ہاں کے غصے آؤ گی ہیں۔"

"اوکے۔" ان میں سے ایک بولا۔

ادریز گیلی کے آخری سرے پر ایک دروازہ تھا۔ دروازے کے پاس پہنچ کر اس نے کہا۔

"بیٹرا اندر چلیے۔"

زرنجن دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔ اندر قدم رکھتے ہی وہ جھبکا دوسرے ہی لمحے اس کی کرکٹ راپور کی مال چھیتی ہوئی محسوس ہوئی اور اس کے رہبر نے کہا۔

"آگے بڑھتے رہو۔"

میدان زرنجن کرے میں داخل ہو گیا۔ اپنے پیچھے اس نے دروازہ بند کرنے کی آواز سنی۔ زرنجن کے سارے جسم میں سنسنی کی دوڑ گئی اس کی طبیعت میں ڈانچہ برپا ہوئی تھی۔ سب اس کو کھانسنے کا چال تھا۔ کرے میں تین آدمی بیٹھے تھے۔ گھوٹی، راجو اور زمیر اور انھیں تھا جو زرنجن کے انھوں زرنجن ہوا تھا۔ جس کے دوسرا تھیلوں کی لاشیں اب پرے سے کرے گھر میں تھیں۔ اس کے اچھے پر پتی بندھی تھی۔

زرنجن نے مسکرا کر کہا "ہیلو دوستو۔"

اس کو لانے والے شخص نے راپور اس کی کرے لگاتے ہوئے کہا۔

"نومر گھوٹی، میں نے اپنا فرض پورا کر دیا۔ یہ اب تمہارے حوالے ہے۔ ہاں نے کہا ہے کہ قانون کا انشا کر کے کی عزت نہیں، اس کو آج ہی قتل کر دیا جائے۔"

جس کے اچھے پر پتی بندھی تھی اس نے ماتحت میں کہنا۔  
 "ہاں کا مجھے سے کہا گیا ہے کہ آدمی نوکری کی طرح ڈر پرک ہے۔ میں نے تو چینی کی طرح خطرناک تھا۔ میں اس کو اپنے تھیلوں سے قتل کر دیا۔ زرنجن نے گھوٹی کے چہرے پر لکھ لکھ جاتے ہوئے کہا "تو اس ہاں تم بھی نہیں ہو گھوٹی۔"

شہاب گھوٹی بولا "میں نے پانچ سال پہلے تم پر دم کھا کر عزت غلط کی تھی۔ لاش میں اس وقت نہیں قتل کر دیتا تو آج بیچ بخت ہوتا۔ لیکن اب مجھے نہیں یگ۔ بتا رہی موت خود ہی نہیں کھینچ لاتی ہے۔"

تم شک کیے ہو گھوٹی۔ زرنجن بولا "میں پانچ سال پہلے ہی مجھے قتل کرنا چاہتا تھا۔ جس طرح تم نے اپنی چوتھی بیوی کی عزت سنوٹوش کو قتل کر کے اس کی لاش فاسق کر دی تھی۔"

گھوٹی نے اس کی طرف گھڑ کر دیکھا اور فطرت بھرے لہجے میں بولا "تو میں نے بھی معلوم ہو چکا ہے۔"

مجھے اور بھی بہت کچھ معلوم ہے گھوٹی۔ میں جانتا ہوں کہ تم نے سنوٹوش عزت کو کیوں قتل کیا تھا۔ مجھے معلوم ہے کہ تم نے اپنی پانی

لاگو کو بھی اس لئے وہی پتہ بتا کر ٹھیک ایک گھنٹہ میں پہنچے کہ کہا تھا  
فون کرنے کے بعد اس نے غلطی کی اور ایک پتہ بتا دیا جسکی  
ایک کوٹھی کے قریب پہنچی تو اس نے کہا۔

”بس بیڑی حرکت پر روک لو۔“  
کراہے کر ٹھیک چلی گئی تو وہ کوٹھی کی طرف بڑھا۔ کوٹھی میں اندر  
تھا۔ وہ گھوم کر کچھل کر طرف آیا۔ اوھر ایک کمرے میں روشنی تھی ایک  
کھڑکی کھلی تھی اور ایک بے قد کا ڈی اندر ٹھیل رہا تھا۔ اس نے کوٹھی  
کے پچھلے دروازے پر دست دیا۔  
کچھ دیر بعد قدموں کی چاپ سنائی دی۔ دروازہ کھلا۔

”تم۔“ وہ دروازہ کھولنے والے نے جبر سے پر حیرت تھی یہاں  
گھٹا تھا جیسے کسی کا غلط تھا۔ لیکن نرینہ کا نہیں تھا۔  
”اے۔“ مشرہ بجا کر کیا میں اُردا آسکا ہوں، آپ سے کچھ ضروری  
باتیں کرنی ہیں۔“

”اے اے اے۔“ اندر آؤ۔“ مینو نے بڑے ہی اخلاق سے  
کہا اور اس کمرے میں لے آیا، جس میں وہ ٹھیل رہا تھا۔  
”میشو۔“ وہ ایک کرسی کی طرف اشارہ کیا جس کی پیچھے کھڑکی کی  
طرف تھی۔ نرینہ اس کرسی پر بیٹھ گیا۔ بنگ مشرہ بجا کر اس کے سامنے  
بیٹھ گیا تو نرینہ نے کہا۔

”مشرہ بجا کر، گنگولی اور راجو مرچکے ہیں۔ برج بھی مرچکا ہے  
اور باہر سے جو تین بدعاش مجھے قتل کرنے کے لئے بلائے گئے تھے وہ  
بھی مرچکے ہیں۔“

”یہ تم کیا کہہ رہے ہو۔“ پر بھانک کر حیرت اور خوف سے  
فلی جلی آواز میں کہا۔

”نرینہ نے فیب سے دوا استعمال شدہ گولیاں نکال کر میز پر  
ڈالتے ہوئے کہا۔

”یہ وہ گولیاں ہیں جو پہلے دن کی لائبریری کے باہر چھپا دی گئی  
تھیں۔ مجھے یقین ہے وہ دراصل آپ نے چھپائی ہیں ہوگی۔“  
پر بھانک کر کہیے اٹھ کھڑا ہوا اور بولا۔ ”یہ تم کیا کہہ رہے ہو۔  
کیا ہمارا دماغ خواب ہو گیا ہے۔“

”اب ڈرامہ جمع ہو چکا ہے پر بھانک کر“ نرینہ بولا۔ ”ہمارے ملے  
ساتھی مرچکے ہیں، حیرت تم کرنے کے لئے بنی ہو۔ میری فیب میں وہ قبر بنا  
ہی۔ جن سے ایک میل کر کے گنگولی نے نہیں بلکہ سے ہیں لاکھ نہیں گنے  
پر مجبور کیا۔ تہا دی رتھو میں غنی کے ساتھ ہی۔ غلطی جس کا اس ہم نشین  
تھا جو کلکتہ کی رہنے والی تھی اور گنگولی کی داشتہ بوری تھی۔ دراصل گنگولی  
کلکتہ سے ڈر کر بھاگ کر آیا تھا تو اس کے اس نئے سرے سے کاروبار  
شروع کرنے کو رو پڑیں تھیں مگر ایک خوبصورت بیری تھی خوش قسمتی  
سے ان ہی دنوں میں ایک سیکریٹری کی ضرورت تھی۔ اس نے سنوٹش

”کیوں۔“  
”تمہیں فون کرنے کے لئے کیوں کر تیار ہے جیسے کا مقصد فون پر  
چکا ہے۔ آج رات میرے لئے آخری رات نہیں۔ تیار رہے  
آخری رات ہے۔“

اس پر راجو نے ایک قہقہہ لگا دیا اور پھر بولا۔  
”سنام نے گنگولی۔“ یہ بھی اچھا مذاق ہے، یہ کہتا ہے کہ آج  
رات ہماری آخری رات ہے جب کہ ہم چاہیں تو ابھی اس کو نہیں فون کر  
سکتے ہیں کیونکہ اس کے خون سے پہلے کا فون خراب ہی نہیں کرنا چاہتے۔  
یہ کہہ کر راجو نے اس آدمی سے کہا جو دیواروں کی کی کر رہے تھے  
کھڑا تھا۔ ”برج تم نے اس کی تلاش کی۔“

”ابھی نہیں۔“ یہ کہہ کر برج نے دیواروں کی کی کر رہے لگائے  
ہوئے اس کی جیب میں ہاتھ ڈالا۔

نرینہ نے اچانک خود کو کھینچ لیا اور اس کا وہ ہاتھ جس کی  
جیب میں تھا پکڑ کر ایک واڈ کیا۔ برج کا دم دائرہ بنا ہوا میز پر  
جا کر پڑا۔ اتنی ہیوں نرینہ کا ہاتھ دوسری جیب میں گیا۔ اس نے  
دیواروں باہر نہیں نکالا۔ جیب میں رکھے رکھے چار فائز لگے

اسے اپنے نفل سے اس قدر مجبور تھا کہ اس نے پانچویں  
گولی چلا سنے کا ضرورت بھی دیکھی اور دفعی چاروں گولیاں چاروں  
بدعاشوں کے سروں پر گئیں اور وہ چاروں کوئی آٹھ منٹ سے نکلے بغیر  
وہیں ختم ہو گئے۔

گولوں کی آواز شاید باہر کھڑے چندوں نے سن لی تھی۔ باہر  
بھاگتے قدموں کی چاپ سنائی دی۔ پھر کسی نے دروازہ کھٹکھا کر کہا۔  
”کیا ہوا اندر حیرت قہر۔“

”نرینہ نے دروازہ کھول کر کہا۔“ حیرت نہیں ہے۔“ یہ کہتے  
ہوئے اس نے دونوں کے سر پکڑ کر پوری قوت سے ٹکراتے دو تڑبڑ  
چھلانے کی آواز پیدا ہوئی۔ دونوں کے منہ سے گنگولی ہوتی چھٹیں نکلیں  
اور وہ دونوں بھی بے ہوش ہو کر گر پڑے۔

نرینہ نے ایک نظر چاروں طرف بکھری لاشوں کو دیکھا۔  
ایک باز کا نہ حوں کو اچھایا۔ پھر زینہ کی طرف پل دیا۔

کلب سے باہر آکر ایک سسٹورائن سے اس نے تین فون لگائے  
پہلے بھولنہ اسکا فون لگ کر یہ کہہ کر ۳۴ میں فون کیا پھر لاگو فونوں  
کیا۔ آخر میں اس کے سرنگرام کو فون کرتے ہوئے اس نے کہا۔  
”اسٹیشن میں ایک پڑتا ہوں۔“ ٹھیک ایک گھنٹہ بعد اس  
مگر پہنچ جانا۔ میں پھر ٹکڑے ہوئیں قاور صاحب کا اصل قاتل تھا  
ملائے کر دوں گا۔  
اس سے پہلے کہ اسٹیشن کوئی سال کرنا اس نے فون بند کیا۔

کو بھیج دیا۔ سنووش عورت نئی نے یقیناً پہلی ملاقات میں ہی تم پر ڈر ڈال کر اپنا گردہ بنا لیا تھا۔ اس لئے تم نے اسے ڈر رکھ لیا۔ کچھ دن بعد بنی نئی مہاروی کو بھی پرچوری چوری نائیک گزارنے لگیں۔ گنگولی نے تباری تصویریں بنانا شروع کر دیں اور پھر ایک دن تصویریں دکھا کر تینیں بھوریا کو جس لاکھ روپے تک سے اعزاز کر کے اس کو دو۔ اس نے شاید تم سے وعدہ کیا ہوگا کہ لاڈ بار کسے گا اور دھیرے دھیرے دو پیسہ واپس کرے گا یا تین اپنا پارٹنر بنے گا۔ تم بھوریتے۔ اس لئے تم نے دو پیر تک سے بغیر حساب کے نکال کر گنگولی کو دے دیا جس سے گنگولی نے اپنے کب مشر عن کے۔ سال میں ایک بار تک کے حسابات کی جانچ کر بولی ہے وہ وقت آیا تو تم نے گنگولی کو اپنی شکل بنائی گنگولی نے تجویر بنائی کہ تم کمالوں میں دو بدل کو کہ انعام کچھ پر نگاہ دو متی گواہ بن جائے گی۔ کیوں کہ سازش کے تحت اس دوران نئی نے کچھ سے جنت کا کھین شروع کر دیا تھا۔ اس لئے اس کی بات کو کوئی غلط نہیں کہہ سکتا تھا۔ چنانچہ تم نے تین کا انعام میرے ذمے ڈالنے کے لئے کمالوں میں دو بدل کر دی۔

”اوسر گنگولی کے کہوں میں ہر طرح کے ناہاتو کام ہونے لگے، تو پیرنڈرنت پولیس قادر گنگولی کے پیچھے پڑ گئے۔ لیکن گنگولی بڑے کار تھا وہ بہت محتاط ہو کر کام کر رہا تھا۔“

”پھر کیا ہو جائے پیرنڈرنت یا تو سنووش عورت نئی کا گنگولی سے جھگڑا ہو گیا یا گنگولی نے پیرنڈرنت سے سب سے کمزور کر دی ہے۔ وہ کسی دھڑکتی نہیں چھٹا سکتی ہے۔ اس لئے اس کو رولتے سے ہٹا دیا جاتے۔ شاید نئی کو یہ بات معلوم ہوئی اور اس نے اپنی مخالفت کے لئے تبار سے دو فوٹو قادر صاحب کو بھیج دیے۔ جن کے ذریعے اس نے تینیں ایک میل کیا تھا۔ ٹیکسٹ اس نے ایک اور جگہ چھپا دیے۔ قادر صاحب اسٹیکر لگا کر بھی پیرنڈرنت کے تھے۔ انہوں نے گنگولی کو اس غلطی کے بارے میں بتا دیا جو نئی نے سنووش کے نام سے ان کو بھیجا تھا۔ گنگولی نے وہ بات گنگولی کو بتادی گنگولی خوف زدہ ہو گیا۔ اب اس کے پاس ایک لاکھ روپے کی چارہ نہیں تھا کہ وہ قادر صاحب کو قرض کر کے وہ غافرواں کرے۔ چنانچہ اس نے گنگولی کے ذریعے قادر صاحب کو ان کے دفتر جو رہا تھا بھیجی نئی کوئی ایسا باز کاہر جس کی وجہ سے وہ غمیلا تھا بھلے کر آگئے۔ گنگولی نے بلا بھیجی موجودگی میں گنگولی نے قادر صاحب کو قرض کر کے میرا لٹو دوں ڈال دیا جس پر پیرنڈرنت گنگولیوں کے نشانہ بن گئے۔ اس کے بعد گنگولی نے مجھے پتہ چلا کہ میرا ہمدردی کہ کب کہ میرے خلاف تمام ثبوت پولیس کو مل چکے ہیں۔ اگر میں زندگی چاہتا ہوں تو فوراً شرابی سے چلا جاؤں اور کبھی پہل کار رخ نہ کروں تم اور گنگولی مجھے اجنبی سمجھتے تھے اس لئے تم نے مجھے قتل کرنے کی ضرورت محسوس نہ کی البتہ جب قادر صاحب دسے غافلے میں ان تین پیرنڈرنت

کے ٹیکسٹ دے دو تین نکر ہوتی۔ گنگولی پہلے تو چکے چکے ٹیکسٹ کو اس کرنا مارا۔ پھر اس نے نئی کو غائب کر دیا۔ یقیناً اس نے یہ جاننے چکے کہ ٹیکسٹ کہاں ہیں۔ اس کو مارا چکی کیا ہوگا۔ گنگولی جانی بھی ٹیکسٹ گنگولی کے ہاتھ پڑ گئے تو اس کی موت یقینی ہے۔ اس عالم میں شاید کبھی بعد میں گنگولی نے اپنے آدمی بھیج کر نئی کے کمرے میں وہی ٹیکسٹ تلاش کرائے، لیکن اے نہیں۔“

”نومر پر جاکر تبار سے تمام ساتھی مرچکے ہیں تو ہاری مشر عنیت ختم ہو چکی ہے۔ اب صرف تم رہے ہو۔“

”کھٹو کرتے ہوئے نرسن کی نظریں پر بھار کے چہرے پر دبی ہوئی تھیں۔ پر بھار کی آنکھوں میں تیز چمک پیدا ہوئی تھی۔ اس کے چہرے پر محنت کے آثار نہیں رہے تھے۔ نرسن حیران تھا کہ اچانک یہ تبدیلی کیسے آئی۔ کیوں کہ اسے تو غورزدہ ہو جانا چاہیے تھا۔ پھر ایک مہم طبی اور پرسکون کیوں ہو گیا۔ فوراً ہی دوجہ چمک گیا۔ اس نے خود سے کہا۔“

”میں اچھی ہوں، مجھے پہلے ہی سوچنا چاہیے تھا۔ اسے اپنے ساتھی کا اخفا تھا۔ وہ ساتھی آگیا ہے اور میرے پیچھے کھڑی میں کھڑا ہے۔ اس کے ہاتھ میں یقیناً ریلو اور ہوگا۔ اس لئے پر بھار کہنے لگا اور ملحق ہو گیا ہے۔“

نرسن کا دماغ تیز کیسے کام کرنے لگا۔ اس وقت اس کی زندگی سخت خطرے میں تھی۔ اس کی جب میں بھی ریلو اور تھا لیکن وہ جانتا تھا کھڑی میں جو کوئی بھی کھڑا ہے اس کو ریلو اور نکالے گا۔ نرسن نہیں دے گا، گولی کھائی اس کی بھی چل سکتی ہے۔ اسے ایسا محسوس ہونے لگا۔ جیسے موت اس کے پیچھے کھڑی ہو اور وہ موت کی سانس اپنی گردن پر محسوس کر رہا ہو۔

”کچھ دیر کے بعد میں خاموشی چھائی رہی پھر پر بھار کو بولا۔“

”آل راست نرسن، میں تسلیم کرتا ہوں کہ تم نے حالات کا صحیح اندازہ لگایا۔“

”تم واقعی خطرہ لگائے ہو جس دن تم شوالی آتے تھے میں ہی دن سمجھ گیا تھا کہ تم کو کوئی فیصلہ کر کے آتے ہو۔ اس لئے خطرہ لگ چکے تھے۔ میں نے گنگولی سے کہا تھا کہ فوراً تینیں قتل کر دے۔ لیکن گنگولی احمق تھا وہ چاہتا تھا کہ قاتل کے ہاتھوں قتل ہو جائے تو ہر طرح لیکن مجھے خطرہ کا احساس تھا اس لئے اگلے دن میں خود ہتلاہ دینا چاہتا تھا۔ کرنا مارا اور جب تم لاہور میں تھے تو میں سمجھ گیا کہ تم کیسے لگے ہو، دہلی مجھے تم پر گولی چلائے گا۔ مگر تم خوش قسمت تھے پنج لگے۔ بھوریا میں نے اپنے طور پر ان تین آدمیوں کو لہا یا جن کو تم نے قتل کر دیا۔“

عجیب بات یہ ہے کہ پانچ سال پہلے تم احمق اور بزدل انسان تھے۔ اب تم خطرہ کا محسوس ذہین اور ہلکے شخص بن چکے ہو۔ یہ تبدیلی

یہ کھڑکی میں تھا۔

”باہر کون ہے؟“ اس کے سرنگھام نے جرت سے سوال کیا۔

”پہلے آپ پر بھار کو جھکائی پہنا دیجئے۔ پھر میں تفصیل سے

سب کچھ بتا دوں گا۔ میری جیب میں ایک اینکروٹپ رکھا رکھا ہے،

جس پر بھار کا انہی حرم رکھا رکھے؟“

”اب تم تفصیل سے بتاؤ، زینب! لاگو کر لا۔“

”ابھی نہیں۔ آپ لوگ صحت پانچ منٹ کے لئے اور اجازت

دیں۔ میں ابھی آپ کو کچھ حیرت انگیز واقعات بتاؤں گا۔ آپ بیٹھے

میں ابھی آیا، ذرا باہر دو دم جا رہا ہوں۔“

کمرے کے ساتھ ہی باہر دو دم تھا۔ وہ باہر دو دم کا دروازہ کھول

کر اندر چلا گیا۔ انیسٹر سنگھام اور لاگو خاموش کھڑے کبھی کھڑکی کی طرف،

کبھی باہر دو دم کے دروازے کی طرف دیکھتے رہے۔ کوئی پانچ منٹ

بعد آخر باہر دو دم کا دروازہ کھلا۔ لیکن باہر دو دم سے کھنکھارے والے شخص نے

نہیں تھا۔ بالکل مختلف شخص تھا اگرچہ اس کے ہنسنے پر لباس ادبی تھا۔

انیسٹر نے چونک کر حیرت سے کہا: ”آپ کون ہیں۔ اور

زینب کہاں گیا۔“

چھٹی شخص نے جیب سے ایک کارڈ نکال کر انیسٹر کی جانب

پڑھاتے ہوئے کہا۔

”میرا شناختی ہے۔ اس کو لا نظر فرمائیے۔“

انیسٹر نے کارڈ دیکھا۔ کچھ دیر تک اس نے بھاؤ و حیرت سے کارڈ

دیکھا۔ پھر ایک دم کھڑے ہو کر فریڈل کی طرح سیٹھ مار کر بولا۔

”اوہ سب آپ کرن زائد ہیں۔“

”کرن زائد۔“ لاگو نے بھی چونک کر کہا۔ ”ان ٹیلی فون کے مشین

کرن زائد۔“

”وی۔“ زائد نے مسکرا کر کہا،

پھر زائد نے کھڑکی کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ ”باہر میری سڑکی

سیا کھڑی ہے۔“ یہ اب تم اندر آ جاؤ۔“

دوسرے ہی لمحہ کھڑکی میں سنا نظر آئی۔ اس نے چھلانگ لگائی

اور اندر آ گئی۔

”کلا بھی کو کیا حال ہے، کیا وہ مر گیا ہے؟“

”نہیں صحت بے ہوش ہوا ہے۔“

”کلا بھی؟“ انیسٹر سنگھام نے گھٹی ہوتی آواز میں کہا۔

”جی ہاں۔ سب انیسٹر کو کلا بھی پر بھار کا اینکروٹپ کی سند تک

کا ایک صبر تھا۔“

لاگو حیرت بھری آواز سے بولا۔ ”آپ اگر کرن زائد ہیں تو زینب

کہاں گیا۔“

”اس زینب اس وقت وہی میں میری کونھی پر ہے۔ ابھی جو

یہ آئی ہاں کے بارے میں اب بحث کا وقت نہیں رہا۔ لیکن کوئی

دلی غصہ کی بھی ایک حد ہوتی ہے۔ بہتاری غرض غصہ کی حد بھی اب

تم پہنچی ہے۔ زینب وہ لوگ ب مر گئے۔ بڑی روت میری نہیں

بناری ہوئی صبح چھ تو اب صبح سے یہ اچھا ہی ہوا کہیں کہ لنگھتی کے

رہنے کے بعد پوری سنگھیت پر میرا فیض ہوگا۔ میں اکیلا باس ہوں گا۔“

یہ کہہ کر اس نے زینب کے چہرے سے نظریں اٹھائے بغیر کہا،

”ٹھیک ہے کلا بھی تم اس کو یہیں محکم کرو۔ ہم اب اونٹنوں

پر نہیں سہکتے۔“

زینب نے دلی دلی میں کہا۔ ”تو یہ بات ہے۔ باہر کھڑکی میں

کلا بھی ہے۔ سب انیسٹر کلا بھی۔“

یہ سچے ہوئے اس نے خود کو اس کرسی سے نیچے گرا دیا جس

پر بیٹھا تھا۔

گولی چلنے کا دھماکا ہوا۔ ایک انسانی پنج بھی سنائی دی۔ دھماکا

کب سے باہر ہوا تھا۔

”کیا ہوا۔“ گولن ہے باہر کلا بھی کیا ہوا۔ پر بھار نے گھبراہٹ

ہوئی آواز میں کہا۔

جواب میں ایک زنا آواز نے کہا۔

”کلا بھی اب بھی کوئی چلا سکے گا۔ پر بھار اور تم میرے رہناؤ

کے نشانی پر ہو، اگر ذرا بھی جتن کی تو میں گولی چلا دوں گی۔“

ایک لمحے کے لئے کمرے میں سنا چھان گیا۔ پھر زینب مسکراتا ہوا

اٹھا اور کھڑکی کی طرف منہ کر کے بولا۔

”تھیکس ڈار فلک۔“

اسی وقت گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دی۔ زینب نے بھر کھڑکی کی

منہ کر کے کہا۔

”میرا خیال ہے انیسٹر سنگھام لاگو آگیا ہے۔ تم پر بھار کو نشانہ

بنائے رہو۔ میں دروازہ کھول کر آتا ہوں۔“

”او۔ کے ہاں۔“ کھڑکی سے باہر زنا آواز نے کہا۔

زینب کو بھی کا دروازہ کھولنے لگا

لاگو اور انیسٹر سنگھام ایک ساتھ آئے تھے۔ کمرے میں داخل

ہو کر انہوں نے پر بھار کو دونوں ہاتھ اوپر اٹھائے کھڑے دیکھا تو

انیسٹر سنگھام حیرت سے بولا۔

”بہال کیا ہو رہا ہے۔“

باہر سے ہی زنا آواز نے کہا۔ ”میں نے پر بھار کو اپنے رہناؤ

کا نشانہ بنا رکھا ہے۔ پھر پہلے آپ ان کو جھکائی پہنا دیں۔ آپ

کا اصل حرم پر بھار ہی ہے۔“

بولنے والی کا چہرہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ البتہ ایک ہاتھ دیکھ

نہیں رہیں تھادہ میں ہی تھا۔

”آپ تھے۔“ ”اگوتے بے اعتباری کے جو میں کہا۔

”ہاں میرے چہرے پر ردِ اصل پلاسٹک سرجری کا میک اپ تھا۔ یہ پلاسٹک سرجری کی طرح کی ہڈی ایک چیز ہے۔ جسے ہمارے منہ کے سانس دہانوں نے ایک جاکو کیا ہے۔ ہاتھ روم میں وہی میک اپ کاٹا

گیا تھا۔“

”اس بات پر کہ جس زینن کو آپ جانتے ہیں وہ کبھی میسر

کون نہ ہو رہ چکا ہے۔ ابھی ایک مہینہ پہلے اتفاق سے اس کی ملاقات مجھ سے ہو گئی ہے چارہ بہت بری حالت میں تھا۔ وہ خود کو قاتل سمجھ کر چپا چپا پھر رہا تھا۔ میں اس کو اپنے گھر لے گیا وہاں اس نے روزِ یکم مجھے سارا اصل سنایا اس طرح دو جگہ میں ذکر تھا جس طرح ایک لڑکی مٹی سے اسے میت ہو گئی پھر اس طرح اس پر عین کا الزام لگا اور لٹھولی نے اس کو قتل کے جرم میں جینا کا ٹپر چھوڑنے پر مجبور کر دیا۔

میں شرابی اس سے پہلے ایک دو بار چکا ہوں۔ اخبارات میں ایک بار دہرائی کے بارے میں سبیل بھی تھی۔ ”اغا میں بھی نہیں کہ شرابی میں باغیا قسم کی ایک باقاعدہ تنظیم ہے۔ زینن سے وفات کے بعد میں نے سواک شرابی بل کر دیکھنا چاہیے۔ برہمے یقین تھا کہ زینن نے گلو ہے کیوں کہ وہ بے جاہدہ کالج کے زمانے سے ڈروپک ہے۔ وہ کسی کو قتل کرنا کو کیا سمجھی کہ میں اس کا رشتہ اس سے مجھے یقین تھا کہ وہ کسی سازش کا شکار ہو رہا ہے۔ چنانچہ میں نے بہت عذر و تدبیر کے بعد فیصلہ کیا کہ میں زینن بن کر شولی جانوں اور سارے معاملات کی تحقیق کروں؟

”زادہ سبیل نے کوڑا کوڑا فریڈرٹے تہذیب کے ہاتھ میں کہا،

”لیکن سر آپ کی انگلیوں کے نشانات؟“

”وہ بھی اکی پلاسٹک سرجری کا اثر ہے۔ میری انگلیوں پر اب

میرے نشانات موجود ہیں۔“

”کہہ کر زادہ نے اپنے دونوں ہاتھ اُن کے سامنے کر دیے۔ اس

کی انگلیوں پر اب باقاعدہ نشانات موجود تھے پھر اس نے کہا،

”مجھے زینن سے معلوم ہو چکا تھا کہ اس کی انگلیوں کے نشانات

اس روبرو پر سے اٹھائے گئے ہیں جس سے سرفراز قاتل ہوتے تھے

اس لئے اگر میں موت زینن کا چہرہ بنا کر آنا تو پہلے دن ہی آپ میرا راز

کھول دیتے۔ ”انپہر سنگرام“ اس لئے میں نے اپنی انگلیوں کو پلاسٹک

سرجری سے دیا۔ بنایا تھا۔ ”کیے عیب واقعات میں سر اگر آپ

آتے ہی اپنی شہادت مجھے بتا دیتے تو۔۔۔“

زادہ نے اس کی بات کاٹ کر کہا۔ ”لیکن میں جانتا ہوں جس فہر

میں انیاسم کی تصویں کام کرتی ہیں وہاں کی پولیس اور سرکاری افسران

تعمیم کے فتوہ دہارتے ہیں۔ اس کے بغیر وہ تعقیب چل ہی نہیں

سکتیں۔ اس لئے میں یہاں کسی بھی پولیس افسر پر بھروسہ نہیں کرتا

تھا۔

”لیکن وہ کون سی ہے؟“ ”جس نے ایک بار مجھے ہاتھ دے کر گولی مارنے والا تھا۔“ ”ہاں۔ وہ پرہیزگار کے اشارے پر مجھے گولی مارنے والا تھا۔“ ”کریسماس کے دن اس پر گولی چلا دی۔ وہ اصل تاور صاحب کی بھوی سے منتوش نام کن کر مجھے شہر ہوا تھا کہ اس نے منہ میں گولی کے خلاف کوئی ثبوت تھا تو ہر گز ہے منتوش لکھتے سے اس کو جاننا ہم پناہ میں نے ایک کوڑ پیغام اپنی سیکریٹری سواک کو بھیجا کہ وہ لکھ پولیس کے سرکار کے رشتے رابطہ قائم کرے اور لکھولی اور منتوش نام کے کسی مرد یا عورت کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش کرے۔“ ”سیانے داتریس کے ذریعے لکھ پولیس سے رابطہ قائم کیا تو پتہ چلا کہ منتوش لکھولی کی چوتھی بھری کا نام تھا اور یہ کہ وہ لکھولی ایک ساتھ لکھتے سے غائب ہوئے تھے۔ سیانے سواک شایہ مجھے اس کی ضرورت پڑے گی۔ اس لئے میرے عملی کام کا کوڑ لکھولی میں ہی جواب دیکر خود بھی برائی جہاز سے یہاں آئی۔“

جب مجھے یہ معلوم ہوا کہ لکھولی کی بھری کا نام منتوش تھا۔ تو اچانک میرے ذہن میں خیال آیا کہ کیا نئی اور منتوش ایک ہی بھری ہو سکتی ہے۔ یہ فکریہ ذہن میں رکھ کر میں نے اپنا کام شروع کیا۔ تو منت سے مجھے بہت مل گیا کہ واقعی ایک عورت کے نام نئی اور منتوش تھے بلکہ کچھ ایسے ثبوت بھی مل گئے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ جن کا اصل پر نام زینن نہیں تھا بلکہ خود پرہیزگار تھا۔ پرہیزگار کچھ سے خورخورد ہو چکا تھا۔ دوبارہ مجھے قتل کرنے کی کوشش میں نام رہ چکا تھا۔ چنانچہ آج رات اس نے میری کوشش کی کہ اس کا ایک آدمی مجھے بھرا لکھولی کے پاس لے گیا۔ وہاں انہوں نے مجھے قتل کرنا چاہا لیکن وہ چاروں خود مارے گئے۔ آپ کو وہ چاروں لکھولی کے کھب میں مل جائیں گی۔ اس کے بعد مجھے اندازہ تھا کہ یہاں خطرہ ہو سکتا ہے اس لئے میں نے سواک کو قتل کر کے تباہ کر دیا کہ یہاں پہنچ کر کیا کرنا ہے پھر آپ کو قتل کرنے کا اور یہاں آگیا۔ میری احتیاط کام آگئی۔ اگر میں سواک یہاں دھولیتا تو شاید اس وقت میری لاش آپ کو یہاں ملتی۔ لکھولی پرہیزگار کے اشارے پر مجھ پر گولی چلانے ہی والا تھا کہ سیانے اس پر فائر کر دیا۔“

”جگاڑ۔“ ”لاگو بولا کیسے عجیب واقعات ہیں میں بھی جرنل تھا کہ زینن یہاں بزدل آدمی کہ وہاں رہے ہیں گیا۔ اب پتہ چلا کہ وہ زینن نہیں تھا آپ تھے کرنل زادہ آپ کو ایک بار دیکھنے کی مجھے بہت ترانہ تھی شک ہے کہ میری اس بھانے نے خواہش پوری ہو گئی میری جانب سے اس کا سیاسی پرہیزگار باقربل فرمائیے۔“

”کہہ کر اس نے مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھا دیا۔ زادہ نے فکریہ ادا کے اپنا دھجہ مجھ مصافحہ کے لئے بڑھا دیا۔“





قتل در قتل — قدم قدم، سنگاے فتنہ  
وہ کوئی شہر تھا یا شیطانوں کا گڑھ  
جہاں ہر پہلو، ہزار قتل و غارتگری کا زرد  
گرہ دستا تھا

یعنی شیعہ کے ریتے بھی تیار کئے جاتے ہیں۔ ان ریشوں سے  
شیعہ کی باریک نٹیاں بنائی جاتی ہیں جن سے لیزر شعاعیں  
پر آسانی گزر سکتی ہیں۔ چاہے وہ نٹیاں گڑھ کی طرح پیٹی ہوئی  
ہوں۔ یہ نٹیاں بال کے مانند باریک بنائی جاتی ہیں مستقبل  
فریب میں ٹیلیفون کے تاروں کی جگہ یہ گلاس فائبر کی نٹیاں  
لے گئیں گی جن کے اندر لیزر شعاعوں کی کرنیں پھیلائی جاتے  
وہ تاروں کا کام دیں گی۔ نظر پائی اعتبار سے ایک لیزر شعاع  
ایک وقت میں لاکھوں پتھام لے جاسکتی ہے۔

اس کے علاوہ اس فیکٹری میں آئینے، سامنس پر  
دریہ کے لیے لیزر اور دوسری چیزیں بھی بنائی جاتی ہیں۔ ایک  
طرح سے یہ فیکٹری ڈیٹنس سے فاصلہ رکھتی ہے جس کے ساتھ  
ہمارے ملک کا مستقبل وابستہ ہے۔

اس فیکٹری میں گزشتہ دو سال میں دس پندرہ بار ہزار

جنرل کیونے میرے سامنے قائل ہو گئے تھے

گزشتہ دو سال میں یہ دواں قتل ہے۔  
”قتل کے کیسوں سے ہمارا کیا واسطہ سر۔“ میں نے

وال کیا۔  
”ان قتل کے کیسوں سے واسطہ ہے۔ جنرل کیونے سگھ

اکش پئے ہوئے جواب دیا۔ ”میکو کو قتل ہونے والے سبب  
یکو روئی فورس کے نوٹ تھے یعنی جو اندرونی طور پر کی رولڈ

لاپتہ لگانے کے لیے مزدوروں اور کارکنوں کی طرح فیکٹری  
میں کام کرتے تھے۔ اور فیکٹری شالی جندھان کی

سے بڑی فیکٹری مانی جاتی ہے۔ لیکن یہ راز صرف ہندو لوگ  
ہانتے ہیں کہ اور فیکٹری گلاس فیکٹری صرف شیشہ کا عام سامان

ہی نہیں بناتی بلکہ اس کے ایک حصے میں گلاس فائبرس“

اور پولیس کے کاغذ آدی ہوتا تھا۔ یہ تمام باتیں ہمیں مورگڑھ کر خود بخود معلوم ہو جاتیں گی۔

میر ملت کے بارے میں یہ بات تو قطعی تھی کہ وہ جرائم ذہنیت کا آدمی تھا۔ وہ عوام میں بہت مقبول تھا۔ کیونکہ وہ ذاتی طور پر لوگوں کے بہت کام کرتا تھا۔ اسی لیے ہمارا وہ ایلیٹ جم جیت جاتا تھا۔ اسی کے مرنے کے بعد ہی فیکٹری میں سڑاؤں کا سلسلہ شروع ہوا۔ اور کئی سیکٹ ایسٹ فیکٹری قتل ہوئے۔ چونکہ قتل صرف ہمارے محلے یا سیکٹ میں نہیں ہوا تھا۔ اس لیے ہمارے ایک لڑکے نے شبہ پیدا ہوتا ہے کہ مورگڑھ میں اب کوئی غیر ملکی جاسوس مارا کر رہا ہے اور اس نے شاید باقاعدہ تنظیم بنالی ہے۔

”آج کل وہاں میر کون ہے؟“ میں نے سوال کیا۔  
”ایک نوجوان شخص راجل کٹا رہا ہے۔“  
”میں وہاں کس طرح جاؤں گا۔ یعنی میرا کور کیا ہوگا۔“  
”جزل نے ناسکار نکال کر سلگاتے ہوئے کہا۔“

”للت مہتہ کا ایک بھائی سینیل مہتہ تھا جو لیون میں ہی گھر سے غائب ہو گیا تھا۔ اس بات کو اب میں نہال ہو چکے ہیں۔“

جب وہ بھاگا تھا اس کی عمر دس سال تھی میرا مشورہ ہے کہ قتل مہتہ بن کر اپنا کور مورگڑھ پہنچ جاؤ۔ للت کی عمر پچاس کے لگ بھگ تھی۔ جب اس کو قتل کیا گیا ہے۔ صرف چھ ماہ پہلے ہی اس نے اٹھارہ سال کی حسینہ سے شادی کی تھی مرنے کے بعد اس کے وصیت نامے کی رقم سے للت کی بیوی توشی اس کی ساری جائداد کی مالک ہے۔ شاید اگر للت کا بھائی ہوتا تو میرا لٹا اس کو ملتی۔ للت مہتہ کا ایک بہت بڑا دوست سیرس مہتہ بن گیا ہے۔ توشی نے للت کے مرنے کے بعد ان کا خاندانی مکان سیرس مہتہ کو عطا کر دیا ہے جس کے ایک محلے کو بھائی نے ہوٹل بنا دیا ہے۔

”معلوم ہوتا ہے آپ کو مورگڑھ کی پوری تاریخ معلوم ہے؟“ میں نے مسک کر کہا۔

”میرے چار آدمی وہاں مارے جا چکے ہیں۔“  
”مجھے کب جانا ہوگا؟“  
”جتنی جلدی ممکن ہو سکے چلے جاؤ۔“

”کیا جاؤں گا؟“ میرا سوال تھا۔  
”میں کو نہیں سکتا۔ اگر تم وہاں للت کے بھائی سینیل مہتہ کی حیثیت سے جا رہے ہو تو شاید یہاں کچھ دودھ کر سکیں۔ پھر میرا مشورہ ہے تم ان کو پہلے سے مورگڑھ پہنچ دو۔ یہ دونوں وہاں کئی ہوٹل میں غیر ملکی ہیں۔ اس طرح جب تم ضرورت محسوس کرو گے ان کی مدد سے کرو گے۔“

”اوکے۔“ میں نے جیت سے کہا۔

”میرے چار آدمی وہاں مارے جا چکے ہیں۔“

”اوکے۔“ میں نے جیت سے کہا۔

کرانے کی کوشش کی تھی۔ بعد میں پتہ چلا کہ یونین کے لیڈر لوگوں سے دوسرے کرہ تالیں کرانے تھے اور وہ لوگ پھر ”مورگڑھ“ کے معزز لوگ تھے جنہوں نے اس الزام سے سراسر انکار کیا اور ہم ان کے خلاف جوت نہ ہونے کی وجہ سے ان کا کچھ نہ بگاڑ سکے۔

جزل جھک کر اپنا سنگار ایش ٹری میں ٹھونسے لگے تو میں نے کہا۔

”کیا آپ کو یہ شک ہے کہ کچھ غیر ملکی جاسوس اس فیکٹری کو تباہ کرنا یا بند کر دینا چاہتے ہیں تاکہ ہمارا ریج کا کام کر جائے۔“

”ہاں۔“ جزل نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ یہی میں نہیں بتانا چاہتا تھا۔

”کیا ہمارے محلے کے کچھ آدمی اس سلسلے میں تحقیق کر رہے ہیں؟“

”ہاں۔ ان میں کی ریورٹ ہے۔ آخری آدمی ایک شخص کرم چند تھا۔ جو گزشتہ سبتھی قتل ہو گیا۔“

”اور مجرم پکڑا نہیں گیا۔“  
”اس ریورٹ کے مطابق مجرم پکڑا ہی نہیں جاسکتا۔“

”کیوں؟“  
”اس نے کراڑا شہرے ایمان، دھوکہ باز اور قاتل ہے۔“

”لیکن یہ نامکن ہے۔“ میں نے احتجاج کیا۔ سارا شہر ایسا نہیں ہو سکتا۔

”میں عانتا ہوں۔ میرے کہنے کا مطلب صرف یہ ہے کہ شہر کے تمام شریف تمام ذمہ دار افسران حتیٰ کہ پولیس افسران تک جو ہم پیشہ ذہنیت کے لوگ ہیں۔“

”تو ان افسران کا تبادلہ کیوں نہیں کیا جاتا؟“  
”کئی بار تبادلے کئے گئے۔ لیکن وہاں جو جاسوس ہیں کے لوگوں جیسا ہوتا ہے اس لیے اب میں نہیں مورگڑھ بھیجتا

جاسوسوں۔ مورگڑھ ہارڈی کے دامن میں ایک چھوٹا سا قصبہ ہے لیکن گلاس فیکٹری بننے کے بعد وہ چھوٹا سا جنگی شہر بن گیا ہے

پچھلے آٹھ سال سے شہر کا میرا ایک شخص للت مہتہ تھا۔ دو سال پہلے اس کو گولی مار کر قتل کر دیا گیا۔ للت اس شہر کا سب سے زیادہ دوست اور بارسوخ شخص تھا۔ کئی کئی افسران اس شہر میں کئی ہوٹل ہیں

اور ایک چھوٹا خانہ چلاتا تھا۔

”میرے چھوٹا خانہ چلاتا تھا؟“ میں نے حیرت سے کہا۔

”پانے نام سے نہیں۔ لیکن ہمارے ایجنٹوں کی ریورٹ کے مطابق وہ اس چھوٹے خانے کا مالک تھا جس کو ایک فوجی چلاتا تھا

موجا کی شہر کے بارے میں جاننے کے لئے بارش بہرہ جگہ ہوئی ہے۔  
کیونکہ بارش ہر طرح کے لوگ آتے ہیں اور شراب کے نشے میں ہر طرح  
کی باتیں بے دھرم کہہ جاتے ہیں۔

ٹیپ بائی: دخل ہو تو سارا مال خالی تھا رت اسٹول پر  
ایک ادھیڑ بجوڑا بیٹھا تھا۔ میں ڈراجلدی بارش آگیا تھا۔ اچھی دھڑکن  
کے آتے آتے کا وقت نہیں ہوا تھا  
میں بھی ایک اسٹول پر جا کر بیٹھ گیا۔ بارش سے میں نے دھڑکی  
کا ایک ہلکے ہانکا۔ ادھیڑ عمر کے جوڑے میں عورت ضرورت سے  
زیادہ بے چنگی باتیں کر رہی تھی میں انکا کرا پنا نکلا سنے کر ایک میز  
پر بیٹھا۔

چند منٹ بعد ہی ساٹھ پینسٹھ سال کا ایک بوڑھا ماہر میں  
داخل ہوا۔ اس نے بارش سے ایک بوتل بیڑی اور میرے برابر والی  
میز پر آ بیٹھا۔ بیٹھے بیٹھے اس کی نظر میری بیڑی کو اس نے سہلو  
کہا۔ میں نے بھی جواب میں سہلو کر دیا اور وہ میرے سہلو کو عورت  
نامہ سمجھ کر اپنی بوتل اٹھا کر میری میز پر آ گیا۔

”شیر جو!“ اس نے کسی پر بیٹھے ہوئے کہا۔  
”شکر یہ۔“ میں وسیکی بی رہا ہوں۔

”تم جوان ہو پھر کیلے کول ہو؟“ اس نے بیڑا ایک گھونٹ  
کے کر کہا۔ جب میں مختاری طرح جوان تھا تو ہر روز می محبوب میرے  
ساتھ ہوتی تھی۔

”میں زندگی کی یکسانیت سے بہت جلد اکتا جاتا ہوں۔“  
میں نے جواب دیا۔ ”اس نے کبھی بھی شاید اکیلے گزارنا پسند  
کرنا ہوں۔“

”یہ ٹھیک ہے۔“ بوڑھے نے سر ہلا کر کہا۔ ”زندگی کی یکسانیت  
تو مجھے بھی بور کر رہی ہے۔ سچی بات یہ ہے کہ سچی خوشی کے لمحے  
انسان کو زندگی میں بہت کم ملتے ہیں۔“

”لیکن آپ کہہ چکے ہیں کہ آپ کی جوانی بڑی رنگین گزری  
ہے۔“ میں نے مسکرا کر کہا۔

”یہ سچ ہے۔“ پھر بھی مجھے سچی خوشی بہت کم ملی ہے۔ انسان  
خود غرض زیادہ ہے۔ نوے فی صدی لڑنے اور لڑکیاں کھی  
غرض سے محبت کرتے ہیں۔“

”کیا آپ فلاسفر ہیں؟“ میں نے سوال کیا۔  
”میں فلسفے کا پھر تھا۔“ آج کل ریٹائرڈ زندگی گزار  
رہا ہوں۔ میں نے شادی نہیں کی۔ اس نے اکیلا ہوں۔ کچھ مایہ نلو  
سے جس سے ہزاروں روپے لینے کی آمدنی ہے۔ آرام سے گزرتا  
جاتی ہے۔ لیکن خوش بھر بھی نہیں ہوں۔

”تپ کی اداسی کی وجہ آپ کی تنہائی بھی ہو سکتی ہے؟“

”کیا؟“  
”آپ مجھے منہل ہنسنے کر رہا ہیں۔ جانے کا مشورہ کیوں دے رہے  
ہیں۔ کیا آپ کا خیال ہے لالت ہنسنے کو قتل کرنے میں اس کی فوج  
دی تو شکی کا ہوتی ہے؟“

”مجھے بھی شک ہے۔“ جنرل نے جواب دیا۔  
”تو آپ کو یہ شک بھی ہے کہ تو شکی شاید کسی دشمن ملک  
کی ایجنٹ ہے۔“

”ناممکن نہیں۔ میری لالت کے زمانے میں لیکچر کی کام میں  
لکھی گور نہیں ہوتی۔ اس سے پہلے ہی ہڑتالیں ہوتی تھیں۔ لیکن وہ  
جائزہ ملا ہوں گے۔ تو ہوتی تھیں اور مطالبے مان لینے کے بعد یہ  
ہڑتالیں ختم ہو جاتی تھیں۔ اصل گورڈر لالت ہنسنے کے مہرے ہی  
شروع ہوتی ہے اور لالت شادی کے چھ ماہ بعد ہی ختم کر دیا  
گیا۔ اس لئے یہ ممکن ہے کہ اس کی بیوی کسی غیر کی ملک کی ایجنٹ  
ہو یا غیر ملکی جاسوس کی وابستہ ہو۔“

”کیس دیکھ رہے ہیں؟“ میں نے کہا۔ ”لالت ہنسنے کا قتل  
کس طرح ہوا تھا؟“

”گولی سے۔“ وہ اپنے دفتر سے گھر جا رہا تھا کہ کسی نے اس  
کو گولی مار دی۔ پولیس آج تک قاتل کا تبا نہیں چلا سکی۔  
”پولیس پتا نہیں چلا سکی یا پولیس نے پتا چلانا نہیں چاہا۔“

”میرا خیال ہے دوسری بات سچ ہے۔“  
”اوسے سرب نہیں نے اسے ہتھے ہوئے کہا۔“ یہ فائل میں ہے  
جلد ہا ہوں۔ کل ہی میں جاویدا اور سا کو مو گزشتہ کے لئے روانہ کئے دیتا  
ہوں اور دو عین روز بعد خود چلا جاؤں گا۔“

”گڈ گڈ کر نل۔“  
میں نے شکر یہ ادا کر کے سیلوٹ دیا اور واپس چل دیا۔

مور گزشتہ بہت خوبصورت شہر تھا۔ خاص طور پر اس کے  
قدردانی مناظر دیکھنے سے تعلق رکھتے تھے۔ لیکن شہر کی فضا میں دھندلی  
جراثیم کی موسموں ہوتی تھی۔ یہ صرف میرا دم تھا۔ چونکہ جنرل کیونے  
مجھے اس شہر کے باشندوں کی طرف سے خوف زدہ کر دیا تھا  
جاویدا اور سیاہی چکے تھے۔ دونوں بول بلا نہ میں شہر سے  
ہوئے تھے۔ آنے کے بعد میں نے ایک پبلک فون سے ان کو پہنچنے  
آنے کی اطلاع کر دی تھی۔

میں آج صبح ہی آیا تھا اور بول فلور میں پھیرا ہوا تھا۔ یہ  
بول ٹرینر مشق بھاڑیہ کی ملکیت تھا۔ بول کی حالت پرانے طرز کی  
تھی اور چار منزلہ تھی۔

چلتے چلتے میرے قدم ایک بار کے سامنے ٹک گئے۔ یہ







”تم باہر جا کر فوراً پولیس کو فون کرو۔ اتنے میں ان کو یہاں روکے ہوئے ہوں۔“  
”پولیس کو فون کرنے سے کوئی فائدہ نہیں۔“ بورڈ نے مایوسی سے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”کیوں؟“  
”اس لئے کہ یہ خود پولیس کے آدمی ہیں۔“

”تھراڈ مطلب ہے یہ پولیس میں ہیں۔“

”نہیں۔ یہ پولیس کے خفیہ ہیں۔ میسجوں باران کو میں نے پولیس اسٹیشن میں دیکھا ہے۔“

”اچھا تو اب تم جاؤ۔ میں ان کو سمجھوں گا۔“

”بڑا حیا چلا گیا۔ چھوٹے فدا کا آدمی مجھے گھور رہا تھا۔ اس میں اب اتنی برأت نہیں تھی کہ مجھ پر حملہ کرے۔ میں نے بوٹ کی ٹھوکر پٹکے سے اس کی پسلیوں میں مار کر کہا۔

”اٹھو اور پٹنے ساتھی کے منہ پر پانی ڈال کر اس کو بوش میں لاؤ۔“

اس نے اٹھ کر مجھے گھورتے ہوئے کہا

”تم اس شہر میں نئے آئے ہو شاید۔“

”شاید۔“

”پھر تمہیں معلوم نہیں کہ ہم سے ملکر کر تم نے کتنی بڑی غلطی کی ہے۔“

”کو اس بند کر دو۔ میں نے غصے سے کہا ورنہ میں تمہارے چہرے کا تجربہ بنا دوں گا۔“

”مہت جلد تمہاری یہ اکردفوں نکل جائے گی۔“ اس نے دانت پیس کر کہا۔

”میں نے دانے ہاتھ کا گھونسل اس کے منہ پر دیا اور بایاں ہاتھ سیدھا کر کے اس کے پیٹ میں گھسایا۔

اس کے منہ سے پھر ایک گھمی ہوئی جھنجھکی اور وہ تکلیف سے دوہرا ہو گیا۔ اس کے ہونٹ پھٹ گئے تھے جن سے خون چپکنے لگا تھا۔

”یہ تمہارے لئے پہلا سبق ہے۔“ میں نے کہا۔ ”اب تو میں تمہیں چھوڑنے دیتا ہوں۔ آئندہ اگر تم مجھے تو یا در کھو پھر ماہ تک ہسپتال میں پڑے ہو گے۔ بہتر ہے کہ اپنے ساتھی کو بوش میں لا کر فوراً یہاں سے کھسک جاؤ۔“

یہ کہہ کر میں باہر آ گیا۔

بارہن ابھی تک گلاس صاف کر رہا تھا۔ بوڑھا اپنی بیڑ ختم کر رہا تھا۔

میں نے بارہن سے کہا

”کیا تم بھرے ہو؟“

”تھیں کیا چاہتے؟“ اس نے گھورتے ہوئے کہا

”میں نے پوچھا کیا تم بھرے ہو؟ ابھی ہاتھ دھوؤں میں آنا

منگنا ہو گیا اور تم اس طرح ہنسنے رہے جیسے تمہیں کچھ نہ مانہ ہو۔“

”میں اپنے کام میں مصروف تھا۔“ اس نے فوراً ہی سے کہا

”تھک سے۔ اگر بلائی گئی تھی وہ لوگ ہاتھ دھو سے

ماہر نہ آتیں تو ہسپتال کو فون کر دینا تاکہ وہ ایمبولینس لے آئیں۔“

”کیا تم زبردستی رہے تھے؟“ بارہن نے آنکھیں پھلا کر

کہا ”شریف لوگوں کا بارہن۔ یہاں ہم دوائی دنگا بند نہیں کرتے

”میرا خیال ہے دوسری بار مجھے لٹا رہے دانت توڑ کر

اپنے شریف ہونے کا ثبوت دینا پڑے گا۔“

یہ کہہ کر میں نے بوڑھے سے کہا۔

”کیا تم قیل قیل رہے ہو؟“

”ہاں۔ فوراً۔“

بوڑھا خالی بوتل پھینک کر میرے ساتھ باہر آ گیا۔ میں نے

پوچھا۔

”تمہارا کیا نام ہے؟“

”رودی۔ روٹی چند۔ میںا میں تمہارا یہ احسان کبھی

نہیں بھول سکتا۔“

”یہ احسان نہیں تھا۔ اگر وہ بدعاش پھر تمہیں ستائیں تو

مجھے بتا دینا۔ میں ہوٹل فلور میں ٹھہرا ہوا ہوں۔“

”تھیں۔“ تھیںک پویری جج۔“ بوڑھے نے دوڑو

سے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ اور میں ایک طرف کھل دیا۔

رات کے وقت کاؤنٹر پر آؤ کی شکل کا ایک شخص بیٹھا تھا۔

موسکنا سے اس کی جھنڈوں کی وجہ سے مجھے اس کا چہرہ آؤ جیسا نظر

آیا ہو۔ اس کی آنکھیں جی۔ جی۔ جی تھیں نہیں اس کا جسم بیٹوں

جیسا تھا۔ میں نے کمرے کی چابی مانگی تو اس نے چابی دے کر کمرہ

آؤ میں کہا۔

”رات کے لئے کچھ چاہیے مر؟“

”رات کے وقت تم کمرہ سیلائی کیسے کرتے ہو؟“

”جو آپ چاہیں سر۔“ روٹی۔ روٹی۔ یا جو آپ چاہیں۔“

”اوہ آج رات تو میں صرف تمہاری چاہتا ہوں۔“

یہ کہہ کر میں اپنے کمرے میں آ گیا۔ لیکن اس کی بات سے

مجھے اندازہ ہو گیا کہ یہ جوکل دولت مند عیاشوں کی جنت تھا

دوسری صبح میں ناشتہ کر کے برسر منتوش بھاڑ سے ملے

گیا۔ فاکل میں اس کے بارے میں جو کچھ درست تھا۔ اس کی مرگ سے وہ دو سال پہلے تک سرکاری وکیل تھا یعنی جب ملت مبتدع قتل ہو تھا تو وہ سرکاری وکیل ہی تھا۔ اب اس نے پرائیویٹ پریکٹس شروع کر دی تھی۔ وہ مبتدع کا دوست بھی تھا اور قانونی مشیر بھی۔  
بھائی اچھر عمر کا آدمی تھا۔ اس کا سر اور ہاتھ ایک بوجھ کے تھے۔ مجھے اس نے اپنا نیا موٹر سیکل بچھا۔ کچھ دیر پہلے سے مجھے کھورنا ہوا پھر بولا۔  
”بیٹھے۔“

میں نے کرسی پر بیٹھنے سے کہا۔  
”آپ نے مجھے پہچانا نہیں۔ میں سیٹل ہوں۔ سیٹل مبتدع۔ ایک لمبے کے لئے تو وہ مجھا نہیں۔ لیکن پھر ایک گہرا سانس لے کر کرسی سے اٹھا اٹھتے ہوئے بولا۔  
”اوہ۔ تم سیٹل ہو۔ ملت کے چھوٹے بھائی۔ وہاں لے کر میرا بڑا۔“  
”جی ہاں۔ میں نے جینین کے اداکاری کرتے ہوئے کہا۔“  
مورگڑ سے گیا تھا، اس وقت میری عمر مل سال تھی۔ اسی لئے شاید آپ نہیں پہچان سکے۔ لیکن میں نے آپ کو پہچان لیا ہے۔“  
اس نے مصلحت سے کہنے بات بڑھا دیا اور میرے ہاتھ گرم ہونے سے دلتے ہوئے بولا۔  
”مگر اب تک تم کہاں تھے؟“  
”میں بونی شہر میں آباد ہو کر دی کرنا رہا۔ پھر انا تک مجھے بھائی کی یاد آئی۔ لیکن یہاں آتا تو چلا کر بھائی مر چکے ہیں۔“  
”اوہ۔ تمہیں اب پتا چلا ہے؟“  
”جی ہاں۔ یہاں آکر مجھے کئی باتوں کا پتا چلا ہے۔ بھائی کو کسی نے قتل کیا تھا؟“  
”ہاں۔“

اور انھوں نے مرنے سے بچھا۔ پہلے شادی کی تھی۔“  
”ہاں۔“  
”میں نے انھیں اپنے میں دیر بوجھ سیٹل۔ ملت نے انھیں بہت تلاش کر لیا۔ وہ تم سے محبت کرتا تھا۔ اگر تم یہاں ہوتے تو وہ اپنی جائداد اپنی بیوی کے نام پر چھوڑتا۔ بلکہ یا تو بس یا کم از کم آدھا حصہ تمہارے لئے ضرور چھوڑتا۔“  
”تو بھائی ساری جائیداد بھائی کے نام چھوڑ گئے ہیں جسے میں نے دیکھا تک نہیں۔“  
”ہاں۔“

اور بھائی کے بعد وہ جائداد کس کو ملنی ہے؟“  
”تو ہی جینین تھا۔ بھائی کے مرنے کے بعد اس جائداد کے حق دار تم ہو۔ لیکن تو ہی ابھی جوان ہے۔ اس کی فکر مشکل سے آئے۔“

”اس کا مطلب ہے مجھے جائداد ملنے کا کوئی چانس نہیں۔“  
”سواری۔ فی الحال تو نہیں۔“  
”بھائی کی کچھ جائداد آپ کے قبضے میں بھی تو ہے۔“  
”میں نے خریدی ہے۔“  
”ہاں۔“  
”مجھے یقین ہے آپ نے بہت سستے داموں پر خریدی ہوگی۔“

تو ہی اتنی بے وقوف نہیں۔  
”کیا بھائی کا سارا کاروبار بھائی ہی دیکھتی ہے؟“  
”نہیں۔ کاروبار کا بیچ ایک شخص مدد ہے۔ میں نے چند لمحوں کے وقفے کے بعد کہا۔  
”بھائی کو کس نے قتل کیا تھا؟“  
”انھوں نے ملت کا قاتل پتہ نہیں کیا۔“  
”بولیں کو کسی پر شبہ ضرور ہوگا۔“  
”اگر تھا تو پولیس نے کسی پر ظاہر نہیں کیا۔“  
”لیکن آپ بھائی کے دوست تھے اور سرکاری وکیل تھے۔ آپ یقیناً مسلم ہوگا کہ پولیس کیا کارروائی کرتی رہی ہے۔ بھائی کے قتل کے بعد آپ نے ان معاملات میں دیکھی دیکھ کر ہونڈی تھی۔“  
”یہ بات نہیں سیٹل۔ ان ہی دنوں ایکشن کا منگنا شروع ہو گیا تھا اس لئے میں نے بے حد صوف ہو گیا تھا۔ اگر تم نہیں کہنے میں جانا چاہتا ہوں اسپیکر قریبی سے مل لو۔ وہی کس کا انچارج ہے۔“  
”کیا میری بھائی ابھی تک اسی مکان میں رہتی ہے جس میں بھائی رہتے تھے؟“  
”ہاں۔“  
”اؤ کے شکریہ۔“

یہ کہہ کر میں اٹھ کھڑا ہوا۔ میرا سر بھائی سے مل کر۔ اندازہ ضرور ہوگا کہ وہ ملت، موت کے بھائی سے مل کر خوش نہیں ہوا تھا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ میرا انداز گفت کو اوڈیرا بچہ اسے پسند آیا ہو۔  
”نہیں۔“  
”میں نے اس کے گھر کے دروازے پر دستک دی تو ایک عورت نے آکر دروازہ کھولا جس کے گرد سات بچے منڈلا

قتل کیا تھا۔ اس نے کوئی ایسا سراغ اپنے پیچھے نہیں چھوڑا تھا جس سے اس کا پتا چل سکتا تھا۔

ابستہ چند روز بعد یہیں وہ پستول مل گیا تھا جس سے مشرقت پر گولی چلائی گئی تھی؟

”یہ تو قاتل کو گرفتار کرنا آسان تھا۔ اگر پستول کا لائنس تھا تو لاک کے نام پتا نہ لایا جاسکتا تھا؟“ میں نے کہا

”وہ ہم نے پتہ لگایا تھا۔ پستول ایک صاحب سیٹھ دھرم داس کا تھا۔ سیٹھ کے مرنے کے بعد ان کے لڑکے نے پستول ایک دکاندار کو بیچ دیا تھا جو اس طرح کی مرمت کا کام کرتا تھا۔ دکاندار میری جہاں ایک بڑا شخص ہے۔ ذرا سا سنی ہے۔ سراسر سے بھی وہ چسپی رکھتا ہے۔ اسی چند نے تسلیم کیا کہ اس نے پستول خریدا تھا اور اس کے شوروم میں رکھا تھا وہاں سے چوری ہو گیا تھا۔ اس نے مقامی پولیس سٹیشن میں چوری کی رپورٹ بھی درج کروادی تھی؟“

”وہ ہو سکتا ہے وہ رپورٹ بھی سائزنگ کا ایک حصہ ہو؟“

”ہاں یہ ممکن ہے“ انشیک نے سر ہلاتے ہوئے کہا، لیکن جس شام قتل ہوئے اسی چند اس شہر میں نہیں تھا۔ اس بات کے ثبوت مل چکے ہیں۔ دوسرے یہ کہ اس کا مشرقت سے کوئی تعلق نہیں تھا، اس لیے یہیں اس بات کا یقین کر دینا پڑا؟“

”یہ تو ایک بدنامی ہے، یہ سب سے پہلے یہ“

کہا، کیا آپ نے اس زاویے سے تحقیق کی تھی؟“

”ہاں“ انشیک نے جواب دیا، مشرقت کی موت سے صرف تھارہ ہی بجائی تو فائدہ ہو چکا تھا، لیکن تھارہ بجائی اس قدر کم اور معصوم ہے کہ اس پر قتل کا شبہ نہیں کیا جاسکتا؟“

”میری بجائی کہاں کی رہنے والی ہیں؟“

”کیا تم ابھی تک اپنی بجائی سے نہیں ملے؟“

”نہیں“

”وہ بھین کی رہنے والی ہیں، شروع میں مشرقت ان کو سیکرٹری کے طور پر لے کر ساتھ لائے تھے، بعد میں شادی کر لی؟“

میں نے ایک گہرا سانس لے کر کہا ”اس کے باوجود میں کہوں گا کہ میرے بھائی کے قتل کے سلسلے میں پولیس نے دلچسپی سے کام نہیں کیا۔ میں حیران ہوں کہ گذشتہ چند سال سے اس شہر میں کیا ہو رہا ہے؟“

”کیا ہو رہا ہے اس شہر میں؟ انشیک نے مجھے توجہ سے نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔“

”قتل، آوارہ، عیاشی کے ڈاٹے، رشوت خوری، بے اخلاقی، بدانتہائی کیا نہیں ہے یہاں؟ کیا اس شہر کے تمام اہلکار انہی کے ہوتے ہیں؟“

رہتے تھے۔ ریشمی کی بوی تھی، میں نے اس سے کہا۔

”انشیک قریشی سے مجھے ملنا ہے“

”کان کے پھل طرف چلے جاؤ“ قریشی کی بوی نے جواب دیا تو بال گریج میں وہ موڑ ٹھیک کر رہے ہیں؟“

میں کچھ نہیں کیا، چالیس بیسالیس سال کے ایک شخص نے مجھے بہت سے نظروں سے دیکھا۔ اس کے بال سفید تھے اور آنکھوں میں زمانت کی چمک بھی تھی۔ میں نے چند ہی باتوں کے بعد کہا۔

”میرا سنبھل ہند سے، میں مرحوم ملت ہند کا بھائی ہوں۔ مجھے معلوم ہوا تھا کہ بھائی کے قتل کی حقیقت آپ ہی کر رہے تھے؟“

”ہاں میں ہی کر رہا تھا“ انشیک قریشی نے جواب دیا۔

”میں یہ جانتا تھا کہ پولیس کسی بھیسے پر پٹی تھی؟“

”نیکو پر غور کرنا تھا، حق تل کا پتا نہیں چلا سکے تھے؟“

”پتا چلا نہیں دے سکے۔ پتا چلا نہ نہیں چاہا تھا، میں نے اس کے پیچھے پھر نہیں جاتے ہوئے کہا۔“

اس سے چونک کر تیز نظروں سے میری جانب دیکھا۔

”کیا مطلب؟“

میرا مطلب ہے چونکہ شہر میں ریاست زیادہ ہے۔

اس نے ممکن ہے آپ پر دباؤ ڈالایا ہو کہ آپ قاتل کو تلاش نہ کریں؟“

”تم مجھ پر رشوت کا الزام لگا رہے ہو؟ اس نے اٹھ کر غصے سے کہا۔“

”اگر آپ جیسا کہ میں پولیس افسر نیو کسی خاص وجہ کے ناکام ہے تو بہت سے لوگوں کے دلوں میں بہت سے سوالات اٹھ سکتے ہیں۔ کبھی کبھی انسان لیے کام کرنے پر بھی مجبور ہو جاتا ہے جن کے لئے اس کا میرے ماموت کرتا رہتا ہے۔ کیا میں پوچھ سکتا ہوں، قاتل کن حالات میں ہوا تھا۔؟“

”تھارہ بجائی روزانہ شام کو چھ بجے دفتر سے اٹھ کر ایک ہی رستے سے گھر واپس جاتے تھے۔ وہ وقت کے بہت پابند تھے۔ قاتل کو ان کی اس عادت کا پتا تھا، چنانچہ ایک دن وہ رستے میں ایک خالی مکان کے دو دروازے پر چھپ کر بیٹھ گیا اور جب مشرقت گزرے ان کو گولی مار دی۔“

اس کے بعد جب تک پولیس موقع ملا دات پہنچی قاتل فرار ہو چکا تھا۔ قاتل بہت ذہین تھا اس نے ہلنگ کر کے

”سبھی جمعی لوگوں کو اپنی مددنی اور اپنی عزت محفوظ رکھنے کے لئے بھی بہت کچھ برداشت کرنا پڑتا ہے۔“  
میں نے چونک کر اپنے کپڑے کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا  
”کیا آپ نے بھی میرے بھائی کے قاتل کی تلاش نہیں کی تھی؟“

”جو کچھ میں کر سکتا تھا میں نے کیا۔ اس نے شافوں کو اچکا کر کہا۔“ اب تم جانتے ہو میں بہت مصروف ہوں۔“  
میں کھڑک اُپ وہ کچھ نہیں جانتے گا، اس نے میں وہاں چل دیا لیکن اس کے آخری جملے سے ایک بات صاف ہو گئی تھی  
للت جہت کے قتل کا میں دیا گیا تھا۔ اس کے بعد ان کا شخص  
تھا کہ اسے اپنے بچوں کو بلانا تھا اس لئے وہ محمود مختار کی رہائش  
پیلے کی گئی جس کے سامنے منہ پکڑ کر کھینچا پڑا۔

میری تیسری منزل میری مرضی جہانی یعنی اللت جہت کی رہی تھی۔

دروازے کی گھنٹی تین چار بار بجانے پر دروازہ کھلا اور  
میرے منہ سے حیرت کا ایک گہرا سانس نکل گیا۔  
”یہ بہت ہی مہربانی تھی تو میں اللت کی قدرت پر شک  
کے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔ چلاؤ بلا ناؤنگ جس کو ناؤنگ ناؤنگ لگا لگا  
آنکھیں جن میں بیروں جیسی چمک تھی۔ سر کے بال جو زلف کی  
عرج چمک دار گدرائے ہوئے بوٹ۔“

مجموعی طور پر وہ سن اور مصوحت کا بہترین نمونہ تھی۔  
اگر میں سارے دل سے جاکر اس پر پہلی نظر میں ہی عاشق ہو  
سکتا تھا۔ تو شی کو ایک نظر دیکھ کر کوئی مرد خود بخود قابو نہیں رکھ سکتا  
اور کوئی یہ نہیں سوچ سکتا تھا کہ ایسی مصوحت کو کسی خرم کیا ہے  
میں سوچ ہی سکتی ہے۔

”کیسے۔ آپ کون ہیں؟“ تو شی نے پوچھا۔  
”تم وہی خوبصورت ہو۔“ میں نے مسکرا کر کہا۔ اب میں  
سمجھا کہ جہانی نے اس بڑھاپے میں تم سے کیوں شادی کی تھی۔  
اس کی آنکھوں سے حیرت جھانکنے لگی۔ اس نے کہا۔

”آپ کون ہیں۔“  
”تم مجھ سے انوکھی ہو سکتی ہو۔ میرا نام سنیل ہے۔“  
”اوہ۔ تم میرے شوہر کے وہ جہانی ہو جو دس سال کی  
عمر میں ان کو بھڑک بھانک گئے تھے۔“  
”بالکل وہی۔ میں نے مسکرا کر کہا۔

”آؤ۔ آؤ۔ اندر آؤ۔“  
میں اس کے ساتھ اندر داخل ہوا۔ فریخہ سے امداد لے لی۔

دو دن چوبیس بجک رہی تھیں۔  
”اس نے مجھے کڑی پریشان کیا۔“  
”مجھے تم سے مل کر خوشی ہوئی سنیل۔ میں تم سے عمر بھر  
ہوں لیکن رشتہ بڑا ہے۔ اس لئے میں تمہارا نام لے رہی ہوں۔“  
تمہارے بھائی اب بھی بہت یاد کرتے تھے۔  
”اسی لئے وہ ابھی جاؤ اور تمہارے نام چھوڑ گئے ہیں۔“  
میں نے لاوارجی سے کہا۔

اس کے چہرے پر ایک رنگ آکر گر گیا۔ اس نے بڑی  
سے کہا۔

”اس میں میرا قصور نہیں اور پھر تم میں سال سے لاپرواہی  
پور تو ہو کچھ بیٹھے تھے کہ تم اس دنیا میں نہیں ہو۔ میں ان کی بوری تھی۔  
تم جانتے ہو تمہارے علاوہ ان کا کوئی رشتہ دار نہیں تھا اس  
لئے جاؤ اور مجھے ہی ملنی تھی۔“

”جو تم نے فوراً ہی جیجی شروع کر دی ہے۔ میں نے اس  
کے چہرے پر نظریں جماتے ہوئے کہا۔

”میں کیا کرتی۔ میں عورت ہوں۔ سارا کاروبار میں نہیں  
سنبھال سکتی۔“

”کاروبار بھلا کون سنبھالتا ہے؟“  
”میں نے بول ٹھیکے پر سے دینے میں۔“ ناؤنگ ایک  
شخص مدد چلاتا ہے۔“

”وہی ناؤنگ ملک جس میں جا اٹھانے کی مشینیں ہیں۔“  
”تم جانتے ہی ہو۔ کیا تم مجھ سے نفرت کرتے ہو کیونکہ میں  
تمہارے بھائی کی جائداد کی ایک سی مالک ہوں؟“  
”مجھے جاؤ اور سے عرض نہیں۔ مجھے اپنے بھائی کی موت  
کا افسوس ہے جو قدرتی نہیں تھی۔“

”تم کیلئے مجھے ہو مجھے ان کی موت کا دکھ نہیں؟“  
”تم بطور بیوی ان کے ساتھ کتنا عرصہ رہی ہو؟“  
”چھ ماہ۔“

اور میرے بھائی کی عمر سے ڈھائی گنا تھی۔ کیا تم چھ ماہ میں  
ایک بوڑھے آدمی سے محبت کر سکتی تھیں۔“

”پلیز سنیل۔ ہم دوست بن کر بھی بات کر سکتے ہیں  
میں جبراً نہیں ہوں کہ بھائی کا قاتل کو کھانا کیوں نہیں ہوا؟“  
”میں نے کہا۔

”اس میں میرا کوئی قصور نہیں۔“  
”جبیں قاتل کی گرفتاری ہو رہی ہے، پچاس ہزار کے انعام  
کا اعلان کرنا چاہیے تھا۔ لاکھوں روپے کی جائداد تمہارے قبضے  
میں تھی۔ کیا تم اتنا نہیں کر سکتی تھیں؟“

ایک قدم پیچھے ہٹ گئی اور گھبرا کر بولی۔  
 "تھیں۔ نہیں میرے قریب مت آؤ۔ میرے قریب  
 مت آؤ۔"

"دروہیں۔ میں نے ایک قہقہہ لگا کر کہا۔ تھیں فی الحال  
 قتل کرنے کا میرا کوئی ارادہ نہیں۔"

یہ کہہ کر میں تیزی سے باہر کی طرف چل دیا۔

تو جی سے اس طرح کی باتیں میں نے محض اس لئے کی تھیں کہ میں  
 اس کو خوف زدہ کرنا چاہتا تھا۔ مجرم جب خوف زدہ ہو جاتا ہے تو وہ  
 ایسی حرکتیں کرنے لگتا ہے جن سے اس کے جرموں کا دارفاش ہو جاتا ہے  
 اگرچہ وہ صورت سے معلوم نظر آتی تھی لیکن حالات اس قدر ہراسناک  
 تھے کہ میں کسی بہانہ پر رکتا تھا۔ مجھے نعت کی موت کا کوئی  
 ذکر نہیں تھا۔ اگر تو جی نے اس کو قتل کرنا تھا اس سے مجھے کچھ کوئی  
 دلچسپی نہیں تھی۔ میں صرف یہ جانتا چاہتا تھا کہ اس شہر کی سیاست  
 پر کس کا قبضہ ہے۔ وہ کون سی طاقت ہے جو پولیس پر بھی حاوی ہے  
 اور گلاس کینی میں حکومت کے ایکٹیوٹوں کو قتل کر رہی ہے

تین بچے بڑھ میں نے ایک دھابے ٹاؤن میں کھایا۔ کھانا  
 کھاتے ہوئے مجھے خیال آیا کہ اس اسٹرو سائز می چند سے بھی ضرور ملنا  
 چاہیے میرے پاس اس کا پتا نہیں تھا۔ لیکن اسی چند کو تلاش کرنا  
 زیادہ مشکل نہیں تھا۔ کسی شہر میں اسٹرو سائزوں کی دوکانیں دوچار  
 سے زیادہ نہیں ہوتیں۔ چنانچہ کھانے سے فارغ ہو کر میں نے ایک  
 اسٹرو کی دوکان تلاش کی۔ اس کے الگ سے مجھے اسی چند اسٹرو سائز  
 کا پتہ چل گیا۔

آگے گئے بعد میں اسی چند کی دوکان میں داخل ہوا تو میں نے  
 دیکھا کہ پچھتر سال کا ایک بوڑھا آدمی سے زیادہ ایک مردہ دھانچہ  
 معلوم ہوتا تھا اپنی گدی پر بیٹھا اور نقل کی مال صاف گردا ہوا تھا۔ مجھے  
 دیکھ کر اس نے راضی رکھ دی اور بولا۔  
 "کھائے۔"

میں نے اسے غور سے دیکھا۔ اس کے پہلو میں ہی ایک کتاب  
 رکھی تھی۔ "مارکس اور اس کی تعلیمات"

مجھے یاد آیا اس شخص نے کہا تھا کہ بوڑھا سکی ہے اور سیاست  
 سے دلچسپی رکھتا ہے میں نے اس سے سوال کیا۔

"کیا آپ کو مارکس سے بہت دلچسپی ہے مسٹر می چند؟"

"مارکس اس دور کا عظیم فلاسفہ تھا۔ اس نے جواب دیا  
 "کیونٹ ہو۔"

ن۔ اور مجھے فخر ہے  
 نے خوشی ہوئی۔ میرا نام ناہد ہے۔ میں کیونٹ اخبار

"میرا ارادہ تھا۔ اس نے زور سے انداز میں جواب دیا۔  
 "لیکن کچھ دوستوں نے منع کر دیا۔ ان کا خیال تھا اس طرح پولیس  
 کے کام میں دشمن بنے گا۔"

"کس کے دوستوں نے؟ تمہارے یا بھائی کے؟"

"تمہارے بھائی کے دوست ہی میرے دوست تھے۔"

اس بار تو جی نے قدرے فحش سے کہا۔

"کیا تم مجھ پر لازم لگانا چاہتے ہو کہ تمہارے بھائی کے قتل میں

میرا ہاتھ تھا؟"

"نا ممکن نہیں۔ میں نے اس کے چہرے پر نظریں چلائے ہوئے

کہا۔ لاکھوں کی جائیداد کا وارث اس کے لئے سب کچھ کر سکتا ہے۔"

وہ مجھے کچھ دیر گھوڑتی رہی۔ پھر بولی۔

"بیٹے تو میں یہ جانتا چاہتا ہوں کہ تم واقعی میرے شوہر کے

بھائی ہو یا نہیں؟"

میں نے فوراً اپنے کاغذات نکال کر اس کی طرف بڑھا دیئے جو

آگے سے پیچھے میں نے تیار کر لئے تھے جن میں میرا نام سیل منہ ولد سرین

مہتر درج تھا۔ کاغذات دیکھ کر اس نے مجھے دایں کرتے ہوئے کہا۔

"میں تمہیں یقین دلاتی ہوں سیل منہ کہ تمہارے بھائی کے قتل

میں میرا کوئی ہاتھ نہیں تھا۔ تم نہیں جانتے یہ دو سال میں لے کس طرح

گزارے ہیں؟"

"کس طرح گزارے ہیں؟" میں نے سوال کیا۔

"دور دور کر۔"

"کس سے دور کر؟"

"تمہارے بھائی کے قاتل سے۔ اب جائیداد کی مالک میں

ہوں۔ وہ مجھے بھی قتل کر سکتا ہے۔"

میں نے اس کی بات کو نظر انداز کر کے اٹھتے ہوئے کہا۔

"میں تمہارے شوہر کا بھائی ہوں۔ اگر تمہارے دل میں

فرادہ ہی انصاف ہے تو آدھی جائیداد اور کاروبار تم میرے نام

کردو۔"

"میرا بھی مستقبل ہے۔ جب میں نے ان سے شادی کی

تھی اپنی پوری زندگی ان کے حوالے کر دی تھی۔ اپنی جوانی، اپنا

شخص۔ اب ان کے فرمانے کے بعد میرا کون ہے۔ وہ جائیداد اپنی

مرضی سے انہوں نے میرے نام بھی مٹی۔ اگر وہ چاہتے تو۔

آدھی تمہارے نام لکھ سکتے تھے، آدھی میرے نام۔ لیکن انہوں

نے ایسا نہیں کیا۔ مجھ میں کیسے کر سکتی ہوں؟"

"میں نے ہنس کر کہا۔ "تمہیں معلوم ہے تمہاری موت کے

بعد یہ ساری جائیداد مجھے مل جائے گی۔"

یہ کہہ کر میں نے اس کی طرف قدم بڑھایا۔ وہ خوف زدہ ہو کر

وہ اسلحہ امدادوں تک پہنچنے کی کوشش کر رہے ہیں جس کا سب سے بڑا ثبوت میرٹلٹ مہتمم کا قتل ہے۔  
”کیا تمہارے خیال میں لٹلٹ مہتمم کا قتل بھی سیاسی تھا؟“  
”میرا بھی اندازہ ہے۔“

”اور وہ اتنی پولیس والے مجھ پر شک کر رہے تھے؟“  
”مجھے معلوم ہے۔ میں نے سر ملاتے ہوئے کہا۔“ میں بھی ابھی پولیس کا فائل دیکھ کر کہہ رہا ہوں۔ اس میں آپ کا ذکر ہے کیا واقعی یہ سچ ہے کہ وہ ہسپتال آپ کے پاس سے چوری ہو گیا تھا؟“  
”ہاں یہ سچ ہے۔“

”کیا آپ کو پتا ہے کہ چوری کس نے کیا تھا۔ کسی پر تو آپ کو شبہ ہو گا؟“

”یہ سوال مجھ سے پولیس نے نہیں پوچھا تھا۔“ بڑھے نے مسک کر کہا۔ ”کیوں کہ وہ مجھ پر شبہ کر رہے تھے اور اسی غصے میں میں نے ان کو سچ بات نہیں بتائی تھی۔“

”سچ بات کیا تھی؟“  
”ہاں سچ بات میں تمہیں بتا سکتا ہوں۔“ بڑھے نے سر ملاتے ہوئے کہا۔ ”حقیقت یہ ہے کہ مجھے معلوم ہے ہسپتال کس نے چرایا تھا۔“  
”کس نے چرایا تھا؟“

”اس کا نام راجندر ہے۔ دراصل اس دکان کے ساتھ ہی میرا مکان ہے اور بہت بڑا مکان ہے۔ وہ میں نے اس شخص راجندر کو کرائے پر دیا تھا۔ اس کے ساتھ اس کی بیوی پرمللا بھی تھی۔ میں جلد ہی ان پر تجربہ کرنے لگا۔ راجندر نے وہ ہسپتال چرایا۔ اس کا مجھے پتا چلتا۔ اگر ایک روز میں دونوں ممال بیوی کو باتیں کرتے نہ سنتا۔ وہ اپنی بیوی سے کہہ رہا تھا کہ آسکو پیسوں کی ضرورت تھی، اس لئے اس نے میرے شوروم سے ہسپتال نکال کر بیچ دیا ہے۔ مجھے بڑا غصہ آیا۔ میں نے طے کیا ہے کہ پولیس کو بتا دوں کہ جو رکون ہے کہ وہ میرے ہی دن میرا قتل ہو گیا۔ نہ جانے کیوں مجھے فوراً پر شک ہوا کہ یہ قتل کسی ہسپتال سے ہوا ہے۔ اس لئے میں غامض ہو گیا۔“

بعد میں مجھے دوئی باتوں کا پتا چلا۔ ایک تو یہ کہ راجندر دکانوں سے چیزیں چرانے کے مجرم میں دو سال کی سزا کاٹ چکا ہے اور دوسرے یہ کہ پرمللا اس کی بیوی نہیں تھی بلکہ داشتہ تھی۔ اور وہ اس کی دولا کر رہا تھا۔ یہ باتیں معلوم ہونے کے بعد میں نے ان دونوں کو پھانسی دے کر نکال دیا۔“

”آپ نے ان کو پولیس کے حوالے نہیں کیا؟“  
”نہیں۔ اب میں بوڑھا ہو چکا ہوں اس لئے میں انھنوں سے

”جنت“ کا نام نہ ہوں۔“ میں نے جھوٹ بولا۔  
وہ مسرت سے اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے مجھے سینے سے لگایا۔ میرے لئے ہائے سنگانی بہت دیر تک انتظار کی باہلی اور موجودہ سیاست پر بحث کر رہا۔ آخر میں اس نے پوچھا۔  
”آپ مجھے بتاؤ کہ مورگرو کیوں آئے ہو؟“  
میں نے اس کے چہرے پر نظر پڑھا تو ہنسنے لگا۔  
”تمہیں معلوم ہے سڑک اسی چندر کی بوسٹ وطن دوست ہوتا ہے۔“

”یہ بات تو یقینی ہے۔ ایک سٹیٹمنٹ بوشیر وطن دوست ہو گا۔ وہ دینے ملک میں کوشش کر لائے گئے اندرونی طور پر حکومت سے جدوجہد کرتا رہے گا لیکن جب کبھی ملک کو کسی بیرونی طاقت سے خطرہ ہو گا وہ دشمن کے خلاف سینہ سپر ہو جائیگا۔“  
”بالکل ٹھیک۔ اب یہ بتاؤ کہ گزشتہ دس یا پانچ سال میں اس شہر میں کچھ تبدیلیاں آئی ہیں؟“

”تبدیلیاں۔“ اس نے حقارت سے کہا۔ ”جیسے پہلی وہ گلاس فیکٹری بنی ہے۔ یہ شہر انسانوں کا شہر نہیں رہا۔ شیطاؤں کا شہر ہو گیا ہے۔ یہاں اب جرائم پیشہ لوگوں کی حکومت ہے۔ کسی کی دادرماؤ نہیں کوئی انصاف نہیں۔“

”ایسا کیوں ہوا؟“  
”مجھے کیا معلوم۔“

”میں تمہیں بتا سکتا ہوں، بشرطیکہ میں کچھ بتاؤں اس کو تم محفوظ رکھو۔“

میں نے دنیا دہی سے برخوردار میرے سینے میں نہ جانے کتنے راز دفن ہیں۔ تم بے شک جو کتنا چاہو کہہ سکتے ہو۔  
حقیقت یہ ہے کہ وہ فیکٹری حکومت کی ایک خفیہ لیبارٹری ہے جس میں بہت اہم چیزوں پر ریسرچ ہو رہی ہے کچھ دشمن ملکوں کے انجنیوں کو یہ راز معلوم ہو گیا ہے اور وہ اس لیبارٹری اور فیکٹری کو ختم کرنا چاہتے ہیں اس لئے وہ پہلے دھڑ دھڑے شہر پر قبضہ کر رہے ہیں۔“

”تمہارا مطلب ہے اس میں غیر ملکی جاسوسوں کی سازش ہے۔“ اس نے حیرت سے کہا۔

”ہاں۔ کیا تمہیں معلوم نہیں، سی۔ آئی۔ اے نے ہمارے ملک میں جال پھیلا رکھا ہے۔“

”کیا تم ان کو جاننے ہو؟“  
”یہی جاننے آیا ہوں۔ میرا خیال ہے دشمن دشمنوں پر کام کر رہے ہیں یعنی ایک طرف وہ جرائم پیشہ بن کر شہر پر چھا جانا چاہتے ہیں، تاکہ جس کو چاہیں قتل کر سکیں اور دوسری طرف



”میرا بڑا بھائی بہت ضروری ہے جس میں راجندر کا بھی فائدہ ہے۔ میں اس کو کہاں تک بھیج کر سکتا ہوں؟“  
 ”میرا بتا تو بہت مشکل ہے۔ البتہ یہ میں بتا سکتی ہوں کہ وہ رات کو فونے کہاں ہوگا؟“  
 ”یہی بتا دیجئے؟“  
 ”فونے وہ بارڈی کے پاس ہوگا۔“  
 ”بارڈی کون ہے؟“  
 ”تم بارڈی کو نہیں جانتے۔ وہ مدین کے لئے کام کرتا ہے۔“

”مدین جیواناٹ ٹکب والا؟“  
 ”وہی۔ عورت نے سر ہلایا۔“  
 ”بارڈی کہاں رہتا ہے؟“  
 اس نے مجھے ایک پتا بتا دیا جو میں نے ڈائری میں نوٹ کر لیا اور عورت کا شکریہ ادا کر کے واپس چل دیا۔  
 اب نوٹ تک مجھے فرصت تھی اس لئے اپنے کمرے میں جا کر لیٹ گیا۔ تقریباً ایک گھنٹے بعد فون کی گھنٹی بجی۔ میں نے ریسپونڈر اٹھا کر دیکھا کہ۔ دوسری طرف سے جواب ملا۔  
 ”ڈیڈی۔“ یہ جاوید کی آواز تھی۔  
 ”کیا بات ہے؟“ میں نے پوچھا۔  
 ”آپ کہاں چلے گئے تھے۔ میں تین بار فون کر چکا ہوں؟“  
 ”کیوں؟“  
 ”میں اس شہر سے اٹکا چکا ہوں؟“  
 ”کیوں؟“

”اس لئے کہ یہاں ایک تو کوئی کام نہیں۔ دوسرے یہاں کی روکیاں عجیب ہیں میری طرف توجہ ہی نہیں دیتیں۔“  
 ”کیا کرتی ہیں؟“  
 ”میں دیکھتی ہیں۔ کاندھے اُچکااتی ہیں اور پاس سے گزرتی ہیں۔“

”تم ہاؤں کاٹاٹا بل بدل دو۔“  
 ”مجھ سے چار اسٹاک بل بدل چکا ہوں۔“  
 ”تو مونیجس ٹرچالو۔ میرا مطلب ہے نقلی لگاؤ۔“  
 ”تین تھری مونیجس بھی بدل چکا ہوں۔“  
 ”ڈائری لگا کر دیکھ لو۔“  
 ”وہ بھی کر لیا۔ ایک روکی نکل کر گزر گئی۔ دوسری ڈیڈی کھنے والی تھی کہ میں جلدی سے آگے بڑھ گیا۔“  
 ”یہاں کی روکیاں ذہین معلوم ہوتی ہیں۔“  
 ”فونیں! یہاں کی روکیوں سے زیادہ اچھی روکیاں مجھے ساری وہ تو ہے نہیں۔“

گھر آتا ہوں۔ تین چار دن جلدی پولیس وہ پستول لئے کر میرے پاس آگئی۔ میں اپنی بے گناہی کا ثبوت دے سکتا تھا، اس لئے میں نے راجندر کا نام ان کو نہیں بتایا اگر بتا دیتا تو مقدمے میں مجھے بھی گواہ کے طور پر کھینچ پڑتا۔  
 میں کچھ دیر خاموشی سے سوچتا رہا۔ دیر نہ تھی۔  
 میرے اندر ایک جوش بھر دیا تھا۔ گاڑی کھڑے آگے کھسکتی نظر آ رہی تھی۔ میں نے سوچا اس شخص راجندر سے ضرور ملنا چاہیے۔ ہو سکتا ہے قتل اس نے کیا ہو۔ بلند آواز سے میں نے اسی چند سے پوچھا۔

”کیا آپ کے خیال میں راجندر قاتل ہو سکتا ہے؟“  
 ”میرا خیال ہے، نہیں۔ اس نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ میں جانتا ہوں وہ لالچی آدمی ہے اس لئے اس نے ضرور پہلی کسی کو بچ کر دیا ہوگا، جس وقت وہ بر ملا کچھ یہ بات بتا رہا تھا اسے پتا نہیں تھا کہ میں بھی اس کی باتیں سن رہا ہوں اس لئے اس کو جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت تھی؟“  
 ”تم مجھے کو تو بہت کچھ ہو سکتا ہے؟“

”کیا آپ کو معلوم ہے کہ اب وہ کہاں رہتا ہے؟“  
 ”ہاں۔ ابھی دس روز پہلے وہ مجھے بازار میں مل گیا تھا۔ اس نے مجھے بتایا تھا کہ آج کل وہ اپنی بہن کے ساتھ رہتا ہے جو گاؤں دروڑ پر رہتی ہے۔ مکان بزرگ خانہ ۱۱۱ ہے۔ یہاں پہنچے۔ مجھے پتا چلا کہ یہاں اس کا ایک بلڈنگ ٹک میں میرا ایک دوست بھی رہتا ہے۔“

”اُس کے کمرے کی چنڈ؟ میں نے اسے پوچھا کہ اب میں اجاڑت جاؤں گا؟“

”آپنی جلدی۔ سات کا کھانا میرے ساتھ کھاؤ؟“  
 ”پھر کسی روز۔ آج میں مصروف ہوں۔“  
 چند رسمی الفاظ کہ کر میں واپس چل دیا۔

میں نے اسی چنڈ کے بتائے ہوئے چتے پر دستک دی۔ پچیس پچیس سال کی خوبصورت عورت نے دروازہ کھولا مجھے حیرت سے سرے پاؤں تک دیکھا پھر پوچھا  
 ”کس سے ملتا ہے؟“  
 ”آپ راجندر کی بہن ہیں؟“

”ہاں۔“  
 ”مجھے راجندر سے ملنا ہے۔“  
 ”کیوں؟“  
 ”کچھ بزنس کی بات ہے۔“  
 ”وہ تو ہے نہیں۔“

وینا میں نہیں ملیں۔  
”پھر تو ایک ہی صورت ہے۔“  
”کیا؟“  
”خودکشی کرو۔“

”ابھی نہیں۔ ابھی تو بہت سے ارمان دل میں باقی ہیں چلا  
ٹھکانا کر رہی ہیں۔ کم از کم دودھ بنی بچے تکلیف کرنے میں جس نے کچھ  
ہی تو دشواری رہ جاتی ہے۔ میں اپنے بچوں میں سے دو کو چاہوں اور  
دو کو حرا پر پیشہ ضرور بناؤں گا۔ باقیوں کو مختلف برائیوں میں لگا دوں  
گا۔ ڈاکٹر، فلاسفر، شاعر، پہلوان، برہمن کا آدمی خاندان میں ہو ہی جاتا  
تو فائدہ دیتا ہے۔“

”اجانک ایک نیا خیال میرے ذہن میں آیا میں نے کہا۔  
”تم تنہائی سے پورے ہو چکے ہو۔“  
”جی ہاں۔“

”تو میں تمہیں کام بتاتا ہوں۔ اور کام بہت خوبصورت ہے۔“  
”کوئی لڑکی ہے؟“

”اگر یہ بات ہے تو میں چند گھنٹوں کے لئے اپنے بٹل کی فون  
آپر پڑے عاشق ہونے کا اندازہ ملتی کر سکتا ہوں۔“

”گو یا ابھی تک تم عاشق نہیں ہوئے؟“  
”دن کی ڈیوٹی میں ایک بڑھی آپریشن تھی۔ رات کو جوان  
آئے والی ہے۔“

”ابھی تو تم تیار کھو۔ یہ مشرکیت جبر کا پتہ ہے۔“  
”اودہ آپ اس کی بیوہ کی بھرائی کرانا چاہتے ہیں؟“

”ہاں۔“  
”چرا میں گھٹے۔؟“  
”نہیں۔ فی الحال دینی دن میں ٹھیک دے گی۔ رات  
آٹھ بجے تک۔“  
”اوس کے پتہ لکھا دیئے۔“

”میں نے جاہد کو بتا تھا دیا۔ اور خون دیکھ کر وقت کرنا ہے  
کے لئے سو گیا۔“

”جیک جیکو میں نے ایک چار منزلہ عمارت کی چوتھی منزل کے  
ایکے فلیٹ کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ دراصل یہ فلیٹ بھی نہیں تھا بلکہ  
برساتی کا کمرہ تھا۔ دروازے کے باہر کافی بڑا سیرس تھا۔ چند سیکنڈ بعد  
دروازہ کھلا۔ گورے رنگ اور ٹھکے قد کے ایک آدمی نے دروازہ  
کھولا جس کے چہرے میں سوائیت تھی۔ اور جب وہ بولا تو آواز  
میں بھی کسی قدر سوائیت تھی۔ اس نے پوچھا۔  
”فرمائیے۔“

”مجھے مشررا جند سے ملنا ہے۔“  
”کیوں؟“ اس نے مجھے تجسس نظروں سے دیکھتے ہوئے۔  
”کچھ بڑس کی بات کرنی ہے۔“  
”کس بڑس کی؟“

”میر میں ان کی کتابوں کا۔“  
”مجھے کیوں نہیں بتاؤ گے؟“  
”کیا تم مشررا جند کے سکریٹری ہو۔ میں نے مل کر کہا۔ اگر  
وہ یہاں ہے تو اس سے کہہ دو مجھے اس سے کچھ کام ہے۔  
اس آدمی نے ملحق سے عجیب آواز نکالی اور اندر چلا گیا۔  
دو منٹ بعد مینیں چوبیس سال کا ایک خوبصورت شخص  
باہر آیا۔ مجھے دیکھ کر کہا۔

”میںیں مجھ سے ملنا ہے۔“

”اگر مشرا نام جند رہے تو تم سے ہی ملنا ہے۔ میں نے جواب  
”میرا یہی نام ہے۔ ویسے بارڈی نے تمہیں پرندہ نہیں ی۔  
مجھے بھی بارڈی پسند نہیں آتا۔“  
”جس شخص کو بارڈی پسند نہیں کرتا۔ مجھے بھی وہ شخص پسند نہیں  
آتا۔ اس نے کانٹے سے کہا کہ جواب دیا۔ میں نے اس کی بات کو  
فقط انداز کر کے کہا۔

”مجھے ایک پستول کی ضرورت ہے۔“  
”ہم دونوں ٹھیکے ہوئے ٹیرس کے ٹاسکے تک پہنچ گئے تھے۔  
ایک گز اونچی دیوار کے دوسری طرف پارٹنر گمرانی ملتی۔ اٹھنے پھانے۔  
رنگ کریم کی طرف دھجے ہوئے تھا۔

”تو میرے پاس کیوں آئے ہو؟ شہر میں بہت سی دوکانیں ہیں۔  
”پولیس میری تلاش میں تھی ہے۔ اس نے مجھے فیر لائنس کا  
پستول چاہیئے۔“

”پور بھی تو میرے پاس کیوں آئے ہو؟“  
”دو سال پہلے تم نے میرے ایک دوست کو بزنس لائنس کا پستول  
بچا تھا۔“ میں نے اس کے چہرے پر نظر سجاتے ہوئے کہا  
”کس دوست کو؟“ اس نے چونک کر پوچھا۔  
”تم جانتے ہو اس نے اپنا نام نہیں کی بدایت کر دی تھی  
اس بار اس نے مجھے گھوٹے ہوئے کہا۔  
”تو کون ہو؟“

”میرا نام سٹیلن متہ ہے۔ میں نے مسکرا کر کہا اور میں مرحوم  
متہ کا کبھی جان بول۔“

”اصل ایسا لگا بھیجے۔ جندہ رنے میں دیا ہوا دریا تو اس کے  
ہاتھ میں آگیا ہو میں پہلے سے جوشیا تھا۔ میں ایک قدم پیچھے ہٹ  
یا۔ اس نے دیکھا میں نے جب کراس کا وارڈالی کر دیا اور پھڑپھڑاتے

ہوئے اس کے چاقو دالے ہاتھ کی کلائی پکڑ لی۔ وہ طاقت ور تھا لیکن ناتجربہ کار تھا۔ اس نے کلائی چھڑانے کی کوشش کی جس نے جو جھٹکا آسان دیکھا اور اس کا جسم مڑا دیا۔ دائرہ ناتما ہوا فریق پر آ پڑا۔ میں نے پھرتی سے اس کا چاقو اٹھا لیا اور اپنا ہاتھ اس کے منہ پر رکھ رکڑا سا زور دیا۔ اس کے منہ سے کچھ نکلی۔ اسی وقت ایک کمانے لگا۔

”زیادہ زور سے مت دبا نا ورنہ اس کا خوبصورت چہرہ بگڑ جائے گا اور اس کی محبوبہ بھی نہیں گایاں دیں گی“  
میں نے سر گھٹا کر ڈانکی جانب دیکھا۔ ہم سے چند گز کے فاصلے پر بارڈی کھڑا تھا اور بارڈی کے ہاتھ میں پستول تھا۔  
میں ایک قدم پیچھے ہٹ گیا۔ راجندر جلدی سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور اپنا منہ سہلاتے ہوئے بولا  
”اس سے کہو میرا چاقو تیرے دے۔“  
بارڈی نے مجھے مخاطب کر کے کہا ”شناختے تھے؟“  
”میں یہ جانتا ہوں کہ اس راکھ کی جاندار کی نشانی کے طور پر“ میں نے جواب دیا۔

”تم جانتے ہو میں تھیں گولی مار سکتا ہوں“  
”میرے جس دوست نے مجھے یہاں بھیجا ہے وہ یہ سب گزربند نہیں کرے گا۔ اس کے علاوہ تمہا پر پستول کی گولی کھا کر بھی میں تم سے ایک کو چھت سے نیچے پھینک سکوں گا۔“  
اس بار بارڈی نے راجندر کو مخاطب کر کے کہا۔  
یہ سمجھتا ہے کہ میں اس کے سر میں سوراخ نہیں کر سکتا اور اس کو تباہ و راجندر کو میرا نشانہ کیسے ہے۔

”بارڈی“ راجندر نے غصے سے بولے ”کہا“ یہ میرا ملت منہ کا بھائی ہے اور تم ہانتے ہو کہ راکھیاں آتے والی ہیں اس لئے میں یہاں بنگار نہیں چاہتا۔ اس کو بولے دو۔“  
”تم اس سے بدلہ نہیں لینا چاہتے؟“  
”اب نہیں۔ اگر یہ سب گزربند میں ہے گا تو بدلہ لینے کے بہت چانس ملیں گے۔“

”اوکے مسٹر بارڈی نے مجھ سے کہا“ تم خوش قسمت ہو اس لئے اب فوراً یہاں سے کھسک جاؤ۔ ایسا نہ ہو کہ میں راجندر پانا لڑاؤ بدلاؤں۔“

مجھے امید ہے کہ تم دونوں جلد ہی پھر ملاقات ہو گی۔ میں نے زینے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ اس وقت میرا دل دھک دھک کر رہا تھا۔ مجھے ڈر تھا کہ میں وہ میرے گھوڑے ہی گولی نہ چلا دوں۔ لیکن اس نے ایسا نہ کیا اور میں بخیر رستہ سڑک پر واپس آ گیا۔



بلو ناٹ کلب کا ڈر فائل میں تھا اور کچھ دن کے بدلے میں بھی۔ رپورٹ کے مطابق دن کا تو شہر پر کافی اثر تھا۔ یا تو وہ آپس میں محبت کرتے تھے یا بدن کا تو شہر پر کوئی دباؤ تھا چنانچہ میں نے ایک نظر بلو ناٹ کلب دیکھا بھی ضروری سمجھا۔  
کلب عام کلبوں کی طرح تھا۔ پہلے ایک بڑا سا بال تھا جس کے ایک سرے پر بار تھا اور دوسرے سرے پر چھوٹا اینٹیج جس پر ایک نیم عریاں لڑکی بڑے نقش قسم کا قفس کر رہی تھی۔ اینٹیج کے سامنے بال روم کی اس کے لئے بھی چھوٹی سی جگہ تھی۔ میں ایک خالی ٹبل پر جا کر بیٹھ گیا اور بیرے کا انتظار کرنے لگا۔

بیرے سے امید ایک لڑکی آگئی  
”کیا آپ اکیلے ہیں؟“ لڑکی نے پوچھا۔  
”فی الحال تو اکیلا ہی ہوں۔“  
”اگر آپ کو ساتھی کی ضرورت ہو تو میں...“

وہ خوبصورت تھی۔ عمر پچیس سال کے لگ بھگ ہو گی۔ میں سمجھ گیا کہ وہ کلب کی جانب سے کالوں کو بے وقوف بنانے کے لئے ہے۔ یعنی دولت مند خواتین کو بھانپ کر اپنے لئے دھکی منگاتی رہے اور ہر بار میرا اس کے گلاس میں کوکو کولا لاتا ہے۔ بل میں سے چوتھا اس کا حصہ ہے۔ یہ جانتے ہوئے میں نے مسکرا کر کہا

”بیٹھ جاؤ۔ مجھے اگرچہ ساتھی کی ضرورت نہیں لیکن یہ تمہاری روزی کا معاملہ ہے۔ تم کسی کلب کے ساتھ بیٹھ کر کوئی نہیں بیو گی تو کمیشن کیسے ملے گا؟“  
اس نے گھور کر مجھے دیکھا اور بیٹھتے ہوئے بولی۔

”آدمی خط ناک نظر آتے ہو؟“  
”معدہ میں مجھے خطہ ناک یعنی اپنی ناک کے لئے خطہ بھکتی میں کیا بیو گی؟“  
”اگر تمہارا خیال ہے کہ میں تمہیں بے وقوف بناؤں گی تو پھر کیوں پوچھ رہے ہو؟“  
”یہ میرا فرض ہے، کیونکہ اب تم میری مہمان ہو۔“

”اوکے بیرے نے دھکی منگادو۔“  
میں نے بیرے کو ٹاک کر دھکی کا رڈ دیا۔ پھر اس سے کہا۔  
”اگر تم مناسب سمجھو تو ہم آپس میں ملاقات کر لیں میرا نام سنیل ہے۔“

”میرا نام ریشما ہے۔“  
ریشما نام سن کر میں چونکا۔ آج ہی اسی چند نے راجندر کو ریشما کا ڈر کیا تھا۔  
”کیا آج کل تم راجندر کے ساتھ نہیں رہتیں؟“ میں نے

”بس اس وقت اچھا لگتا ہے جب وہ مجھے تنخواہ دیتا ہے۔“

مدن کا تہی باروڑتے لوگوں سے ڈکڑس چکا تھا کہ اس سے ملے بیزارہ نہیں رہا تھا۔ میں نے پرہلا کو دو روپے اور ننگا کر دیئے۔ اچھا لگتا ہے کہ میں نے پرہلا کو دو روپے دیا اور گھوڑا سوار باروڑے ہاں میں آیا۔ جہاں بہت سی مشینیں چلا کھینے کے لئے تھیں جن پر لوگ چڑھا کھیل رہے تھے اور باروڑے تھے۔

چو کھینے اور کھلانے کے بارے میں یہ مسلم اصول پتھا کھلانے والا ہمیشہ غائبے میں رہتا ہے۔ چو کھینے والے کا پاؤں صرف ایک فی صد ہوتا ہے۔

میں ایک روٹل مشین پر جا کھڑا ہوا۔ چند روپے ہارنے کے بعد میں نے مشین کے انجن سے پوچھا۔

”کیا یہاں چو کھینے ہوتا ہے؟“

”جی ہاں، ایک اندر کے میں۔“ اس نے ایک دروازے کی طرف اشارہ کیا۔ میں اس دروازے میں داخل ہوا تو دیکھا یہ بھی ایک چھوٹا سا سال تھا اور مختلف ٹیلوں پر لوگ ٹاش کھیل رہے تھے۔ دی۔ فلیش، برج۔ غرض کہ ہزاروں روٹل کی موجودگی ہو رہی تھی۔

کمرے میں دو تین آدمی سیاہ سوٹ پہنے ہوئے تھے جن کی صورتوں سے غنڈہ پن برس رہا تھا۔ میں سمجھ گیا کہ یہ لوگ کمرے میں سکون اور امن و امان قائم رکھنے کے لئے ہیں۔

میں نے آگے بڑھ کر ان میں سے ایک سے پوچھا۔

”کیا مسٹر مدن یہاں کلب میں موجود ہیں؟“

”ہاں ہیں۔ کیا بات ہے؟“

”میں ان سے ملنا چاہتا ہوں۔“

”کیوں؟“

”کام ان کی کوتاہیوں کا۔“

اس نے ایک دروازے کی جانب اشارہ کر کے کہا۔ ”پوری ڈوری ان کا آفس ہے۔“

میں اس کمرے سے باہر نکلا تو ایک کوری ڈوری تھا اور آٹری سرے پر ایک دروازہ تھا جس پر مدن کے نام کی تختی تھی۔ میں نے دروازے پر دستک دی۔ فوراً ہی اندر سے جواب ملا۔

”کمران۔“

میں اندر داخل ہوا۔ کمرے میں اس وقت صرف دو آدمی تھے۔ ایک چھوٹا سا چو کھینے والا آدمی صوفے پر لیٹا تھا۔ دوسرے ایک بوسٹر پر لیٹا تھا جس میں بیٹھتا تھا۔

فوراً اندر سے میں تیر چلا گیا۔ ”تم راجد کو جانتے ہو؟“ اس نے چونک کر مجھے دیکھا۔

”ہاں۔“

”لیکن میں نے کبھی نہیں اس کے ساتھ نہیں دیکھا۔“

”میں زیادہ عرصہ باہر رہا ہوں۔ آج ہی آیا ہوں۔ لیکن ان دونوں کہاں رہتا ہے؟“

”مجھے معلوم نہیں۔“ پرہلا نے ہونٹ چپکا کر کہا۔ میں اس کے ساتھ نہیں رہتی۔

”کیوں؟“

”وہ کہتے ہیں۔ میں نے اس کے لئے سب کچھ کرنا قبول کیا۔ ادب اس کے پاس پیسہ آنے لگا ہے تو مجھے چھوڑ کر چلا گیا۔“

”پس کہاں سے آئے لگا ہے؟“

”آج کل وہ کوئٹہ، میرٹھ اور چریس کا حصار رہا ہے۔“

”کس کے لئے؟“

”لیکن اس کا دوست باروڑی تو اس کلب کے منیجر مدن کے لئے کام کرتا ہے۔“

”تم سب کچھ جانتے ہو۔ اس نے میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھا۔“

”سب کچھ نہیں۔ بہت سی باتیں میں جانتا چاہتا ہوں۔“

”کیسی باتیں؟“

”مثلاً یہ کہ اس کلب میں کھلے عام جوتا ہے اور پولیس بھی چھاپا نہیں مارتی۔ کیوں؟“

”پیسے میں بڑی طاقت ہے۔“

”بہتار مطلب ہے شہر کی تمام پولیس مدن کی غلام ہے۔“

”مقترب۔“

”پھر تو مدن دیکھنے کی چیز ہے۔“

”یقیناً ہے۔ اگر تو نے کبھی انسان نہایت کر۔ یا سید کر انسان نہیں دیکھا تو مدن کو ضرور دیکھو۔ لیکن ذرا موشا رہنا اور اس کے ساتھ کوئی چالاکی کرنے کی کوشش نہ کرنا۔ بہت خطرناک ہے۔“

”تم اس کے بارے میں بہت کچھ جانتی ہو۔“

”میں نہیں جانتی کہ تو اور کون جانتے گا۔ میں اس کی ملازم ہوں۔ جب اس کا کام چاہتا ہے وہ مجھے بلا لیتا ہے۔“

”مجھے حیرت ہوئی کہ اس کے ہاتھ میں حقارت اور نفرت تھی۔“

”میں نے کہا۔“

”اس کا مطلب ہے وہ تمہیں پسند نہیں۔“

گھلے اور میرے سامنے آکر اٹھا ہوا۔

اس سے لڑنا آسان کام نہیں تھا۔ میں نے بائیں ہاتھ گھومنا چلایا۔ اس کا سر تیزی سے ایک طرف ہو گیا۔ لیکن میں اسکو سنبھلنے کا موقع نہیں دیا تھا۔ جیسے ہی اس نے میرے بائیں گھونٹے سے بچنے کے لئے سر پیچھے کی سیٹھ دیاں ہاتھ کا گھومنا اس کے پیٹ میں گھسا دیا۔

اس گھونٹے کو گارگی نے اپنی توہین سمجھا اور اس نے جو پروشمنوں کی طرح وار کرنے شروع کر دیئے۔ مشکل یہ تھی کہ میں دن کو یہی جانا نہیں چاہتا تھا کہ میں روانی کے کسی فنون میں ماہر ہوں، اسلئے میں انارڈوں کی طرح ہاتھ چلا رہا تھا۔ آخر ایک بار موقع پا کر میں اس کی گردن پر ہلکا سا کر لے گا اور کیا۔ کوئی دوسرا ہوتا تو اس وار سے پریشان ہو جاتا۔ گارگی کی صرف آنکھیں پھیل گئیں اور اس کے جسم کی رفتار سست ہو گئی۔ چونکہ یہ صرف دوستانہ مقابلہ تھا اس لئے میں نے اپنے سر کی ٹخرا اس کے سینے میں اس طرح ماری کہ وہ صوفے پر جا گرے اور وہیں بیٹھا رہ گیا۔

بس اب بسنے کی ضرورت نہیں گارگی۔" اس نے کہا۔  
"میں نے صرف اس لئے کہا کہ آواز دے کے لئے تھا۔ ہمارے ساتھ کھڑا کیا تھا۔ تم نے اس سے بچ کر لڑنا شروع کر دیا۔ دیکھا وہی پھر تپتا ہے۔" اس نے دھوکے سے یہ کہنا شروع کیا کہ "گارگی نے غصے سے کہا۔ دروازے کھٹکی کی ایک کھینچتے ہوئے میرے ہاتھ مار

اے۔" اوکے۔" غصہ ہونے کی ضرورت نہیں پھر اس نے مخاطب کر کے کہا "آل رائٹ۔"  
"میں تمہیں ملازم رکھ سکتا ہوں۔ کل دوپہر کو تم میری کوٹھی پر آ کر مجھ سے ملو۔"  
"تھینک یو سو مچ۔" نے سیلوٹ دے کر کہا  
"مٹھا نام کیا ہے۔"

"شیل۔"  
"اچھا۔ اب تم جاؤ۔"  
"میں دوسری بار سیلوٹ کر کے واپس چل دیا۔ لیکن میں جیسے ہی دروازہ بند کر کے کوری ڈور میں واپس آیا، سامنے والے دروازے سے بارڈی کوری ڈور میں داخل ہوا۔ مجھے دیکھتے ہی جھیلی کی سی تیزی سے اس نے ہستون نکال لیا۔ اور مجھے نشانہ بناتے ہوئے کہا۔  
"تم یہاں کیا کر رہے ہو؟"

دن میں کے پیچھے کسی پریشاں گارگی رہا تھا۔ پریشاں اس کا بالکل صحیح تعبیر تیار تھا۔ واقعی ایسا لگتا تھا کہ وہ انسان اور دیگر کی مخلوق تسلیم ہے۔

دن نے مجھے گھور کر دیکھا اور بڑے پراخلاق لہجے میں کہا۔  
"میں نے کیا خدمت کر سکتا ہوں۔"  
"میں نے سنبھلے کہ آپ اس شہر کے بے تاج بادشاہ ہیں۔"

"یہ مبالغہ ہے۔" اس نے جواب دیا۔ "مجھے یہ دن سنبھلے صرف دو سال ہوئے ہیں۔"

"اس کے باوجود شہر بھر میں آپ کی شہرت ہے۔"  
"شکریہ۔ کیا آپ صرف میری تعریف کرنے آئے تھے۔"  
"جی نہیں۔ میں نے سنا ہے کہ آپ بہت اچھے آقا بھی ہیں۔ آپ کی ملازمت کر کے ہر شخص خوش رہتا ہے۔ میں بھی ملازمت چاہتا ہوں۔ میں کسی قسم کے خطروں سے نہیں گھبراؤں اور آؤں۔ پرتوئی سوال نہیں پوچھتا۔"  
اس بار اس نے مجھے تنقیدی نظروں سے اوپر نیچے دیکھا۔

پھر سوال کیا۔  
"خطروں سے تمہاری کیا مراد ہے؟"  
"میں موت سے نہیں ڈرتا۔"  
"تو میرے پاس ہاتھ کیوں آئے ہو؟"  
"آپ کے کئی ملازموں سے میری بات سمجھ جاتی ہے۔ ان سب کی رائے یہ ہے کہ آپ اپنے ملازموں کو خوش رکھتے جانتے ہیں۔"

دن کے چہرے پر مسکراہٹ دوڑ گئی جس سے اس کا چہرہ اور بھی انک ہو گیا۔ اس نے کہا۔  
"اے لوگو تم کیا کر سکتے ہو؟"  
"دنیا کا ہر کام۔ میرا مطلب ہے میں تکمیل کام نہیں جانتا۔ اور جسم سے جو کام لے جاسکتے ہیں وہ میں سب کر سکتا ہوں۔"

"اچھا۔ انا جانتے ہو۔"  
"میں چپس گز کے فاصلے سے سولی گولی سے ڈاؤں لگاؤں۔"  
"اچھا۔ انا جانتے ہو۔"  
"لو سکتا ہوں۔"  
"گارگی! اس بار اس نے صوفے پر بڑے دیو کو مخاطب کرنے کہا۔" درکار ہے ہونا، میں دیکھنا چاہتا ہوں کیا یہ شخص تم سے لو سکتا ہے۔"  
گارگی نے ایک جہانی لی اور اٹھ کھڑا ہوا۔ دو تین بار ہاتھ

جاہتا تھا۔  
 مدن نے میری طرف تیز نظروں سے دیکھا۔ پھر بارڈی  
 سوال کیا۔

”کیا راجندر نے کچھ بتایا؟“  
 ”نہیں۔ میں عین وقت پر گیا تھا۔“  
 ”یہ راجندر بھی اب خطرہ بننا چاہا ہے۔ وہ اب کہاں  
 ہے؟“  
 ”مجھے معلوم نہیں باس۔“

”لیکن وہ مختار سے ساتھ رہتا ہے۔“  
 ”نہیں باس۔ بالکل نہیں۔“  
 ”تم اس کو تلاش کر کے میرے پاس لاؤ، لیکن پہلے بال  
 سے پرشاد کو بلاؤ اور تمہاری اس وجہ کے بار کو اندر لے آؤ۔“  
 ”میں آپسے آدمیوں کو قتل پسند نہیں کرتا جو مجھ سے جھوٹ بولیں۔“  
 ”گاری کے پاس ہسپتال تھا۔ اس نے نالی میرے سر سے لگا  
 کر کہا۔ چلو آگے چلو۔“

”میں اس کے ساتھ دوبارہ دفتر میں آ گیا۔ بارڈی واپس  
 چلا گیا۔ دوسرے بعدی وہ ایک ادنیٰ عمر آدمی کے ساتھ واپس آیا۔  
 مدن نے اس سے کہا۔“

”مشر شاؤ۔ یہ شخص میرے دفتر میں چوری کرنے آیا تھا۔  
 میں وقت پر پہنچا۔ تم اس کو گرفتار کر لو۔“  
 ”پرشاد دھوکہ دے رہا تھا۔ اس نے جیسے مجھ کو دیکھا  
 کر مجھے پہچان لیا۔ اب مجھے بتا چلا کہ وہ کوئی پولیس افسر تھا۔ اس  
 دیکھتے سے مجھے یہ یقین آ گیا کہ شہر کی تمام پولیس مدن کی زیر نگرانی  
 تھی۔ گویا مدن واقعی سارے شہر کا باس تھا۔“  
 ”لیکن یہ بات عجیب تھی۔ مدن جالاک ہو سکتا تھا۔ مگر اتنا  
 ذہین نہیں ہو سکتا کہ باقاعدہ کوئی تنظیم چلا سکے۔“  
 ”اس پر کیا کیا جرم عائد کروں مشر مدن؟ پولیس افسر نے  
 پوچھا۔“

”ڈاکٹر اور قاتلانہ حملہ کافی سببے گا۔“  
 ”جی ہاں۔ اور پولیس افسر کے کام میں بڑا کڑا ڈالنا  
 ڈیوٹی پر موجود پولیس افسر کو گالی دینا وغیرہ وغیرہ۔“

”لیکن نہیں۔“ چانگ مدن نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ ”مشر  
 پرشاد میں اس آدمی کو ایک چانس دینا چاہتا ہوں۔ یہ قلت ہمتہ  
 کا کھانا ہے۔ اس کو جان دینا چاہیے کہ اس شہر میں اب اس کے  
 لئے کوئی گنجائش نہیں رہا مشورہ ہے کہ اس کو شہر سے چند میل باہر  
 چھوڑ آؤ۔ اگر یہ عقل مند ہو گا تو پھر بھی اس شہر میں واپس نہیں  
 آئے گا اور اگر یہ پھر واپس آجائے تو تم تباہی ہو کر تم کی طرح“

بارڈی کو وہاں دیکھتے ہی میں سمجھ گیا کہ ملازم ہونے کا  
 میرا سارا ڈرامہ بے کار ہو گیا۔

پھر بھی میں نے ہمت سے کام لے کر کہا  
 ”ادنیٰ تم یہاں کی طرح رہے ہو؟“  
 ”شٹ اپ تم جانتے ہو میں مشر مدن کے لئے کام کرتا  
 ہوں۔ چلو گھر نہ پاس کے دفتر میں واپس چلو۔“  
 ”اوہ اگر میں نہ جاؤں؟“ میں نے اس کی طرف ایک  
 قدم بڑھا کر کہا۔

”اور آہ گئے مت بڑھو۔“ بارڈی نے خود ذرا سا پیچھے  
 ہٹتے ہوئے کہا۔ ”اگر تم آگے بڑھے تو میں گولی مار دوں گا۔“  
 ”میرا خیال ہے مشر مدن پر پتہ نہیں کریں گے۔ میں نے  
 ایک قدم اور آگے نہ جتے ہوئے کہا۔  
 ”دیکھو دیکھو۔ میں آخری وارننگ دیتا ہوں۔ پھر  
 ورنہ گولی۔۔۔“

اس کے الفاظ اور دوسرے رہ گئے۔ میرے پیچھے دفتر کا  
 دروازہ کھلا۔ میں نے فوراً گھوم کر کھینچوں سے دیکھا۔  
 وہ گاری تھا جس کو ابھی بھی میں نے اپنا دشمن بنایا تھا۔  
 ”گاری اس پر حملہ کرو۔“ بارڈی بولا۔ ”یہ خطرناک ہے۔“  
 ”گا۔ گی کو اپنا بدتر حکمانے کا موقع مل گیا۔ اس نے خوب  
 جھلانگ لگا دی۔ میں تیار تھا۔ میری سر سے میں نے ایک قدم  
 پیچھے ہٹ کر اس کے منہ پر گھونسا مارا۔

وہ صحت کے بل دھم سے زمین پر گرا۔ میری توجہ گاری پر  
 تھی۔ بارڈی نے اپنا ٹانگ دوسری طرف سے مجھ پر حملہ کر دیا۔ میں  
 اس کے حملے سے بچنا چاہتا تھا کہ نیچے گرے ہوئے گاری نے  
 میری ٹانگیں بڑھ کر کھینچ لیں۔ میں نیچے گر پڑا۔ دونوں مجھ پر سوار  
 ہو گئے۔ اسی وقت پھر دروازہ کھلا۔ اس بار باہر سے آئے والا  
 مدن تھا۔ یہ منظر دیکھ کر ایک لمحے کے لئے وہ ساکت رہ گیا پھر  
 خستہ سے بولا۔

”گا۔ گی میں نے کہا تھا کہ میں اپنے ملازموں کے درمیان  
 لڑائی پسند نہیں کرتا اور بارڈی تم یہاں کیا کر رہے ہو؟“  
 بارڈی جلدی سے کھڑا ہو گیا۔ اور پھر مجھے ہسپتال سے نشانہ  
 بناتے ہوئے بولا۔

”باس یہ آدمی خطرناک ہے۔“  
 ”کیا تم اسے جانتے ہو؟“  
 ”ہاں باس۔ یہ مجرم قلت ہمتہ کا بھائی ہے۔ ابھی ایک  
 گھنٹہ پہلے یہ راجندر کی تلاش میں میرے پاس آیا تھا۔ اس نے  
 راجندر کو مار دیا۔ یہ اس سے اپنے بھائی کے قتل کے بارے میں جانتا

آری تھی۔ اس لئے ہیں ایک ریسٹوران میں گھس گیا اور کافی رنگا کر بیٹے لگا۔ ٹیبل پر شام کا اناج پڑا تھا میری نظر اس کی ایک سرخی پر پڑ گئی۔

”گلاس فیکٹری کے باہر ایک لاش پائی گئی۔“

”بچے خبر کی تفصیل اس طرح تھی  
”آج دوپہر اوریشل گلاس فیکٹری کے باہر نالے میں ایک ادھیڑ عمر مرد کی لاش پائی گئی۔ بعد میں تحقیق پر بتا جلا کہ وہ ٹکس فیکٹری میں کام کرتا تھا۔ وہ مزدور کے خلاف مالکوں کو بھڑکانا دیکھا تھا۔ اندازہ ہے کہ مزدور نے غصے میں اس کو قتل کر دیا۔“

پولیس تحقیق کر رہی ہے؟  
خبر پڑھ کر میں سمجھ گیا کہ وہ بھی ضرور کوئی ہمارے محلے کا آدمی ہوگا۔ یہ گیارہواں قتل تھا۔

جس برے نے مجھے کافی لاکر دی تھی وہ قریب کھڑا تھا۔ میں نے اس سے سوال کیا۔

”کیا اس شہر میں اکثر قتل ہو رہے ہیں؟“  
”قتل ہر شہر میں ہوتے ہیں مگر اس نے جواب دیا۔  
”یہاں زیادہ جنس فیکٹری میں ہوتے ہیں۔ جہاں غمزدگی بھری ہوئی ہے۔“

میں کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اچانک ریسٹوران کے دروازے میں ایک انسانی سکہ نظر آیا۔ وہ راجندر تھا۔ میں نے جلدی سے دوسری طرف منہ پھیر لیا کہ کہیں وہ مجھے پہچان نہ لے۔

راجندر نے دروازے میں ٹک کر ایک رگب نظر پوئے بال پروالی۔ پھر کاؤنٹر پہنچ کر کچھ کہا۔ فوراً کاؤنٹر کلاک نے چمڑے کا برلیف کیس اٹھا کر اس کو دے دیا۔ راجندر برلیف کیس لے کر دالیں چل دیا۔

وہ نظروں سے اوجھل ہو گیا تو میرے ذہن میں خیال پیدا ہوا۔ مجھے اس کا پتہ چکرنا چاہیے۔ یہ سوچ کر میں نے جلدی جوئی کافی حلق میں منڈیل لی۔ پلیٹ میں دو روپے رکھے اور برے کو روپے اٹھانے کا اشارہ کر کے باہر کی طرف چل دیا۔

باہر نکل کر دیکھا کہ راجندر پہلے ہی ایک طرف کو جا رہا ہے میں کچھ فاصلہ دے کر اس کا تعاقب کرنے لگا۔ تقریباً دو فرلانگ چلنے کے بعد وہ ایک بلاڈنگ میں گھس گیا۔ میں اس بلاڈنگ کے تارکب دروازے میں چھپ گیا۔ چند منٹ بعد وہ واپس آیا اب اس کے ساتھ ایک

”بہت اچھا مسٹر مدن۔ آپ واقعی رحم دلی ہیں۔ یہ کہہ کر اس نے مجھے تم خوش قسمت ہو اچھا آدمی تمہیں مسٹر مدان کا احسان مند ہونا چاہیے۔“

میں نے بات بڑھانی مناسب نہ سمجھی اس لئے کہا۔  
”میں احسان مند ہوں۔“

جس پولیس افسر کے ساتھ چل دیا۔ وہ مجھے کلب کے پچھلے دروازے سے باہر لایا۔ جہاں ایک کارکھڑی تھی۔ وہ مجھے گاڑ میں بٹھا کر چل دیا۔

میرے ہاتھوں میں ابھی تک ہتھکڑیاں تھیں۔ میں نے اس سے پوچھا۔

”کیا یہ تمہاری اپنی کار ہے؟“  
”ہاں۔“

”اس شہر میں پولیس والوں کو بہت زیادہ تنخواہیں ملتی ہیں“  
”جو بڑے تنخواہ۔“ تنخواہ کی کس کو پرواہ ہے۔ تم واقعی خوش قسمت ہو مسٹر اگر مسٹر مدن چاہتے تو تم اس وقت جیل میں ہوتے۔“

”اب ہم کہاں جا رہے ہیں؟“  
”نکرہ میت گرو۔ میں نہیں ایسی جگہ بھونڈوں گا جہاں تمہیں دوسرے شہر کے لئے بس مل جائے گی۔“  
میں خاموش ہو گیا۔ تھوڑی دیر میں ہم شہر سے باہر نکل گئے آخر میں چارمیل روڈ اس نے ایک جگہ گاڑی روک کر کہا

”یہاں اس جاؤ۔“  
”کیا میں ہتھکڑیوں کے ساتھ جاؤں گا؟“  
”باہر نکلو۔ میں ہتھکڑیاں کھولتا ہوں۔“  
میں باہر نکل آیا۔ اس نے ہتھکڑیاں کھوکھری جیب میں لگائیں۔

میں نے پوچھا۔  
”کیا تم انکسٹر ہو؟“  
”سب انکسٹر۔“

”شہر کے حالات سے مطمئن ہو؟“  
”کیوں نہیں۔ شہر میں کیا خرابی ہے؟“  
”کچھ نہیں۔ صرف یہاں قانون نہیں۔“  
”قانون نہیں؟“ یہ کہہ کر اس نے گاڑی اسات کر دی اس کے جانے کے بعد مجھے آدھا گھنٹہ انتظار کرنا پڑا۔

تب کہیں جا کر ایک ٹرک نظر آیا۔ ٹرک والے نے دس روپے کے لکھی میں مجھے ٹرک میں بٹھالیا اور واپس شہر پہنچا دیا۔

اس وقت رات کے بارہ بج رہے تھے۔ مجھے یابینہ

میرے پاس نہیں رہا۔ اس نے میں بھی جلدی

سے ایک دو رخت کی آد میں چھپ گیا۔ وہ کار میرے قریب سے گزری تو مجھے بتا چلا کہ میری جوتی جس نے خطرے کو جس طرح فرسوں کیا تھا۔ گاڑی میں مار ڈی تھا۔ اگر وہ مجھے دیکھ لیتا تو ہسٹ کی پونیس میری تلاش میں لگ جاتی۔ اور بہت ممکن تھا کہ پولیس کی جانب سے اعلان ہوتا کہ مجھے دیکھتے ہی گولی مار دی جائے۔

ہارڈی کی کار ولت مہنت کی کوشی کے سامنے پہنچ کر ذرا سست ہوئی اور پھر آگے بڑھ گئی۔ کار کے نظروں سے غائب ہوتے ہی میں نے دیکھا کہ راجندر ایک عمارت کی آڑ سے نکلا اور ولت مہنت کی کوشی کی طرف چلا گیا۔ میں تیر چلتا ہوا کوشی تک پہنچا تو وہ دوسری بار غائب ہو چکا تھا۔ اس کا مطلب تھا وہ کوشی کے اندر چلا گیا تھا۔

پہلی عجیب بات تھی۔ میں نے سوجا، راجندر رات کو گڑھا سے ملے کیوں تک ہے میرے نقطہ نظر سے راجندر جرائم کی شنیدہ میں اتنا اہم کردہ نہیں تھا کہ کوشی اس سے محبت کا فیصلہ جلیجی۔ میرا شکس اور زیادہ بڑھ گیا تھا۔ میں دے قدموں سے کوشی کے دروازے تک پہنچا اور آہستہ سے مہنت کی گھر کو دیکھا۔ دروازہ اندر سے بند تھا۔

میں گھومتا ہوا عمارت کی ٹشٹ پر پہنچا۔ اس طرف کمرے میں ایک روشنی دیکھ کر مجھے یقین ہو گیا کہ راجندر اندر ہے۔ باورچی خانے کا دروازہ اس طرف بھی کھلتا تھا۔ اس وقت اس میں بھی تالا لگا ہوا تھا۔ میں نے جیب سے چابیوں کا گچھا نکالا۔ لیا اور تالا کھولنے لگا۔ مولیٰ تالا تھا۔ اس نے آدھے منٹ میں ہی کھل گیا۔ میں نے آہستہ سے دروازہ اندر دھکیل کر کوئی آواز سننے کی کوشش کی۔ لیکن وہاں بالکل سناٹا تھا۔

میرے پاس پتو لیا اب بھی نہیں تھا۔ دے قدموں سے میں اندر داخل ہو گیا اور اندھیرے میں ٹوٹتا ہوا اندرونی سڑک سے باہر آ گیا۔ دوسری طرف ایک مال تھا۔ اس میں بھی اندھیرا تھا۔ میں دیوار کے سہارے چلا رہا۔ مجھے ڈر تھا کہ کسی پتھر سے ٹکراؤں گا۔ آخر ایک دروازہ کھولا۔ میں نے اس کا مہنتی لکھا یا تو دروازہ کھل گیا۔

ایک باہر میں نے کوئی آواز سننے کی کوشش کی لیکن ہر طرف سناٹا تھا۔ اس نے میں دروازہ کھول کر اندھا قتل ہوا۔ یہاں تاحم ہی ہوگئی تھی کیوں کہ سامنے ہی ایک اور دروازہ تھا۔ جس کے اوپر لکھے تھے میں مٹی کی پٹھانے لگے ہوئے تھے اور ان پٹھانوں سے باہر نکلنے والی روشنی نے اس کمرے کو لگا سارو روشن کر دیا تھا۔ میں سمجھ گیا یہ وہی کمرہ ہے جس کی گھر کی باہر کی جانب کھلتی

عورت تھی۔ اندھیرے میں میں اس کی شکل نہیں دیکھ سکتا تھا۔ صرف آواز سن سکتا تھا۔ وہ خوشامد کے ہجے میں تھہری تھی۔ "راجندر یہ تو سوچو تم کبھی مجھ سے محبت کرتے تھے؟" یہ ٹھیک ہے۔ راجندر کی آواز سناٹی دی۔ لیکن بزنس بزنس سے ہالتی۔

"میں نے قطاری خاطر اپنا سب کچھ لٹا دیا۔ تم نے میری عزت پر رحمی اور میری جوانی سب کچھ لوٹ لیا۔" میں یہ کہتے سننے نہیں آیا۔

"مگر میں مری ہوں۔ تین دن سے مجھے میند نہیں آئی اگر آج تم نے میری سلائی نہ دی تو میں پاگل ہو جاؤں گی!"

"میں نہیں پچھلے ہتھے بھی ادھار دے گیا تھا۔" میں جانتی ہوں۔ لیکن اس ہتھے میں صرف پینڈ گلاب ملے جن سے کچھ کا خضہ بھی مشکل سے چل سکتا۔

"میں کچھ نہیں جانتا۔ پچھلے ہتھے کے تیس روپے دے دو میں سلائی تمہیں دے دوں گا۔" ہتھے کی گھورت نوراجندر پٹیز۔

"بزنس میں میرا ایک پارٹنر ہے جس کو مجھے حساب دینا ہوتا ہے۔"

ایک گہرا سانس لے کر لڑکی نے کہا۔ "اتھا خانم۔ بے وقت۔ یہ لے تیس روپے۔ اس کے مدنیرے پاس پھوٹی کوڑی بھی نہیں میری تھی بیار ہے۔ کل کو اس کی دوا بھی نہ آئی تھی۔"

"میں نے دوا بھی لے کر خانڈاؤں کا شیکہ نہیں لے رکھا۔ راجندر نے جواب دیا کہ ٹوٹ کر کھڑے کی آواز سناٹی دی۔ پھر عورت کے گہرا سانس لینے کی آواز۔

میں سمجھ گیا کہ راجندر نے افیم یا کوکین کی سلائی لڑکی کو دی ہے۔ اس کے بعد لڑکی اوپر وہاں چلی گئی اور راجندر باہر کی طرف چل دیا۔

مجھے فاصلہ دے کر میں پھر اس کے مجھے چل دیا۔ مجھے خوشی تھی کہ وہ پیدل چل رہا تھا۔ اگر اس کے پاس گھڑی ہوتی تو اس کا تعاقب کرنا مشکل ہو جاتا۔

ایک گھنٹہ ہم آگے بڑھتے رہے۔ اس دوران وہ کئی عمارتوں میں گیا اور دو عمارتوں کے درمیان میں سمجھ گیا کہ ان عمارتوں میں اس کے ٹاکس رہتے ہیں۔

پھر وہ چلتے چلتے انتہہ کے مکان تک پہنچ گیا۔ اسی وقت مجھے سے ایک کار کی آواز سناٹی دی۔ میں نے گھوم کر دیکھا۔ پھر سامنے ہی طرف دیکھا تو راجندر غائب ہو چکا تھا۔



”نئے دھڑے سے نہ کٹنا کہیے جو؟“

”یہی دو تین سو روپے روزانہ“

”تہنیں معلوم ہے میرے پاس کتنی بڑی جائداد ہے اور کتنا بڑا کاروبار ہے۔“

”ہاں۔“

”نہ دو تین سو روپے روزانہ اس جائداد اور کاروبار کے سہارے تہنیں سے گزار سکتے ہیں؟“

”وہ کیسے؟“

”تہنیں ایک قتل کرنا ہوگا۔“

”قتل۔“

”راجندر کی آواز میں حیرت تھی کہ اس کا؟“

”جی ہاں۔“

”راجندر کی آواز میں حیرت تھی کہ اس کا؟“

”جی ہاں۔“

”راجندر کی آواز میں حیرت تھی کہ اس کا؟“

”جی ہاں۔“

”راجندر کی آواز میں حیرت تھی کہ اس کا؟“

”جی ہاں۔“

”راجندر کی آواز میں حیرت تھی کہ اس کا؟“

”جی ہاں۔“

”راجندر کی آواز میں حیرت تھی کہ اس کا؟“

”جی ہاں۔“

”راجندر کی آواز میں حیرت تھی کہ اس کا؟“

”جی ہاں۔“

”راجندر کی آواز میں حیرت تھی کہ اس کا؟“

”جی ہاں۔“

”راجندر کی آواز میں حیرت تھی کہ اس کا؟“

”جی ہاں۔“

”راجندر کی آواز میں حیرت تھی کہ اس کا؟“

”جی ہاں۔“

”جی ہاں۔“

”جی ہاں۔“

”جی ہاں۔“

”جی ہاں۔“

”جی ہاں۔“

”جی ہاں۔“

”جی ہاں۔“

”جی ہاں۔“

”جی ہاں۔“

”جی ہاں۔“

”جی ہاں۔“

”جی ہاں۔“

”جی ہاں۔“

”جی ہاں۔“

ان کو دیکھ کر میرے جسم میں منہسی سی دوڑ گئی۔ وہ مدین ہاروی اور گارڈی تھے۔  
مدین ہاروی وہ آدمی تھے جو بڑھ کر رک گیا اور کونوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولا۔  
”اتنی عورت تو اس نئے کے پٹے سے مجھے قتل کرانا چاہتی ہے۔“

اس کا یہ جملہ سن کر مجھے بھی سخت حیرت ہوئی۔ اس کا مطلب تھا کہ مدین نے ان کی گفت گو سن لی تھی میں حیران تھا کہ وہ بھی دروازے کے پیچھے چھپ کر ان کی باتیں سن رہا تھا اس نے کمرے کے کمرے میں گناہ گاروں کی باتیں سنیں۔

دوسرا سوال یہ تھا کہ وہ اچانک وہاں کیسے پہنچ گیا۔ پھر فوراً ہی مجھے خیال آیا۔ میں نے ہاروی کو گارڈی ڈھونڈ کر دیکھا تھا۔ گارڈی کی کچلی سیٹ پر میری نظر نہیں گئی تھی۔ چھپیلی سیٹ پر اندھیرا تھا اس لئے ممکن تھا کہ مدین اور گارڈی کچلی سیٹ پر بیٹھے ہوں اور وہاں سے اچھا کر دینے کی کوشش کے ساتھ رات گزارنے آ رہا ہو۔ اگر وہ تو شی کو بلیک میل کر رہا تھا تو اس کو اسے ساتھ سوئے پر بھی مجبور کر سکتا تھا۔

یہ بات سمجھ میں آئی تھی۔ اس کے پاس باہر کے دروازے کی چابی ہوگی۔ وہ اندر داخل ہوا تو اسے تینا حاکم تو شی کے ساتھ راجندر سے۔ وہ چھپ کر ان کی باتیں سننے لگا۔

راجندر کا چہرہ مضطرب تھا۔ اس نے گھر کر کہا۔  
”پاس میں نے اس عورت کی بات پر کبھی غور نہیں کیا۔ میں تو اس کو باتوں میں لگا کر اس کا راز معلوم کر رہا تھا، تاکہ وہ بہتیں بتا دوں۔“

”میں تمہاری فطرت کو جانتا ہوں راجندر۔“  
”میں قسم کھاتا ہوں پاس۔ میں۔۔۔۔۔“

”رحمہم اللہ نے کی ضرورت نہیں راجندر۔ ویسے بھی تمہارا وجود اب میرے لئے خطرہ بنتا جا رہا ہے۔ یہ کہہ کر اس نے اپنے دونوں کندوں سے کہا۔“

”اس کی تلاشی لو اور ان کو پوٹ ہاؤس میں لے چلو۔“  
اس کے انداز سے صاف ظاہر تھا کہ وہ راجندر کو قتل کرنا چاہتا ہے۔ میرا اب وہاں دینا خطرناک تھا اس لئے میں چپکے سے باہر نکلا اور تیزی سے ایک طرف چل دیا۔

بلوائٹ کلب میں پولیس سب انسپکٹر نے سب طرح تلاش کر دیکھا تھا اس سے مجھے یقین ہو گیا تھا کہ پولیس کا عمل نہایت خوب بن چکا ہے اور مدین کا غلام ہے۔ اس نے کسی پولیس

روپے کی غلام ہے۔ مدین کی نہیں۔ وعدہ کر دو کہ تو اس کو قتل کر دے۔“  
”قتل تو میں کر دوں گا۔ مگر ایک بات میری سمجھ میں نہیں آتی۔“

”کیا؟“  
”تم نے قتل ہی کیوں کر مانا چاہتی ہو۔ کلب الگ کیوں نہیں کر دیتیں۔“

”یقیناً ایسا نہیں کر سکتی۔ مجبور ہوں۔“  
”کیا وہ نہیں بلیک کرتا ہے؟“

”ہاں۔“  
”کس بات پر؟“  
”یہ میں ابھی نہیں بتاؤں گی۔ تم نے قتل کر دو گے تو سب کچھ بتا دوں گی۔ دو سال سے میں کانٹوں پر زندگی بسر کر رہی ہوں۔ ہر وقت ایک نامعلوم خوف ذہن پر چھا ہوا رہتا ہے۔ وعدہ کر دو تم سے قتل کر دو گے۔“

”میں وعدہ کرتا ہوں۔“  
”تم نے اس کے دفتر کا کمرہ دیکھا ہے؟“ تو شی نے سوال کیا۔

”ہاں۔“  
”اس میں ایک توری ہے۔ جب اسے قتل کر دو تو اس توری کو کھولنا۔ اس میں میرے نام کا ایک لفافہ لگا ہوا ہے۔ وہ لفافہ بند کرنا مجھے لاکر دو گے۔“

”اس لفافے میں تمہارا کوئی راز ہے؟“ راجندر نے پوچھا۔  
”ہاں۔ وعدہ کر دو کہ تم اس لفافے کو کھولنے کے نہیں تم میرے دفکار درجے کے تو زندگی بھر عیش کر دو گے راجندر۔“

”اوکے ڈارلنگ میں۔۔۔۔۔“  
الفاظ اس کے منہ میں رہ گئے۔ میری آنکھ اس وقت سوراخ سے لگی ہوئی تھی۔ اچانک میں نے دیکھا کہ درشت راجندر کی آنکھیں پھیل گئیں۔ پھر مجھے پانچ چھ انگلیں ایک ساتھ نظر آئیں۔

جس کمرے میں وہ دونوں کھڑے تھے اس کے دو دروازے تھے۔ ایک دروازہ تھا جس سے میں بھاگتا رہا تھا۔ دوسرا دروازہ دروازہ بائیں جانب دروازہ تھا۔

اچانک وہ دروازہ کھلا تھا اور اس سے تین آدمی اندر داخل ہوئے تھے جن کو دیکھ کر راجندر غور غور ہوا تھا۔ وہ تینوں آگے بڑھے تو مجھے ان کے چہرے خراب

”درویش کے حکم سے میرا کیا نتائج ہے؟“  
 سٹی میئر کا ہر جھکے سے قتل ہوتا ہے۔ بہر حال اس وقت  
 میں لمبی جوتے میں بیٹا نہیں چاہتا۔ میری معلومات کے مطابق  
 دن ایک شخص کو قتل کرنے کے لئے لے گیا ہے۔  
 ”آپ کو پولیس اسٹیشن جانا چاہیے؟“

درویش اسٹیشن میرا جاناب کا رہتا تھا۔ پولیس اسٹیشن  
 دن کے ظلمات کچھ نہیں کرے گا۔ میرا مشورہ یہ ہے کہ آپ فوراً  
 پریزنٹ پولیس یا کسی دوسرے بڑے افسر سے مل کر دن کو  
 روکنے کی کوشش کریں۔

”آپ کو یہ کسے معلوم ہوا کہ دن کسی کو قتل کرنے کیلئے گیا  
 ہے؟“ یہ ایک لمبی کہانی ہے جو میں پھر کسی وقت بتاؤں گا۔  
 ”آپ کون ہیں۔“ اوس نے مجھے کیا پتہ ہے کہ آپ پچ  
 لول رسے ہیں یا نہیں۔“

واقعی یہ سوال مشکل تھا۔ وہ بڑے مجھے جاننے پیری بات  
 پر کیسے اعتبار کر سکتا تھا اور اسی میں اپنی اصل شخصیت ظہور  
 نہیں کرنا چاہتا تھا۔ میں نے کچھ سوچ کر کہا۔

”میرا نام نیل جتہ ہے۔ میں مرحوم ثلث جتہ کا بھائی  
 ہوں۔“

”اوہ تم نیل ہو؟“ اس نے حیرت سے کہا۔ ”میں نے  
 ثلث جتہ سے کئی بار تمہارے بارے میں سنا تھا۔ تم مورگڑھ کب  
 آئے؟“

کل ہی آیا ہوں۔ پلیز میئر رائل یہ باتوں کا وقت نہیں  
 کچھ سمجھئے۔“

”کیا کروں۔“ مجھے کیا معلوم کہ دن کہاں ہے۔ آخر وہ  
 کس کو قتل کرنا چاہتا ہے۔“

”ہاں کوئی بوٹ ہاؤس ہے۔“ میں نے سوال کیا۔

”میں معلوم ہونا چاہتا ہوں۔“ اس نے میرے چہرے پر نظروں

جما کر کہا۔ ”تجیل کے کنارے ایک ہی عمارت ہے جو بوٹ ہاؤس  
 کہلاتی ہے۔ اور تمہارے بھائی اس کے مالک تھے۔“

”اس کا اعتراض درست تھا۔ میں نے جلدی سے بات  
 بنانے کے لئے کہا۔“

”میں میں سال بعد مورگڑھ آیا ہوں۔“

”کیا نہیں یقین ہے کہ دن بوٹ ہاؤس میں کسی کو  
 قتل کرنے کے لئے گیا ہے؟“

”ہاں۔“

”کس کو؟“

”ایک شخص جس کا نام راجندر ہے۔“

افسر سے مدد کی توقع رکھنا بے کار تھا۔ رہے ہیں کھالہ مدن  
 راجندر کو قتل کرنے کے لئے جانے ساتھ لے گیا تھا۔ کیونکہ راجندر  
 جانتا تھا کہ پستول اس نے کس کو دیا تھا جس سے ثلث جتہ کو  
 قتل کیا گیا تھا۔ اور تو سچی راجندر کے ذریعے دن کو قتل کرنا  
 چاہتی تھی۔ دن بے وقوف نہیں تھا جو وہ راجندر کی باتوں  
 میں آجاتا۔ وہ جانتا تھا کہ موقع ملے ہی راجندر اس کو قتل کرنے  
 سے نہیں جوڑے گا، اس لئے راجندر کو پیشہ کے لئے راستے سے مٹا  
 دینا ہی اس کے حق میں بہتر تھا۔ لیکن میں اس قتل کو روکنا چاہتا تھا۔  
 اچانک میرے ذہن میں اس بوڑھے کا خیال آیا جس کو میں  
 نے دو غنڈوں سے بچایا تھا۔ اس نے کہا تھا کہ اس بوڑھے شہر  
 میں اگر کوئی ایمان دار شخص ہے تو وہ نہایت رائل کتا ہے۔  
 رات کے دو بج رہے تھے جب میں نے میئر کے  
 دروازے پر رنگی گھنٹی کا بجن دیا۔ تین بار بار گھنٹی بجائے کے  
 بعد دروازہ کھلا۔ تیس بیٹیس سال کے ایک شخص نے دروازہ  
 کھولا۔

”کیئے۔“ اس نے کسی قدر جھجھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

”مجھے میئر رائل سے ملنا ہے۔“

”رات کے اس وقت؟“

میئر شہر کا مالک ہوتا ہے۔ شہر اور شہر میں بسنے والے لوگوں  
 کی سلامتی اور ان کی دیکھ بھال کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ اس لئے ہر  
 اس شہر کو جو کسی تکلیف میں ہو دن رات کے کسی جھجھک میں بھی  
 میئر کو جگانے کا حق حاصل ہے۔“

میرا بات سے وہ کچھ عجوب ہو گیا اور بولا۔

”اندرا آجائے۔“

میں اس کے ساتھ ڈرائنگ روم میں گیا۔ اس نے مجھے  
 کرسی پر بٹھاتے ہوئے کہا۔

میئر اسی نام رائل کتا رہے۔ میرا خیال ہے میئر بھی ازل  
 ہوتا ہے اور اسے بھی کلام کرنے کا حق ہوتا ہے۔ لیکن اب آپ

آگے ہیں تو بتائیے۔ آپ کس تکلیف میں مبتلا ہیں؟“

”مجھے تکلیف یہ ہے کہ میں ایک قتل روکنا چاہتا ہوں۔“

”قتل۔ کس کا قتل؟“ اس نے چونک کر کہا۔

”آپ بلوائٹ کلب کے میئر دن کو جانتے ہیں۔“

”میں نے محسوس کیا کہ رائل کے چہرے پر ایک رنگ آکر  
 گزر گیا۔“

”ہاں۔ میں نے اس کا نام سنا ہے۔“

”آپ اس شہر کے میئر ہیں۔ کیا آپ کو معلوم ہے  
 کہ شہر کی ساری پولیس مدن کی مکھی میں ہے؟“

اور بڑھ گئی۔

”راجندر کا نام سن کر وہ پھر چلکا۔ اس نے کہا۔

”راجندر۔۔۔ یہ راجندر کون ہے؟“

یہ شخص دلائی سے دیکرا فیم، چوس تک کا کاروبار کرتا ہے۔ مجھے اس سے کوئی بہتر دہی نہیں ہے۔ مدن سے دشمنی ہے کیونکہ اس نے مارے شہر کو جو بنانا رکھا۔ وقت کم ہے اگر آپ مدن کے بارے میں جانتے ہیں تو اس کو رنگے ہاتھوں گرفتار کرانے کا پہلی سوتی ہے میرا مشورہ ہے کہ آپ براہ راست کسی بڑے پولیس افسر سے بات کریں۔ میں لوٹ ہاؤس جانا ہوں اگر وہ لوگ وہاں ہیں تو میں آپ کو فون کر دوں گا آپ پولیس کو سیکرہاں پہنچ جائیں گے۔“

مجھے بوٹ ہاؤس کا پتہ مل چکا تھا۔ اب وہاں رہ کر وقت ضائع نہ کرنے کا تھا اس لئے میں راتوں سے رخصت ہو کر چلا۔ چند منٹ انتظار کے بعد ایک ٹیکسی مل گئی پسندیدہ منٹ میں اس نے پھیل کے کنارے بوٹ ہاؤس سے کچھ فاصلے پر مجھے چھوڑ دیا۔

لوٹ ہاؤس میں روشنی تھی پھیل شہر سے باہر تھی اس لئے ہر طرف سناٹا تھا میں دبے قدموں سے چلتا ہوا بوٹ ہاؤس تک پہنچا اور ایک گھڑی سے جھانک کر دیکھا یہ کمرہ خالی تھا برابر میں ہی ایک باپ اور بچہ تک چلا گیا تھا۔ جوئے نیچے اتار کر میں باپ کے ذمے اور بچہ پر پہنچ گیا۔ چھپت پر کئی روشن دان بنے ہوئے تھے۔ میں نے ایک روشن دان سے جھانک کر دیکھا۔ اس کمرے میں سب موجود تھے منظر کافی دلچسپ تھا۔

اندکے میں ایک کرسی پر راجندر بیٹھا تھا۔ اس کے دونوں ہاتھ پیچھے کی جانب کر کے کارگی نے یکور کھے تھے۔ بارڈی ایک طرف کھڑا تھا۔ توشی ایک اسٹول پر راجندر کی طرف منہ کیے بیٹھی تھی۔

”چاقولا۔۔۔“ مدن نے اجانک کہا

بارڈی نے فوراً ایک چاقولا کو دے دیا۔ مدن

نے چاقولا کو ل کر اس کی دھار دیکھی۔ پھر توشی سے بولا۔

”تم ایسے ہاتھوں سے اس کو قتل کر دو گی؟“

”میں تو گلا کاٹ سکتی ہوں۔“ توشی نے سختی سے کہا۔

”یہ بعد کی بات ہے۔ اٹھو درمیں اتارنا ابھی یہ حشر

کروں گا جو اس کا ہوسنے؟“

ارے جانتے تھے۔ توشی نے پھر حقارت سے کہا۔

”لے نکلا کرو۔“ اس نے بارڈی کو حکم دیا۔

”توشی کا رنگ پلا ہو گیا۔ اس کی آنکھوں میں نفرت

”بول تو میرا حکم مانتی ہے۔۔۔۔۔“

”آل رائٹ۔“ توشی نے کہا۔ ”لاؤ چاقولا مجھے دو۔“

وہ اٹھ کر راجندر کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔ مدن نے چاقولا کو دے دیا۔ توشی نے چاقولا کو ایک بار اس کی دھار دیکھی۔ پھر اس کا ہاتھ اٹھا۔ لیکن راجندر پر حملہ کرنے کی بجائے اجانک وہ گھڑی۔ چاقولا ہاتھ نیچے آ کر مدن کے گال میں گھس گیا۔ مدن کے منہ سے ایک بیجا ننگ جھج نکلی اور وہ فرش پر گر کر گر پڑے لگا۔

نیچے کمرے میں ایک لمبے کے لئے سانا سا بچا گیا تھا پھر اجانک بارڈی اچھلا اور اس نے توشی کے ہاتھ سے چاقولا چھین لیا۔ مدن ایک منٹ تک زمین پر چلا آ رہا۔ پھر اپنی بو آگٹھا۔ اس کے گال سے خون کی دھار بہ رہی تھی۔ اس نے بارڈی کے ہاتھ سے چاقولا لیا۔ توشی پر بھیجے سکتا کا عا کھڑی ہو گیا تھا۔ مدن نے اس کے چہرے پر ہر شانہ انداز میں چاقولا سے شروع کر دیئے۔ توشی نے کئی گزڑی تو اس نے پیٹھ پر اس کے جسم پر حملے کرنے شروع کر دیئے۔ تین جھجوں مار کر توشی کا جسم ساکت ہو گیا لیکن وہ پاگول کی طرح چاقولا تار رہا۔

ایک بار میرا ہی چاہا کہ اس کو دوڑنے کی کوشش کروں لیکن پھر میں نے خود کو روک لیا۔ وہ سب قاتل اور جرم پیشہ تھے۔ اچھا تھا کہ وہ ایک دوسرے کو ختم کر رہے تھے لیکن مدن کو گرفتار کرانے کا سنہری موقع تھا اس لئے میں بائیں ذریعے ہی آکر تیزی سے شہر کی طرف بھاگا۔ اس وقت تسی سواری کا ملنا دشوار تھا۔ لیکن اتفاق سے ایک کارگزی کلر کا مالک شریف آدمی تھا۔ اس نے مجھے بستی میں چھوڑ دیا۔

”بے ایک بلک فون سے میرا نمبر لایا۔ بہت دیر گھنٹی

”کون ہے؟“ آواز بند سے بول رہی تھی۔

”میں مشر رائل سے بات کرنا چاہتا ہوں۔“

”وہ تو ہیں نہیں۔“

”کہاں گئے؟“

”پتہ نہیں۔“

میں سمجھ گیا کہ رائل کسی پولیس افسر سے مل گیا ہو گا۔

اس لئے میں نے کہا۔

”وہ جیسے ہی آئیں ان سے کہہ دینا کہ وہ پولیس لے کر

فونڈا لوٹ باؤس پہنچ جائیں۔ پلےزیہ بہت ضروری ہے۔  
برکہ کہ میں نے خواب کا انتظار کئے بغیر فون نہ کھ دیا۔  
اور ایک بار پھر قوت باؤس کی طرف چل دیا۔

اس بار مجھے پہنچے میں چالیس منٹ کے قریب  
لگے۔ میں وہاں پہنچا تو دیکھا کہ میں سنا تھا۔ بوٹ باؤس  
کے صرف ایک کمرے میں روشنی تھی۔ عدن کی کار جو گیت پر  
کھڑی تھی وہ غائب تھی۔

میں ایک درخت کے نیچے کھڑا سوچ رہا تھا اب  
مجھے کیا کرنا چاہیے کہ اندر سے ایک آدمی باہر آنا نظر آیا۔  
اس کے قدموں میں نے اندازہ کر لیا کہ وہ گارگی تھا۔ یہاں  
پر ساتویں آٹھویں تار میں کاجا نہ تھا جس کی روشنی میں اس  
کو پہچاننا آسان تھا۔ گارگی کے کانڈھے پر ایک بھار ڈرا تھا۔  
باہر آکر ایک جگہ وہ زمین کھودنے لگا۔ میں سمجھ گیا کہ وہ تو  
بارجندہ کے لئے یادوؤں کے لئے قبر کھود رہا ہے۔ عدن  
شاہد بنے زخم کی مرہمی کر لے کر گیا تھا۔

میں آہستہ آہستہ کھسکا ہوا گارگی کے قریب پہنچ گیا۔  
یہاں بھاریاں اور درخت کافی تھے۔ اس نے خود کو چھپانا  
آسان تھا۔ گارگی اپنے کام میں مصروف تھا جب دو تین گز  
کا فاصلہ رہ گیا تو میں نے ایک پتھر اٹھا یا اور نشانہ باندھ کر پوری  
قوت سے اس کے سر پر مارا۔

اتفاق سے نشانہ میچ میچ گیا۔ اگر اس کے پتھر نہ لگتا تو  
وہ ضرور دیکھنے کے لئے بھاڑیوں کے قریب آتا کہ پتھر کس  
کس نے پھینکا ہے۔ اس وقت میں اس پر قابو پالنے کی کوشش  
کرتا۔ پتھر پوری قوت سے لگا تھا، اس لئے وہ منہ کے بل زمین  
پہنچا۔ میں اچھل کر باہر نکلا اور میں نے اس کے قریب پہنچ  
کر بوٹ کی جگہ کو اس کی کنپٹی پر مارا۔ وہ بے ہوش ہو گیا تو میں  
نے اس کا ہسٹول اپنے قبضہ میں کر لیا اور وہ بے قدموں سے حمایت  
کی طرف چل دیا۔

ہسٹول ہاتھ میں لئے آہستہ سے دروازہ کھول کر میں  
اندر داخل ہو گیا اور اندر سے اس کمرے کی طرف بڑھا جس میں  
کچھ دیہ پیہہ پر دامہ کھیل گیا تھا۔

ایک کمرے اور ایک جھوٹے صحن سے گزر کر وہ کمرہ  
چل گیا۔ اس میں ابھی تک روشنی تھی میں نے پہلے کوئی آہستہ  
سننے کی کوشش کی۔ جب کوئی آواز سنائی نہ دی تو میں اندر  
داخل ہوا۔

اندراک منظر دیکھ کر مجھے متلی سی ہونے لگی۔ سارے  
کمرے میں خون کے چھینٹے تھے۔ ایک طرف راجندر کی لٹکی

لاسن بڑی تھی۔ اس کے ماتھے میں گولی کا سوراخ تھا۔ قریب  
بی توشی کی لاش بڑی تھی۔ اس کے جسم اور چہرے پر میٹھا  
زخموں کے نشان تھے جن سے ابھی تک خون رس رہا تھا۔  
اچانک مجھے توشی کے پیٹے میں حرکت سی محسوس ہوئی۔  
میں جلدی سے میٹھ کر دیکھنے لگا۔ اس کا جسم گرم تھا اور دھاتی۔  
وہ ابھی زندہ تھی، لیکن وہ کچھ دیر کی یہاں تھی۔

اسی وقت ایک آواز سے نکلا۔  
"اگر زندہ رہنا چاہتے ہو تو ہسٹول اپنے ڈال اور دونوں  
ہاتھ اوپر اٹھا کر کھڑے ہو جاؤ۔"

آواز بارڈی کی تھی جس نے فوراً سر ہٹا کر دیکھا۔ وہ  
روازے میں کھڑا تھا۔ اس نے ہسٹول سے مجھے نشانہ  
بنا دیا تھا۔ مجھے اپنے اوپر سخت غصہ آیا۔ پہلے مجھے سارے  
مکان کی تلاشی سے کرنا یا اطمینان کر لینا چاہئے تھا، لیکن  
میں مطمئن تھا۔ مجھے یقین تھا نہایت جلد راجاں پوئیس کو لیکر پہنچے  
والا ہوگا۔

میں نے ہسٹول نیچے ڈال دیا اور پیٹھے ہاتھ اوپر اٹھا کر کھڑا  
ہو گیا۔ بارڈی نے جلدی سے ہسٹول اٹھا کر اپنی جیب میں  
رکھ کر کہا۔

"تم یہاں کیسے پہنچے؟"  
پہلے میں نے جواب دیا۔

اس نے تم پر رحم کھا کر کہیں باہر پھینک دیا تھا۔ اگر تم بچو  
سوئے تو واپس آتے۔ اب تم واپس نہیں جاسکو گے۔"

جواب میں میں نے صرف مثالوں کو اپنا چکا کر دیا۔ اس نے  
اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا۔

جس میں گا، گی کو دیکھ کر کاجا جن۔ جلدی باہر چلا اور گارگی کو اٹھا  
کر اندر لاؤ۔ تم نے اس کا سر پھاڑ دیا ہے۔"

میں مجبور تھا۔ اس لئے باہر کی طرف چل دیا۔ وہ ہسٹول  
لے کر میرے پیچھے مجھے تھا، گارگی اسی طرح نے ہوش بڑا تھا۔

اس کو اٹھانے کے لئے میں جھکا تو میں نے دیکھا اس کے سر کا  
پچھلا حصہ کافی زخمی تھا جس سے خون رس رہا تھا۔ پتھر کافی زور  
سے لگا تھا۔ میں نے یہ مشکل اس کا وزنی جسم اٹھا کر کانڈھے پر  
ڈالا اور پھر واپس مکان میں آ گیا۔ بارڈی نے ایک کمرے میں  
چٹک پر گارگی کو لیٹا دیا۔ پیچھے سے بولا۔

"گارگی زخمی ہے۔ وہ قبر نہیں کھود سکتا، اس لئے تم چل کر  
یہ کام کرو۔ میں جہیں تپ کر دینا چاہتا ہوں، لیکن اس لئے نہیں کرنا  
ہوں کہ شاید اس تم سے کوئی کام لینا چاہے۔ دوسرے قبر کھودنا بھی  
مزدوری ہے۔ جیب تک قبر تیار ہو گی اس آج کے گا۔"

میں نے اس کو باتوں میں لگانے کی غرض سے کہا۔  
”تو سنی ابھی زندہ ہے؟“

”مجھے معلوم ہے۔ اس ڈاکٹر پبلو کو لینے گیا ہے۔ اس  
ابھی اس عورت کو قتل کرنا نہیں چاہتا تھا، لیکن زخمی ہونے سے  
اس کو غصہ آ گیا تھا۔“

”کیا ڈاکٹر یہ نہیں پوچھے گا کہ تو سنی کو کیا بولے؟“

”اس کی کیا جرات ہے۔ وہ باس کا غلام ہے۔ اسکی  
ریکشن کا لاسٹس قید ہو چکا ہے، کوئی نکرانے ایک حاملہ لڑکی  
کا آئینہ کر کے اس کو مار دیا تھا۔ باس نے اس کو اسی طرح کی  
ایمرجنسی کے لئے بال رکھا ہے۔ جلد قہار باہر چل کر قبر کو دو  
— مجھے باتوں میں لگا کر وقت ضائع ممت کر دے۔“

چچو راہ میں باہر آ کر قبر کو دو نے لگا۔ وہ مجھ سے کچھ فاصلے  
پر ایک پتھر پر بیٹھ گیا۔ کئی بار میری جا باک بھاڑا پھر کر مٹی اس  
پر ڈال دوں۔ لیکن وہ مجھ سے اتنے فاصلے پر تھا کہ میں اس کا  
کچھ رنگا نہیں سکتا تھا۔

صبح ہونے کے قریب مٹی کی قبر تیار ہو گئی۔ ساتھ ہی مدین  
کی گاڑی آ کر دروازے کے سامنے رگ خئی۔ میں نے دو آدمیوں  
کو مکان کے اندر جلتے دیکھا۔

میں سمجھ گیا کہ مدین ڈاکٹر پبلو کو لے کر آیا تھا۔

چند منٹ بعد ہی اندر سے مدین کی آواز سنائی دی۔

”ہارڈی — ہارڈی — تم کہاں ہو؟“

”آبا باس — ہارڈی نے طبی بلند آواز سے جواب دیا۔ پھر

مجھے ہستولی دکھاتے ہوئے بولا۔

”چلو اندر چلو۔ اب باس تمہاری قسمت کا فیصلہ کرے گا۔“

میں اندر کی طرف چل دیا۔

مدین کو ری ڈور میں ہی کھڑا تھا۔ مجھے دیکھ کر حیرت  
سے بولا۔

”یہ کہاں سے آ گیا؟“

”چہ تین کہاں سے نکلا۔ ہارڈی نے جواب دیا۔ اس

نے گاڑی کو بے ہوش کر دیا تھا۔ میں نے اس کو قبر کو دو نے  
کے کام پر لگا دیا۔ اب جو آپ اس کا کرنا چاہیں۔“

مدین نے کچھ سوچ کر کہا۔

”ڈاکٹر پبلو کہتا ہے کہ تو سنی مر چکی ہے۔ اچھا ہوا کہ یہ

آ گیا۔ میرے ذہن میں ایک ترکیب آ گئی ہے۔“

یہ کہہ کر وہ آگے بڑھا اور اس نے میرے پاؤں کی

لٹ پڑ کر کچھ کھانچا دیا۔ بال اس کے ہاتھ میں آ گئے۔ پھر اس نے

میرے کوٹ کا ایک بٹن کھینچ کر توڑ لیا اور دونوں چیزیں لٹافے  
میں بند کر کے جیب میں رکھ لیں۔ میری جیب کی لٹاسی اپنے  
بر اس کو وہ چاقو قلم گیا جو میں نے راجندر سے چھینا تھا۔ اس نے  
وہ چاقو قلم اپنی جیب میں رکھ لیا۔ میں سمجھ گیا کہ وہ تو سنی کے قتل  
کا اہم میرے سر لگانا چاہتا ہے۔ اور ثبوت کے بطور یہ چیزیں  
لاش کے پاس چھوڑنا چاہتا ہے۔

قبر تیار رہے؟“ اس نے ہارڈی سے پوچھا۔

”ہاں۔“

”تو اس میں راجندر کی لاش ڈال دو؟“

ہارڈی نے پھر میری کمر میں ہستولی کی نال لگا کر کہا۔

”جلو۔ آگے بڑھو۔“

مجبوراً مجھے اس کے حکم مطاعتی راجندر کی لاش قہرنگ

.... لے جانا پڑی۔ پھر اس کو قبر میں ڈال کر زمین ہموار کرنی

پڑی۔ میں اب نئی طرح کھٹک چکا تھا۔ آدھے کھٹے مٹی میں کھٹکا

نار ہارڈی کے ساتھ مکان میں داخل ہوا تو دیکھا کہ تو سنی کی لاش

وہاں نہیں ہے۔ مدین نے کہا۔

”میں جا رہا ہوں۔ تم اس کی نگرانی رکھو۔ تو سنی کی لاش

اس کے بیڈروم میں دیکھ کر واپس آؤں گا۔ اتنے قہر اس کو

یہاں سنبھالے رہو۔“

بہت اچھا باس۔ ہارڈی نے جواب دیا۔

مدین چلا گیا تو وہ مجھے ایک اندرونی کمرے میں لے

آیا۔ میں ایک کونے میں دیوار سے کمر لگا کر بیٹھ گیا۔ وہ کافی

فاصلے پر کرسی پر بیٹھ گیا۔

میں نے دیوار سے کمر لگا کر آنکھیں بند کر لیں اور کچھ دیر

بعد ہی خزانے لینے لگا۔

دس پندرہ منٹ میں نے کرسی کے چوم کرنے کی آواز

سنی۔ پھر قدموں کی چاپ۔ میں سمجھ گیا کہ ہارڈی کرسی سے اٹھ

کر میرے قریب آ رہا ہے۔ وہ شاید ایٹان کرنا چاہتا تھا کہ میں

واقعی سوچ چکا ہوں یا بہانہ کر رہا ہوں۔

قدموں کی چاپ میرے قریب آ کر رگ گئی۔ یہی میں

چاہتا بھی تھا۔ میں نے اچانک آنکھیں کھول دیں اور اس سے

پہلے کہ ہارڈی کچھ کر سکے، اپنی دونوں آنکھیں اس کے پیٹ میں

ماریں۔ وہ اس حملے کے لئے تیار نہیں تھا، اس لئے جھجے کی

حالت گر پڑا۔ میں فوراً ہی اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ ہستولی اس کو

منہ می میں تھا۔ اس نے ہاتھ اٹھانا چاہا۔ میں نے پھرتی سے اپنے

پاؤں اس کی کلائی پر برونی قوت سے مارا۔ ہارڈی کو سنے کی آواز

سنائی دی۔ ساتھ ہی ہارڈی کے منہ سے چیخ نکلی۔ میں نے

اس کا ہستولی چھین کر دستہ اس کے سر پر مارا۔ وہ ہوش

ہو گیا۔

اب صبح ہو چکی تھی۔ پولیس کا کہیں بتا نہیں تھا۔ اس کا مطلب تھا راول کو میرا میاں نہیں ملا تھا یا پولیس افسر اس کی بات ماننے کو تیار نہیں تھے۔

میں اگرچہ صدمہ شک چکا تھا لیکن مدین کے اور اس کے غندڑوں کے بارے میں کچھ کرنا ضروری تھا، اس لئے میں دیر بار میری کوئی رہنمائی

کھنٹی بجائے پر ایک بوڑھی عورت نے دروازہ کھولا جو لباس سے ملازمہ معلوم ہوتی تھی۔ میں نے کہا

”مسٹر راول ہیں؟“

”ہاں ابھی آدھا گھنٹہ ہوا ہے، آئے ہیں، اس لئے مل نہیں سکتے۔“

”وہ مجھ سے ضرور ملیں گے، ان سے کتنا سیل مہنت آیا ہے؟“

ملازمہ چلی گئی۔ دو منٹ بعد اس نے واپس آکر کہا۔

”میرے ساتھ آئیے۔“

میں اندر گیا۔ ”مہر مجھے سیدی۔“ لی ڈیو ب ۵۵ میں

لے گئی میں نے اندر داخل ہوتے ہی پوچھا۔

”کیا آپ ڈیئر میاں نہیں ملا؟“

”نہیں تو ہیں ابھی ابھی آیا ہوں۔“

”ہاں سے؟“

میں پولیس پھر فٹنڈ سے ملے گیا تھا۔ وہ اپنے درکار پر نہیں تھا۔ میں میڈر کو اور دیکھا، وہ وہاں بھی نہیں تھا۔ صبح تک میں اس کا انتظار کرتا رہا جب وہ آیا تو میں دلیں آ گیا۔

”آپ عجیب میسر ہیں۔“ میں نے غصے سے کہا۔ ”میں نے آپ کو تیار کیا کہ مدین راجندر کو قتل کرنے لے گیا ہے۔“

اگر پرنسڈنٹ نہیں تھا تو آپ پولیس، میسر کو لے کر کہاں پہنچتے؟

”میں تھا رسہ ہنگام کا منتظر تھا۔ میں نے گھر پر ایک بار

فون بھی کیا تھا کہ شاید تمہارا کوئی پیغام آیا ہو، لیکن میری بیوی گری

عبدالوہابی تھی اس نے فون ہی نہیں اٹھایا۔ اب تم مجھے بتاؤ وہاں

کیا ہوا؟ کیا واقعی کوئی قتل ہو گیا ہے؟“

”ایک نہیں دو۔ مدین نے راجندر اور نوشی دونوں کو قتل کر دیا ہے۔“

”کیا واقعی؟“ وہ صہیل کر بیٹھ گیا۔

”آپ خود جا کر دیکھ سکتے ہیں۔ مدین وہاں سے نوشی

کی لاش میکر چلا گیا ہے۔ لیکن راجندر کو انہوں نے عمارت کے باہر دبا دیا ہے۔ اس کے دونوں غندڑے بوٹ اؤس میں بیہوش

پڑے ہیں۔“

”میں ان کو بے ہوش کر کے آیا ہوں۔ اب بھی بہت کچھ کیا جاسکتا ہے۔ آپ فوراً پولیس کو ملے کر لوٹ باؤس پہنچ جائیں۔ راجندر کی لاش وہاں مل جائے گی اور اس کے

دونوں غندڑے اپنی جان بچانے کے لئے بیچ بولنے پر مجبور ہو جائیں گے۔ اس طرح آپ مدین کو گرفتار کر سکیں گے۔“

”اوکے۔ میں ابھی جاتا ہوں۔“ یہ کہہ کر وہ اندر کھڑا ہوا۔

”رہا اس تبدیلی کرنے ہوئے ہوا۔“ اگر مدین راجندر کو ایک

تو میں یقیناً تھا راجندر راجندر کا میسر سنبیل اس شخص سے

واقعی پورے شہر کو ہنسنے لگا رہا ہے۔ شہر کی پوری دولت مند

سوسائٹی اس کی خوشی میں لپکتی ہے۔ کیونکہ وہ جو اچھا نمبر

روکیاں سیلائی کرتا ہے۔ پولیس والے بھی اس کے قابو میں

ہیں۔ میں ایک لاکھ سب کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔“

”ہر حال اگر آپ شہر کو شیطانوں سے صاف کرنا

چاہتے ہیں تو یہ بہترین موقع ہے۔“

”اوکے۔ میں ابھی جا رہا ہوں۔“

مجھے خوشی ہوئی کہ کچھ نہیں ایک آدمی تو ایسا انداز نکلا

اس وقت تک میں بہت جھجکا گیا تھا۔ میرا جسم چور چور ہو

چکا تھا، اس لئے واپس پانے ہوئل کی طرف چل دیا۔

ہوئل پہنچ کر سب سے پہلے میں نے گرم پانی سے غسل کیا۔

پھر ناشتہ کیا اور سو گیا۔ دس بجے فون کی گھنٹی کی آواز سن کر میری

آنکھ کھل گئی۔ میں نے ریسیور اٹھایا تو جاویدی کی آواز سنا دی۔

”آپ اچانک کہاں غائب ہو گئے تھے۔ میں رات بھر

آپ کو فون کرتا رہا۔“

”میں مصروف تھا۔ تم کہاں سے بول رہے ہو؟“

پانے ہوئل سے۔ ناشتہ کر کے میں اس خوبصورت عورت

کی نگراں کرنے جا رہا تھا۔ میں نے سوچا آپ کو بھی فون کر کے

دیکھ لوں۔“

”اب وہاں جانے کی ضرورت نہیں، میں خود وہاں جا

رہا ہوں۔ وہ مرجھی ہے۔“

”اوہ۔ کیا یہ سچ ہے؟“

”سو فی صدی۔ اور شاید اس کے قتل کا الزام مجھ پر لگا

کی کوشش کی گئی ہے۔“

”پھر تو مبرا رکھا۔ کیا میں آپ کے ساتھ چلوں؟“

”نہیں۔ تم مدین جہر پینے کرے میں رہو۔ شاید مجھے ہتھاری

ضرورت پڑے۔ عذرت ہوئی تو فون کر دوں گا۔“

یہ کہہ کر میں نے اپنے دونوں ہاتھ آگے پھیلا دیئے اور کہا۔  
 ”بھئیے آپ مجھے متھکری پرنا سکتے ہیں۔“

سب انیسپر شادابے وقوف تھا۔ وہ میرے چلنے میں آگیا۔ اس نے سوتوں جیب میں رکھ کر جیب سے تھکری نکالی۔ مجھ سے جا قو لے کر ایک طرف دکھا اور میری بری پر تھکری میں تھکری بنانے کے لئے اس نے ہاتھ بڑھائے میں نے اس کے دونوں ہاتھ پکڑ کر اپنا سر اس کے سینے میں ملا دو خوش قدم سے گر پڑا۔ دوسرا درویش نے تھک کر اس کی شرک پر لپٹا تھا۔ آٹھ چاروں میں بے ہوش ہو گیا۔ میں نے جلدی سے خون آلود چاقو اٹھا یا اور باہر کی طرف چلا آیا میں وار پر پہنچا تو اچانک دروازہ کھلا اور دو سیاہی اندر داخل ہوئے میرا دل زور سے اٹھلا۔ میں نے فوراً ان سے کہا۔  
 ”اتھا ہوا تم گئے۔ میں بہت ہی بلانے جا رہا تھا۔ انیسپر شادابے وقوف کوئی کو اندر ملا رہے ہیں۔“

وہ دونوں مجھے گھورے ہوئے اندر چلے گئے اور میں دروازہ کھول کر باہر کی طرف نکلا کھڑا ہوا۔ میری خوش قسمتی سے ایک کس اسی وقت مکان کے سامنے سے گزری اور اچانک سامنے سے ایک گائے آ جانے کی وجہ سے سب کی رفتار سست ہو گئی۔ میں دوڑ کر بس میں چڑھ گیا۔ اسی وقت وہ دونوں سیاہی دروازے پر پہنچے۔ مجھے بس میں چڑھتے دیکھ کر انہوں نے غل مچایا۔

”بکڑو۔ بکڑو۔“ اے قاتل سے۔“  
 ”بس کی رفتار تیز ہو گئی تھی۔ سڑک پر چلتے تو گسٹروں کی طرف دیکھنے لگے بس کے کوکڑوں کی صف میں بی بی آگیا کہ جس کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔ اگلے اسٹاپ پر بس سے اتر گیا اور ایک ٹیکسی لے کر ٹوئینٹ کلب کی طرف چل دیا۔ اب بدن سے فیصلہ کن بات کرنے کا وقت آ رہا تھا۔“

کلب ابھی بند تھا۔ اس کا مطلب تھا بدن وہاں نہیں تھا۔ یا ممکن سے داخل اس کو گرفتار کر کے لے گیا جو میں پس چلنے لگا تھا کہ مجھے ان کی بخوری کا خیال آیا۔ توئی نے کہا۔  
 ”تھا کہ اس کی بخوری میں ایک نقاب سے جس پر توئی کا نام لکھا تھا۔ لفظ میں شاید ایسے کا غذا ست تھے جن سے وہ تور ٹیک میل کر رہا تھا۔ یہ سوچ کر میں اس گلی میں بس گیا جس میں کلب کا پچھلا دروازہ تھا۔ خوش قسمتی سے گلی میں سانپ تھی۔ میں چابیوں

”اوسے پاس۔“  
 میں نے فون بند کر کے سیارے کمرے کا نمبر لایا اور اس سے باتیں کرنے لگا۔

نہارہ پنجے میں تیسری بار ملت ہمتہ کے مکان پر پہنچا۔ کاروازہ کھلا ہوا تھا۔ میں سازش کی نوعوس کر رہا تھا۔ لیکن میں دیکھنا چاہتا تھا کہ سازش کس طرح کی گئی ہے۔ اندر مکان میں داخل سنا تھا میں نے دروازے کے اندر ہی ٹک کر بھاگا۔  
 ”کوئی ہے؟“

کوئی جواب نہ ملا تو آگے بڑھا۔ تیسرا کمرہ خواب کا تھا۔ درخواب کاہ میں سہری پر روشنی موجود تھی۔ اس کے زخموں سے .... خون رسنا بند ہو گیا تھا اور لاش سخت ہونے لگی تھی جس نے آگے بڑھ کر قریب سے دیکھا۔ میرا اندازہ درست نکلا۔ میرے بال جو بدن نے اٹھا ڈسے تھے لاش کی منہی میں تھے۔ میرے ٹوٹ کاٹن سہری میں پر پڑا تھا اور وہیں نیچے راجندر والا چاقو پڑا تھا۔ چاقو اس وقت خون آلود تھا اور مجھے یقین تھا اس چاقو پر میری انگلیوں کے نشانات ہوں گے۔

میں نے لاش کی منہی سے بال نکالے۔ اپنا بدن اٹھا یا اور جھک کر چاقو اٹھا یا رہا تھا کہ ایک آواز نے کہا۔  
 ”قتیل اس بے دردی سے اپنی بھائی کو قتل نہیں کرنا چاہتا تھا۔“

میں نے پلٹ کر دیکھا۔ دروازے میں سب انیسپر شادابے وقوف تھا۔ اس کے ہاتھ میں پستول تھا۔  
 ”جالت پوری طرح پچھا گیا تھا۔ بدن کو یقین تھا کہ میں جلد یا بدیر ملت ہمتہ کے مکان میں ضرور آؤں گا۔“

مجھے سازش کی توقع ضرور تھی۔ لیکن یہ امید نہیں تھی کہ پولیس انیسپر میرا انتظار کر رہا ہو گا۔ اس وقت نہ میں گرفتار ہونا چاہتا تھا اور نہ ابھی کسی پولیس افسر پر اپنی شخصیت ظاہر کرنا چاہتا تھا۔ اس لئے میں نے کہا۔  
 ”اس کو قتل میں نے نہیں کیا ہے۔ بدن نے کیا ہے۔“

”یہ بات عدالت میں کہنا۔ میں نے نہیں موقعہ داروات پر پکڑا ہے۔ لاؤ چاقو ابستہ سے میری طرف نہ کا دو۔“  
 میں نے چاقو کا پھل پکڑا اور اس کی جانب ایک قدم بڑھاتے ہوئے بولا۔

”انیسپر صاحب میری بے گناہی کا ثبوت یہ ہے کہ میں بخوشی بیٹے آپ کو قانون کے حوالے کرنے کو تیار ہوں۔ میں چوگرہ حق پر ہوں اس لئے مجھے یقین ہے کہ آپ کو جلد یا بدیر میری بے گناہی کا یقین ضرور دہ جائے گا۔“



اب میں اطمینان سے تجوری کی تلاشی لے سکتا تھا۔  
تجوری کا دروازہ کھلے ہی سامنے کے خانے میں مجھے  
کئی لحاظ سے رکھے نظر آئے۔ یہ سب لٹائے میل بند تھے۔ یہ  
لفظ پر ایک نام لکھا تھا۔ "ان سی میں توشی کے نام کا لفظ  
تھا۔ یہ سمجھ لیا کہ ان لحاظوں میں شہر کے مختلف لوگوں کے  
ایسے راز ہوں گے جن سے وہ ان کو ایک میل کرنا ہو گا۔

ان لحاظوں میں ایک لفظ افسانہ پرشاد کے نام کا بھی  
تھا۔ میں نے توشی کے نام والا لفظ کھول کر دیکھا۔

اندرا ایک تصویر تھی اور شادی کا ایک سرٹیفکیٹ تھا۔  
تصویر میں توشی اور مدان برابر کھڑے تھے۔ دونوں کے کپڑوں میں

بارتے اور سرٹیفکیٹ سے پتہ چلتا تھا کہ توشی اور مدان برابر  
کھڑے تھے۔ دونوں کے گلے میں بارتے اور سرٹیفکیٹ سے

پتہ چلتا تھا کہ توشی اور مدان چار سال پہلے شادی کر چکے تھے  
اس سے بات صاف ہو جاتی تھی۔ توشی نے چار سال

پہلے کسی لالچ یا دباؤ میں مدان سے شادی کر لی تھی۔ لیکن جلدی  
اکٹا کر اس کو چھوڑ دیا۔ اس کے بعد اتفاق سے اس کی ملاقات لٹ

جنت سے ہوئی۔ وہ خوب عورت جوان تھی۔ اس نے لٹ جنت  
کو بھانسنے لیا اور اس کو قتل کر کے لٹ کی ساری جائیداد کی

مالک بن گئی۔ مدان کو تہہ مل گیا تو وہ توشی کو ایک میل کرنے  
لگا۔ کیونکہ پہلے شوہر سے خلاف نے بناوہ دوسری شادی نہیں کر

سکتی تھی۔ یہی لٹ جنت سے اس کی شادی تہہ کا نوٹی تھی۔ اس  
لئے وہ اس کی جائیداد کی مالک بھی بن سکتی تھی۔

میں ابھی سرٹیفکیٹ دیکھ رہا تھا کہ مجھے آہٹ سنائی  
دی۔ میں نے جلدی سے گھوم کر دیکھا۔ انیسپکٹر دو سپاہیوں کے

ساتھ دروازے میں کھڑا تھا۔  
"آل رائٹ سنیل۔ اپنا ہتھولہ نیچے ڈال دو۔" اس

نے مجھے اپنے ہتھولے سے نشانہ بناتے ہوئے کہا۔  
میں نے ہتھولے کو دیکھا۔ اس بار انیسپکٹر قریشی دو مسلح

سپاہیوں کے ساتھ تھا۔  
وہ چونکے۔ میں نے اس لئے میں نے خاموشی سے ہتھولے

نیچے ڈال دیا۔  
"میز۔ سٹراپ کہاں ہیں؟ میں نے پہلا سوال کیا۔

وہ ہلنے آؤں چلے گئے۔ میں یہیں بارڈی کے قتل کے  
جرم میں گرفتار کرتا ہوں۔

"بارڈی سے قتل کے جرم میں۔" میں نے حیرت  
سے کہا۔ "کیا وہ مر گیا؟"

"جیسے نہیں معلوم نہیں۔ اس کو تم نے کھانا گھونٹ کر مارا

کا گتھا نکال کر تالا کھولنے کی کوشش کرنے لگا۔ اس وقت میرا  
دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ اگر کوئی آجھا تو یقیناً مجھے چور

سمجھتا۔ ایک منٹ کی کوشش سے آخر دروازہ کھل گیا اور  
میں اندر داخل ہوا تو دیکھا مدان کے کمرے میں روشنی جو جی ٹی

میں دہکتی تھی وہاں سے چلتا ہوا آؤں سے دروازے تک  
پہنچا۔ مدان نے بڑے قدموں کی آہٹ سن لی۔ وہ اندر سے

"کون ہے۔ کیا تم گارڈ کی ہو؟"  
میں نے ہتھولے باقی میں لے کر دروازہ کھول کر کھول دیا۔

اور کہا  
"گارڈی نہیں۔ یہ میں ہوں مشریدہ۔"

مدان اس وقت صوفے پر غم و راز تھا۔ اس کے گال  
کے زخم پر ٹیپ چڑھایا ہوا تھا اور باقی میں شراب کا گلاس تھا۔

اس نے مجھے دیکھ کر گھبرا کر اٹھنے کی کوشش کی۔ میں نے ہتھولے  
دکھاتے ہوئے کہا۔

"خاموش بیٹھے۔ بیوقوف کوئی سے میں سو راج کر دے گا۔"  
اس کی آنکھوں میں خوف جھانکے لگا۔ کئی بار اس نے کچھ کہنے کی کوشش

کی مگر آواز نہ نکل سکی۔ میں نے کہا۔  
"توشی سے قتل کے جرم میں مجھے جھانسنے کی ہمارا سارا

بے کار ہو چکی ہے۔ مگر اب میں جاننا چاہتا ہوں کہ تم توشی کو کس  
وجہ سے ایک میل کر رہے تھے؟"

"تم سمجھ نہیں سکتے سنیل۔ اس بار اس نے مشکل کہا۔ "تم  
اس شہر سے زندہ نہیں جاسکتے۔ تم نے اپنے زندہ جانے کا

چانس کھو دیا ہے۔"  
میں نے آگے بڑھ کر ہتھولے کا دستہ اس کے زخمی گال

پر مارا۔ اس کے منہ سے چیخ نکلی اور وہ صوفے پر بڑھ کر  
ہانپنے لگا۔

"تجوری کی جانی لاؤ۔" میں نے اس سے کہا۔  
"جانی میرے پاس نہیں ہے۔" اس نے ہانپتے ہوئے

کہا۔  
میں نے ہتھولے کی مال اس کی کپڑی پر رکھتے ہوئے کہا۔

"میں سانس تک گنتا ہوں، اگر پورے ہوئے تک تم نے  
جانی زہری تو کوئی مار دوں گا۔ ایک۔ دو۔ تین۔۔۔۔

"اتھا اتھا جانی دیتا ہوں۔"  
"میں خود نکال لوں گا۔ کیا تمہاری جیب میں ہے؟"

اس نے سر ہلا دیا۔ میں نے اس کی جیب سے چابیوں  
کا گتھا نکال لیا۔ پھر ہتھولے کا دستہ اس کی کپڑی پر مارا اور وہ ہوش

جو کر رہا تھا۔

ہے۔ مسٹر ریل مجھے ساتھ لے کر بوٹ باؤس گئے تھے، وہاں  
 جہیں بارڈر کی لاش ملی جب کہ تم نے مسٹر ریل سے یہ کہا تھا کہ وہ  
 زندہ ہے :-

”جب میں وہاں سے آیا ہوں تو وہ زندہ تھا۔ کیا وہاں  
کارگر نہیں تھا؟“

”کیا تمہیں رنجندہ کی لاش مل گئی؟“

اس کے باوجود تم مجھے قاتل سمجھتے ہو۔

”کیا بھوت ہے کہ ہنسنے رنجیدہ اور کوشی کو قتل نہیں کیا۔ ہم یہاں مسٹرڈن سے کچھ سوالات پوچھتے آئے تو تم ان کی تجویز کی گونہے کھڑے ہو اور مسٹرڈن بے موشن ہیں۔ اس سے عاف تر کیا ہے کہ نہ تھا؟“

میں نے سوچا اب وقت آگیا ہے کہ اپنی شناخت ظاہر  
 کر دوں جیسے اس نے کہیں سے کہا۔

”آل راسٹ آپ مجھے گرفتار کر سکتے ہیں۔“  
میں نے اپنے دونوں ہاتھ آگے بڑھا دیئے۔ اسپلٹ

ڈیوٹی نے مجھے متعلقہ دوی پہنادی۔ انسپکٹر نے ایک سپاہی سے کہا "تم یہیں رہ کر سڑک بند کی دیکھ بھال کرو۔ ان کو موٹوں

آجائے تو تم واپس آجانا اور مسٹر مین سے کہہ دینا کہ میں ان سے کچھ سوال پوچھنا چاہتا ہوں۔ ۷۰

یہ بیانات دے کر انہیں مجھے ساتھ لے کر چل دیا  
یونیس میڈ کو اور طبعاً سچ کر میں نے کہا۔

”ہارڈی کو۔ اس بارنگائی کا منہ حیرت سے پھیل گیا۔ کیا ہارڈی مر گیا؟“

”ہاں۔ اور اس کی لاش بوٹے ہاؤس سے ملی ہے۔“

”بس تو اسی نے مشرڈن کو بتایا ہوگا۔“

”میں گارگی کے سامنے جا کھڑا ہوا، اور اس کے چہرے پر نظریں جم کر سوال کیا۔“

”کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ تباہ سے سر میں چوٹ کیسے آئی؟“

”میں گریٹ تھا۔“

”تم جھوٹ بول رہے ہو۔ تم راجندر کی قبر کھود رہے تھے۔ جب میں نے پتھر مٹا کر سر پر مار کر تپہاں بے ہوش کیا

تو میں مٹا دی لاش اٹھا کر میں بوٹے ہاؤس میں لے گیا تھا۔“

”یہ جھوٹ ہے۔ میں آج بوٹے ہاؤس کی طرف گیا ہی نہیں۔“

اب مشرڈن کو بلانا ضروری ہو گیا ہے اسپیکر میں

نے قہر پٹی سے کہا۔

”یہ فیصلہ کرنا میرا کام ہے کہ کس کو ٹرانسے کس کو نہیں

تم ایک مضم ہو۔ مجھے مشورہ یا حکم دینے کا تم کو اختیار نہیں۔“

میں نے گھڑی کی طرف دیکھا۔ مجھے گرتی ریسوے دو گھنٹے

گزر چکے تھے جو میں نے داؤد کھیلنا تھا اگر وہ کامیاب تھا تو جو

کچھ میں چاہتا تھا وہ ہو چکا تھا اس لئے میں نے اسپیکر سے کہا

”آل رائٹ اسپیکر۔ تم ذرا ایک منٹ کے لئے میرے

ساتھ دوسرے کمرے میں جاؤ۔“

”کیوں؟“

”میں تنہائی میں تمہیں اپنی بے گناہی کا ایک ٹوٹ کھانا

چاہتا ہوں۔“

اسپیکر کے چہرے پر ابھرنے کے آثار پیدا ہو گئے وہ

کچھ دیر سوچتا رہا۔ پھر اٹھتے ہوئے بولا

”اچھا میرے ساتھ آؤ۔“

جوڑی اسی طرح کھلی ہوئی تھی۔ میں نے غلاف سے کچھ

جوئے تھے۔ قتل کے کئے جانے والا یہ تو لگی ہی وہیں پڑا تھا۔

بڑی دیر کے بعد پیرنڈنٹ نے کہا۔

”یہ کیا ہوا؟“

میں نے راہل کی جانب دیکھا۔

”کہاؤ کہ بدن کے قتل کا الزام مجھ پر نہیں لگ سکتا۔“

راہل نے میرے چہرے پر نظر پڑا جاتے ہوئے کہا۔

”تم نے فون پر کہا تھا کہ تجوری میں ان لوگوں کے ناموں

کے غلاف سے تھے جن کو بدن بلیک میل کرتا تھا۔“

میں نے جواب دینے کے بجائے آگے بڑھ کر زلفوں

کیوں نہیں کیا۔ وہ بھی وہاں موجود تھا۔“

”یہ تم کہتے ہو؟“

”تم گارگی کو گرفتار کر کے پوچھو وہ بھی بتا دے گا۔“

وہ وہاں موجود تھا۔“

”آل رائٹ، تم اصرار کرتے ہو تو میں گارگی کو بلواتا ہوں۔“

یہ کہہ کر اس نے ایک سب انسپکٹر کو بلا کر حکم دیا کہ وہ گارگی

کو لے آئے اور مجھے اس نے حوالات میں بھرادیا۔

جس وقت انسپکٹر قریشی کو میں نے دیکھا تھا، میں نے

سوچ لیا تھا کہ اس بار میں اپنی اصل شخصیت ظاہر کر دوں گا۔

لیکن راستے میں ایک نیا چٹان میرے ذہن میں آگیا۔ میں نے ایک

داؤد کھیلنا تھا اور اب مجھے اس کے نتیجے کا انتظار تھا۔

میں حوالات میں نہ جانے کتنی دیر رہا، کیونکہ تنہائی ہو جانے

پر میں پتھر کی بیخ پر لیٹ کر سو گیا۔ آخر ایک سپاہی نے مجھے جگا کر

کہا۔

”جیلو انسپکٹر صاحب ملاتے ہیں۔“

میں اس کے ساتھ چل دیا۔ اپنے وقت پٹی کے دفتر میں

آیا تو دیکھا گارگی بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے سر پر پٹی بندی ہوئی تھی

اس نے خونی نظروں سے مجھے دیکھے ہوئے کہا۔

”یہ قاتل ہے۔ تو جی کو اس نے قتل کیا ہے۔“

”کیا تم اس وقت وہاں موجود تھے جہاں میں نے قتل

کیا ہے؟“

میں نے اس سے سوال کیا۔

”نہیں۔“

”پھر یہ تمہیں کیسے معلوم ہوا؟“

”مجھے مشرڈن نے بتایا تھا۔“

”کیا بدن وہاں تھا؟“

”نہیں۔“

”پھر اتنی کیسے معلوم ہوا؟“

”مشرڈن کے معلومات حاصل کرنے کے اپنے ذرا لیں۔“

ایس کی بیوی بہت درد ناک سے

میں نے اسپیکر کو مخاطب کر کے کہا۔

”کیا یہ بہتر ہوگا مشرڈن کو بلا کر پوچھا جائے کہ افسوں

نے قتل کے بدلے میں کس سے سنا تھا۔ اور یہ کو تو سنی کو اگر میں

نے قتل کیا ہے تو راجندر کو کس نے قتل کیا؟“

”راجندر کو کبھی تم نے قتل کیا ہے؟“ گارگی بولا۔

”اور ہارڈی کو؟“

اب صاف ہو گئی کہ توسی اور راجندر کو مدین نے قتل کیا تھا اور مدین کو کسی نامعلوم آدمی نے قتل کر دیا۔  
 راجندر نے فوراً مجھے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔  
 ”مبارک باد مسٹر نیپیل۔ مجھے خوشی ہے کہ آپ پر سے الزام ہٹ گیا۔“

میں نے ان سب کا شکریہ ادا کیا اور باہر کی طرف چل دیا ان کے قریبی میرے ساتھ ساتھ باہر نکل آیا۔ باہر آ کر اس نے کہا۔  
 ”کیا آپ مطمئن ہیں؟“

”ہاں۔۔۔ میں نے جواب دیا۔ مگر اب میں مدین کے قاتل کی تلاش ہے۔ میں اب گاڑی سے چرمنٹ بات کرنا چاہوں گا۔“

”ابھی آپ اپنی شخصیت ظاہر نہیں کرنا چاہتے؟“  
 ”نہیں۔“

”تو آپ اگلے گھنٹے بعد آجلیئے۔ اس وقت تک یہ لوگ چلے جائیں گے۔“  
 ”اوکے ان کے قریبی تھیں۔“

یہ کہہ کر میں ایک طرف لوٹ گیا۔

ہندہ میں منٹ بعد ہی سپرنٹنڈنٹ پولیس اور اہل رول سے چلے گئے تھے۔ میں پولیس سٹیشن پر گئے ساتھ ہی ایک کافی باؤس میں بیٹھ بیٹھ دیکھ رہا تھا۔ ان کے ساتھ ہی میں پولیس اسٹیشن میں واپس آ گیا۔ ان کے قریبی نے گاڑی کو لے کر سے میں بلوایا۔ مجھے آزاد دیکھ کر گاڑی کا منہ کھلا دیا گیا تھا۔ اس کے بعد جب ان کے قریبی نے اس کو یہ بتایا کہ مدین مرچکا ہے تو ایسا محسوس ہوا جیسے جہان سے میرے ہوا کیل گئی ہو وہ جہان سا جو کہ کسی پر رگڑتا۔ مجھ پر وہ سرکھٹے بیٹھا ہوا پھر سر اٹھا کر مرے ہونے پہلے میں بولا۔

”کیا یہ سچ ہے کہ مدین اور بارڈی مرچ گئے ہیں؟“

”تم قتل ہو چکے ہیں۔“ میں نے جواب دیا۔ ”اور تمہاری اطلاع کے لئے بتاؤں کہ میں بھی غریب پولیس کا افسر ہوں۔ میں ملت جبر کے قتل کی تحقیق کر رہا تھا۔ تم مدین کے ساتھی ہو اس وقت اگر تم جاسے ساتھ تعاون کرو گے تو میں تمہاری مدد کر سکتا ہوں کہ عدالت تمہارے ساتھ سپر وائز مدتیہ اختیار کرے دوسری صورت میں تم اپنا انجام سمجھ سکتے ہو۔“

”تم۔۔۔ تم پولیس افسر ہو؟“ اس نے مجھے ہونے لگوں ہا۔ ہاں۔۔۔ جہاں یہ تک تھا کہ یہاں کے پولیس افسر ان

میں سے توسی کے نام کا لغاضہ نکالا اور اس کے اندر رکھا۔  
 فوٹو اور سرٹیفیکٹ دکھایا۔ یہ چیزیں خود سے دیکھنے کے بعد قابل نے کہا۔

”بس تو بات صاف ہو جاتی ہے۔ یقیناً کوئی ایسا آدمی مدین کو قتل کر گیا ہے جس کو وہ بلیک میل کرتا ہوگا۔ ہاں یاد آیا تم نے کہا تھا کہ میرے نام کا لغاضہ بھی ان میں موجود ہے۔ میں جہاں جوں کہ میرے بارے میں مدین نے کیا معلومات اکٹھی کر رکھی تھیں اور اگر اسے میرے کسی جرم کا پتہ بھی تھا تو اس نے مجھے اب تک بلیک میل کیوں نہیں کیا تھا؟“  
 میں نے دوبارہ سادے لفظوں میں جواب دیا۔

”ان میں تو نہیں ہو سکتا ہے مجھے مخالف ہو گیا ہو۔“  
 ”میرا مشورہ ہے کہ جن لوگوں کے نام کے لغاضے ہیں ان سب کو بلا کر پوچھا جائے کہ آج دن بھر وہ کیا کرتے رہے ہیں۔“  
 راجندر نے مشورہ دیا۔

یہ بے کار ہے۔ میں نے نفی توئے کہا۔ جس نے بھی مدین کو قتل کیا ہے وہ اپنے نام کا لغاضہ یہاں پھونک رہا نہیں جا سکتا۔

یہ بات سمجھ میں آتی ہے۔ سپرنٹنڈنٹ نے کہا اور مجھے یقین ہے اس بیوقوف پر اسے انگلیوں کے نشانات بھی صاف کر دیئے گئے ہوں گے۔ بیوقوف ہی جوری کا ہونا چاہیئے قاتل کو اگر بلا کر پوچھا تو اپنے خلاف کوئی ثبوت پھونک نہیں گیا ہوگا۔ اس کے بعد وہ گھنٹے میں تک گئے۔ پولیس کے باہر میں بلائے گئے۔ لاشوں کو بھیجا گیا۔ اس دوران میں نے سپرنٹنڈنٹ سے اجازت لے کر جاؤید کو فون کر دیا تھا اور اس کو مدایت کوئی قادیاب اس کو کیا کرنا ہے۔

دو گھنٹے بعد مجھ پولیس اسٹیشن واپس پہنچے تو توسی اور راجندر کی لاشوں کی فوٹو گری رہی رٹ آچکی تھی۔ اس بار سب ان کے پر شاد میں پولیس اسٹیشن میں موجود تھا۔ اس نے مجھے پھاڑ کھانے والی نظروں سے دیکھا تھا۔ سپر وائز کے مطابق وہ دونوں کی موت سات کو تین چار بجے کے درمیان ہوئی تھی۔ جب کہ مجھے لاش کے ساتھ سادے دس بجے دیکھا گیا تھا۔ اس وقت تک لاش اٹھانے لگی تھی۔ ان کے قریبی اب میرے ساتھ تعاون کر رہا تھا۔ اس نے رپورٹ سپرنٹنڈنٹ کے سامنے ڈالتے ہوئے کہا۔

”اس سے مسٹر نیپیل کی بے گناہی ثابت ہو جاتی ہے۔“  
 ”اس نے میں مسٹر نیپیل کو برا بکھو دینا ہوں۔“  
 ”ٹیک ہے۔ سپرنٹنڈنٹ نے سر ہلایا۔ اب یہ بات

آیا ہوں۔ اب تم مجھے بتاؤ کہ ملت ہند کس سے مل گیا تھا؟

”وہ مجھے کچھ دیر گھورتا رہا۔ پھر بولا۔  
”میرا خیال ہے ہارڈی نے قتل کیا تھا۔“  
”صرف خیال ہے یقین نہیں؟“  
”نہیں۔“

”کیوں؟“  
”بات دراصل یہ ہے کہ مجھے پہلی سے ہارڈی ہی یہاں لایا تھا۔ ایک طرح سے ہارڈی میرا اس تھا اور ہارڈی کا مدد تھا۔ مدد ان وقت تک کلب کا میجر نہیں تھا۔ ہارڈی ان دنوں روزگاری میں میجر کا بیٹھا کرتا تھا۔ ملت ہند کے دفتر سے ہم اس کے پیچھے پیچھے چلتے تھے۔ میں گاڑی ڈرائیو کرتا تھا۔ ہارڈی پیچھے رہتا تھا۔ آٹھ دس دن ہم اس کا بیٹھا کرتے رہے۔ پھر ایک دن جب ہم مارش روڈ کے قریب پہنچے تو ہارڈی نے گاڑی روک کر کہا۔“

”تم گاڑی واپس لے جاؤ۔ میں آجاؤں گا۔“  
”میں گاڑی واپس لے گیا۔ اسی دن رات کو میں نے سنا کہ میجر کو کسی نے قتل کر دیا ہے۔ میں سمجھ گیا کہ قتل ہارڈی نے کیا ہے۔“

”نے کیا ہے۔“  
”وہ خاموش ہوا تو میں نے پوچھا۔  
”کیا بعد میں شہبازی ہارڈی سے اس سلسلے میں کوئی بات ہوئی تھی؟“  
”نہیں۔“

”تم مدد کو پہلے سے جانتے تھے؟“  
”نہیں۔“  
”مدد ہارڈی کو جانتا تھا؟“

”مجھے معلوم نہیں۔ مجھے تو ہارڈی یہاں ساتھ لایا تھا۔ ہمارے آنے کے دس دن بعد ہی ملت ہند کا قتل ہو گیا۔ اس وقت مدد کو میں نے نہیں دیکھا تھا، اس لئے مجھے یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ ایک دوسرے کو جانتے تھے یا نہیں۔ ایک ماہ بعد جب مدد کلب کا میجر ہو گیا تب ہارڈی نے مجھے مدد سے ملا اور مجھ سے کہا کہ میں آئندہ مدد کے ہارڈی گاڑی کی طرح اس کے ساتھ رہوں گا۔“  
”اور تم مدد کے ساتھ چوبیس گھنٹے رہتے تھے؟“  
”میں نے سوال کیا۔  
”چوبیس گھنٹے نہیں جب تک وہ ضرورت محسوس

کرتا تھا۔ مجھے اپنے ساتھ رکھنا تھا۔“  
”کیا مدد کبھی کلاس فیکٹری بھی جاتا تھا۔“  
”مجھے معلوم نہیں۔“  
”کبھی کلاس فیکٹری میں کام کرنے والا کوئی مزدور یا اینٹن کا کوئی لیڈر ملے آتا تھا؟“  
”مجھے معلوم نہیں۔ البتہ ایک بار میں نے ایک آدمی کو ہارڈی کے ساتھ دیکھا تھا۔ ہارڈی نے مجھے بتایا تھا کہ وہ فیکٹری میں کام کرتا ہے۔“  
”تم راجندر کو جانتے تھے؟“  
”ہاں۔“  
”وہ کس کے لئے کام کرتا تھا؟“  
”بیلے مدد کے لئے اور پھر بعد میں اس نے اپنا کام شروع کر دیا تھا۔“

”کیا راجندر کا فیکٹری سے یا فیکٹری کے کس آدمی سے کوئی تعلق تھا؟“  
”مجھے معلوم نہیں۔ البتہ ہارڈی راجندر کی بہن کے یہاں اکثر جاتا رہتا تھا۔“  
”نذرانی کرب میں بھی خون تھا میں نے انہیں کسے کہا۔“  
”کہا میں ایک دن کرسکتا ہوں؟“  
”کس کو؟“  
”اک اک دوست کو جو میری بے گناہی کا ثبوت دیکر آئے گا۔“  
”اچھا کرو۔“

”میں نے خون اپنی جانب سر کا کر جاؤں گے ہوٹل کا بیڑا لیا جاؤں میری ہدایت کے مطابق کمرے جی میں تھا۔ میں نے جاؤں گے کہا۔“  
”جاؤں گے۔“  
”س وقت پولیس سٹیشن میں ہوں۔ پولیس نے مجھے قتل کے جرم میں گرفتار کر رکھا ہے۔ میں اب انسپکٹر ترقی کو اپنے کاغذات دکھا رہا ہوں، لیکن ممکن ہے یہ مجھے براعتا نہ کرے۔ اس لئے تم ایک گھنٹہ میرا انتظار کرنا۔ اگر ایک گھنٹہ تک میں واپس نہ پہنچوں تو تم ملٹری ہیڈ کو مارڈ کو فون کر دینا اور جنرل کو کوثر تک کال پر حالات بتا دینا۔ میرا خیال ہے یہاں پولیس کا ہارڈی یا رشتہ سے ایسا ہوا اور لایا ہے۔ جو سنا ہے ہر لوگ مجھے قتل کرنے کی کوشش کریں۔ ان حالات میں تم خود کچھ کہتے ہو کہ تم نہیں کیا کرتا ہے۔“

”کہہ کر میں نے فون رکھ دیا۔ میری گفتگو سن کر انسپکٹر کے چہرے پر انہیں کے آثار پیدا ہو گئے تھے اور اس کی آنکھوں میں خوف کی لہری جھلک نظر آنے لگی تھی۔“  
”یہ تم نے کس کو فون کیا تھا؟ اس نے پوچھا۔ اور تم

میری بات منظور کر لی گئی اور ہم جیب گاڑیوں میں سوار ہو کر بلوئٹ کلب کی طرف چل دیے۔

مدن کے آفس میں ابھی تک روشنی تھی۔ دروازہ بند تھا۔ سپرنٹنڈنٹ نے آگے بڑھ کر دروازے پر دستک دی۔ اندر سے کوئی جواب نہ ملا تو سپرنٹنڈنٹ نے دروازے دھکیلا۔ دروازہ کھل گیا۔

ہم سب اندر داخل ہوئے۔ لیکن اندر کا منظر دیکھتے ہی ہر شخص حیران رہ گیا۔ اندر صوفے پر بدن کی لاش پڑی تھی اور اس کے برابر میں ہی اس پولیس والے کی لاش پڑی تھی جس کو انسپکٹر فریڈی مدن کی دیکھ بھال کے لئے چھوڑ گیا تھا۔

”کیا وہ دونوں ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے؟“

”مجھے معلوم نہیں۔“

”کبھی تم نے ہارڈی سے اس بارے میں نہیں پوچھا؟“

”نہیں۔“

”اور کوئی ایسی بات تم بتا سکتے ہو جس کا تعلق گلاس فیکٹری سے ہو؟“

”نہیں۔“

میں نے انسپکٹر کو مخاطب کر کے کہا۔

”انسپکٹر — آپ اس کو واپس بھیج سکتے ہیں، میرا انٹرویو ختم ہوا۔“

انسپکٹر نے کارگی کو واپس بھجولنے کے بعد مجھ سے سوال کیا۔

”آپ بار بار فیکٹری کے بارے میں کیوں سوال کر رہے تھے۔؟“

”اس لئے کہ فیکٹری دراصل گورنمنٹ کا ایک اہم پیراج سینٹر ہے جس کو تباہ کرنے کے لئے غیر ملکی جاسوس سازش کر رہے ہیں۔ فیکٹری کی حفاظت کے لئے محکمہ انٹیلیجنس اور سیکرٹروس کے آدی اندر رہتے ہیں۔ اس وقت تک گیارہ ایسے آدی قتل ہو چکے ہیں۔“

”اوہ“ انسپکٹر فریڈی نے کہا۔ ”آج صبح لیت جہت کا قتل بھی اسی سلسلے کی ایک کرڈی تھی۔“

”صرف شبہ ہے کیوں کہ فیکٹری میں گورنمنٹ کے جاسوس کی موت کے بعد ہی شروع ہوئی ہے۔“

”اگر یہ بات سچ ہو تو گاڈ کی باتوں سے بے گناہ ظاہر ہوگا۔“

تھا کہ وہ غیر ملکی جاسوس یا کوئی اور نہ ہوگا۔

”ہاں اس کی باتوں سے تو یہی ظاہر ہے۔“

”لوں ہو؟“ میں نے اپنے اصلی کاغذات نکال کر اس کے سامنے رکھ دیے۔

وہ کچھ دیر کاغذات دیکھتا رہا پھر میری جانب اعتباری سے دیکھنے لگا۔

”لیکن تم نے اپنا نام سنیل ہتھرتیا لکھا؟“

”وہ میرا گورنمنٹ ہے۔“

”کیا ثبوت ہے کہ یہ کاغذات جعلی نہیں؟“

”کوئی ثبوت نہیں۔ تم فون پر میری گفتگو سن چکے ہو ایک گھنٹے کے اندر اندر اگر میں یہاں سے نہ گیا تو پولیس کا پورا محکمہ ملے گا۔“

”ملک سے غدار؟“ اس نے حیرت سے کہا۔

”ہاں — معاملہ صرف بے ایمانی اور رشوت خوری کا نہیں۔ انسپکٹر اس ملک میں غیر ملکی جاسوسوں کی کوئی زبردست تنظیر کام کر رہی ہے جو ملک کے ایک اہم پیراجیکٹ کو تباہ کر دینا چاہتی ہے۔ اس تنظیر کو چھاننے کے لئے دوسرے پیراجیکٹ جرم کے چھاننے میں تاکہ حکومت کی نظر اصل سازش پر نہ پڑ سکے۔“

”اوہ — اگر یہ سب کچھ ہے اور یہ کاغذات حقیقی ہیں تو آپ میرے دفتر میں کرنل؟“

”یہ بتا رہے ہیں کہ آخری موقع ہے انسپکٹر۔ اس وقت اگر تم نے میرے ساتھ تعاون کیا تو تم اپنا انجام سوچ سکتے ہو۔“

”او کے کرنل میں آپ پر بھروسہ کرتا ہوں۔“

یہ کہہ کر اس نے مجھے باقاعدہ سیلوٹ دیا میں نے سیلوٹ کا جواب دے کر اپنے کاغذات جیب میں رکھے اور کہا۔

”ابھی تم میرے بارے میں کسی کو نہیں بتاؤ گا اور باہر نکل کر تم مجھے ساتھ لے کر بدن کو گرفتار کر کے جاؤ گے۔“

”او کے سر۔“ انسپکٹر نے جواب دیا۔

”ہم باہر آئے۔“ انسپکٹر نے اپنے دوسرے ماتحت کو جیب گاڑی لانے کو کہا۔

اسی وقت راجل ٹناریہ اور سپرنٹنڈنٹ پولیس اندر داخل ہوئے راجل نے کہا۔

”میں سپرنٹنڈنٹ صاحب کو تلاش کر کے لے آیا ہوں مسٹر سنیل۔ میں نے یہیں آخری چانس دیئے کیلئے سپرنٹنڈنٹ صاحب سے درخواست کی ہے کہ وہ مشردن کو گرفتار کر لیں۔ مشردن ایک معزز شہری ہیں۔ اگر ہمارا الزام غلط ثابت ہو گیا تو تم جانتے ہو ہمارا کیا حشر ہوگا۔“

”مجھے منظور ہے۔ میں نے جواب دیا۔ لیکن میں ساتھ چلنا چاہوں گا۔“

نہیں۔

عمارت کے باہر ایک سیاہ پیکار کو کھڑی تھی۔ میں اندر داخل ہو گیا۔ اور بیٹے سے اوپر چڑھنے لگا۔ ابھی میں دوسری منزل تک ہی پہنچا تھا کہ اوپر سے ایک عورت اترتی نظر آئی۔  
”اوہ بھیلو۔ تم یہاں کیا کر رہے ہو؟“ عورت مجھے دیکھ کر کہا۔  
وہ پر میلہ تھی۔ اس کو دباں دیکھ کر مجھے بھی حیرت ہوئی۔

میں نے کہا  
”اے یہ تم ہو۔ تم یہاں کیا کر رہی ہو؟“

”میں نہیں رہتی ہوں۔“

”راجندر بھی بن کے ساتھ؟“

”نہیں۔ اس کے برابر ہی میرا چھوٹا سا فلیٹ ہے کیا تم مجھ سے ملے آئے ہو؟“

”ہاں۔ مجھے تم سے کچھ ضروری باتیں کرنی ہیں۔“

”مگر تمہیں میرا تہہ کیسے معلوم ہوا؟“

”مدن نے مجھے بتایا۔ تہہ بتایا تھا۔“ میں نے جواب دیا  
”کیا تمہیں معلوم ہے کہ دن قتل ہو چکا ہے؟“

”اسی لئے اس وقت میں یہاں ہوں۔ کلب بند ہو گیا ہے۔“

”راجندر کے بارے میں بھی معلوم ہو گیا؟“ میں نے پوچھا۔

”ہاں۔“

”بس تم مجھے اپنے فلیٹ میں لے جاؤ۔ میں تمہارے سخت کی پوری پوری قیمت دوں گا۔“

”وہ کچھ دیر مجھے گھومتی رہی۔ پھر بولی۔  
”آل رائٹ۔ آ جاؤ۔“

”میں اس کے ساتھ اس فلیٹ میں داخل ہوا۔ یہ صرف ایک کمرے کا فلیٹ تھا۔ باہر کی طرف بالکونی تھی۔ میں نے ادھر ادھر دیکھنے کے بعد پوچھا۔

”کیا راجندر کی بہن کا فلیٹ بھی اتنا ہی بڑا ہے؟“

”نہیں اس کے پاس تین کمروں کا فلیٹ ہے۔ وہ مجھ سے زیادہ خوش قسمت ہے۔“

”وہ کیا کرتی ہے؟“

”کچھ بھی نہیں۔“

”پھر فلیٹ کا کرایہ کہاں سے دیتی ہے۔ کھاتی کہاں سے ہے۔؟“

اس سے ایک دو تہہ اور باعزت آدمی محبت کرتا ہے وہ اس کا خرچ چلاتا ہے۔“

”کیا آپ کو اطمینان نہیں ہوا؟“

”نہیں۔“

”کیا آپ کو کسی اور پرشہ ہے؟“

”ابھی میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ میں انتظار کر رہا ہوں۔“

”کس چیز کا؟“

”کسی حادثے کا۔ اگر مستقبل میں کوئی حادثہ پیش نہیں آتا تو میں مجھوں گا کہ مجرم صرف بارڈی اور مدن تھے جس کا مجھے یقین اس لئے نہیں آتا کہ غیر ملکی جاسوس اتنی آسانی سے قتل نہیں ہو سکتے تھے۔ یہ کہہ کر میں اٹھ کھڑا ہوا۔“

”انہلکٹ کہہ۔“

”یہاں تک کہ آپ کچھ بھار رہے ہیں۔“

”ہاں۔“ میں نے سر ہلا کر کہا۔ ”ابھی میں نے شوک ظاہر نہیں کرنا چاہتا۔“

جلدی جب کوئی فیصلہ کن ثبوت مل جائے گا پھر میں آپ کو سب کچھ بتا دوں گا۔ فی الحال میں چلتا ہوں۔ یہ کہہ کر میں واپس چل دیا۔

مجھے جاوید کے فون کا انتظار تھا کیوں کہ میں نے اس کی ڈیوٹی لگا رکھی تھی۔ میں اپنے کمرے پر انتظار کر رہا تھا۔ رات کا کھانا بھی میں نے کمرے پر ہی لگا رکھا تھا۔ آخر دس بجے فون آ گیا۔ اس نے کہا۔

”بہلی بار وہ گھر سے نکلا ہے۔“

”تم اس وقت کہاں سے بول رہے ہو؟“ میں نے پوچھا۔

”میں گارڈن روڈ سے بول رہا ہوں۔ وہ ابھی ابھی ایک تین منزلہ عمارت میں داخل ہوا ہے۔“

گارڈن روڈ کا ذکر سن کر میرا دل زور سے اچھلا۔ میں نے کہا۔

”کیا عمارت کا نمبر ۱۳/سی ہے؟“

”جی ہاں یہی ہے۔ کیا آپ یہاں کسی کو جانتے ہیں؟“

”شاید تم وہی رہو۔ میں پہنچ رہا ہوں۔“

”اور اگر وہ یہاں سے چل پڑے؟“

”بچھا کر لیتا۔“

”اوکے۔“ جاوید نے جواب دیا اور فون بند کر دیا۔

میں اتنی دقت برداشت ہو گیا۔ چند منٹ بعد ۱۳/سی کی بلڈنگ سے کچھ فاصلے پر اتر گیا۔ اس عمارت میں راجندر کی تلاش میں یہاں آ چکا تھا۔

میں نے سیٹی سنکلی دیا۔ فوراً سیگل کا جواب ملا۔ یہی مطلب تھا جاوید ابھی وہیں تھا۔ میں نے سیٹی بجا کر دوسرا سیگل دیا جس کا مطلب تھا کہ اس کو میرے قریب آنے کی ضرورت

”تھینکس۔ میں نے اس کا شانہ بھیک کر کہا۔“

”یقین رکھو تمہیں بھٹانا نہیں پڑے گا۔ کیا تم میرے لئے ایک کام اور کر سکتی ہو؟“  
”ہو کر کیا ہے؟“

میں نے گھڑی سے باہر جھانکا۔ جاوید سامنے والی عمارت کے سامنے میں کسی جگہ چپ ہوا تھا۔

عمران ڈائجسٹ کا مقبول ترین سلسلہ  
آپ کی فرمائش پر کتابی شکل میں  
جس کو پڑھنے کیلئے آپ بچپن تھے

بانگورو

بنجاروں کی اس سببی میں مصیبت کا شکار تھے  
والے سہیل پر دورہ کر گیا، ایک حسین لڑکی کے  
رُپ میں جب وہ باہر نکلا تو اے عالم پناہ شرماتے  
مارے اس کے سامنے آ گئے، لیکن اس ہنگام میں  
ایک اور دروازہ زائل ہو گیا، یہ گولیوں کا ایک بین الاقوامی  
جرم، جو کسی خطرناک الزام سے اس ملک میں آیا تھا،  
اس کے سامنے نصیور کا نام آیا، یہ بودا گولڈ  
وہ کیا تھا، اسے بانگورو کیوں کہتے تھے؟

مکمل ایک حصہ قیمت دینے والی خراج دینے  
بڑا راستہ منگوانے کا پتہ،

مکبہ عسرن ڈائجسٹ

۳۷ - رُود و بزار - کراچی

میں نے جیب سے سو سو کے دو نوٹ نکال کر اس  
کو دیتے ہوئے کہا۔

”یہ تمہارے وقت کی قیمت ہے پر میلا میں تمہاری لاکھوں  
سے بکر راجندر کی بہن کے فلیٹ میں داخل ہونا چاہتا ہوں۔“  
”کیوں۔ کیا ضروری کرو گے؟“ اس نے سہم کر کہا۔  
”نہیں میں پولیس افسروں۔ اگر تمہیں یقین نہ آئے  
تو تم انیسٹر قریبی کو فون کر کے معلوم کر سکتی ہو میرا اصل نام  
نام ہے۔ میں ایک ملک کے دشمن جاسوسوں کی تلاش  
میں۔ اس وقت میری مدد کر کے تم اپنے ملک کی خدمت  
کرو گی۔“

”اوہ گاڈ۔ اس نے تمہیں پھیل کر کہا، کیا یہ سچ  
ہے۔؟“

”سو فی صدی۔“  
”تو کیا کامنی دشمن ہے؟“  
”کیا کامنی راجندر کی بہن کا نام ہے۔ میں نے پوچھا۔

”ہاں۔“  
”انجی میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ تم مجھے اس کے فلیٹ میں  
جاسے دو۔ اور اگر تم چاہو تو انیسٹر قریبی کو پتے کر کے میں  
بجھاؤ۔“

”وہ مجھے کچھ دیر تفریق سے دیکھتی رہی، پھر بولی  
”کیا تم اس آدمی پر رشہ کر رہے ہو جو کامنی کا عاشق ہے؟“  
”میں نے کہا تاکہ انجی میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ میں نے جواب دیا۔  
”کیا تمہیں معلوم ہے کہ وہ کون ہے؟“

”ہاں۔“  
”تمہیں یہ بھی معلوم ہے کہ وہ ابھی ابھی کامنی سے ملنے  
آیا تھا۔؟“

”اوہ۔ مگر یہ نامکون ہے۔ یہ بالکل نامکون ہے۔“  
”میں جانتا ہوں تم یہ بات کیوں کہہ رہی ہو۔ لیکن  
تمہیں ابھی تجربہ نہیں، غیر ملکی جاسوس عام جرائم پیشہ لوگوں کی  
طرح نہیں ہوتے۔ وہ بہت ذہین اور زیریں یافتہ ہوتے  
ہیں۔ ان کی فونی بھی ہوتی ہے کہ وہ اپنی شخصیت کو ہر قسم کے  
شکوہ سے دور رکھتے ہیں۔ عام طور پر ایسے جاسوس اعلیٰ  
عہدوں پر ہوتے ہیں یا نامور غنڈوں کی شکل میں رہتے ہیں  
تاکہ ان کی اصلی شخصیت چھپی رہے۔“

”میرے لئے یہ ساری باتیں عجیب ہیں۔“ پر میلا  
ہنے جواب دیا۔ ”لیکن تمہاری باتوں میں مجھے سنجائی نظر آتی ہے  
اس لئے تم جس طرح چاہو، میرا فلیٹ استعمال کر سکتے ہو۔“



وقوف سمجھے ہو، کیونکہ میں تمہاری داشتہ ہوں۔ تمہارے منگروں پر پل ہی ہوں۔ لیکن رابل میں اتنی بے وقوف نہیں ہوں کہ میں چاہوں تو ایک منٹ میں تمہیں گرفتار کر سکتی ہوں۔ میں جانتی ہوں کہ تمہیں خون پر راز سنا سنا ملے ہیں۔ میں جانتی ہوں کہ تم گلاس فیکری میں کوئی سازش کر رہے ہو۔  
"کامنی! اس بار رابل کی آواز میں حیرت بھی تھی اور غصہ بھی۔

"اب تم میری زبان نہیں روک سکتے۔ تمہیں یہ ضرور حیرت ہوگی کہ مجھے تمہارا یہ راز کیسے معلوم ہوا۔ تم نے میرے فلیٹ پر فون اسی لئے لگوا یا تھا کہ تم اپنے گھر کے فون پر اس طرح کی باتیں نہیں کر سکتے تھے۔ ایک روز میں تمہارے گھر میں آ گیا۔ کچھ یاد آ گیا اور میں تمہارے بغیر ہی آ گئی۔ یہاں کرے میں تم کسی کو فون کر رہے تھے اور کبہ رہے تھے

"اس کو راسے سے ہٹا دیا گیا ہے۔ فیکری میں لگے تھے ہڑتال شروع ہو چکی تھی۔"

اس وقت میں نے فیکری میں ایک آدمی کے قتل ہونے کی خبر پڑھی اور ایک ہفتے بعد ہی ہڑتال ہو گئی تو مجھے یقین ہو گیا کہ تم فیکری کے خلاف کوئی سازش کر رہے ہو۔ اس کے بعد میں جب اتنی ہی نہیں آ گیا ہوں کہ جانی توڑ کچھ بھی تھی کہ تم فون کر رہے ہو یا نہیں۔ تین چار بار تمہاری باتیں سننے کے بعد مجھے یقین ہو گیا کہ تم کسی دشمن ملک کے جاسوس کے ساتھی ہو جو فون پر تمہیں ہدایت دیتا ہے اور کسی وجہ سے فیکری کو بند کرانا چاہتا ہے۔

ایک طرف تو تم پتہ نہ ملنے سے غمناک ہو رہے تھے اور دوسری طرف مجھ سے اور میرے بھائی سے کھیل رہے تھے۔ راجند کو تم نے مدد سے ملوایا تھا۔ راجند نے تمہارے لئے وہ سپرول خریدا تھا جس سے تم نے ملت مہم کو قتل کیا تھا۔ اور راجند قتل ہو گیا تو تم خاموش بیٹھ رہے۔ تم نے میرے گھر کو اپنی جاسوسی کا ڈھ باندھا۔ یہ تم کسی وقت پڑے جاؤ تو میں بھی تمہاری ساتھی ہونے کے جرم میں چھانسی پر چڑھ جاؤں۔ کانٹھول کر سن لو اب ایسا نہیں ہوگا۔۔۔

"آل رائٹ کامنی اب ایسا نہیں ہوگا۔ رابل کی سنا دی۔ یہ بات اس نے جسے سپرول نکال کر کامنی کو نشانہ بنانے ہوئے کہی تھی۔" تم واقعی اسحق ہو کامنی۔ انگریزی کا ایک محاورہ ہے کہ جلی کا بیس تہا اس کی موت کا سبب بننا ہے تمہارا بیس تمہاری موت کا سبب بن رہا ہے! کامنی کے ملنے سے ایک گھنٹی ہوئی تھی۔ اس نے

میں نے پر میلا ہے کہا  
"دیکھو۔ وہاں سا۔۔۔ یونی عمارت کے نیچے جا کر بند آواز سے کہنا۔ ریڈ فلاو۔  
یہ نام سن کر ہی ایک آدمی آڑے نکل کر تمہارے سامنے آہلے گا۔ اور تم سے پوچھے گا۔ گلاب کہاں ہے۔ تم اس سے کہنا گلاب اور تمہارا انتظار کر رہا ہے۔ یہ سن کر وہ تمہارے ساتھ آجائے گا۔ اس کو تم یہاں لا کر بیٹھا دینا اور بتا دینا کہ میں برابر واسے فلیٹ میں ہوں۔"

"وہ کون آدمی ہے؟" پر میلا نے پوچھا۔  
"وہ میرا ساتھی ہے۔  
اور۔۔۔ مجھے جو تم نے مجھے بتائے ہیں۔ کوڈ الفاظ ہیں۔ میں نے کئی فلموں میں جاسوسوں کو اسی طرح کے بے تخیلی کوڈ استعمال کرتے دیکھا ہے۔  
"ہاں یہ کوڈ تھے۔"

"بس اب تو مجھے یقین آ گیا کہ تم واقعی جاسوس ہو۔" اب تم جاؤ اس کا نام جاوید ہے۔  
وہ جاوید کو بلائے علی گڑھ اور میں بالکونی کے جھنگل پر چڑھ کر کامنی کے فلیٹ کی بالکونی میں کود گیا۔  
خوش قسمتی سے اس کا دروازہ کھلا تھا۔ اور اس کمرے میں کوئی نہیں تھا لیکن اندر سے کسی کے ہونے کی آواز آ رہی تھیں میں نے سپرول ہاتھ میں لے لیا اور دوپے قدموں سے کمرے میں داخل ہوا۔ کمرے کے باہر والے دروازے کے پاس جا کر رکت گیا۔

وہ دونوں برابر واسے کمرے میں تھے۔ یہاں سے میں بالکونی باتیں بھی سن سکتا تھا اور چالی کے سوراخ سے جھانک بھی سکتا تھا۔

پہلی آواز جو میں نے سنی وہ کامنی کی تھی۔ وہ کہہ رہی تھی۔  
"نہج سے محبت کرتے تھے اور تم نے میرے بھائی کو قتل کرنے دیا۔ تم اسے نہیں چاہتے۔ جبکہ تم جانتے تھے کہ میرا ایک ہی بھائی ہے۔  
"سوری کامنی۔ حالات ایسے ہو گئے تھے کہ میں کچھ بھی نہیں کر سکتا تھا۔ یہ شہر کے تہہ پدل، نیک اور ایمان دار میسر رابل کٹاریہ کی آواز تھی۔

میں نے جانی کے سوراخ سے جھانک کر دیکھا۔ وہ دونوں کمرے کے بیچ ایک دوسرے کے آگے سامنے کھڑے تھے۔  
"میں کچھ بھی نہیں کر سکتا تھا۔ کامنی نے اس کو منہ پڑا کر غصے سے کہا۔" جب کہ میں آج ملک تمہارے جرم چھاتی چلی آ رہی تھی۔ اور تم مینے بھائی کو نہیں پہچانے۔ تم مجھے۔"

ایک قدم پیچھے مٹے ہوئے کہا۔

”قاتل! اب تو مجھے بھی مار ڈالنا چاہتا ہے۔“

”مجبوری ہے۔ اپنی موت تم نے خود بلائی ہے مجھے راجندر کی موت کا افسوس ہے۔ لیکن اس کام نامی اچھا تھا۔ کیونکہ وہ بزدل تھا اور کسی وقت بھی زبان کھول کر مجھے چھوڑ سکتا تھا۔ بدن بے وقوف تھا۔ وہ جھٹکتا تھا کہ اس نے مجھے مٹھتی میں لے کر رکھ لے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس بار ڈی کے ذریعہ اس کو استعمال کر رہا تھا۔ اس کا مصروف شہر ہو چکا تھا۔ اس لئے اس کو میں نے خود قتل کر دیا ہے۔ بار ڈی بھی ضرورت سے زیادہ حالات جان چکا تھا۔ اس لئے اس کی موت بھی ضروری تھی اور اب تمہیں خود ہی شہید کر لیا ہے کہ تم میرا سازنا جانتی ہو جو مجھے چھانسی پھر اسکا مٹھتا ہے۔ اس لئے اسی زندگی کے لئے تہااری موت ضروری ہے۔ تمہیں قتل کرنے کا مجھے واقعی افسوس ہوگا کیونکہ مجھے تہااری پسند تھا۔ تہااری موت کے بعد کوئی ایسا شخص نہیں رہے گا جس کی جانب سے مجھے کسی قسم کا خطرہ ہو۔“

یہ کہہ کر اس کے سپتول ولے ہاتھ کو کشش ہوئی۔ کامنی خوف زدہ ہو کر چلائی۔

دابل کی دیکھوں میں اس وقت موت تاراج رہی تھی میں نے فرما سادہ واڑہ کھول دیا اور جیسے ہی اس کا ہاتھ فالنگ کرنے کے لئے آگے بڑھا میں نے فالنگ کر دیا۔ میری گولی اس کے ہاتھ میں لگی۔ اس کے ہاتھ سے سپتول دور جا پڑا۔ منہ سے ایک سچ لنگی گھر کر اس نے صدمہ زبری طرف دیکھا۔ کامنی بھی مجھے حیرت سے دیکھتی رہ گئی تھی۔

”تم۔ دابل نے کہا۔

”میں تہااری ساری باتیں سن چکا ہوں۔ میں نے مکر کر کہا۔ تہااری اطلاع کے لئے عرض کروں کہ میں نیل مہنت نہیں ہوں بلکہ میرا نام نرمل زائد ہے۔ میں جھڈن میں جین جس سے تعلق کرتے ہوں۔ تم جانتے ہو گلشن فیملی میں امیر ریسرچ ہو رہی ہے جب فیکٹری میں ہمارے دس ایجنٹ ایک ایک کر کے قتل ہو گئے اور بے وجہ ہڑتالیں ہوئے جنکس تو وہیں یقین ہو گیا کہ دشمن ملک کے کچھ جاسوس سازشیں کر رہے ہیں۔ میں اسی جاسوس کی تلاش میں سنیل مہنت کی کمرسان آیا تھا۔

اتفاق سے اس نے مجھے بتایا کہ اس نے ہڑتالوں کی اطلاع ایک ہفتہ پہلے ہی دے دی تھی۔ اسی لئے مکمل رات میں تہااری گناہاں لکھ لکھتے ہوئے تھے کہ میرا نام کا بیانیہ بھی نہیں مل سکا۔ لیکن تم جان بوجھ کر نہیں آئے کیونکہ تم جانتے تھے کہ میں جڑ

اور توشی کو قتل کر دے۔ پھر جب میں دوبارہ تم سے ملا اور میں نے تمہیں بتایا کہ راجندر نے توشی کو قتل ہو چکے ہیں۔ تم فوراً مدین، بار ڈی اور گارگی کو گرفتار کر لیا۔ تو میں بار ڈی کو قتل کرنے کا ایک اور موقع مل گیا۔ میں نے گارگی کو قتل کر دیا۔ پھر بٹ باؤس تو میں کو تے کو میں نے جکے جکے اکیلے کے تاکہ بے ہوش بار ڈی اور گارگی کو قتل کر دیا۔ پھر وہاں پہنچے تو صرف بار ڈی تھا جسے تم نے قتل کر دیا۔ گارگی کو شاید پہلے ہوش آ گیا تھا اور وہ اٹھ کر لچاک گیا تھا۔ اس کے بعد تم تو نہیں آئیں گئے اور انیسٹر فیکٹری کو لے کر دوسری بار بٹ باؤس کے تاکہ انیسٹر اس کی لاش دیکھ کر سمجھ لے کر واپس بار ڈی اور راجندر کو قتل کر دیا تھا اور اپنا الزام مدین پر ڈالنا چاہتا تھا۔ تم واپس چھ پر پھر دوسرے نہیں کر سکتے تھے۔ میں تمہارے

عمران ڈاٹ جیسٹ کا تہلکہ خیز سلسلہ

کوبرا

بھلی کے فٹ پاتھ سے اٹھنے والے طوفان

داؤد کی داستان حیات

وہ طاقت کے بل پر زندہ رہنے کا ہنر جانتا تھا

غضب ڈھادیئے والا ایک پرنسز سلسلہ

جس کو آپ مکمل پڑھنا چاہتے تھے، لیجئے یا

آپ مکمل تین حصوں میں شائع ہو گیا ہے

ایک حصہ روئے مکمل تین حصے

ڈاک خرچ فی حصہ روئے مکمل سیٹ منگو آئیے

ڈاک خرچ معاف

مکتبہ عمران ڈاٹ جیسٹ اردو بازار لاہور

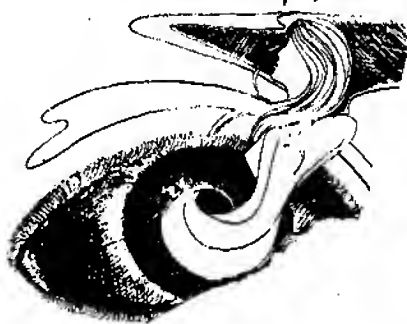
ذال دو

یہ سب کچھ اس قدر تیزی سے ہو کہ میں مجاہدے میں ہو گیا۔  
 ”تم اس طرح بچ نہیں سکتے“ میں نے جھنجھلا کر کہا۔  
 ”فی الحال تو میں بچ کر جا رہا ہوں۔“  
 یہ کہہ کر وہ کامی کو اپنے سامنے کے پیچھے ہٹنے لگا۔ میں  
 اس وقت کچھ بھی نہیں کر سکتا تھا۔ دروازے کے پاس پہنچ کر  
 اس نے ایک ہاتھ سے کامی کو تھاما اور دوسرے ہاتھ سے دروازے  
 کی پھینکی گرا دی۔ کامی اس قدر خوف زدہ ہو گیا تھا کہ وہ بہت  
 کی مانند ہو گئی تھی۔ وہ چھٹی چھٹی آنکھوں سے یہ منظر دیکھ رہی  
 تھی اور دنیا ناظر کے انسان کی طرح رابل کے ساتھ ساتھ  
 پیچھے ہٹ رہی تھی۔

رابل نے ہاتھ رکھا کہ دروازہ کھولا۔  
 دروازہ کھلتے ہی ایک ہاتھ پستول لے اندر آیا اور  
 پستول کا دوسرا رابل کے سر پر ڈالا۔ رابل کے منہ سے ایک  
 گھٹتی ہوئی چیخ نکلی اور وہ بے ہوش ہو کر نیچے گر پڑا۔  
 یہ جاوید تھا۔ جاوید نے اندر داخل ہو کر مسکراتے  
 ہوئے کہا۔

”میں بھی بالکونی سے اندر آ گیا تھا اور آپ کی باتیں  
 سن لی تھیں۔ جب میں نے دیکھا کہ یہ شخص عورت کو آڑ بنا کر  
 فرار ہونا چاہتا ہے تو میں بالکونی سے پھر دوسرے دروازے  
 میں گیا۔ باہر آ کر دروازے پر کھڑا ہو گیا کیونکہ اس کو فرار ہونا کو اسی  
 طرف جانا تھا۔“

”شاباش جاوید۔ تم واقعی کھڑے پیٹوں کی طرح وقت  
 بیکار کام آجاتے ہو۔ اب ذرا پولیس ہیڈ کوارٹر میں انسپکٹر  
 قریشی کو فون کر دو۔“  
 جاوید فون کرنے لگا اور میں رستی تلاش کرنے لگا۔  
 تاکہ رابل کے ہاتھ پاؤں باندھ سکوں۔



اجنبی تھا۔ اس نے مدین بارڈی، راجندر کے ساتھ میرا شاپا  
 جانا ضروری تھا۔ ہم جانتے تھے کہ دس آدمیوں کے قتل کے بعد  
 حکومت چین سے نہیں بیٹھے گی کوئی جاسوس ضرور بھیجے گی۔  
 کسی اجنبی کی آمد کے منتظر تھے، اس نے تم جیسے جبر و سہ نہیں  
 کر سکتے تھے۔ مختصر یہ کہ جب مجھے معلوم ہوا کہ پوٹ باؤس  
 سے بارڈی کی لاش ملی ہے، مجھے پہلی بار شبہ ہوا کہ تم نے  
 بارڈی کو قتل کیا ہے اور تم کوئی بڑا کیل کیل رکھتے ہو۔ میں نے  
 اس شبہ کی تصدیق کے لئے میں نے ایک وارڈ کیلا میں  
 نے تم سے مصیبت ہوا کہ مدین کی بخوری میں تمہارے نام کا بھی  
 ایک لٹا فو ہے تو فوراً مدین کو جا کر گرفتار کرادو۔  
 نہیں ایسے نام کا لٹا کاشن کر حضرت ہوئی ہوگی۔ یونکہ  
 بارڈی کے قریبیہ تم مدین کو استعمال کر رہے تھے۔ پھر میری تم  
 کوئی خطرہ مول لینے کو تیار نہیں تھے۔ دوسرے مدین کا مصروف  
 ختم ہو چکا تھا۔ اس لئے پہلے تم نے جا کر مدین کو قتل کر دیا۔  
 مدین کے ساتھ ایک پولیس مین بھی تھا، اس نے اس کو بھی قتل  
 کر دیا۔ پھر رفاہوں کو پتہ چلا کہ اطمینان کرنے کے بعد تم پولیس پر رشوت  
 کوٹنے کو پولیس اسٹیشن پہنچ گئے۔ پھر مدین کی لاش ملنے کے  
 بعد کون سوچ سکتا تھا کہ شہر کا میٹر ایک جڑا ہمیشہ کو قتل  
 کرنے لگا۔

جب میں نے مدین کی لاش دیکھی تو مجھے یقین ہو گیا  
 کہ جس آدمی کی مجھے تلاش ہے وہ تم ہی ہو۔ چنانچہ میں نے اپنے  
 اسسٹنٹ کو تھامی لے کر آئی رننگا دی۔ دن بھر وہ تھامی  
 ڈنگرائی کرتا رہا۔ ابھی ایک گھنٹہ پہلے اس نے مجھے فون کیا  
 کہ تم یہاں ہو۔ میرے سامنے کو یہ پتہ نہیں تھا کہ اس مکان  
 میں کون رہتا ہے۔ میں راجندر کی تلاش میں یہاں آچکا تھا۔  
 اور جانتا تھا کہ راجندر کی بہن یہاں رہتی ہے۔ میرے سامنے  
 نے جب یہاں کا پتہ مجھے بتایا تو میں سمجھ گیا کہ تم راجندر کی  
 بہن سے ملے آئے ہو۔ مجھے یقین تھا کہ اسے قتل کرنے  
 کے بعد تم کوئی خاص قدم ضرور اٹھاؤ گے۔ چنانچہ میں فوراً  
 یہاں چلا آیا۔ اتفاق سے راجندر کی بہن مجھ پر میرا سے  
 میرا متعارف ہو چکا تھا۔ وہ مجھے ڈیپریٹنٹ مینیجر کے فلیٹ  
 سے ہو کر میں یہاں داخل ہوا تو مجھے تھامی باہر سے کرنے کی  
 آواز سنائی دی۔

رابل نے اچانک جھلانگ لگائی اور وہ کامی کے  
 پیچھے چلا گیا۔ اس نے کامی کو آڑ بناتے ہوئے کہا۔  
 ”اگر تم اس عورت کی زندگی چاہتے ہو تو پستول نیچے